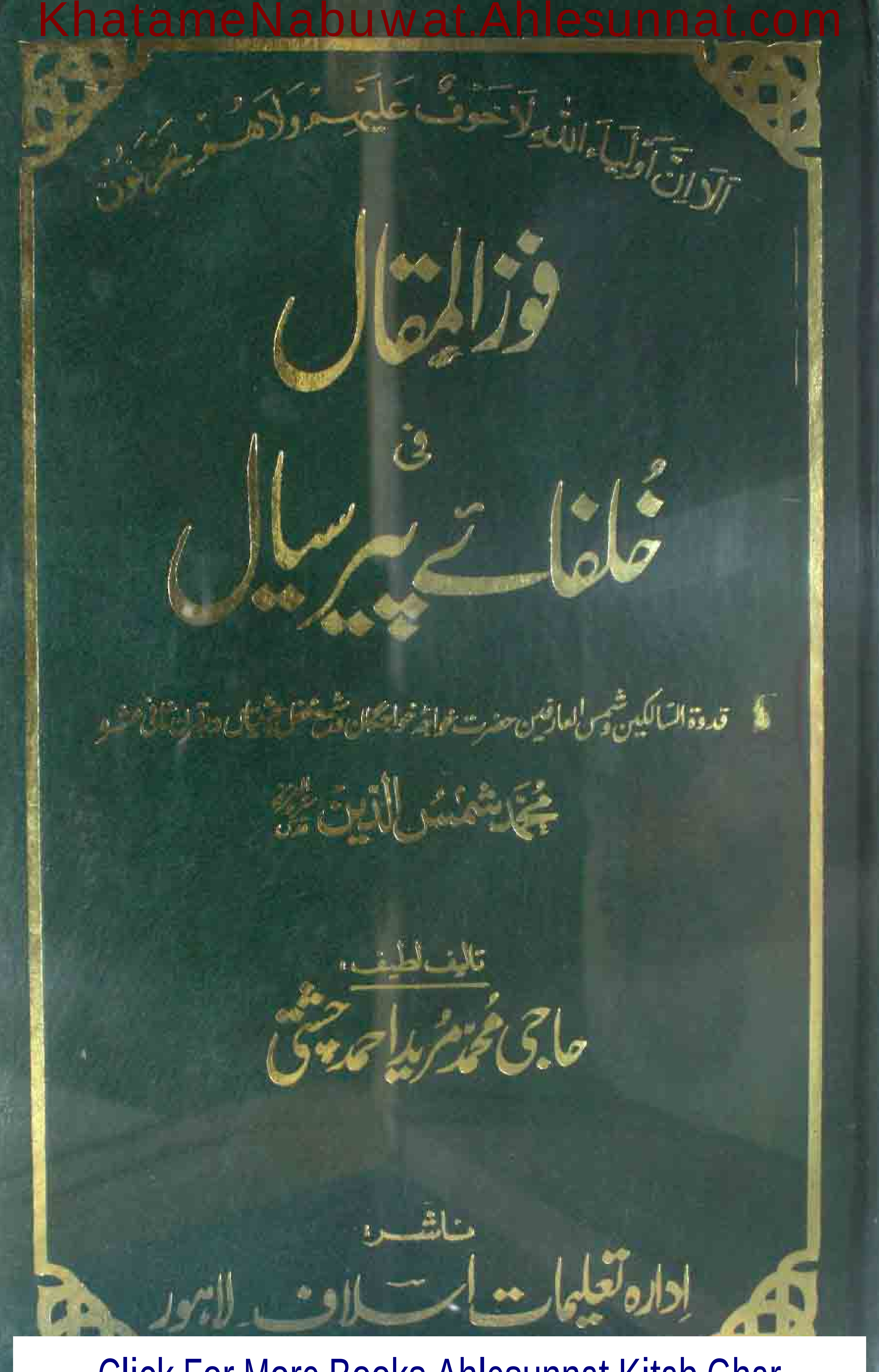
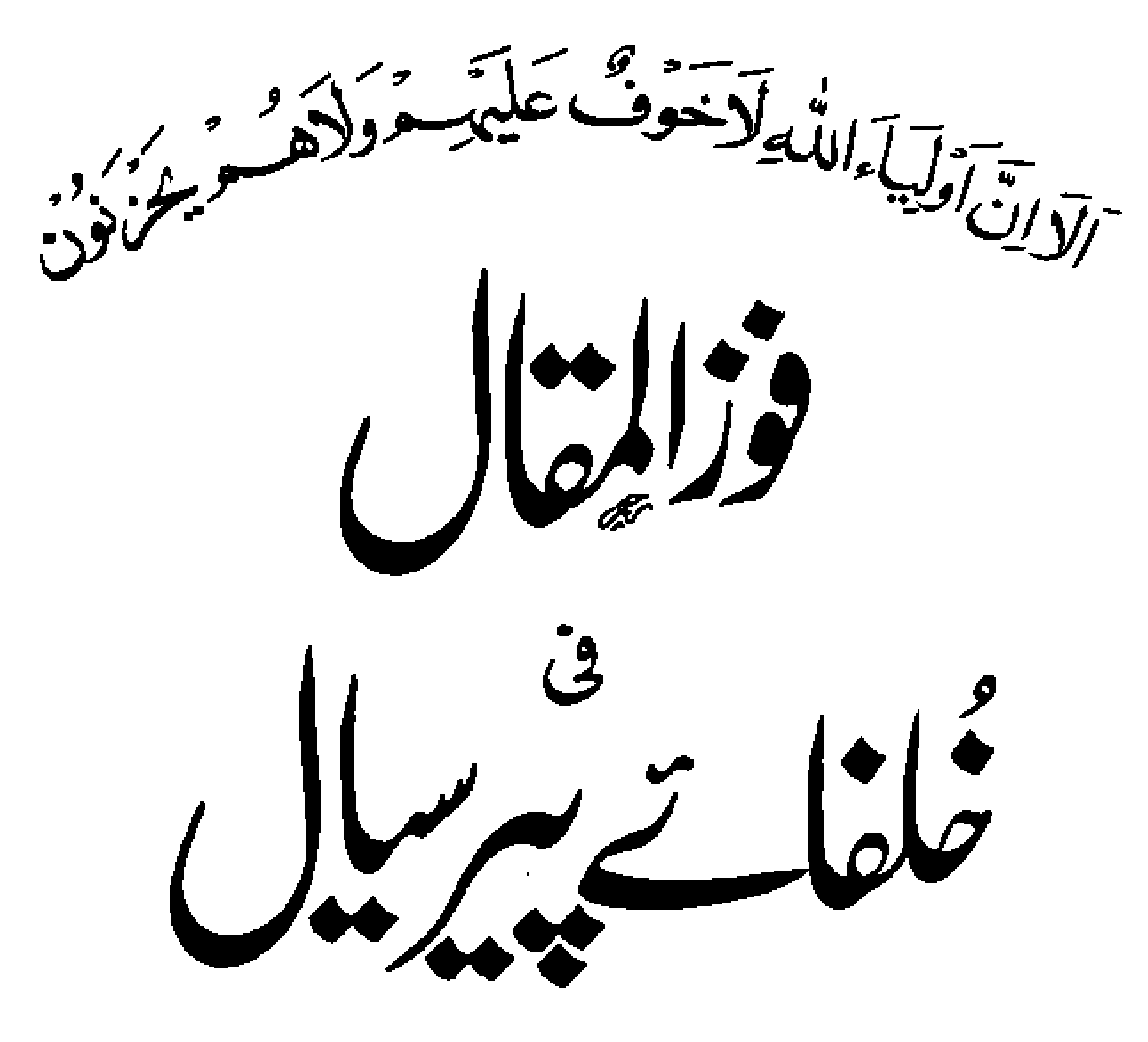

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
فوز المقال
فی
خلفائے پیر سیال
قدوۃ السالکین شمس العارفین حضرت خواجہ خواجگان
محمد شمس الدین
تالیف لطیف:
حاجی محمد مرید احمد چشتی
ناشر:
ادارہ تعلیمات اسلاف۔ لاہور

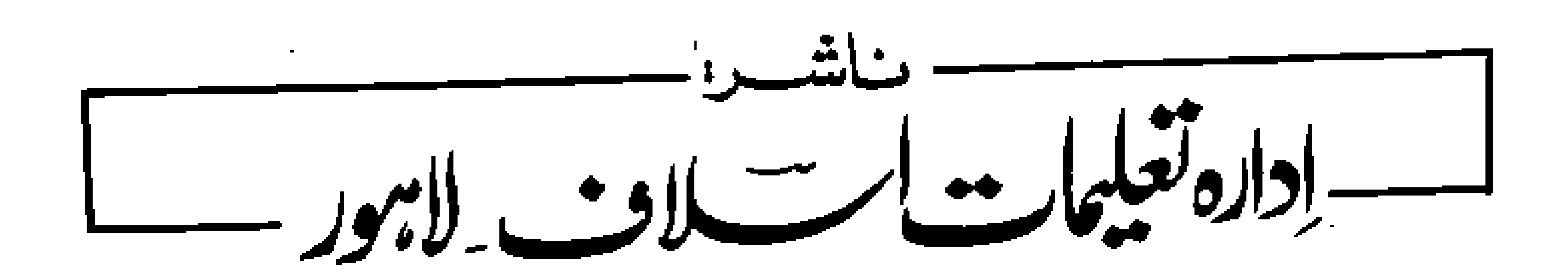


قدوۃ السالکین شمس العارفین حضرت خواجۂ خواجگان و شمع محفل چشتیاں در قرن ثانی عشرہ

محمد شمس الدین قدس سرہ العزیز

تالیف لطیف:

حاجی محمد مرید احمد چشتی



نام کتاب	:	فوز المقال فی خلفائے پیر سیال
ناشر	:	ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور
تاریخ طباعت	:	اکتوبر 1997
تعداد اشاعت	:	1000
طابع	:	دارالکتب لاہور
قیمت	:	400 روپے

ملنے کے پتے

* 2/112 ڈی ون' ٹاؤن شپ' لاہور
* دارالکتب' 3 قمرپارک' شاد باغ' لاہور
* مکتبہ ضیائے شیخ الاسلام' سیال شریف ضلع سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

الحمدللہ الذی جعل اولیاء ہ ھداۃ للناس و دعاۃ الی الحق و نور قلوبھم بعرفانہ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والصلاۃ والسلام علی سید الرسل وافضلھم واشرفھم وخاتمھم محمد رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد ! جولائی ۱۹۸۱ء میں جب حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی و مرشدی، خواجہ خواجگان، فخر سجادہ نشینان پاکستان، الحاج الحافظ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہ کا ایک حادثہ جانکاہ کے نتیجے میں انتقال پرملال ہوا تو اس وقت سے ایک قلق سا دل میں رہنے لگا کہ حضرت شیخ الاسلام کے خانوادہ اور خود آنجناب کی ملی، دینی، سیاسی، سماجی، روحانی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات کے بارے میں معلومات کو اگر ریکارڈ نہ کیا گیا تو مستقبل کے مؤرخ کو برصغیر میں رونما ہونے والے تغیرات کے اسباب کی کھوج میں بڑی دشواری پیش آئے گی بلکہ بڑی حد تک وہ ان حقیقی عوامل ـــــ جو کسی سماجی تغیر کا سبب ہوتے ہیں ـــــ کو نظرانداز کرکے صرف ظواہر پر تاریخی وقائع کی ترتیب کرنے پر مجبور ہو جائے گا، چنانچہ اپنے ان خیالات کا اظہار کئی مرتبہ اپنے احباب کی مجالس میں کیا، کئی احباب اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اس کو سرانجام دینے کی ہمت باندھتے مگر اس کام کی وسعت اور دشواری اس کی تکمیل میں آڑے آتی رہی اور تاخیر ہوتی چلی گئی، بالآخر مفتی دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف جناب قاری غلام احمد زید مجدہ نے "انوار قمریہ" کی پہلی جلد کا مسودہ تیار کیا اور اس فقیر نے اس کو ایک عکس ناتمام کی صورت میں طبع کرکے شائع کر دیا۔ یہ ایک نقطہ آغاز تھا اس اصول تموج کا کہ اس کے بعد موج سے موج خودبخود پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض اوقات نہایت خفیف سی حرکت بہت بڑی موج کو وجود پذیر کر جاتی ہے، چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا کہ انوار قمریہ سے پیدا ہونے والے تموج نے جوار بھاٹا کی شکل اختیار کر لی اور یہ "فوز المقال فی خلفائے پیر

سیال" کے منصہ شہود پر نمودار ہونے کا باعث بنا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ انوار قمریہ کا پرتو اس قدر وسعت پذیر ہو رہا ہے تو "فوز المقال" کا کینویس کتنا وسیع ہو گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ خالق کائنات جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ کام وہاں سے ہوتا ہے جہاں سے کسی کو اس کے ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ "فوز المقال" کے لیے قادر مطلق نے کسے توفیق بخشی! حاجی محمد مرید احمد چشتی کو' جو نہ تو علمی حلقوں کی معروف شخصیت ہیں' نہ ادبی حلقوں میں متعارف اور نہ واعظ خوش بیان و عمدہ مقال' ایک پیکر اخلاص و وفا کہ اپنے شیخ کے خانوادہ کا پرعزم عقیدت مند ـــــ لیکن اب میں پورے وثوق و یقین سے عرض کرتا ہوں کہ ان کا تعارف چہار وانگ جہاں میں ہو جائے گا کیونکہ

جب تک نہ بکے تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

اس بیش قیمت گوہر نایاب "فوز المقال" کو **ادارہ تعلیمات اسلاف** کبھی بھی آپ تک نہ پہنچا سکتا اگر میرے محترم المقام بھائی **ڈاکٹر خالقداد ملک** کی مساعدت و مشاورت اور مکرم و مخلص دوست **راشد خان صاحب** مالک مطبع دارالکتب کا مالی ایثار و تعاون حاصل نہ ہوتا' بندہ ناچیز دونوں حضرات کے اس مخلصانہ تعاون پر ان کا تہہ دل سے شکر گزار و ممنون ہے۔

ادارہ تعلیمات اسلاف کے پیش نظر سردست "فوز المقال" کی چار ضخیم مجلدات کی طباعت کا پروگرام ہے۔ پہلی جلد تو بفضلہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں حضرت غریب نواز حضرت اعلیٰ' خواجہ خواجگان و فخر چشتیان' محمد شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات، تعلیمات اور آپ کے منہل صفا سے فیض یاب ہونے والے خلفاء عظام کا تذکرہ ہے۔ دوسری جلد میں حضرت ثانی لاثانی حضرت خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و تعلیمات اور خلفاء طریقت کا تذکرہ ہوگا۔ تیسری جلد میں حضرت ثالث غریب نواز' مجاہد ملت' محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے احباب کا تذکرہ ہوگا اور چوتھی جلد میں فخر روزگار' عالم بے مثال' صوفی باصفا' مرقع ادب و وفا اور شیخ دلربا سیدی و مرشدی خواجہ خواجگان شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات و خدمات اور آپ کے منبع فیوض و برکات سے مستنیر ہونے والے اصحاب کا تذکرہ ہوگا۔

اس کے علاوہ حضرت العلامہ' مفتی و قاری غلام احمد سیالوی کی کتاب "انوار قمریہ" کی

دوسری جلد اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہوگی' مزید برآں حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "عیسائی مذہب" اور صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "سیر القمر" کا دوسرا ایڈیشن کمپیوٹر کتابت کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

"فتاویٰ قمریہ" کا ایک بہت بڑا منصوبہ بھی زیر عمل و تحقیق ہے۔ اس میں آستانہ عالیہ سے وقتاً فوقتاً جاری ہونے والے فتاویٰ بشمول فتاویٰ مفتیاں و سجادہ نشینان سیال شریف مستقبل قریب میں شائع کئے جائیں گے۔

"مناقب شیخ الاسلام" کے نام سے آپ کی مدحت سرائی میں منظوم کلام کی تدوین و کتابت کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے اور انشاء اللہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔

"مواعظ قمریہ" کے نام سے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے خطبات و تقاریر کا مسودہ ایڈیٹنگ کے بعد کمپیوٹر میں کتابت کے مرحلے سے گزر رہا ہے' اس کے علاوہ "مکتوبات شیخ الاسلام" کی جمع و تدوین کا کام بھی بتمام سرعت جاری ہے۔

یہ سارا کام محض تائید ایزدی اور حضور غریب نواز پیر سیال کی نظر کرم اور التفات خاص سے سرانجام پا رہا ہے اور امید واثق ہے کہ جس کام کی ابتداء کی توفیق عطا کی گئی ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ الکریم

فقیر حافظ غلام حسین سیالوی
سینئر نائب صدر ادارہ تعلیمات اسلاف
112/2/D/I ٹاؤن شپ لاہور

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر کرم شاہ الازہری مدظلہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف
ضلع سرگودھا' پنجاب (پاکستان)

مقدمہ

حضرت شمس الحق والدین سیالوی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات بلا مبالغہ ان عزیز الوجود شخصیتوں میں سے ایک ہے جنہیں رحمت الٰہی انتہائی پر آشوب اور کربناک حالات میں اپنے لطف وکرم کا مظہر بنا کر امت مصطفویہ کی چارہ سازی کے لئے مقرر فرماتی ہے۔

آپ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن ہے۔ شاہراہ حیات پر آپ کا ہر نقش قدم سالکان راہ محبت ووفا کے لئے خضر راہ ہے۔ اس میں جمال بھی ہے اور جلال بھی' سمندر کی طرح اس میں گہرائی بھی ہے اور وسعت بھی۔ اس دور میں جب کہ شکوک و شبہات کے بھونچال ایمان ویقین کے قلعوں میں شگاف ڈال رہے ہیں' اس بزم رنگ و بو میں آپ کی تشریف آوری بڑی برکتوں کا باعث تھی۔

تاریخ کی بو العجبیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ ۱۷۹۹ء ہی وہ سال ہے جس میں دنیائے اسلام کے بطل جلیل سلطان ٹیپو' اس ملک کو انگریزوں کے ناپاک تسلط سے بچانے کی مجاہدانہ کوششوں میں جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ ۱۷۹۹ء میں ہی رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرتا ہے۔ آپ اندازہ فرمائیے یہ لمحے برصغیر پاک وہند کی امت مسلمہ کے لئے کتنے کربناک اور مایوس کن تھے لیکن رحمت الٰہی نے مایوسیوں کے گھپ اندھیروں میں امید کا چراغ روشن کرنے کے لئے اسی سال ۱۷۹۹ء میں سیال کی ایک چھوٹی سی بستی میں حضرت خواجہ شمس العارفین کو پیدا فرمایا۔

آپ نے تحصیل علم کے بعد حضرت پیر پٹھان شاہ محمد سلیمان تونسوی کے میخانہ عشق و محبت سے معرفت کے جام طہور نوش فرمائے اور اپنے مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اپنے وطن مالوف میں رشد و ہدایت کی مسند بچھاکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی سچی محبت اور غلامی کی طرف دعوت کا آغاز کیا۔ اس دعوت میں اتنی مٹھاس اور کشش تھی کہ صرف پنجاب ہی نہیں صرف برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ اکناف عالم سے طالبان حق کے گروہ در گروہ آپ کے در اقدس پر پہنچنے لگے اور وہاں سے فیض یاب ہوکر دنیا بھر کے تشنہ لبوں کو سیراب کرنے لگے۔ جن لوگوں کو آپ نے اپنے آغوش تربیت میں پروان چڑھاکر مسند ارشاد پر بیٹھنے کا حکم دیا ان کا شمار آسان نہیں۔ آج تک متعدد اہل علم و فضل نے اس بادشاہ فقر کے دریوزہ گروں کی فہرستیں مرتب کرنے کی کوشش کی اور ان کے روح افروز حالات قلمبند کئے لیکن ہر ایک کو یہ اعتراف تھا کہ وہ اس بابرکت جماعت کا عشر عشیر بھی ضبط تحریر میں نہیں لا سکے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین کے کئی خلفاء اتنے باکمال تھے کہ ان کی روشنی آفتاب کی طرح چاردانگ عالم میں پھیلی اور ان کی اس چکاچوند میں معرفت کے کئی ستارے دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔ کسی ایسے اہل قلم کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو گلشن سیال میں کھلنے والے تمام پھولوں کا احاطہ کرسکے اور ان کے رنگ و بو کے ذکر جمیل سے مشام جاں کو معطر کرسکے۔

یہ سعادت حضرت مولانا محمد مرید احمد چشتی کے لئے مخصوص تھی۔ انہوں نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ گلدستہ تیار کیا ہے جس میں گلشن پیر سیال کے جن پھولوں تک ان کی رسائی ہو سکی ہے ان کو انہوں نے یکجا کیا ہے۔ انہیں بھی یہ دعویٰ نہیں کہ انہوں نے حضرت پیر سیال کے سارے باکمال خلفاء کا مبسوط تذکرہ قلمبند کر دیا ہے اور یہ دعویٰ حقیقت سے بھی دور ہوگا لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آج تک اس سلسلہ میں جتنی کوششیں ہوئی ہیں ان میں یہ کوشش جامع ترین ہے۔ انہوں نے ہر اس مقام پر پہنچنے کی کوشش کی ہے جہاں انہیں حضرت پیر سیال کے کسی خلیفہ کا سراغ ملا ہے؟ وہاں پہنچ کر وہاں کے حالات کا عینی مشاہدہ کیا ہے۔ وہاں کے سجادہ نشینوں، ان خانقاہوں کے متعلقین اور عقیدت مندوں سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کوشش یقیناً قابل تحسین ہے اور مولانا کی ذات قابل صد تبریک ہے جنہوں نے اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی کے کئی ماہ و سال وقف کئے ہیں۔

میں ساری کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے تو قاصر رہا لیکن جہاں تک مجھے اس کتاب کے پڑھنے کا موقع ملا ہے اسے پڑھ کر قلبی مسرت ہوئی ہے۔

امید ہے میرے دوسرے پیر بھائی بھی اس گلدستہ عقیدت کے رنگین اور خوشبودار پھولوں سے اپنے ذوق سلیم کی تسکین کا سامان کریں گے۔

نیاز کیش پیر سیال
محمد کرم شاہ
۱۱-۶-۱۹۹۰

کتاب ہذا پر صاحب زادہ فیض الامین فاروقی سیالوی کا منظوم تبصرہ

ہمدم مخلص مرید احمد محب خوش خصال
نیک سیرت نیک صورت نیک بخت و نیک فال
ہے طبیعت میں ودیعت جس کی ایثار و خلوص
معدن انوار علم و فن کا گوہر بےمثال
عارف تحقیق اور تحریر ہے جس کا قلم
جس کے فن سے ہے معطر گلشن فہم و خیال
لائق صد آفریں ہے آپ کی تالیف یہ
مرحبا صد مرحبا لطف خدائے ذوالجلال
خواجہ شمس العارفین (قدس سرہ) ہیں آفتاب معرفت
اور خلیفے سب نجوم مطلع اوج کمال
زندگی سب کی ہے عشق مصطفیٰ ﷺ سے ضوفشاں
ہے فروزاں ان کی نظروں میں سلیمانی جلال
ناز فرما ان کی سیرت پر ولایت کی جبیں
وا کرے کوئی لب تنقید ہے کس کی مجال
ان کی باتیں راہنمائی منزل عرفان حق
ان کی یادوں کا خزینہ بہتر از مال و منال
خوب کاوش سے مرتب کی ہے "تاریخ نفیس"
کوزے میں بند کر دیا ہے ایک سیل برشگال
اہل حق ہیں دیکھ کر اس کو نہال و شاد کام
دشمنان دین کو ہونے لگا ہے اختلال
جستجو فیض الامیں کو جب ہوئی تاریخ کی
ملہم حق نے ندا کی "دفتر روشن مقال"
۱۴۱۱

حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین چشتی قادری مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ ریاض الاسلام، اٹک شہر

حمد باری نعت احمد ﷺ دین حق
مدح اہل اللہ بود قرین حق

حضرت خواجہ کہ شمس الدین قدس سرہ بود
از برائے دین آں امین بود

از کرامت ہای آں شیخ جلی
یک کرامت حضرت مہر علی (قدس سرہ)

آں شہ کہ بود شمس چشتیا
یک گل از باغ آں سوہنے [1] شاہ

آنکہ احمد شاہ (قدس سرہ) بود اسم او
برآستان میروی قدس سرہ) بدہ رقم او

مرید احمد [2] ذکر شیخ خود نوشت
باد گر حضرات چشت اہل بہشت

تا ابد رحمت حق اے ریاض
بر رواں جملہ اہل حق بباد

---

[1] خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی قدس سرہ، (مؤلف)
[2] مؤلف کتاب۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی

(حیات و خدمات)

خاندان اور آباؤ اجداد

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے آباؤ اجداد پشت با پشت سے دنیاوی وجاہت اور علم دونوں میں بڑے ممتاز تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت خواجہ شیر کرم علی قادری رحمتہ اللہ علیہ حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمتہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

آپ عبادت و ریاضت میں باکمال اور بے مثال تھے۔ آپ کے والدین کی اقامت سیال شریف کے شمال مشرق میں ساہیوال کے قریب "دھول بالا" نامی قصبہ میں تھی ـــــ حضرت خواجہ شیر کرم علی قادری نے قرآن مجید اور مروجہ دینی علوم کی تکمیل پشاور میں ایک پارسا اور متبحر عالم دین سے کی ـــــ بعد ازاں اپنے استاد گرامی کے ہمراہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا ـــــ اس دوران میں وہاں کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور مسجد نبوی شریف کے صحن کی جاروب کشی کی ـــــ

حضرت رسول مقبول ﷺ کے ارشاد پر بغداد شریف حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ ریاضت و عبادت میں مشغول رہے ـــــ دربار شریف کا پانی بھی بھرتے رہے ـــــ ایک رات خواب میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ملتان شریف حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی کی خدمت عالیہ میں حاضری کا حکم فرمایا ـــــ ملتان شریف پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے اور اجازت و خلافت کی نعمت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ جب اپنے وطن مالوف "دھول بالا" تشریف لائے تو والدین اور عزیز و اقارب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ اس لئے وہاں سے چل کر ایک جنگل میں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کو ایک خواب یاد آیا جو آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں دیکھا تھا ـــــ اس خواب میں یہ دکھایا گیا تھا کہ یہ جگہ آپ کا مسکن ہے اور یہیں آپ کا مزار مبارک ہو گا اور یہ بابرکت مقام جنت البقیع کے قائم مقام رہے گا۔

آپ نے عبادت و ریاضت کے لئے اسی جنگل میں ایک درخت کا انتخاب کیا ـــــ آہستہ آہستہ آپ کی شہرت دور دور تک ہوگئی اور زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوگیا ـــــ چنانچہ آپ نے زائرین کی سہولت اور قیام کے لئے کنواں، مسجد اور مکان تعمیر کرائے ـــ بے پناہ مخلوق آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئی۔

آپ نے اپنے شیخ کامل کی وصیت کے مطابق ایک شریفہ اور عفیفہ عورت سے شادی کی جن کے بطن سے پانچ فرزند پیدا ہوئے ـــــ

۱- حضرت میاں عبدالکریم
۲- حضرت میاں محمد یار
۳- حضرت حافظ تاج محمود
۴- حضرت میاں محمد موسیٰ
۵- حضرت میاں عبدالرحیم

حضرت حافظ تاج محمود بڑے فاضل اور کامل اکمل بزرگ تھے۔ آپ بارادۂ حج حجاز مقدس گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت حافظ برخوردار جو عالم اور نیک اطوار تھے نے ایک بار رمضان شریف میں اپنے جد امجد حضرت خواجہ شیر کرم علی قادری کو قرآن مجید سنایا ـــــ آپ اپنے جد امجد کے فیض صحبت اور نظر کرم سے صاحب عظمت و احترام ہوئے۔ آپ نے ہی موضع ہندوان کے مالکان کی نذر کردہ پانچ صد بیگھہ زمین میں سیال شریف کی بستی آباد کی۔

حضرت حافظ برخوردار کے فرزند ارجمند حضرت حافظ محمد شریف ذوالکرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بیعت حضرت میراں سید محمدی قادری بھیروی سے تھی۔ منازل سلوک طے کرکے خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند عطا کئے۔

۱- حضرت میاں محمد پناہ
۲- حضرت میاں محمد یار
۳- حضرت میاں خدایار
۴- حضرت میاں احمد یار

حضرت میاں محمد پناہ بڑے با اقتدار بزرگ تھے اور کشف و کرامت میں بے نظیر اور

بے مثال تھے۔ رؤسائے زمانہ اور سادات کرام ان کے مریدان باصفا میں سے تھے۔ آپ بڑے فیاض اور غریب پرور تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ شیر کرم علی قادری کا روضہ مبارک بنوایا جو مرور زمانہ سے بوسیدہ ہوکر دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

حضرت میاں محمد یار رحمتہ اللہ علیہ نیک خصال بزرگ تھے۔ بظاہر ایک سادہ لوح زمیندار تھے مگر اپنے اندر عشق رسول ﷺ کی یہ کیفیت رکھتے تھے کہ جب بھی درود شریف پڑھتے لکھتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور کئی دفعہ اسی ذوق میں تادیر وجدانی حالت میں محو رہتے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت جنت بی بی تھا۔ آپ پوہلہ گاؤں کی تھیں جو سیال شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے والد حضرت مولانا عبدالرحمن قوم سیال موضع پوہلہ نہایت متقی بزرگ تھے۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ عبادت و ریاضت میں شب و روز مصروف رہتیں۔ آپ نے ایک درس قرآن جاری کر رکھا تھا جس میں بچیاں قرآن مجید یاد کرتی تھیں۔ آپ خود تدریس کے فرائض انجام دیا کرتیں۔ آج بھی پوہلہ میں عورتیں بکثرت حافظ قرآن ہیں۔ یہ آپ ہی کا فیضان ہے۔ جب اس نور ولایت کی امانت آپ کے بطن مبارک میں منتقل ہوئی تو ذکر و عبادت کے معمولات میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ شب و روز بکثرت درود شریف زبان پر جاری رہتا۔ سونے سے قبل ہر شب اکتالیس بار سورۃ یٰسین تلاوت فرماتیں۔ تقریباً ایک صدی بعد اس عفیفہ کی قبر مبارک کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے پختہ کرنے کا اہتمام فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو اس سے اس قدر دلآویز خوشبو نکلی کہ سارا قبرستان معطر ہو گیا اور شہر کے لوگ اس کرامت کو دیکھنے کے لئے قبرستان غربی میں جمع ہو گئے۔[1]

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں ہوئی اور جس کمرہ میں ولادت پاک ہوئی وہ مدتوں زیارت گاہ خاص و عام رہا۔

---

[1] ماخوذ از انوار شمسیہ مطبوعہ مطبع مفید عام' لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء (اول)' ماخوذ از ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (شمس العارفین نمبر)' صفر المظفر ۱۴۰۰ھ۔

نوٹ: علاوہ ازیں معلومات حضرت حاجی محمد رہنواز سیالوی سے دستیاب ہوئیں۔ (مؤلف)

بہت عرصہ قبل حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی نے حضرت خواجہ شیر کرم علی قادری کو بصارت قلبی سے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ صاحب ارشاد ہو گا جس کے فیوض و برکات سے ایک عالم فیض یاب ہو گا ـــــ اس بشارت کے صحیح مصداق حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ہوئے ہے۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے بیان فرمایا کہ ملک محمد خان نٹھوکہ (پوتا ملک احمد خان مرحوم) راوی ہے کہ میں نے اپنے جد امجد سے سنا اور انہوں نے اپنے جد امجد سے کہ ایک دفعہ حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی قدس سرہ ملتان سے بھیرہ جا رہے تھے۔جب اس مقام (جہاں اب روضہ شریف ہے) پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور اس مقام سے مٹھی بھر مٹی اٹھاکر بوسہ دیا۔پھر کچھ دور جاکر سوار ہوئے۔اپنے درویش کے اصرار پر فرمایا کہ جب میں اس مقام پر پہنچا تو مجھے غوث کامل کی خوشبو آئی اور میں نے اس جگہ کی تعظیم و تکریم کی۔اس مقام کی عزت و توقیر تاقیامت ہوتی رہے گی اور یہ مخلوق خدا کا بوسہ گاہ ہو گا۔درویش کے مزید استفسار پر فرمایا: غوث کامل کافی عرصہ بعد ہوں گے؟

نٹھوکہ قوم نے اس مقام کی ٹوہ رکھی۔جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے حصول خلافت کے بعد یہاں قیام فرمایا تو آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ہے۔

سیال کی وجہ تسمیہ

پنجاب میں دو قومیں سیال کہلاتی ہیں۔ایک وہ جو جھنگ کے اکناف و اطراف میں آباد ہے۔ یہ قوم راجپوت کہلاتی ہے۔اس کے مورث اعلیٰ حضرت باوا فرید الدین گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔

دوسری سیال وہ قوم ہے جو کھوکھر قطب شاہی کہلاتی ہے اور جس کا نسبی تعلق حضرت عباس بن علی المرتضیٰ کی اولاد کے ساتھ ہے۔

ے انوار شمسیہ

ے ملک محمد خان نٹھوکہ بقید حیات ہیں اور ہر جمعۃ المبارک کو سیال شریف حاضر ہوتے ہیں۔نٹھوکہ قوم حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی کی مرید تھی۔یہ بشارت پشت در پشت چلتی رہی اور وہ اپنی اپنی اولاد کو اس مقام کی عزت و توقیر سے باخبر رکھتے رہے۔(مؤلف)

سیال لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں سے ایک بزرگ کا نام سال[1] تھا۔ اس کی اولاد اس کے نام پر سال اور بعد میں سیال کے نام سے موسوم ہوگئی۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ شمس الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ بڑے نامی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا روضہ تمام پنجاب میں مشہور ہے اور اس روضہ کے سجادہ نشین ملک میں بہت بڑا احترام رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین زمان علی معروف کھوکھر بن عون قطب شاہ سے ۴۱ ویں پشت میں تھے اور قطب شاہ، حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی کی آٹھویں پشت میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس طرح اعوان قطب شاہی قوم کے جد اعلیٰ حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی ہیں اسی طرح سیال کھوکھروں کا نسب بھی اسی جگہ جاکر ختم ہوتا ہے۔[2]

نسب نامہ

آپ کا شجرۂ نسب پچاس واسطوں سے حضرت عباس علم دار شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔
نسب نامہ یہ ہے:

حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی بن میاں محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں برخوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی بن جان محمد بن سعد اللہ بن دولت بن لنگر بن صالح محمد بن غلام محمد بن عظمت بن سلطان بن اللہ دتہ بن مقصود بن شیخ بن سارنگ بن کمال بن یعقوب بن بہت بن وریام بن سنجر بن ملائم بن گورگج بن اچھر بن عثمان بن ماہی بن جہانب بن صاحب بن چیتہ بن رسالو بن ہندال بن سال بن سانڈر بن گوڑا بن چیت بن کوڈ بن سجن بن زمان علی معروف کھوکھر بن قطب شاہ (عبد العلی معروف عون) بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ نزد بعضے عبیداللہ بن عباس بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔[3]

تعلیم و تربیت

---

[1] سال جن کے نام پر سیال قوم مشہور ہے۔ زمان علی کھوکھر بن عون قطب شاہ کی چھٹی پشت میں تھے۔
[2] تاریخ اقوام پونچھ، صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸۔
[3] انوار شمسیہ، صفحہ ۱۷۔

تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی حضرت میاں محمد یار کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید شروع کیا اور دو سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں علوم متداولہ کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔

مراۃ العاشقین میں ہے :

صاحبزادہ محمد الدین صاحب عرضداشت کرد کہ کیفیت طالب علمی ایشاں چگونہ است۔ فرمود' دو ماہ بساکھ و جیٹھ در قریہ میکی ڈھوک ماندہ کریما و نام حق خواندم۔ بعد ازاں پند نامہ شیخ فریدین عطار در قصبہ مکھڈ شریف بخدمت ماموں صاحب شروع کردم تا آنکہ تمام کتب درسیہ نظم از و شان تعلیم یافتم وبعد ازاں کتب صرف و نحو و منطق از مولوی محمد علی صاحب درس گرفتم تا آنکہ مدت سیزدہ سال در آنجا سکونت داشتم وبعد ازاں دو سال در قریہ اخلاص گزرانیدم شرح وقایہ در اول سال و مطول در دوم سال خواندام۔ بعد ازاں شش ماہ در شہر کابل بماندم۔ ہدایہ شریف در انجا خواندہ سند علم حدیث نیز حاصل کردم۔ بعد ازاں چند کتب توحید مثل لوائح مولوی جامی و لمعات فخر الدین عراقی و شرح مولوی جامی و سواء السبیل و کشکول و مرقع شریف من تصنیفات خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی در قریہ تونسہ شریف بخدمت حضرت خواجہ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندم۔[1]

ترجمہ :صاحبزادہ محمد الدین صاحب نے عرض کیا جناب کا تعلیمی دور کیسے طے ہوا؟ فرمایا : بساکھ اور جیٹھ کے دو مہینوں میں میں نے موضع میکی ڈھوک میں کریما اور نام حق کا درس لیا۔ اس کے بعد قصبہ مکھڈ شریف میں ماموں احمد الدین صاحب کی خدمت میں پند نامہ عطار شروع کیا۔ حتیٰ کہ نظم کی تمام درسی کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ اس کے بعد صرف و نحو اور منطق کی کتابیں مولوی محمد علی صاحب سے پڑھیں۔ تیرہ سال وہیں گزار دیئے۔ اس کے بعد دو سال موضع اخلاص میں گزارے۔ پہلے سال شرح وقایہ اور دوسرے سال مطول کو پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد چھ ماہ کابل شہر میں رہ کر ہدایہ شریف کو پڑھا اور ساتھ ہی علم حدیث کی سند بھی لی۔ اس کے بعد تونسہ

---

[1] مراۃ العاشقین مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور' ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء' صفحہ ۴۵' ۴۶۔

شریف میں حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں رہ کر تصوف کی چند کتابیں پڑھیں جن میں خاص طور پر لوائح جامی' لمعات عراقی' شرح لمعات جامی' سواء السبیل' کشکول کلیمی اور مرقع کلیمی قابل ذکر ہیں؎

فرمود کتب توحید مثل لوائح و لمعات در بغل داشتہ بحضور حضرت حاضر شدم چوں نظر مبارک برمن افتادی باشارہ دست مبارک نزد خود خواندہ سبق تعلیم نمودے و اکثر او قلت در باب خواندن سبق سعی بلیغ فرمودے چنانچہ روزی در قریہ مہار شریف بحلقہ درویشان جلوس فرمودہ بودند و بسیار مردمان خاص و عام گرد ایشاں نشستہ بودند دران حال اگرچہ فراغت نبود' سوی من بدست مبارک اشارہ کرد فی الحال بخدمت اقدس حاضر شدم کتاب کشادم و سبق خواندم؎

ترجمہ: فرمایا: توحید کی کتابیں مثلاً لوائح اور لمعات وغیرہ کو میں بغل میں لئے حضرت تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑتی تو ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلا کر سبق پڑھاتے اور دوران سبق اکثر اوقات بڑی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ مہار شریف کے درویش خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد خاص و عام کا ہجوم تھا۔ اس حالت میں بھی جب کہ آپ کو فراغت نہ تھی اپنے ہاتھ سے آپ نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے فی الفور آپ کے پاس پہنچ کر کتاب کھولی اور سبق پڑھا۔؎

اساتذہ کرام

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے جن حضرات سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور سند حدیث شریف حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت میاں احمد الدین (ماموں جان)

۲۔ حضرت میاں محمد افضل (میکی ڈھوک)

۳۔ حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی (مکھڈ شریف)

۴۔ حضرت مولانا حسن دین (اخلاص)

؎ مراۃ العاشقین (اردو ترجمہ)' صفحہ ۶۹' ۷۰۔

؎ مراۃ العاشقین' صفحہ ۴۸۔

؎ ایضاً' صفحہ ۶۹' ۷۰۔

۵۔ حضرت حافظ دراز کابلی (کابل، افغانستان)

۶۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی (تونسہ شریف)

(رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

سردست آپ کے دو اساتذہ کے مختصر سوانح قلمبند کرتا ہوں۔

حضرت میاں محمد افضل

استاذ العلماء حضرت خواجہ میاں محمد افضل قدس سرہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۹۳ھ مطابق ۲ جنوری ۱۷۸۰ء کو میکی ڈھوک میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۱ واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا خاندان ام شریف ضلع خوشاب سے میکی ڈھوک آکر آباد ہوا تھا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۰۰ء سے قبل مدرسہ نظامیہ چشتیہ حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ آپ نے علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت خواجہ عبدالخیر بن بدرالدین بن شیر محمد کے زیر سایہ کی۔

اس بستی میں زمانہ قدیم سے لے کر آج تک حفاظ کرام سینکڑوں کی تعداد میں رہے ہیں۔ آپ کو حدیث، فقہ اور منطق میں کمال حاصل تھا۔ ان علوم کی تحصیل کے لئے ہندوستان کے علاوہ کابل، قندھار اور سوات کے طلباء ہزارہا کی تعداد میں ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ مگر افسوس کہ گردش لیل و نہار اور نیرنگی زمانہ نے بہت سے نقوش مٹا دیئے اور بہت سی علمی شخصیات کے نام صفحہ قرطاس کی زینت نہ بن سکے۔

جب سکھوں نے پنجاب کو تاراج کرنا شروع کیا تو یہ علاقہ بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یہاں تک کہ رنجیت سنگھ کی یورش کو روکنے کے لئے خواجہ محمد افضل نے اپنے رفقاء، تلامذہ اور معاصرہ علماء و مشائخ کے ہمراہ اس ظالم اور سفاک کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور فتح جنگ کے مقام پر شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ کئی ماہ تک شہداء کی لاشیں سکھوں نے نہ اٹھانے دیں اور جب کافی عرصہ کے بعد اٹھائی گئیں تو شہداء کی لاشوں سے اس طرح خون رس رہا تھا گویا آج ہی جام شہادت نوش کیا ہے۔ یہ روح فرسا واقعات ۱۸۳۵ء میں رونما ہوئے۔ ۹ صفر المظفر ۱۲۵۱ھ مطابق ۶ جون ۱۸۳۵ء بروز شنبہ جام شہادت نوش فرمایا۔ مدفن پاک قبرستان شہید ان نزد میکی ڈھوک، ضلع اٹک میں مرجع خلائق ہے۔

رنجیت سنگھ کے حواریوں نے آپ کے علمی ذخیرے کو اس پرخاش کے تحت نذر آتش کر دیا۔

آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ہمدردی، اخوت اور خدمت خلق آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ میکی ڈھوک کی وجہ تسمیہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے یعنی "میاں کی ڈھوک" میاں سے مراد خواجہ محمد افضل ہیں۔وہ نیک متقی اور پرہیز گار شخص جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لئے اسم بامسمی ہو۔ ڈھوک سے مراد مکان یا گھر، یہی میاں کی ڈھوک ہوتے ہوتے میکی ڈھوک بن گئی اور آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احسن چشتی تھے جو بڑے جید عالم اور درویش کامل تھے۔حضرت خواجہ کریم اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔مولانا محمد احسن چشتی کے صاحبزادگان خواجہ غلام یحییٰ، مولانا محمد قاسم اور مولانا غلام صابر کا شمار اپنے وقت کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔حضرت خواجہ غلام یحییٰ کے تلامذہ میں مولوی غلام رسول ساکن انھی (ضلع گجرات) بڑے مشہور ہوئے ہیں۔[1]

حضرت مولانا حسن دین

آپ ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۶ء کو موضع اخلاص (ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔ہندوستان میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ سے تھی۔ ساری عمر اخلاص میں فی سبیل اللہ درس و تدریس میں بسر کی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد پچاس کے لگ بھگ ہے۔پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔

آپ کی وفات ۱۸ رجب ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۲۱ء کو ہوئی۔ مزار مبارک موضع اخلاص کے بڑے قبرستان میں موجود ہے۔ آپ کا ایک فرزند تھا۔ آج کل آپ کے پوتے قاضی محمود الحسن مسند نشین ہیں۔[2]

بقول مؤلف انوار شمسیہ آپ نے حافظ دراز کابلی رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث شریف کا

---

[1] یہ کوائف ماسٹر بشارت علی صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول میکی ڈھوک ضلع اٹک سے فراہم کئے۔ (مؤلف)
[2] مکتوب محمد اسحاق صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اخلاص بنام مؤلف از اخلاص

درس لیا ـــــ مراۃ العاشقین میں ہے:

خواجہ شمس العارفین بر زبان مبارک راند کہ وقتی در کابل بخدمت مولوی محمد غوث صاحب حاضر بودم از مشکواۃ شریف میں باب سماع بکشادند...... الخ

ترجمہ: خواجہ شمس العارفین سیالوی نے فرمایا جس وقت میں کابل میں مولوی غوث محمد صاحب کے پاس ٹھہرا ہوا تھا' انہوں نے مشکواۃ شریف سے باب سماع نکالا...... الخ

قرین قیاس یہی ہے کہ کابل میں حضرت مولانا غوث محمد رحمتہ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی قدس سرھما کے حالات زندگی کے لئے مراۃ السالکین فی حالات الکاملین مطبوعہ میکی پریس گوجرانوالہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

سعی و کوشش کے باوجود حضرات میاں احمد الدین اور مولانا غوث محمد کابلی کے حالات و واقعات میسر نہ ہوئے۔

دور طالب علمی

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو طالب علمی کے زمانہ میں جس صاحب کمال نے دیکھا حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ کبھی کبھی آپ مکھڈ شریف سے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تو دین پور کے قصبہ سے گزر ہوتا۔ وہاں ایک باکمال بزرگ حضرت میاں محمد اکرم رحمتہ اللہ علیہ رہا کرتے تھے جب اس خجستہ خصال نوجوان کو دیکھتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے اور رخصت کرنے کے لئے کافی دور تک دین پور سے باہر آتے۔ آپ کے کسی خادم نے اس تکریم پر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ شاید آپ اس نوجوان طالب علم کی اس لئے عزت کرتے ہیں کہ یہ میاں شیر کرم علی قادری کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ تم درج ولایت کے اس گوہر تاباں کی قدر نہیں پہچانتے۔ ایک دن آئے گا جب یہ نوجوان اقلیم فقر کا فرمان رواں ہو گا۔ اس کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجے گا۔ بڑے بڑے ارباب کمال اس کے ہاں حاضر ہو کر اپنی منزل مراد کو پائیں گے۔ میاں شیر کرم علی قادری جیسے بزرگ اور میرے جیسے لقمہ خوار ہزاروں ہزار اس کے آستان پر دربان ہوں گے۔ میاں محمد اکرم نے اپنے فرزند میاں مراد بخش کو

وصیتاً" فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی بیعت سے مشرف ہو کر فیض حاصل کرنا۔ بعد ازاں میاں مراد بخش بیعت ہوئے۔[1]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ابتداء میں مولانا مکھڈوی کے پاس علم ظاہری کی تعلیم لیا کرتے تھے۔ آپ شہر میں روٹیاں مانگنے نہیں جایا کرتے تھے۔ مکتبوں کے طالب علموں میں کاہلی اور حسد کی صفات ہوتی ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے جو وہ مانگ کر لاتے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو نہیں دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ درویش خود دورے پر نہیں جاتا۔ آپ پر جب بھوک کا غلبہ ہوتا تو دریا کے کنارے چلے جاتے اور سبزی فروش شلغم وغیرہ دھو کر جو پتے وہاں چھوڑ جاتے تھے' صاف کر کے آپ کھا لیا کرتے تھے اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتے دیتے تھے اور جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ رفتہ رفتہ آپ کے استاد حضرت مولانا مکھڈوی کو پتہ چلا کہ یہ درویش تو بڑا صابر ہے۔ اس طرح تمام ماجرا انہیں معلوم ہو گیا۔ مولوی مکھڈوی صاحب امیر کبیر تھے انہوں نے عادت بنالی کہ جب تک آپ نہ پہنچتے آپ روٹی نہ کھاتے۔ انہیں بلاتے اور جب حضرت خواجہ شمس العارفین آتے دونوں ایک ہی چارپائی پر بیٹھ کر روٹی کھایا کرتے تھے۔ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی اور لوگوں کا حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی پر اعتقاد کامل ہو گیا۔[2]

موضع مصریال میں ایک پڑھا لکھا آدمی رہتا تھا جس کا کام یاد خدا اور مشغولیت اوراد و وظائف کے علاوہ کچھ نہ تھا مگر طبیعت میں سختی اور تیزی رکھتا تھا' مسجد میں کسی مسافر کو نہیں رہنے دیتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی اسی مسجد میں عہد طالب علمی میں تشریف لائے تو اس نے آپ کو مسجد سے باہر نکال کر سردی میں رات بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی مرتبہ ولایت پر سرفراز ہوئے تو مصریال (ضلع اٹک) کا کوئی آدمی حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ فلانی مسجد کا امام زندہ ہے یا نہیں؟ اس نے جواباً عرض کیا: حضور زندہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مخلوق خدا کو تکلیف دینے کے لئے

---

[1] انوار شمسیہ' صفحہ ۳۲۔
[2] ملفوظات حیدری' صفحہ ۵۵۔

بعض آدمیوں کی عمر دراز ہو جاتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔[1]

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے ایک واقعہ بیان کیا:

جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کابل تشریف لے گئے تو قافلہ کے ٹھہرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ایک روز افغانستان کے حکمران امیر شیر علی خان کی سواری شاہی تزک و احتشام کے ساتھ گزر رہی تھی۔ آپ نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور پر جلال لہجے میں فرمایا:

برای اقامت ما جائے می دہی یا نمی دہی؟ یعنی ہمارے رہنے کے لئے کوئی جگہ دو گے یا نہیں؟ امیر کابل آپ کی جرات اور بے ساختہ پن سے بڑا متاثر ہوا اور اپنے کابلی لہجے میں کہا: چرا نمی دہم 'بسر و چشم می دہم؟ کیوں نہیں دوں گا' سر آنکھوں پر دوں گا۔ آپ تین دن شاہی مہمان رہے۔

کابل میں آپ کے حدیث شریف کے استاد آپ پر بڑے مہربان تھے۔ آپ قاضی سلطان تھے اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو واپس وطن آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میری لڑکی سے نکاح کر لیں اور میرے پاس فرزند کی حیثیت سے ٹھہریں۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے عرض کیا: میں والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔[2]

بیعت

حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی قدس سرہ اگرچہ علم و فضل میں بے نظیر اور زہد و ورع میں منفرد اور مرجع خلائق تھے لیکن دل ابھی کسی ایسے صاحب کمال کے لئے تڑپ رہا تھا جو ایک نگاہ میں گھائل کر دے اور اپنی توجہ باطنی سے حریم ذات کے دور وازے کھول دے۔ کئی بزرگوں کی شہرت سنی 'دیکھا اور لوٹے آئے۔ دل کی تسکین کا سامان کہیں نظر نہ آیا۔ ایک روز کسی رہ نورد نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ سنتے ہی دل بے چین ہو گیا اور تونسہ مقدسہ کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو اپنے ہمراہ لیا۔ جب کشتی

---

[1] مفتی محمد ریاض الدین چشتی قادری: خزینہ حق مطبوعہ پشاور صفحہ ۵۷۔
[2] ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۲۔

دائرہ دین پناہ کے مضافات میں پہنچی آپ اتر پڑے اور ملاحوں کو رخصت عطا فرمائی۔ وہاں ایک گدھا کرایہ پر لیا اور حضرت خواجہ تونسوی کے در اقدس پر پہنچے۔ حضرت خواجہ تونسوی نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا مکھڈ سے۔ مزید استفسار فرمایا۔ مولوی صاحب بخیریت تھے۔ عرض کیا وہ خاکسار میں ہی ہوں۔ حضرت خواجہ تونسوی نے اٹھ کر گلے لگا لیا اور بڑی عزت و تکریم کی۔ رہائش کے لئے انہیں ایک الگ مکان مرحمت فرمایا۔ حضرت مولانا مکھنڈوی تو اپنی اقامت گاہ پر فروکش ہوگئے لیکن حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی حضرت خواجہ تونسوی کو دیکھتے ہی ہزار جان اور ہزار دل سے فریفتہ ہوگئے اور اتنا یارائے صبر بھی نہ رہا کہ اپنے استاد کا انتظار کریں۔ موقع ملتے ہی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ مرشد کامل نے ازراہ عنایت بندہ نوازی شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور نماز مغرب کے بعد نفل اوابین اور حفظ الایمان اور ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: سردست تمہارے لئے اتنا وظیفہ کافی ہے۔ جب تحصیل علم سے فراغت پاکر آؤ گے اس وقت مزید کرم فرمایا جائے گا۔ اس سعادت ازلی سے بہرہ اندوز ہوکر اپنے استادگرامی کے پاس حاضر ہوئے اور آرام فرمایا۔

حضرت مولانا مکھڈوی نے نجابت و شرافت اور سعادت ازلی کے آثار اپنے اس فرشتہ سیرت شاگرد میں ملاحظہ فرمائے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ اپنے شاگرد رشید کو اپنا جانشین بنائیں گے تاکہ ان کی وفات کے بعد اس کے دم قدم کی برکت سے یہ سلسلہ فیض جاری و ساری رہے۔ اس چیز کا علم جب آپ کے والدین کو ہوا تو وہ ہجر و فراق کا تصور کرکے تڑپ اٹھے۔ تونسہ مقدسہ حاضر ہوکر حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت معلیٰ میں اپنا ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ تونسوی نے مولانا مکھڈوی کو تحریر فرمایا کہ آپ نے اس فقیر کو اسیر کر رکھا ہے۔ اس کو اپنے باپ کے ساتھ روانہ کرو۔ لوگوں کے فرزندوں کو قید نہیں کرلیا جاتا۔ نیز حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو حکم نامہ تحریر فرمایا کہ وہ اپنے والد ماجد کے ساتھ جائیں اور سنت نکاح ادا کریں۔

حسب فرمان مرشد کامل اپنے گھر سیال شریف واپس تشریف لائے اور حسب ہدایت اوراد و اذکار پوری پابندی سے انجام دیتے رہے۔ فرصت کے وقت تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ سال میں کئی کئی بار پیادہ پا تونسہ مقدسہ حاضر ہوتے اور کم از کم چالیس روز قیام فرماتے۔ جب بتقاضائے عمر ظاہری قوتوں میں اضمحلال آشکار ہوا تو پھر بامر مجبوری سوار ہوکر تونسہ شریف حاضر

ہوتے ہے۔

شیخ طریقت سے عشق

مراۃ العاشقین میں ہے۔ فرمایا: مرید کو چاہئے کہ دوسرے ہر شخص کی محبت پر اپنے پیر کی محبت کو مقدم سمجھے۔[۲]

آپ اپنے مرشد کی خدمت اور غلامی کو سرچشمہ سعادات و برکات یقین کرتے تھے۔ چودہ مرتبہ حضرت خواجہ تونسوی کے ہمراہ تونسہ مقدسہ سے مہار شریف کا سفر کیا۔ اس شان سے کہ حضرت خواجہ تونسوی ایک تیز رفتار گھوڑی پر سوار ہوئے اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی اپنے مرشد کا ضروری ساز و سامان اٹھائے بادۂ محبت سے سرشار ہوکر حضرت خواجہ تونسوی کی گھوڑی کے آگے آگے دوڑتے۔ لوگ اس حسین و رعنا جوان کے جسم نازک اور اس پر یہ مشقت، جفاکشی، پھر شوق و مستی کا یہ عالم اور ہمت کی بلندی کا مشاہدہ کرکے دنگ رہ جاتے۔[۳]

تونسہ مقدسہ سے مہارا شریف ایک سو کوس یعنی ایک سو پچاس میل کی مسافت ہے۔ اس زمانہ میں تقریباً سارا علاقہ جنگل بیابان یا چٹیل ریگستان تھا۔ پانی نایاب، آبادیاں خال خال، سڑکیں اور شاہراہیں مفقود۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ تونسوی مہارا شریف روانہ ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی بڑے ذوق و شوق سے وجد کناں اپنے مرشد کی گھوڑی کے آگے آگے دوڑتے جارہے تھے۔ آپ برہنہ پا تھے۔ ریشم سے نرم و نازک پاؤں کے تلووں میں کانٹے چبھتے، آبلے بنتے رہے اور دھوپ قیامت ڈھارہی تھی۔ زمین تپ رہی تھی۔ اس کے باوجود آپ کے ذوق و شوق میں ذرا فرق نہیں آرہا تھا۔ اچانک مرشد کامل نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ اپنی پاپوش مبارک اتار کر آپ کو دی کہ اسے پہن لو تاکہ گرم ریت، راہ میں بکھرے ہوئے کانٹے اور سنگریزے نہ چبھیں۔ آپ نے اس تحفہ کو بصد شکریہ قبول کیا اور چوم لیا لیکن پاؤں میں پہننے کی بجائے اپنے سر کا تاج بنالیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد پھر

۱۔ ماخوذ: انوار شمسیہ، صفحہ ۲۵ تا ۲۹، ۳۳ تا ۳۵۔
۲۔ مراۃ العاشقین (اردو)، صفحہ ۲۳۰۔
۳۔ انوار شمسیہ، صفحہ ۲۷، ۲۸۔

حضرت خواجہ تونسوی نے آپ کو حسب سابق ننگے پاؤں دیکھا اور پوچھا جوتے کہاں ہیں؟ عرض کیا جو ان کا صحیح مقام تھا میں نے انہیں وہاں سجا لیا ہے۔ حضرت خواجہ تونسوی اس جذبہ نیازمندی پر ازحد مسرور ہوئے۔ اپنی گھوڑی سے نیچے اترے اور اپنے جواں بخت مرید کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسرار و معارف کے کتنے خزینے بخش دیئے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی فرمایا کرتے کہ میں نے اپنے مرشد کی خدمت میں چودہ سال کا طویل عرصہ اس انتظار میں گزارا کہ کوئی رحمت کی گھڑی آئے اور لطف خسروانہ ابر کرم بن کر برسے۔ اتنے عرصہ میں مجھے دو بار یہ خصوصی لمحے نصیب ہوئے۔ اس وقت آپ ایک تو مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر فرماتے اور دوسرا زیارت خضر علیہ السلام کا واقعہ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری فرماتے ہیں:

ہمارے حضرت صاحب (خواجہ شمس العارفین) چالیس سال تک تونسہ مقدسہ کی طرف مسافر رہے۔ جب گھر واپس آتے تھے تو بے قرار ہو جاتے تھے اور پھر روانہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ آمد و رفت کی کثرت سے تھل کے ریگستانوں میں ایک علیحدہ راستہ بن گیا کیونکہ حضرت عام مخلوق کی راہ پر نہیں آتے جاتے تھے۔ پشمینے کا ایک کمبل ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔ سردی کے موسم میں رات اس میں بسر کر لیتے تھے۔ گرمی کے موسم میں نیچے فرش کا کام دیتا تھا۔ جب حضرت تونسوی مہار شریف یا پاک پٹن شریف کے سفر پر جاتے تھے تو وہ حضرت کی سواری کے آگے آگے دوڑا کرتے تھے۔ گھوڑے کا زین پوش اور لوہے کا ایک رنبہ پاس ہوتا۔ منزل پر پہنچ کر گھوڑے کی صفائی یا اس کے لئے گھاس وغیرہ ان کے ذمے تھا۔ یہ خدمت ادا کر کے علیحدہ مکان میں مقیم ہو جاتے تھے۔ یہ کام اور طریقہ اس وقت تک جاری رہا جب آپ کی عمر ضعیفی کو پہنچ گئی۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک روز خواجہ شمس العارفین سیالوی نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مہار شریف کے سفر میں ہم بہت دوڑے۔ منزل پر پہنچے تو تکھے ماندے تھے۔ جسم ٹوٹ رہا تھا۔ علیحدہ ایک مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ خیال آیا کہ اب مجھ سے یہ کام نہیں نبھایا جا سکے گا۔ فجر کے وقت اس سوچ کی وجہ سے متفکر تھا کہ ایک گڈریا مسجد کے سامنے سے گزرا۔ دوہڑہ گاتے ہوئے اس نے ایک سخن کہا جس نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔ سستی دور ہو گئی۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ کمر

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (شمس العارفین نمبر) بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲۔

باندھی اور سفر کے لئے تیار ہو گیا۔

ایک دفعہ مہار شریف کے سفر میں ملتان کی منزل سے روانہ ہوئے۔ مولوی صاحب مکھڈوی کے اسباب میں سے کوئی چیز منزل پر رہ گئی۔ استاد کے حق کے سبب اس چیز کو لانے کے لئے خواجہ شمس العارفین واپس ہو گئے۔ کچھ آگے چلنے کے بعد خواجہ تونسوی نے گھوڑے کی باگ روک لی اور پوچھا کہ مولوی ساہی والی کہاں گئے ہیں؟ ہمراہیوں نے واقعہ بیان کیا۔ یہ بات سن کر آپ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ ہم تمام تو اندھے ہیں' راہ نہیں سوجھتی' کہاں جائیں مبادا کسی کنوئیں میں گر پڑیں؟ ایک درویش آنکھوں والا تھا اسے بھی واپس بھیج دیا گیا ہے۔ جس وقت خواجہ شمس العارفین لوٹ آئے اور ملاقات ہوئی تو خواجہ تونسوی نے فرمایا۔ مولوی میرے ساتھ چلو اور انہیں چھوڑ دو۔

آخری عمر میں جب ہمارے حضرت صاحب ضعیف ہو گئے اور مہار شریف کے سفر پر روانگی پیش آئی تو خواجہ صاحب تونسوی نے لانگری کو فرمایا کہ مولوی ساہی والی کو کون سی سواری دو گے؟ اتفاقاً روانگی کے وقت تو اونٹ اور گھوڑے تمام کے تمام عالم حضرات اور خواص میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت صاحب سابقہ طریقہ کے مطابق پاپیادہ عوام کے ساتھ ہو گئے۔ قافلہ جب مہار شریف پہنچا۔ خواجہ صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے لانگری کو بلایا اور پوچھا مولوی ساہیوالی کو تو نے کون سی سواری دی ہے؟ اس نے عرض کیا ان کے لئے کوئی سواری نہیں بچی تھی۔ خواجہ صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کو جوش آگیا اور فرمایا: اے جھلا تھیوں۔ چنانچہ اس نے اپنا لباس پارہ پارہ کر ڈالا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد چار پائیوں اور روٹیوں کے تقسیم کرنے والے کو بلایا اور پوچھا' کیا تو نے مولوی کو چارپائی دی ہے؟ اس نے کہا حضور نہیں۔ پھر پوچھا کیا مولوی کو عاموں میں روٹی دی گئی تھی یا خاصوں میں؟ اس نے عرض کیا عاموں میں دی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمارے حضرت صاحب کو طلب فرمایا اور سواری' روٹی اور چارپائی میں سے ایک ایک کے متعلق استفسار فرمایا۔ حضرت نے آسودگی' خوشنودی اور مطلب کے حصول پر کلمہ شکر کے بعد اور کچھ نہ کہا۔ خواجہ تونسوی نے سن کر فرمایا اب اپنے گھر جاؤ اور آرام سے رہو۔[1]

مؤلف نفحات المحبوب کا بیان ہے:

---

[1] ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۰۴' ۲۰۵۔

ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین تونسہ شریف سے آرہے تھے۔ ریگستان میں ڈاکوؤں کا ایک گروہ ملا۔ وہ دست درازی کرنا چاہتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے ایک پتھر اٹھایا۔ ڈاکوؤں نے واویلا شروع کر دیا اور امان چاہی۔ آپ نے فرمایا میں تنہا ہوں تم کس سے ڈرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہزاروں لوگ نظر آرہے ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ پتھر اٹھائے ہوئے ہیں اگر ہمیں ماریں تو ہمارے لئے جائے پناہ نہیں ہوگی۔ تونسہ شریف اور سیال شریف کے درمیان سو (۱۰۰) کوس کی مسافت ہے۔ آپ اپنے گھر سے روانہ ہوکر دوسرے روز تونسہ شریف میں قدم بوسی کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔ یعنی ایک رات راہ میں گزار کر اگلے روز حضور پرنور میں پہنچ کر مسرور ہوتے تھے۔ چالیس سال تک آپ کا یہی قاعدہ رہا اور عام لوگوں کی راہ پر نہیں چلا کرتے تھے۔ رستہ میں کسی سے روٹی نہیں مانگتے تھے۔ تیز رفتار اور زیادہ آمد و رفت کی وجہ سے ایک علیحدہ نئی راہ پیدا ہوگئی۔ چالیس سال کے بعد آپ نے خرقہ خلافت پہنا اور ہزارہا لوگوں کو مستفیض فرمایا۔[۱]

مؤلف جذبات سعید لکھتے ہیں :

میں نے اپنے حضرت کریم (خواجہ محمد الدین سیالوی) سے سنا ہے کہ سفر تونسہ شریف میں آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ہمرکاب تھے۔ حضور تو گھوڑی پر سوار تھے اور باقی اصحاب اونٹوں پر سوار تھے۔ حضور کے حکم سے کجاوہ نشین حضرات تو نماز تہجد ادا کرنے کے بعد روانہ ہو جاتے تھے اور حضور اشراق کے بعد روانہ ہوتے تھے راستے میں ایک گاؤں میں ایک سفید باف پیر بھائی رہتا تھا اگرچہ غریب اور نادار تھا مگر جب حضور وہاں سے گزرتے تو آپ کے سب ساتھیوں کی ضیافت کرتا۔ اس دفعہ حضور نے میرے حضرت (خواجہ محمد الدین سیالوی) کو روانگی کے وقت بتایا کہ تم اس گاؤں کے پاس سے گزرو تو ایک طرف سے گزرنا تاکہ اس پیر بھائی کو ہماری ضیافت کا بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔ چنانچہ جب کجاوے وہاں سے ایک طرف ہوکر جارہے تھے تو اتفاقاً اس پیر بھائی نے دور سے دیکھ لیا اور دوڑ کر اونٹوں کی مہاریں تھام لیں۔ حضرت نے حضور کا پیغام اسے سنا دیا مگر اس نے عرض کیا جب تک حضور یہاں نہیں پہنچتے میں آپ کو آگے نہیں جانے دوں گا۔ آخر حضور بھی تشریف لائے اور اپنے پہلے حکم کی تصدیق کی۔ اس نے عرض کیا کہ یا

---

[۱] ایضاً صفحہ ۵۵، ۲۳۔

اگر یہ بات ہے تو ذرا میرے جھونپڑے تک تشریف لایئے۔ وہاں جاکر اس نے اپنی جھونپڑی کو آگ لگا دی کہ اگر حضور نے میری روٹی نہیں کھائی تو میرا گھر جلتا دیکھتے جایئے۔ اس پر حضور نے حاضرین کو آگ بجھانے کا حکم دیا اور سواریوں سے اتر پڑے۔ اس پیر بھائی کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو جاتی تھی۔ اس کی بیوی کی شکایت سن کر اپنے کھانے کی بچی ہوئی ہڈیاں ایک درویش کو دیں کہ فلاں ٹیلے پر جاکر پھینک دو اور جنوں کو میرا سلام دو اور یہ ہدیہ دے کر کہو کہ یہ غریب ہمارا آدمی ہے۔ اسے نہ ستایا کرو۔ اس کے بعد اس کے چھ سات بچے ہوئے اور سب جوان ہوگئے اور اپنے والد کی خدمت کرتے رہے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھا تو اس نے لڑکوں کو بلا کر کہا کہ میری چارپائی تونسہ شریف پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے تو باہر دروازہ پر چارپائی رکھ کر خود اندر چلے گئے اور واپس آئے تو دیکھا کہ بابا نے چارپائی سے کھسک کر دہلیز پر سر رکھا ہوا ہے اور فوت ہو چکا ہے ؏

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد[1]

مؤلف ''محبوب سیال'' حضرت اشرف الاولیاء خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ کی روایت سے لکھتے ہیں:

میں کمسن تھا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ہمرکاب تونسہ شریف حاضر ہوا اور سرائے میں قیام کیا۔ آپ کا ایک غلام جو ہمیشہ دعوت کا سامان لایا کرتا تھا اب کے بھی لایا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے میرے عرض کرنے پر ایک بکرا رکھ لیا اور باقی بکرے اور آٹا وغیرہ لنگر میں بھیج دیا۔ وہ بکرا ذبح کیا گیا اور مائی بانو مرحومہ کہ وہ بھی ساتھ تھی۔ اسے صاف کرکے علیحدہ علیحدہ اس کے ٹکڑے کاٹ کر رکھنے لگی۔ یکایک ایک کتا آیا اور ایک ران اٹھا کر بھاگا۔ میں نے جھٹ جست کر کے سرائے کا دروازہ بند کر دیا۔ درویش اس کے پیچھے ہوگئے اور گوشت کی ران اس کے منہ سے چھڑانے لگے۔ میں ایک طرف کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس خیال پر کہ کتا مار کھائے جاتا ہے لیکن گوشت منہ سے نہیں چھوڑتا۔ بے اختیار ہنسی آگئی۔ حضرت شمس العارفین کہ نوافل میں مشغول تھے نیت توڑ کر آئے اور میرے منہ پر تھپڑ مار کر فرمانے لگے کہ تونسہ شریف کا کتا ہو' اسے مار پڑے اور تو ہنسے! بعد ازاں آپ نے باقی کاٹے ہوئے گوشت میں سے بہت سا اپنی

---

[1] جذبات سعید مطبوعہ تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی صفحہ ۵۳۔

چادر میں : الا اور کتے کے آگے : ال کر فرمانے لگے کہ خوب کھا' ہم تیرے ہی طفیل روٹی کھارہے ہیں اور سب کچھ تیرے ہی طفیل ہے۔[۱]

حضرت خواجہ عبدالقدوس ملتانی نے ذکر فرمایا کہ حضرت خواجہ خواجگان قبلہ شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ ملتان شریف میں خواجہ عبیداللہ ملتانی قدس سرہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت قبلہ شمس العارفین بھی اس سفر میں ہمراہ تھے۔ مسجد کے ایک جانب حضرت قبلہ تونسوی اور دوسری جانب حضرت شمس العارفین بیٹھے تھے۔ خواجہ عبیداللہ ملتانی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو فرمایا آپ دور کبریت احمر بھی پڑھایا کریں۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے جواباً فرمایا میں تو وہی کچھ پڑھوں گا جو میرے پیرو مرشد فرمائیں گے۔ حضرت قبلہ ملتانی نے فرمایا۔ ان سے عرض کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا اور آپ نے درود کبریت احمر پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ شمس العارفین کے تمام خلفاء میں درود کبریت احمر شامل وظائف ہے۔[۲]

حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ العالی نے بیان فرمایا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے برادر خورد حضرت خواجہ خیر محمد تونسوی قوالی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ عورتوں سے بھی قوالی سننے میں قباحت محسوس نہ کرتے تھے۔ اس روش کی بنا پر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ان سے قطع تعلق اختیار کرلی اور اپنے مریدین اور متعلقین کو بھی ہدایت کی کہ ان سے میل جول نہ رکھیں۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تونسہ مقدسہ جاتے ہوئے جب لیہ سے گزرے تو معلوم ہوا کہ خواجہ خیر محمد تونسوی[۳] لیہ میں اقامت گزین ہیں۔ آپ نے زیارت کا شوق ظاہر فرمایا اور پیغام ملاقات بھیجا۔ جب قاصد پہنچا تو آپ طوائفوں سے قوالی سن رہے تھے۔ فوراً ان کو دوسرے دروازے سے رخصت کیا۔ اپنا مصلیٰ اور تسبیح سنبھالی۔ حکم بھیجا کہ حضرت خواجہ سیالوی تشریف لائیں۔

---

[۱] مولوی غلام دستگیر خان یجود دہلوی : "محبوب سیال" مطبوعہ ۱۳۴۳ھ' صفحہ ۱۰۹' ۱۱۰۔
[۲] مکتوب مولوی طفیل احمد فائق بنام مؤلف مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء ازکلیرہ' ضلع جھنگ۔
[۳] حضرت خواجہ گل محمد تونسوی قدس سرہ کے دوسرے بیٹے کا نام خواجہ خیر محمد ہے۔ جن کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کا جود و سخا بے شمار ہے۔ حال رندانہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں بھی اپنے دادا جان اور والد بزرگوار کی متابعت نصیب کرے۔ (مناقب المحبوبین مطبوعہ معارف پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۳۹۷ھ' صفحہ ۲۰۹۔

حاسدین نے یہ خبر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کو پہنچائی کہ خواجہ سیالوی خواجہ خیر محمد سے ملاقی ہوئے ہیں تو آپ نے انہیں ڈانٹا کہ میں نے تو آپ جیسے لوگوں کو اجتناب کا حکم دیا تھا کہ آپ محفوظ رہیں۔ حضرت خواجہ سیالوی تو کامل و اکمل ہیں ان کا ملنا نہ ملنا برابر ہے۔

ایک دفعہ آپ سیال شریف سے تونسہ مقدسہ زیارت شیخ کے لئے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک جنگل سے گزر ہوا وہاں ایک نورانی شکل بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ درود کبریت احمر پڑھا کرو۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے لئے میرے پیر کا فرمان کافی ہے۔ تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے تو مرشد کریم نے فرمایا کہ راستہ میں تمہیں ایک آدمی ملا تھا۔ اس نے جو وظیفہ بتایا ہے وہ پڑھا کرو۔ وہ حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ تھے۔ یہ درود پاک اس سے پہلے طریقہ چشتیہ کے اوراد میں شامل نہ تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ذریعہ یہ نعمت عظمیٰ چشتیہ سلسلہ کو نصیب ہوئی۔ حضرت خواجہ سیالوی پھر اس کی تلاوت پر مداومت فرمایا کرتے۔[1]

زکواۃ درود کبریت احمر شریف

حضرت حاجی محمد رب نواز سیالوی نے بیان فرمایا: حضور اعلیٰ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے درود کبریت احمر شریف کی زکواۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ نے غربی قبرستان (دادے والا باغ) کی مغربی جانب جہاں اب ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے چلہ فرمایا۔ حضرت مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خود کو اپنے ہمراہ رکھا تاکہ نماز باجماعت کی صورت بھی بنی رہے اور دیگر ضروری امور کی بجا آوری بھی کرتے رہیں۔

بروایت حضرت مولانا معظم آبادی اختتام چلہ (بعد از چالیس یوم) بوقت چاشت بڑی خوشبو پھیل گئی جس سے سارا ماحول معطر ہوگیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک پالکی اتری جس میں سے بزرگ نورانی ہستیاں اتریں جن کی حضرت خواجہ سیالوی نے قدم بوسی کی۔ پھر ایک صاحب نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور (شمس العارفین نمبر) بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ' صفحہ ۱۰۴۔

حضرت خواجہ شمس العارفین نے پھر ان حضرات کی قدم بوسی کی اور وہ جملہ پرنور ہستیاں آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں۔ استفسار پر حضرت خواجہ سیالوی نے اس شرط پر مولانا معظم آبادی کو بتایا کہ ان کی ظاہری حیات میں اظہار نہ کریں اور فرمایا کہ ان مقدس ہستیوں میں سے ایک تو سرور کائنات آقائے دو جہان ﷺ کی ذات بابرکات تھی اور باقی حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات قدسیہ تھیں۔

حضرت مولانا معظم آبادی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے وصال کے بعد یہ سارا واقعہ بیان کیا جس کے وہ خود عینی شاہد تھے۔

بحمدللہ اب اس جگہ پر ایک چھوٹی سی خوبصورت پختہ مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔ لوگ وہاں جاکر نوافل پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید اور دیگر اوراد (بالخصوص درود کبریت احمر شریف) کی تلاوت کر کے متذکرہ پاک ہستیوں کی خدمت میں ایصال ثواب کر کے اپنی دینی و دنیوی حاجتوں کے لئے دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔

فنافی الشیخ

مؤلف مراۃ العاشقین نے عرض کیا کہ فنافی الشیخ کیا ہے؟

فرمایا: اپنے شیخ کی ذات میں اس طرح ڈوب جانا کہ وہ اپنے کسی بھی حرکت و سکون کو اپنا نہ سمجھے بلکہ پیرو مرید کی صورت بھی ایک جیسی ہو جائے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اپنے تمام اخلاق و عادات اپنے پیر کے اخلاق و عادات سے بدل لئے جائیں بلکہ فنا کا کمال یہ ہے کہ مرید کی صورت و سیرت عین پیر کی صورت اور سیرت ہو جائے[1]

سچ تو یہ ہے کہ جب تک اپنے مرشد کے ساتھ اتنی والہانہ عقیدت نہ ہو افادہ اور استفاضہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔ طالب کو گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا۔ اپنے شیخ سے کامل درجہ کی محبت نے باطن کو ہمرنگ کر ہی دیا تھا ظاہری شکل و صورت میں بھی ایسی مماثلت پیدا ہوگئی تھی کہ حضرت خواجہ شمس العارفین کو دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ اس نے حضرت خواجہ تونسوی کی زیارت کی ہے۔

---

[1] مراۃ العاشقین، صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷۔

آپ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں جب تونسہ شریف حاضر ہوئے تو آستانہ عالیہ کے تالاب پر تشریف فرما تھے جس نے دیکھا یہی سمجھا کہ خود حضرت خواجہ تونسوی تشریف فرما ہیں۔ کسی خادم نے دوڑ کر حضرت خواجہ کریم اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں گزارش کی کہ قبلہ! میں اپنی آنکھوں سے حضرت خواجہ تونسوی کو تالاب پر بیٹھے دیکھ کر آیا ہوں۔ حضرت خواجہ کریم تونسوی نے سن کر فرمایا پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب سیالاں والے آگئے ہیں ؎

ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ خیر محمد تونسوی سرگودھا میں آکر پراچوں کے محل میں فروکش ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے کوئی دقیقہ خدمت کا فروگزاشت نہ کیا باوجودیکہ آپ ضعیف العمر تھے مگر ہر روز کئی مرتبہ صاحبزادہ صاحب کے ڈیرہ پر رونق افروز ہوکر دو زانو مؤدب جلوس فرماتے تھے اور صاحبزادہ خیر محمد تونسوی برابر آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا کرتے۔ ایک دن صاحبزادہ صاحب کی مجلس میں اکثر طالبان خدا مقیمان سیال شریف مثل مولوی محمد معظم الدین مرولوی، مولوی غلام محمد تونسوی، سید احمد درویش، غلام محمد خادم، امام بخش نذر بردار، سید الٰہی بخش لانگری، میاں غلام فرید فروکہ، جناب مولوی محمد الدین صاحب سجادہ نشین اور مؤلف رسالہ ہذا فقیر امام الدین وغیرہ ذالک اس مجلس انور میں حاضر تھے۔ صاحبزادہ خیر محمد تونسوی نے فرمایا کہ جب سے ہمارے دادا جان خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا انتقال ہوگیا ہے تب سے ہمارے دل کا اطمینان حضرت خواجہ سیالوی کے دیکھنے سے ہوتا ہے کیونکہ جدنا الامجد خواجہ محمد سلیمان اور خواجہ سیالوی کی صورت اور سیرت میں ایک بال کا فرق نہیں ہے۔ جب یہ ذکر بعض حضار مجلس کی زبانی حضرت خواجہ سیالوی نے سنا تب آپ نے بطور کسر نفسی کے فرمایا کہ مورچہ کو سلیمان کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ ؎

خاک دہلیز سلیمان پہ میری پیشانی ہے
چشم اس مور کی بر لطف سلیمانی ہے ؎

مؤلف مراۃ العاشقین کا بیان ہے :

اسی اثناء میں خواجہ تونسوی کا ایک امیر کبیر مرید حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں آیا اور جب اس کی نظر خواجہ سیالوی پر پڑی تو زار و قطار رو دیا۔ آپ نے فرمایا اے بھائی روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا غریب نواز مجھے آپ کی صورت خواجہ تونسوی کی صورت کے بالکل

؎ ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ صفحہ ۱۰۲۔
؎ مراۃ السالکین' صفحہ ۱۵۱' ۱۵۲۔

مشابہ نظر آتی ہے۔ اس لئے مجھے بے اختیار رونا آگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے بارہا اس امر کی تصدیق کی۔ خواجہ تونسوی اور خواجہ سیالوی کی صورت میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ل

اجازت بیعت وخلافت

جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی عمر مبارک چھتیس (۳۶) برس ہوگئی۔ زہد و ریاضت سے سینہ گنجینہ نور بن گیا تو حضرت تونسوی نے خرقہ خلافت ارزانی فرمایا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ میں تجھے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے آوارگان دشت محبت کو منزل محبوب تک پہنچانے کے لئے بیعت اور خلافت کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ نے بصد نیاز عرض کی کہ مخدوما! میں اس بارگراں کا تحمل نہیں ہوسکتا۔ مجھے اس سے معذور سمجھا جائے۔ حضرت تونسوی نے فرمایا کہ "تو کہاں ہے' جب تو میں ہوگیا تو پھر تو کہاں رہا؟ تیرے ہر کام کا میں ذمہ دار ہوں۔ اپنے آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجھے اس کا مجاز کرتا ہوں۔" چنانچہ ظاہری و باطنی انعامات سے سرفراز فرماکر گھر رخصت کیا اور روانگی کے وقت سخت تاکید کی کہ جس فیض کا تمہیں امین اور جس خزینہ سعادت کا تجھے قاسم مقرر کیا گیا ہے اس سے کوئی محروم واپس نہ جائے۔ جو بیعت کا خواہش مند ہوکر آئے اس کی دستگیری ضروری کی جائے۔

جب دوبارہ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کیا کسی کو بیعت کیا ہے؟ عرض کیا صرف میرے والدین نے میری بیعت کی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بیعت نہیں ہوا۔ حضرت خواجہ تونسوی نے جلال میں آکر فرمایا کہ میں نے تو تجھے شاھباز بنایا ہے سارا عالم تیرا صید زبوں ہے۔ اپنی ہمت خداداد کو مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں صرف کر۔

حضرت خضر علیہ السلام کی بارگاہ سلیمانی میں حاضری

ایک دفعہ حضرت خواجہ تونسوی تشریف فرما تھے۔ مشتاقان دید کا ہجوم تھا۔ اس اثناء میں ایک نورانی پیکر بزرگ حاضر ہوئے اور کچھ دیر محو گفتگو ہوکر رخصت ہوگئے۔ جب وہ تھوڑا سا دور گئے تو حضرت خواجہ تونسوی نے حاضرین مجلس کو کہا کہ جس شخص کے دل میں حضرت خضر علیہ السلام کی

ل مراۃ العاشقین صفحہ ۲۳۵۔

زیارت کا شوق ہو وہ جائے اور زیارت کرے۔یہی حضرت خضر علیہ السلام تھے جو یہاں سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔لوگ دیوانہ وار حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔لیکن حضرت خواجہ شمس العارفین وہیں بیٹھے رہے۔حضرت خواجہ تونسوی نے فرمایا مولوی صاحب کیا تمہیں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے کا اشتیاق نہیں؟عرض کیا میں تو اس کی زیارت کروں گا جس کی زیارت کے لئے حضرت خضر علیہ السلام آئے ہیں۔

حضرت خواجہ تونسوی آپ کی اس سعادت مندی اور خلوص پر بڑے خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔

"اللہ سائیں میرے سیال کوں رنگ لائیں"

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ شرق و غرب سے لوگ کسب فیض کے لئے پروانہ وار سیال شریف آنے لگے۔

آپ کو اپنے شیخ کا اتنا احترام ملحوظ تھا کہ تونسہ شریف کی حدود میں قضاء حاجت نہیں کی۔تین میل دور تشریف لے جاتے۔[1]

مراۃ العاشقین میں ہے:

فرمایا حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں کبھی کبھی حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں خواجہ تونسوی کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ ایک بوڑھا سفید ریش اور پریشان حال شخص اپنی پیٹھ پر کوئی چیز باندھے خواجہ صاحب تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے اس کی تعظیم کی۔جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے دوستوں کو بتایا کہ یہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔[2]

پنجاب اور بالخصوص گرد و نواح کے سیاسی و معاشرتی حالات اور خواجہ شمس العارفین کی دینی و روحانی خدمات

اٹھارویں صدی عیسوی میں مغل خاندان کی سلطنت کمزور ہو کر دہلی اور گرد و نواح تک

۱۔ شمسیہ صفحہ ۳۸، ۳۹، ۵۱، ۵۲، ماہنامہ غیب ... محرم ۱۴۱۰ھ/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ صفحہ ۱۰۳ ...

۲۔ مراۃ العاشقین صفحہ ۳۵۔

محدود ہوگئی۔ انگریزوں کی سیاسی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ہندوستان مختلف آزاد ریاستوں میں بٹ گیا اور آئے دن انگریزوں کا تسلط بڑھنے لگا۔

ادھر پنجاب میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان نے راجہ رنجیت سنگھ کو حکومت کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ ۱۷۹۸ء میں لاہور کو اپنا پایہ تخت بنا کر رنجیت سنگھ حکومت کرنے لگا اور اپنی ریاست کی حدیں جنوب میں ملتان اور ڈیرہ غازیخان تک بڑھا دیں اور شمال مغرب میں پشاور تک کا علاقہ زیر تسلط کر لیا۔

اگرچہ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں بھی پنجاب میں علاقائی سرداری سسٹم رائج تھا اور ان علاقائی سرداروں کو اپنے اپنے علاقہ میں اپنی من مانی کرنے کا مکمل اختیار حاصل تھا۔ چنانچہ دریائے جہلم کے مغرب میں ٹوانہ فیملی کے سردار نواب فتح خان موتیاں والا کی ریاست تھی۔ جنوب میں ضلع جھنگ پر نوابان سیال حکمران تھے اور سیال شریف کے نواح ساہیوال وغیرہ کا علاقہ سردار فتح خان و سردار لنگر خان قوم بلوچ کے زیر تسلط تھا۔

رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد پنجاب پر داخلی نفاق و انتشار کی وجہ سے سکھ سرداروں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ آخر ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب پر مکمل قبضہ جما لیا اور اپنے مزاج کے تابعدار قسم کے نوابوں، راجاؤں اور سرداروں کی ریاستیں اور جاگیریں قائم کر کے حکومت کرنے لگے۔ ہرچند کہ انگریزوں کے تسلط کے بعد امن و امان کی حالت سدھر گئی مگر اس عیار قوم نے برصغیر کے مسلمانوں سے ملی اقدار اور ایمانی جذبہ ختم کرنے کے لئے مختلف قسم کی سکیمیں شروع کر دیں۔ خاص کر اپنے مشنریوں کے ذریعے تبلیغ عیسائیت کا کام شروع کیا اور سرکاری علمی اداروں میں نصاب تعلیم کو اس نہج پر مرتب کر کے رائج کیا کہ طلباء بالخصوص مسلمان سٹوڈنٹس اگر مکمل طور پر عیسائی نہ بن سکیں تو کم از کم مسلمانوں والے اقدار و اطوار سے محروم ہو جائیں۔

ابتداء میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو سکھ حکومت کی چیرہ دستیوں اور مسلم دشمنی کی حرکتوں سے واسطہ پڑا اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کی تعمیل میں ضلع سرگودھا کے اس چھوٹے سے گاؤں سیال شریف میں روحانی اور دینی مرکز قائم کیا تو اولاً معاشرتی ماحول کو سدھارنے اور سنوارنے میں کافی محنت کرنا پڑی۔

آخر روحانیت کے اس شمس تاباں کی ضیا پاشیاں گردونواح کو منور اور روشن کر کے دور دور تک پھیل گئیں۔ اس علاقہ کا کوئی سیاسی و علمی اور مذہبی طور پر معروف با اثر شخص ایسا نہ تھا جو کہ حضرت شمس العارفین کے ساتھ عقیدت و اخلاص نہ رکھتا ہو۔ سید، قریشی، ٹوانے، کلیار، لالی، بھٹی، لانی، پٹھان، اعوان، کھوکھر، سپرا، سیال، بلوچ، بنجوا اور گوندل غرضیکہ ہر معروف قبیلہ کے لوگ حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

آپ کی تبلیغ دین اور روحانی توجہ کا ہی اثر تھا کہ معاشرہ کے ہر طبقہ کے لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ لادینی ماحول کے باوجود ایک راسخ العقیدہ پکے مسلمان بنے رہے یہاں تک کہ انگریزوں کے دور میں محکمہ پولیس میں ملازم تھانیدار اور انسپکٹر جو آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے بھی مخلص اور پختہ یقین والے نیک اشخاص ہو کر ابھرے جیسا کہ ملک فتح خان ٹوانہ اور ملک سلطان محمود خان ٹوانہ ساکن ہموکہ جو انگریزی دور میں تھانیدار اور انسپکٹر آف پولیس تھے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی غلامی اور فیض روحانی کی بدولت درویشانہ صفات کے حامل تھے۔

علاوہ ازیں میاں محمد اشرف ساکن شمس پورہ ضلع جہلم (ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس)، چودھری اللہ بخش پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ساکن ساؤوال ضلع جہلم، مرزا نواب بیگ دہلوی پنشنر تحصیلدار شاہ پور ساکن دہلی محلّہ مسجد تہور خان وغیرھم۔

نیز نواب ملک فتح شیر خان ٹوانہ ساکن مٹھہ ٹوانہ، نواب ملک شیر محمد خان ساکن مٹھہ ٹوانہ ضلع خوشاب، راجہ عبداللہ خان دارا پوری، دارا پور، ضلع جہلم، نواب میاں محمد قریشی ساکن صابووال ضلع سرگودھا، نواب ملک خدا بخش ٹوانہ ڈپٹی کمشنر و سفیر کابل ساکن خواجہ آباد ضلع سرگودھا، ملک فتح خان گھیبہ ساکن کھنڈہ ضلع اٹک، سردار عظیم خان گولڑہ ساکن گولڑا شریف ضلع اسلام آباد، سردار غلام محمد ساکن دلہہ ضلع چکوال اور سردار اللہ یار خان المعروف ڈھکی والے ساکن دلہہ ضلع چکوال وغیرھم۔

مقبولیت

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تونسہ مقدسہ سے مراحل طریقت و معرفت اور مدارج روحانیت طے کرنے کے بعد خلعت خلافت سے مزین ہو کر تقریباً ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں

مراجعت فرمائے وطن مالوف ہوئے اور سیال شریف میں مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوکر شریعت و طریقت کی راہوں سے بھٹکے ہوئے افراد کو صراط مستقیم دکھلانے اور روحانیت کی پیاسی مخلوق کو سیراب کرنے لگے۔

سیال شریف کے اطراف وجوانب ہی نہیں بلکہ آپ کے دریائے فیض کی طغیانی اور ابر کرم کی بارش عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی اور اس ضلع سے متجاوز ہوکر سارے پنجاب و سندھ' سرحد و ماورائے سرحد حتیٰ کہ وسط ہند سے گزرتی ہوئی سواحل تک کو چھوگئی۔ خراسان' افغانستان' بخارا' تبت' چین' برما' بھارت اور کشمیر وغیرہ میں آپ کے خلفاء نے اسلامی روایات کے احیاء اور تصوف کی تعلیمات کو پھیلانے میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیال شریف میں ساقی کوثر ﷺ کی سبیل لگی ہوئی ہے اور سلسلہ چشت اہل بہشت کے سرگروہ سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ اعظم سید معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا خوان کرم بچھا ہوا ہے جس میں سے لے لے کر انواع و اقسام کی نعمتیں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا دست کرم خلق خدا کو اس کے ظرف کے مطابق اور بعض حالات میں بے دریغ دیتا اور بانٹتا چلا جارہا ہے۔ حتیٰ کہ اس تقسیم بے دریغ کی وجہ سے بعض تنگ دامن چھلکنے بھی لگے۔

درس وتدریس

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی دوربین نگاہ نے جلد ہی محسوس فرمالیا کہ نہ صرف عامتہ الناس بلکہ بعض خواص تک دین اسلام اور احکام شریعت کے مبادیات سے ناواقف اور حلال و حرام اور عبادات و معاملات کے ان ابتدائی مسائل سے بھی بے بہرہ ہیں جن کی قدم قدم پر ضرورت پڑتی رہتی ہے اور جن کے بغیر شریعت کے منازل اور طریقت و روحانیت کے مراحل طے نہیں ہوسکتے۔ شریعت ظاہری کے مبادیات سے بے خبر افراد باطنی علوم کے مرحلے کیسے طے کر سکتے ہیں اور طریقت و معرفت کے اسرار و غوامض ان پر کیونکر کھل سکتے ہیں اور خدا شناسی کی منزل وہ کس طرح پا سکتے ہیں؟ کہ

بے علم نتواں خدا را شناخت

چنانچہ آپ نے اپنے شیخ طریقت خواجہ تونسوی قدس سرہ کی متابعت میں مذہبی اور دینی

دارالعلوم کی بنیاد ؛ الی اور آستانہ عالیہ سیال شریف میں علوم شرعیہ کی تعلیم وتدریس کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تنہا بنفس نفیس حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ہی اس مدرسہ کے صدر المدرسین اور سارے دروبست کے قیم اعظم اور منتظم اعلیٰ تھے ؎۱

ڈاکٹر محمد حسین للہی لکھتے ہیں :

خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفاء میں سے سابق مغربی پاکستان میں سب سے زیادہ اشاعت سلسلہ اور اشاعت علم خواجہ شمس الدین سیالوی اور آپ کے خلفاء نے کی۔

خواجہ شمس الدین سیالوی چھتیس (۳۶) سال کی عمر میں ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں جب خرقہ خلافت حاصل کرکے سیال شریف میں مقیم ہوئے تو آپ نے اپنی سرپرستی میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا جس میں جید علماء تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے علاوہ فلسفہ و منطق، علم معقول کی بھی تعلیم دیتے تھے ؎۲

تلامذہ

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے شجر علمی کے بہت سے ثمرات اور گلہائے رنگا رنگ اوراق تاریخ سے گم ہیں۔ بڑی تحقیق و جستجو کے بعد جن علماء و فضلاء کا سراغ مل سکا ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں :

۱۔ حضرت مولانا حافظ شیخ محمد عبدالجلیل قریشی

۲۔ حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی

۳۔ حضرت مولانا قاضی میاں احمد نوشہروی

۴۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی ؎۳

۵۔ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی جلالپوری

؎۱ ڈاکٹر تسنیم احمد، دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف ۱۲۵ سالہ خدمات مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۳ء، صفحہ ۲، ۳، ۴۔

؎۲ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور ۱۹۷۹ء، صفحہ ۳۰۰۔

؎۳ ان تلامذہ کا کھوج مختلف ذرائع سے لگایا۔ (مؤلف)۔

۶- حضرت خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری
۷- حضرت قاضی احمد الدین ساکن پڑی، ضلع راولپنڈی
۸- حضرت خواجہ سید محمد سعید زنجانی لاہوری
۹- حضرت خواجہ سید مخدوم شاہ سوہاوی
۱۰- حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی
۱۱- حضرت قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی
۱۲- حضرت مولانا غلام محمد للہی

الغرض اس شمس العارفینی دور میں یہ سارا طویل و عریض اور وسیع علاقہ شریعت اور طریقت کا منبع و مرکز اور ظاہری و باطنی علوم کے دریاؤں کا سنگم بنا ہوا تھا اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ؒ

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق

تھامے ہوئے خلق خدا کی شرعی رہنمائی اور تزکیہ باطن میں مصروف و منہمک تھے[۱]

حلیہ مبارک

مئولف مراۃ السالکین نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کا سراپا مبارک ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قامت شریف آپ کی لطافت اور خوبی میں بے مثال، سر مبارک آپ کا بڑا تھا اور اس قامت یکتا پر نہایت موزوں اور خوش نما، چہرہ نورانی آپ کا گول چودھویں رات کے چاند کی طرح نظر آتا، رنگ چہرۂ مبارک کا سفید، جس میں سرخی ملی ہوئی آنکھیں آپ کی بڑی اور خوش نما بغیر سرمہ لگائے یہ معلوم ہوتا کہ گویا سرمہ لگا ہوا ہے۔ گوش مبارک دور و نزدیک سے یکساں سنتے تھے مگر آخر عمر میں شنوائی کچھ کم ہوگئی تھی۔ ناک آلائشوں سے پاک پتلے اور دراز اور اس پر نور کا ابھار تھا۔ رخسار مبارک نرم نرم مائل بسرخی جیسے گلاب کے پتے دندان مبارک آپ کے سفید چمکتے ہوئے مثل گوہر آبدار۔ جب آپ تبسم فرماتے تو نور جھڑتا۔ آپ کی آواز نہایت دلکش اس میں فصاحت

---

[۱] دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی سوا سو (۱۲۵) سالہ خدمات مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور صفحہ ۴ تا ۵۔

اور بلاغت بے شمار تھی۔ آپ کا لعاب دہن ہر مرض کی دوا اور ہر درد کے لئے شفا۔ گردن شریف صراحی کی طرح بلند اور آب و تاب میں چاندی کی مانند مصفی۔ شانے اونچے اور ان پر بال اور ان میں کچھ جدائی۔ سینہ مبارک چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا، شکم مبارک نہایت ہموار اور صاف، دست مبارک دراز اور پھیلے ہوئے۔ کلائیاں چوڑی اور پر گوشت، انگلیاں موافق اعتدال، ناخن شریف غیرت ہلال چوڑا، اعضائے مبارک خوب پر کار اور نہایت مضبوط، پنڈلیاں نہایت زیبا اور مزین، قدم شریف خوبصورت اور ہموار تھا۔ ریش مبارک لمبی اور متوسط بھاری سفید رنگ اور بہت نیاری تھی ؎۔

انداز تبلیغ و ارشاد

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا انداز تبلیغ و ارشاد بالکل نرالا تھا اور اسوۂ نبوت کا کامل نمونہ تھا۔ مناظرہ مجادلہ بحث و تکرار کا تو وہاں گزر ہی نہ تھا۔ جو بات فرماتے محبت و پیار کے رنگ میں رنگی ہوتی اور بڑے سے بڑا جھگڑالو مد مقابل بھی خلوص کی مہک سے از خود رفتہ ہوکر سر نیاز قدموں میں رکھ دیتا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء مناظرہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے لیکن ناوک نگاہ کی تاب نہ لاکر ہمیشہ کے لئے غلام بے دام بن کر رہ گئے۔ بے شمار ایمان افروز واقعات سے چند روح پرور باتیں سماعت فرمایئے۔

تحصیل خوشاب میں انگہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ حضرت مولانا قاضی سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ ان کے تبحر علمی کے باعث علمائے عصر آپ کو استاد کل کہا کرتے۔ ان کے علم و فضل کی بلندی کا اندازہ لگانے کے لئے صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت کئی سال تک انگہ میں قیام پذیر رہے اور آپ کے چشمہ علوم و معارف سے سیراب ہوتے رہے۔

قاضی سلطان محمود انگوی کو پتہ چلا کہ ان ہی کے ضلع شاہ پور میں سیال شریف کے مقام پر ایک فقیر ظاہر ہوا ہے جو سماع سنتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کے مرید بنتے جارہے ہیں۔

؎ مراۃ السالکین، صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰۔

قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق سماع شریعت میں ناجائز تھا۔ ان کی ایمانی غیرت یہ گوارا نہ کر سکی کہ ان کے علاقہ میں خلاف شریعت فعل کو اتنا فروغ نصیب ہو چنانچہ ایک گدھے پر اپنی کتابوں کا انبار لادا اور مناظرہ کرنے کے ارادہ سے سیال شریف روانہ ہوئے۔ وہاں اپنے معتقدین اور سازو سامان کے ساتھ ایسے وقت پہنچے جب حضرت خواجہ شمس العارفین اپنی مجلس آراستہ کئے ہوئے معرفت کے موتی لٹا رہے تھے۔ قاضی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ آداب مجلس کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔ حضرت سیالوی نے قاضی صاحب کی بات سن کر بڑے تحمل سے فرمایا قاضی صاحب میری گردن بلکہ میری سات پشتوں کی گردن شریعت کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے خلاف شریعت کام کرنے سے بچائے۔ یہ جواب سننے کے بعد قاضی صاحب تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر وضو کرنے کے لئے شرقی کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت سیالوی نے قوالوں کو اشارہ کیا تو انہوں نے پنجابی کے ان بولوں سے محفل سماع کا آغاز کیا:

ے

جھنگ کنوں دل تنگ پیوے پچھل ہزارے دیاں واٹاں
میرے ماہی دیاں مٹھیاں باتاں جیویں کھنڈ شکر نباتاں

قاضی صاحب سماع کی بات سن کر غصے سے دوڑتے ہوئے آئے۔ بار بار کہہ رہے تھے پھر بھی آپ باز نہ آئے۔ جب قاضی صاحب قریب پہنچے تو حضرت سیالوی نے ایک بار نگاہ بھر کر دیکھا۔ ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور غش کھا کر گرے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور قوال برابر ان بولوں کو دہرا دہرا کر قاضی صاحب کی آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے۔ قاضی صاحب بہت بڑی دستار باندھا کرتے تھے جو ان کے علم و فضل کی گواہی دیتی تھی۔ اسی مستی و شوق میں اپنی دستار سر سے اتاری اور قوالوں کو جاکر نذر کردی۔ اس محفل پر کیف و مستی کا جو رنگ چڑھا ہوگا اس کی ماہیت کیونکر بیان کی جاسکتی ہے۔ قوال جب اس بول کا تکرار کرتے تو آپ تڑپتے اور یہ نعرہ لگاتے۔

حق اویارو حق! حق اویارو حق!

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی اس محفل پاک میں حاضر تھے۔ جب قاضی صاحب نے اپنی دستار قوالوں کو نذر کی تو آپ چپکے سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں سونے

چاندی کے جتنے زیورات تھے سب اٹھا کر لائے اور قوالوں کو پیش کر کے ان کے عوض قاضی صاحب کی دستار ان سے لے لی اور فرمایا: یہ عالم کی دستار ہے اور اس کے سر پر زیب دیتی ہے۔ پھر قاضی صاحب کے سر پر وہ دستار باندھ دی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے فرزند دلبند کی اس ادا شناسی پر بڑے مسرور ہوئے اور آپ کو دعاؤں سے نوازا۔

مردان خدا مناظرہ کے اکھاڑوں کو یوں اپنی چشم کرم سے عشق و محبت کے خیابان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات شاذ و نادر ہی نہیں بلکہ ہر روز کا معمول تھا۔ خدنگ نازکی زد میں جو آیا جانے نہیں پایا۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت اقدس میں ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے۔ فقیر بھی ' امیر بھی 'گدا بھی 'نواب بھی 'سالک بھی 'قلندر بھی 'عالم بھی اور ان پڑھ بھی اور اس کریم کے دروازے سے ہر شخص اپنی استعداد اور اپنے ظرف کے مطابق بہرہ ور ہوا کرتا۔ ہر شخص کی اصلاح اور تربیت کے لئے ایسا انداز اختیار فرماتے جو اس کی نفسیات کے عین مطابق ہوتا۔

ضلع جھنگ میں شاہ جیونہ ایک مشہور قصبہ ہے جہاں حضرت محبوب عالم جو شاہ جیونہ کے نام سے مشہور ہیں کا مزار شریف ہے۔ آپ چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں سے ایک مشہور ہستی سید محمد غوث شاہ گزرے ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آپ علاقہ کے رئیس اعظم تھے۔ سات سو مربع زمین کے مالک تھے۔ پیرانہ سالی کا آغاز ہو چکا تھا۔ حضرت خواجہ سیالوی کی شہرت سن کر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور اپنی داستان غم مرد خدا کی خدمت میں بصد ادب و نیاز پیش کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا شاہ جی غم نہ کرو اللہ تعالیٰ آپ کو دو بچے دے گا۔ ایک کا نام صالح شاہ اور دوسرے کا نام راجہ شاہ رکھنا۔ اس مژدۂ جانفزا کو سن کر شاہ صاحب نے حضرت کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کامل کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا کیا اور پیرانہ سالی میں دو لڑکے عطا کئے۔ جن کو صالح شاہ اور راجہ شاہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ دوسرے سادات کو جب پتہ چلا کہ سید محمد غوث شاہ نے ایک جٹ کی بیعت کی ہے تو ملامت کرنے لگے کہ تم اتنے رئیس اعظم اور ایک ولی کی اولاد اور پھر سید تمہیں اگر کسی کو مرشد بنانا تھا تو کسی سید کو بنایا ہوتا۔ ایک جٹ کا مرید بننا قطعاً آپ کے شایان شان نہیں۔ سید محمد غوث شاہ نے ان ملامت کرنے والوں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ میں نے جٹ کے کھیت کو سرسبز دیکھا ہے 'تب ہی اس کا فیصلہ کیا ہے۔

ضلع جھنگ کے ایک دوسرے سید صاحب جو ٹھٹھہ محمد شاہ کے واحد مالک تھے انہوں نے جب سنا کہ شاہ جیونہ کے سجادہ نشین نے سیال شریف بیعت کی ہے تو ان کے دل میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا اور دل میں یہ طے کیا کہ اگر میری یہ تین شرطیں پوری ہوئیں تو بیعت کروں گا' ورنہ واپس چلا آوں گا۔ ایک شرط یہ تھی کہ میری جب آپ سے ملاقات ہو تو مغرب کی طرف سے آرہے ہوں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ بتائے بغیر آپ مجھے پہچان لیں اور تیسری شرط یہ تھی آپ گلاب کا پھول عطا کریں۔ دل میں یہ طے کرنے کے بعد سیال شریف پہنچے۔ حضرت خواجہ سیالوی کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ حضرت قبرستان تشریف لے گئے ہیں۔ یہ قبرستان سیال شریف سے مغرب کی سمت میں واقع ہے۔ میں ادھر ہی چل پڑا۔ راستہ میں دیکھا کہ حضرت قبرستان سے شہر کی طرف آرہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ میری ایک شرط تو پوری ہوگئی لیکن دیکھتا ہوں کہ دوسری دو شرطیں کیسے پوری ہوتی ہیں؟ میں ادھر سے جارہا تھا۔ حضرت قبرستان سے مغربی سمت سے شہر کی طرف آرہے تھے۔ راستے میں ساہی وال کا ایک خادم حاضر ہوا اور ایک پھولوں سے بھرا ہوا لوٹا حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ اتنے میں میں بھی قریب پہنچ گیا۔ حضرت نے پھولوں سے ایک پھول اٹھایا اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا لو شاہ صاحب! یہ پھول لے لو۔ میں اپنی تین شرطوں کو اس حیرت انگیز طریقہ پر پورا ہوتے دیکھ کر اس مرد خدا کی عظمت کا قائل ہوگیا اور عرض کی کہ حضرت مجھے بھی بیعت فرمائیے۔ چنانچہ حضرت نے وہیں راستہ میں مجھے شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔

ملک شیر خان مرحوم' بندیال کے رئیس اعظم تھے اور حضرت کے نیازمند بھی۔ روساء کی طرح یہ بھی کتوں کے بہت شوقین تھے۔ اعلیٰ نسل کے کتے پال رکھے تھے اور سفر میں بھی انہیں اپنے ساتھ رکھا کرتے۔ ایک دفعہ اپنے مرشد کی زیارت کرنے سیال شریف حاضر ہوئے۔ کتوں کو حویلی میں باندھ دیا۔ شام کی اذان ہوگئی۔ اس لئے نماز پڑھنے مسجد میں چلے آئے۔ ایک پستہ کتا چپکے چپکے پیچھے آگیا۔ انہیں اس کی خبر نہ ہوئی۔ کتا جوتوں کی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی فرض با جماعت ادا کرکے مسجد سے اپنی عبادت گاہ کی طرف جانے لگے۔ ایک خادم ہمراہ تھا۔ جب باہر نکلے اور پستہ کتا بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت نے اپنے خادم کو حکم دیا ملک شیر خان آیا ہے' یہ کتا اسی کا معلوم ہوتا ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اس کی حفاظت کرو مبادا عبداللہ سبز پوش اسے مارے۔ ملک کو اپنے کتے بڑے پیارے ہیں۔

عبداللہ سبز پوش ایک درویش تھا جو آستانہ عالیہ پر کسی کتے کو آنے نہیں دیتا تھا۔ جو کتا اس کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس کی خوب پٹائی کرتا۔

ملک شیر خان کہتا ہے کہ میں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ دوڑ کر آیا اور اس درویش سے کہا کہ تم حضرت کے ساتھ جاؤ۔ میں اب اس کی رکھوالی کر لوں گا۔ ملک صاحب لوگوں کو اپنے مرشد کا یہ واقعہ سناتے اور آبدیدہ ہو جاتے۔ حضرت نے مجھے ڈانٹا نہیں، ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ میرے پاس خاطر کے لئے اس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ وہ کہا کرتے کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو آپ کو ضرور ملتی۔ اس کے بعد انہیں کتوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ انہیں رکھنا ہی چھوڑ دیا۔[1]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ نے ایک موقع پر اپنی تقریر دل پذیر میں ارشاد فرمایا۔

شارع نامی ایک شخص تھا جو گھوڑیوں کا نامی گرامی چور تھا۔ جس اصطبل میں جاتا تھا ایک آدھ گھوڑی کو چرانا ہتک سمجھتا تھا۔ تین تین چار چار گھوڑے چراتا تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ کہنے لگا مجھے بیعت کرو۔ میں نے کہا تم کون ہو؟ کہنے لگا مجھے پہچانتے نہیں؟ میں وہ شخص ہوں کہ لوگ میرا نام لے کر گھوڑیوں کو بد دعا دیتے ہیں۔ میں شارع ہوں۔ میں نے کہا خدا کی مار۔ یہ میرے پاس کیسے آ گیا ہے؟ مجھے گھوڑیوں سے محبت ہے۔ خدا جانے یہ کس خیال سے آیا ہے، کیوں آیا ہے؟ کہنے لگا۔ میں ساہیوال کے بلوچوں کی گھوڑیوں کو چوری کرنے کے لئے آیا تھا۔ میں نے دیکھا ہے یہ چھپنے کی جگہ ہے۔ دن کاٹنے کے لئے یہاں دربار پر آیا کہ یہاں کوئی نہیں پوچھے گا کہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ رات کو میں نے چوری کرنا تھی کہ یہاں میں روضہ شریف کے اندر گیا تو معاً میرے دل میں خیال آیا کہ تم پر خدا کی مار ہو تم نے کتنی گھوڑیاں چرائیں، کتنے لوگوں کو رلایا مگر میں نے دل سے کہا میں گھوڑیاں ضرور چراؤں گا، بلوچوں کی گھوڑیاں کتنی اچھی ہیں؟ پھر خیال آیا خدا کا خوف کرو۔ میں نے کہا خدا کا خوف بھی ہے اس کی رحمت بھی ہے، وہ معاف کر دے گا۔ اگر ہزار گھوڑیوں کو معاف کر دے گا تو دو تین کو بھی معاف کر دے گا۔

شارع نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد مجھے سخت پسینہ آیا۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ اتنا پسینہ آیا کہ میں نے سوچا کہ میں پسینہ میں غرق ہو جاؤں گا۔ میں نے وہیں کھڑے ہو کر توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور صفر المظفر ۱۴۰۰ھ صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸۔

مجھے معاف کرے۔ اب مجھے بیعت کرو۔ میں نے اسے بیعت کیا۔ وہ شخص تمام زندگی اللہ اللہ کرتا رہا اور اسی حالت میں وہ فوت ہوا۔[1]

حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی عالم و فاضل بزرگ تھے۔ نوشہرہ (وادی سون) کے باشندہ تھے۔ بڑے آزاد خیال اور اولیاء اللہ کے منکر تھے۔ سیال شریف کے درویش ساہی وال لنگر کا سودا سلف خریدنے جاتے تو انہیں بہت تنگ اور پریشان کرتے تھے۔ اکثر میاں امام بخش نذر بردار لنگر شریف کی اشیاء خریدنے ساہیوال جاتے تھے۔ میاں صاحب کا قاضی صاحب سے اکثر واسطہ پڑتا تھا۔

ایک دفعہ قاضی میاں احمد نوشہروی کی باتوں سے تنگ آکر میاں امام بخش نذر بردار نے بارگاہ شمسی میں شکایت کی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے ارشاد فرمایا کہ انہیں کہنا کہ آپ بھی چلے آئیں۔ میاں صاحب کی بات سن کر قاضی صاحب چونکے۔

"ہیں میں بھی چلا آؤں"

جب قاضی صاحب سیال شریف حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے فرمایا کہ قاضی صاحب آگئے ہو؟ بس پھر کیا ہوا؟ اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت سے مشرف ہو کر سیال شریف میں مستقل اقامت کا فیصلہ کر لیا۔

قاضی میاں احمد نوشہروی کے والد ماجد سیال شریف حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"میاں احمد یا کے کر چھوڑی نے" (سون کی بولی میں)

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے فرمایا لے جاؤ۔ میری تو کوئی رکاوٹ نہیں۔ قاضی صاحب نے والد ماجد سے کہا کہ یہ خیال کریں کہ میں مر گیا ہوں۔

قاضی صاحب نے ملنوا سے منہ پھیر لیا اور ساری عمر سیال شریف میں بسر کی۔ بحکم حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی مسجد کی امامت اور ختم شریف پڑھنا اپنے ذمہ لیا۔ مجاہدہ و ریاضت کر کے منازل سلوک طے کیں اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔[2]

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے میاں احمد الدین لانگری کی زبانی بیان فرمایا:

ایک دفعہ میاں احمد الدین لانگری لنگر شریف کی کوئی چیز دینے حرم سرا گئے تو آپ کا ہاتھ

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور (شیخ الاسلام نمبر)' اکتوبر ۱۹۸۱ء' صفحہ ۱۹۹' ۲۰۰۔

[2] حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے مؤلف کی درخواست پر مذکورہ واقعہ بیان فرمایا۔ (مؤلف)

خادمہ سے مس ہو گیا۔ آپ بہت نادم اور پریشان ہوئے اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضری متروک ہو گئی کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارا کوئی عمل حضرت سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ تین روز مسلسل حضرت کی خدمت میں حاضری نہ دی تو آپ نے یاد فرمایا۔ حاضری پر ارشاد فرمایا: احمد الدین! نھوکہ میں میرا دوست ملک احمد خان نھوکہ بخار میں مبتلا ہے۔ اس کی عیادت کے لئے جاؤ۔ میاں احمد الدین لانگری بڑا خوش ہوا۔ جب نھوکہ گاؤں پہنچا تو کہا مجھے حضرت خواجہ سیالوی نے بھیجا ہے کہ اب بخار کی کیا کیفیت ہے؟ ملک صاحب نے جواباً کہا کہ حضرت کو آج میری بیماری کا پتہ چلا ہے؟ حالانکہ تیسرے روز سے اتنا سخت بخار ہے کہ میں مر رہا ہوں۔ بعد ازاں ملک احمد خان نھوکہ نے میاں احمد الدین لانگری سے کہا کہ دیکھنا غوث کامل کے آستان پر رہتے ہوئے اگر کسی نامحرم سے ہاتھ مس ہو گیا تو تباہ ہو جاؤ گے' چلے جاؤ۔ حضرت سے عرض کرنا کہ اب افاقہ ہے۔

میاں احمد الدین لانگری کہا کرتے تھے کہ آپ نے براہ راست تو مجھے کچھ نہ کہا البتہ ایک جت سے میری اس غلطی کا انکشاف کروا کر میری تربیت فرمائی۔

معمولات اور اوراد و اشغال

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے معمولات اور اوراد و اشغال کو پورا بیان کرنا محال ہے۔ البتہ اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

نصف رات کے بعد اٹھ کر نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد اسمائے حسنیٰ ایک بار پڑھ کر استغفار پانچ سو مرتبہ پڑھتے اور پھر مراقبہ میں مشغول ہوتے۔ بعد نماز فجر مسبعات عشرہ پڑھ کر منزل اسبوع شریف' دعائے کبیر' درود مستغاث' کبریت احمر شریف اور سلسلہ شریف سب کو ایک مرتبہ پڑھ کر ایک منزل دلائل الخیرات شریف پڑھتے تھے۔ پھر نوافل اشراق بارہ رکعت اس ترتیب سے ادا فرماتے تھے۔ دو رکعت شکر اللہ' دو رکعت استعاذہ' دو رکعت استخارہ' دو رکعت استحباب' دو رکعت شکر النہار اور دو رکعت حق الوالدین۔ ان کے بعد چار رکعت صلوٰۃ العاشقین ادا فرما کر سوا پارہ منزل قرآن شریف کی تلاوت فرماتے۔ پھر مثنوی شریف یا دوسری تصوف کی کتب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ دوپہر کے وقت ماحضر طعام تناول فرما کر قیلولہ فرماتے تھے۔ جب ظہر کی اذان ہوتی پہلے آپ طہارت اور وضو سے فارغ ہو کر اپنی عبادت گاہ میں چار رکعت سنت

ادا فرما کر مسجد میں رونق افروز ہوکر جماعت کے ساتھ فرض ادا فرماتے اور پھر دو رکعت سنت اور نفل ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد مسجد سے عبادت گاہ میں تشریف لاکر معمولی وظائف تسبیح کے ادا کرتے تھے۔

اسی اثناء میں اکثر طلباء تصوف کی کتب کا سبق پڑھ کر مستفید ہوتے۔ پھر نماز عصر باجماعت مسجد میں ادا فرما کر ختم خواجگان دوسرے ارادت مندوں کے حلقہ میں پڑھتے اور کبھی ختم خواجگان عشاء کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ مسبعات عشرہ پڑھ کر پاس انفاس یا مراقبہ میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب باجماعت ادا فرما کر چھ رکعت نفل اوابین اور دو رکعت حفظ الایمان ادا کرکے ذکر جہر شریف تین سو مرتبہ اور مراقبہ وغیرہ سے فارغ ہوکر ایک ہزار مرتبہ درود شریف اور ایک ختم سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک پڑھ کر دوسرے معمولی وظائف ادا فرماتے تھے۔ غرض کوئی ایسا وقت نہ تھا کہ آپ ذکر الٰہی میں مصروف نہ ہوتے۔[۱]

اخلاق و اطوار

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے اخلاق اور اوصاف حضور نبی کریم ﷺ کے مطابق تھے۔ صورت و سیرت میں حضرت خواجہ تونسوی کے موافق تھے۔ مؤلف تحفۃ الابرار کا بیان ہے:

آپ اعظم و اکمل محبوب ترین خلفائے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی تھے۔ آپ عالم تبحر و فاضل اجل پابند شریعت اور قدم بقدم چلنے والے راہ طریقت اپنے پیر روشن ضمیر کے تھے۔ آخر وقت میں آپ بعینہٖ ہم شکل و شباہت اپنے پیر کے ہوگئے تھے۔ آپ کی آرزوئے دلی یہ بھی تھی کہ میری وفات اور عمر مثل پیر کے ہووے۔ چنانچہ آپ کا وصال بماہ صفر اور عمر بھی قریباً اپنے پیر کے ہوئی۔ پورا پورا رتبہ فنافی الشیخ کا آپ ہی کے حصہ میں آیا تھا۔[۲]

شرعی امور اور دینی معاملات میں ہمہ وقت پابندی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے تھے۔ مصائب و آلام میں صبر و شکر ادا کرتے تھے۔ رشتہ داروں، درویشوں پر حد درجہ التفات فرماتے۔ غرباء و مساکین کو لنگر شریف سے دو وقتی کھانا دیتے تھے۔ مسکینوں اور یتیموں پر

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹۔

[۲] مرزا نواب بیگ دہلوی: تحفۃ الابرار مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۴ھ، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶۔

بے حد شفیق اور مہربان تھے۔ زائرین اور مسافروں پر بڑی مہربانی فرماتے اور انہیں بڑے پیار سے اپنے پاس بٹھا کر ان کا حال دریافت فرماتے تھے۔ ہر ایک شخص آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کا گرویدہ اور جانثار بن جاتا تھا۔ محتاجوں کی ضروریات اور مرادیں توجہ باطنی سے خود ادا فرماتے اور اکثر اوقات مشکل اوقات میں ظاہری ذرائع بھی کام میں لاتے تھے۔ منافقین اور منکرین جو بغرض بحث و تکرار حاضر خدمت ہوتے تھے آپ کو دیکھتے ہی بلا گفتار آپ پر فریفتہ ہو جاتے تھے اور آپ ان پر نظر عنایت فرماتے تھے۔ جب مسافر اور مہمان لنگر سے کھانا کھا چکتے تو آپ تھوڑا سا ماحضر تناول فرماتے۔[1]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حلم و کرم اور غریب پروری کے بارے میں مؤلف نفحات المحبوب کا بیان ہے۔

حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری نے فرمایا کہ جس وقت سے حضرت خواجہ شمس العارفین کے حضور ہمیں قدم بوسی کی سعادت حاصر ہوئی ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ چہرے مبارک پر سرخی کے آثار ظاہر ہوئے ہوں۔ البتہ ایک بار اس طرح ہوا کہ ہمیں ایک کتاب لکھنے کا حکم ہوا، ہم وہ کتاب مسجد شریف میں لکھا کرتے تھے اور حضرت خواجہ ازروئے لطف و کرم ہر روز دو تین مرتبہ دیکھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک روز دوات کی سیاہی خراب تھی۔ آپ نے فرمایا سیاہی خراب ہے۔ پھر آپ واپس تشریف لے گئے۔ اتفاقاً شیخ صاحب (محمد عبدالجلیل قریشی) سامنے آگئے۔ ہم نے دیکھا کہ انہیں تنبیہہ فرما رہے ہیں کہ تم اس کام سے کیوں غافل اور بے خبر ہو؟ سیاہی خراب ہونے کے سبب کتاب لکھنا مشکل ہو چکا ہے۔ اس روز آشفتگی کے آثار حضور کے چہرۂ مبارک پر دیکھے۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ دربار کے درویشوں سے ہم نے پوچھا کہ کبھی بے نیازی کی بات بھی حضور کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ صاحب کہتے ہیں حضرت خواجہ تونسوی لوگوں کے سامنے دلیرانہ باتیں کر دیتے تھے لیکن اپنے حضرت سیالوی سے کبھی ایسی باتیں نہیں سنیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بار درویشوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی عادت مبارک تھی کہ موسم گرما میں تہ بند اور ٹوپی کے بغیر آپ کے بدن پر کوئی

---

[1] انوار شمسیہ، صفحہ ۵۴، ۵۵۔

کپڑا نہ ہوتا تھا۔ ایک بار خادم پانی کا کوزہ وضو کے لئے لایا۔ حضرت خواجہ سیالوی چوکی پر بیٹھے سر مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ کلمہ فرمایا۔ یہ کمینے لوگ کہتے ہیں سرکونا ملاں بیٹھا ہوا ہے مگر انہیں پتہ نہیں "سارے جہان دا مل بیٹھا ہے"۔ یعنی تمام جہان کی قیمت ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ہمارے حضرت یعنی خواجہ شمس العارفین مسکینوں اور خستہ دلوں کے لئے سراپا لطف و رحمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سیال شریف میں ایک عورت نور بانو تھی جس کے دل میں بے حد سوز عشق تھا۔ اس کا طریقہ تھا کہ گرمی کے موسم میں ایسے مکان میں بیٹھا کرتی تھی جو بھوسے بھرا ہوتا تھا اور اس کی گرمی کی اسے خبر تک نہ ہوتی تھی۔ سردی کے موسم میں چند بالکل نئے گھڑے ٹھنڈے پانی سے بھر کر مکان کے باہر رکھتی اور بار بار ان سے ٹھنڈے پانی کا پیالہ بھر کر اپنے سر پر ڈالتی اور اس کی سردی کا کوئی اثر اس پر نہ ہوتا۔

ایک روز اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب کو کھانا کھلاؤں گی اور سخت باتھو کے پتوں اور ڈنٹھلیوں کی دو چار مٹھیاں توڑ لائی۔ دیگ میں اسے جوش دیا۔ آگ نہ تھی کہ اس کے پتے اور ڈنٹھل گل جاتے۔ نمک اور مرچ نہیں تھا کہ لذیذ بنتا۔ سکر اور استغراق کے غلبے کی وجہ سے اس کے پاس فرصت نہیں تھی کہ تردد کر کے باتھو کو گالتی اور پکاتی۔ پس کچا پکا باتھو اور کچی پکی کہیں کہیں سے جلی ہوئی روٹی لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں کھانا پیش کر دیا۔ حضرت صاحب نے لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا واہ وا! شیخ صاحب عمر بھر باتھو کھاتے رہے لیک جو لذت آج اس باتھو میں دیکھی پہلے کبھی میسر نہیں آئی۔ حضور نے تمام کھالیا۔ اپنی مبارک عادت کے مطابق پس خوردہ شیخ صاحب (محمد عبدالجلیل قریشی) کو عنایت فرمایا اور پھر تعریف کی کہ ایسی لذت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ شیخ صاحب نے کہا قبلہ کیوں لذت نہ ہو باتھو سخت، نمک مرچ کوئی نہ ہو اور پھر نور بانو کا پکا ہو، لذت کیسے نہ ہو؟ الغرض ہمارے حضرت صاحب کی غریبوں کی دلداری اس درجہ کی تھی۔ ہے

ایک دفعہ حضرت سید فضل شاہ نے عرض کیا فلاں آدمی آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتا ہے اور آپ اس کے ساتھ بڑی مہربانی فرماتے ہیں۔

فرمایا ہر آدمی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے اور پھر یہ شعر پڑھا

ہے ملفوظات حیدری، صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹۔

ہے ایضاً، صفحہ ۳۵۹۔

ہر یکی بر خلقت خود می تند
مہ فشاند نور' سگ عو عو کند

یعنی ہر چیز اپنی فطرت اور اصلیت کے مطابق کام کرنے پر طبعاً مجبور ہے۔ چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا رہتا ہے اور کتا چاند کے عمل پر ناخوش ہو کر بھونکتا رہتا ہے۔[۱]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخالفوں اور بدخواہوں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ فرمایا کرتے تھے ——— حتیٰ کہ ان کی مالی اعانت فرمایا کرتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ نفحات المحبوب میں ہے۔

کئی بار یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ ملک فتح شیر خان ٹوانہ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کے حضور عرضی روانہ کی کہ ملک شیر محمد خان ٹوانہ نے جو میرا برادری کا شریک ہے انگریز گورنر کی آمد پر بڑے تحفے اور بڑا اسباب جمع کیا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں اتنا اسباب مہیا نہیں کر سکتا۔ اس کی عرضی کے آنے پر خواجہ شمس العارفین دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور انگریز گورنر عنان کسی اور طرف موڑ لیتا تھا۔ پھر ملک فتح شیر خان ٹوانہ وہ تمام اسباب سیال شریف روانہ کر دیتا تھا۔[۲]

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ کا ملفوظ مبارک ہے۔

ہمارے خواجہ حضور سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوتیں اور کرم ہیں کہ ہرگز کسی کی استعداد پر خیال نہ فرماتے تھے۔ جو کوئی ان کی صحبت میں حاضر ہوتا تھا اس پر اس کی استعداد سے زیادہ عنایت فرماتے' جس نے ہمارے خواجہ کی زیارت کی اس کے دل سے یہ حسرت ہرگز نہیں جاتی کہ کیوں دوبارہ دیدار کا اتفاق نہیں ہوا جس نے نہیں دیکھا خود ہی حرمان و ارمان میں رہا کہ واحسرتا! کہ ایک بار بھی دیدار نہیں ہوا۔[۳]

باوجود ضعف عمری کے ہمہ وقت مصلیٰ پر دو زانو بیٹھتے اور قیلولہ کے وقت چارپائی پر دراز ہوتے تھے۔ اکثر مسجد میں نماز باجماعت ادا فرماتے تھے اور فرش کے اوپر کوئی علیحدہ مصلیٰ اپنے لئے نہیں بچھواتے تھے۔ مصلیٰ پر دو زانو بیٹھے رہتے تھے۔ تکیہ ہرگز استعمال نہیں کرتے تھے۔ لنگر کے مجرم کو معاف فرما دیا کرتے تھے اور نہایت محبت اور شیریں کلامی سے اس کو نصیحت فرمایا کرتے

---

[۱] مراۃ العاشقین' صفحہ ۱۳۶۔
[۲] ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۳۰۔
[۳] مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہریہ مطبوعہ نور آرٹ پریس راولپنڈی ۱۳۸۵ھ' (بار دوم)' صفحہ ۲۲۷۔

تھے۔

علمائے کرام اور سادات کبار کی بے حد تعظیم کرتے۔ طلباء و درویشان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ یتیموں اور بیوگان کی خبرگیری کرتے تھے۔ بزرگوں کی اولاد اگرچہ ناشائستہ کردار ہوتی تھی تاہم ان کا بہت لحاظ اور اعزاز فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی نامراد کسی عناد سے بزرگوں کی اولاد کو تنگ کرتا تھا تو اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور خلاف عادات ان کی امداد فرماتے تھے۔[۱]

مراۃ العاشقین میں ہے:

سید کی تعظیم دوسرے پر واجب ہے۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی نے عرض کیا کہ اگر سید زادہ خلاف شرع کرتا ہو تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

فرمایا اس صورت میں بعض علماء کے نزدیک تعظیم جائز نہیں لیکن فقیر کے خیال میں سادات کی تعظیم محض رسول خدا کی نسبت کی وجہ سے کرنی چاہئے نہ کہ ان کے علم اور تقویٰ کی وجہ سے۔

سادات کی تعظیم دو سبب سے ہے۔

ایک تو یہ کہ وہ جزو رسول (ﷺ) ہیں اور علم و تقویٰ کو رسالت پر فوقیت نہیں۔

دوسرے یہ کہ رسول خدا (ﷺ) کے عزیز اور پروردہ ہیں اگر ان میں سراسر فسق و فجور ہو پھر بھی اعمال سے قطع نظر، اتباع رسول (ﷺ) کی رو سے سادات کا احترام ضروری ہے۔[۲]

آپ حنفی مذہب تھے۔

علمی و روحانی مقام

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی فقط کشور فقر و درویشی کے تاجدار ہی نہ تھے بلکہ ظاہری علوم و فنون میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ قرآن کریم کی آیات طیبات کی تفسیر، حضرت نبی رحمت ﷺ کی احادیث مبارکہ کی تشریح اور اکابر علماء ربانیین کے اقوال کی توضیح جب آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے کرتے تو بڑے بڑے علماء دنگ رہ جاتے۔

مثنوی مولانا روم کی شرحیں بڑے بڑے علماء نے لکھی ہیں لیکن آپ کا انداز سب سے نرالا اور سب سے منفرد تھا۔ مثال کے طور پر مثنوی کے پہلے دو شعروں کی جو توضیح حضرت خواجہ

---

[۱] انوار شمسیہ، صفحہ ۵۵، ۵۶۔

[۲] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، صفحہ ۱۱۲۔

شمس العارفین سیالوی نے اپنی محفل میں ایک روز فرمائی۔ مؤلف مراۃ السالکین کی زبانی سماعت فرمایئے:

بشنواز نے چوں حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

بشنو کا آمر حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ مولوی معنوی کی زبان حق ترجمان پر اور مامور اس کا طالب ذات باری تعالیٰ اور نے سے مراد مجہوری اور دوری روح کی مرتبہ احدیت اور بے رنگی ولا تعین سے ہے اور نائی نے سے مراد عشق کے سالک کا دل ہے۔ وہ گویا عین ذات حق تعالیٰ کی ہے۔ جب مفردات کے معنی معلوم ہوئے۔ پس حاصل مطلب یہ ہوا کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ منصب میراسخن سرائی مثنوی میں نے سے زیادہ نہیں ہے جو کچھ میں کہتا ہوں عشق کی نائی کی آواز ہے میری آواز نہیں ہے

از وجود خود چو نے گشتم تہی
نیست از غیر خدائم آگہی
با لب دم ساز خویشم کرد جفت
می نیارم بر لب الا آنچہ گفت
قول از نیستاں تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

نیستاں سے مراد اتحاد ارواح کا ذات مستجمع صفات کے ساتھ پردہ غیب میں ہے۔ اس لئے کہ ارواح بلکہ تمام عالم اس مرتبہ میں ذات میں مندرج تھے۔ کالشجر فی النبات مثل درخت مع شاخ و برگ وگل و ثمر وغیرہ کے جو تخم میں پوشیدہ اور مندمج ہوتا ہے یعنی ذات اسباب کی قابلیت رکھتی تھی کہ جس صورت میں چاہے اپنے آپ کو ظاہر کرے اور نفیر سے مراد جدائی اعتباری جو اسماء وصفات کے ظہور میں پیش آئی اور مرد سے مراد اسماء وصفات فاعلی اور زن سے مراد اسماء وصفات انفعالی ہے۔[1]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے کمالات صوری اور معنوی احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ جامع جمیع علوم تھے۔ فقر اور تجرید میں آپ کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ علم تصوف اور توحید میں آپ کو

---

[1] مولانا محمد امام الدین گجراتی: "مراۃ السالکین فی حالات الکاملین" مطبوعہ مبکی پریس گوجرانوالہ ۱۳۰۱ھ (بار اول) صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵ نیز مراۃ العاشقین کا مطالعہ کریں۔ (مؤلف)

ملکہ راسخہ حاصل تھا۔ صدہا طالبان خدا بعد تحصیل علوم ظاہری آپ کی خدمت شریف میں آکر تارک الدنیا ہو گئے۔[1]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔

آفاق عالم میں اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور شمس العارفین قطب مدار اور غوث الاغیاث ہیں۔ قطب مدار کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کا سایہ نہیں رہتا۔

حضرت مولانا صاحب معظم الدین معظم آباد شریف والے حلیفہ بیان فرماتے تھے کہ آخری دس سال پیر سیال کا سایہ نہیں تھا۔ نہ رات کو اور نہ دھوپ میں۔ ایک چھتر ہوتا تھا ـــــ بہت بڑا (اس چھتری میں نے بھی زیارت کی ہے) وہ حضور دن کو بھی اور رات کو بھی اپنے سر پر رکھتے تھے۔ یہ چھپانے کے لئے کہ کسی کو عدم سایہ کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ فرماتے 'میں ضعیف آدمی ہوں' اوس پڑتی ہے اس سے بچنے کے لئے اسے ساتھ رکھتا ہوں۔[2]

ذوق سماع

مراۃ العاشقین میں ہے:

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے فرمایا: ایک زاہد بہت لمبی مدت میں روحانی مسافت طے کرتا ہے۔ صوفی اسی مسافت کو سماع کی حالت میں ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا

؎

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسد   مست شراب عشق بیک آہ می رسد

بعد ازاں کسی شخص نے عرض کیا کہ چھچھ میں کسی شخص نے اپنے آپ کو پیر مشہور کر دیا ہے اور گرد و نواح کے اکثر لوگوں نے بیعت بھی اس سے کر لی ہے۔ وہ شخص چشتیوں کے حق میں طعنہ زنی کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا اعتراض کرتا ہے؟ اس نے کہا یہ کہ خواجگان چشت سماع سنتے ہیں اور سماع حرام ہے۔ آپ نے فرمایا یہ عجیب مسلمانی ہے کہ عناد اور تعصب کو جائز سمجھتے ہیں اور سماع کو حرام بتاتے ہیں۔ حالانکہ سماع کے وسیلے سے اکثر لوگ واصل بحق ہوئے ہیں۔[3]

---

[1] ایضاً' صفحہ ۱۵۳۔
[2] ماہنامہ ضیاء حرم لاہور (شیخ الاسلام نمبر) ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ' صفحہ ۱۹۷۔
[3] مراۃ العاشقین (اردو ترجمہ)' صفحہ ۲۴۴' ۲۴۷۔

حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں تین قوال آئے اور انہوں نے مزامیر کے ساتھ قوالی کی اجازت چاہی۔فرمایا اپنی اس سارنگی پر غلاف چڑھا دو۔ اگر کچھ کہنا ہے تو سازوں کے بغیر کہو۔[1]

آپ کو سماع سے کمال محبت تھی۔مگر آپ بلا مزامیر کے راگ کو پسند کرتے تھے۔ مجالس اعراس میں کوئی ساز وغیرہ موجود نہ ہوتا۔ صرف قوال پہلے مولود شریف اور پھر غزلیات توحید فارسی اور ہندی پڑھا کرتے۔میاں خیر محمد قوال' چاندی' میرو' زلفو اور مولوی سلطان محمود وغیرہ قوال اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر غزلیات وغیرہ آپ کو سنایا کرتے تھے اور آپ سب کو انعام عطا فرماکر مالا مال کرتے تھے اور حاضرین مجلس انوار وفیوضات گوناگوں سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔[2]

ایک روز حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سیال شریف میں تشریف فرماتھے۔ہزاروں لوگ جمع تھے'صبح کا وقت تھا۔حضور اپنے حجرہ میں اپنے اوراد و وظائف پڑھ رہے تھے اور قوال الگ ایک جگہ دردو سوز سے محبت بھرے اشعار سناکر لوگوں کے ایمان کو تازہ کررہے تھے۔قوالوں کی آواز جب حضور نے سنی تو دل میں ان کے سننے کا شوق پیدا ہوا۔وظائف سے فراغت پاکر حضور حجرہ سے نکل کر مجلس سماع میں تشریف لے آئے۔قوال حضرت کی عظمت و جلال کے باعث خاموش ہوگئے۔حضور نے فرمایا ؎

چوں دور خسرو آمد مے در سبو نماند

حضور کے ایک خادم مولانا حفیظ ماہی نے جب یہ سنا تو عرض کی کہ عالی جاہ! ابھی حکم کی تعمیل کی جائے گی۔چنانچہ قوالوں نے اپنے درد بھرے انداز سے یہ غزل پڑھنی شروع کی ؎

شراب عشق کا ندر جام کر دند نصیب عاشق بدنام کردند
ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ ملائک ورد صبح و شام کردند

قوال یہ غزل گارہے تھے اور حضور انور پر وجد وکیف کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ضبط اور وقار کا یہ پہاڑ جو بڑے سے بڑے واردات کو برداشت کرنے کی ہمت رکھتا تھا اس نے اپنے دلی جذبات کو کبھی ظاہر ہونے کی اجازت نہ دی تھی۔ آج فرط ذوق و شوق سے بے تاب ہوگیا۔حضور کی چشم پرنم سے ایک زنگی آنسو ٹپکا اور دایاں زانو اٹھا اور دوسرے کو دبالیا۔اس وقت ساری فضا

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۶۲۔

[2] مراۃ السالکین صفحہ ۱۵۳۔

میں کیف و مستی کا ایک عجیب سماں تھا۔ ہر شخص گریہ کناں تھا اور محبوب حقیقی کی محبت میں مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ بڑے بڑے خواص اپنے ضبط و ہوش سے محروم ہوچکے تھے۔ معلوم نہیں اس محفل میں محبت و عشق کی دولت کس فیاضی سے تقسیم ہوئی کہ ہر شخص اپنے دامن مراد کو محبت خداوندی اور عشق رسالت پناہی سے مالا مال پا رہا تھا۔[۱]

خانقاہی نظام اور لنگر شریف

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے سیال شریف میں اپنا خانقاہی نظام اعلیٰ پیمانے پر قائم کیا تھا۔ ان کے یہاں لنگر کا خاص اہتمام تھا۔ تمام زائرین اور مسافروں کو کھانا لنگر خانہ سے ملتا تھا۔ شہر کے مفلسوں اور مسکینوں کو بھی کھانا دیا جاتا تھا۔ قیام کا انتظام بہت اچھا تھا۔ چارپائی اور بستر ہر آنے والے کے لئے مہیا کئے جاتے تھے۔ جو لوگ مستقلاً خانقاہ میں رہتے تھے ان کو کپڑا بھی دیا جاتا تھا۔

آپ کا اخلاق بہت اعلیٰ تھا۔ اجنبی اور ملاقاتی سے ایک طرح ملتے تھے۔ ہر آنے والے سے خلوص اور محبت کا اظہار کرتے تھے۔ ہمدردی سے ہر ایک کے دکھ درد کی داستان سنتے تھے اور مناسب حال علاج کرتے تھے۔[۲]

صاحب مراۃ السالکین لکھتے ہیں:

آپ کا لنگر بھی ایک فیضان عام تھا۔ صادرون اور واردون کو دو وقتی نان گندم مع دیگر لوازمات عطا ہوتے۔[۳]

مراۃ العاشقین میں ہے:

فرمود: موکد و بزرگ ترین اعمال در طریق خواجگان چشت نان دادن است کہ در دیگر خاندان چنیں روش یافتہ نمی شود۔[۴]

ترجمہ: فرمایا خواجگان چشت کے نزدیک سب سے افضل اور انتہائی ضروری عمل روٹی دینا

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲۔
۲۔ تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ لاہور، صفحہ ۷۰۵۔
۳۔ مراۃ السالکین، صفحہ ۱۳۹۔
۴۔ مراۃ العاشقین صفحہ ۱۰۷۔

ہے جو دوسرے خاندانوں میں اس عظیم الشان اہتمام کے ساتھ نہیں پایا جاتا۔

علمی و ادبی ذوق

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے نہایت اعلیٰ علمی اور ادبی ذوق پایا تھا۔ اکثر وقت مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا ایک نہایت قیمتی اور عمدہ کتب خانہ موجود ہے۔ فارسی' عربی' اردو اور ہندی اساتذہ کے لاتعداد اشعار آپ کو ازبر تھے اور ان کا برمحل استعمال فرماتے تھے۔

آپ نے بعض معتقدین اور احباب کی فرمائش پر دوسرے شعراء کے اشعار کی بہترین تشریح فرمائی ہے۔ جن سے آپ کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے اور جس پر بے اختیار سبحان اللہ اور صلی علیٰ کہنا پڑتا ہے۔ شائقین حضرات مراۃ العاشقین اور مراۃ السالکین کا مطالعہ فرمائیں۔

آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کے چند اشعار بھی اپنے تذکروں میں نقل کئے ہیں۔ جن سے آپ کے ذوق رفیع' قادر الکلامی اور جذبہ عشق و محبت کی طغیانیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کے استاد گرامی حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی نے ایک غزل لکھ کر اپنے مرشد کامل کی خدمت میں روانہ کی۔ جس کا پہلا مصرع یہ تھا: ع

شہید تیر آں ترکم کہ از ابرو کماں دارد

مولانا مکھڈوی نے اپنے شاگرد رشید کو بھی فرمایا کہ تم بھی اس زمین میں غزل کہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے پہلے کبھی شعر نہیں کہا تھا لیکن استاد محترم کے حکم کی تعمیل میں یہ غزل موزوں ہوگئی۔

مقیم کوئے آں شاہم کہ اعلیٰ آستان دارد
ملوکش جملہ مفتون و ملائک پاسبان دارد
مثال عشق ما با آں شہ خوبان عبرانی
چو آں زال کہ در دست تنیدہ ریستمان دارد

پھر فرمایا اس غزل کے باقی اشعار مجھے یاد نہیں۔

۔ مراۃ العاشقین (اردو)' صفحہ ۱۳۶۔
۔ مراۃ العاشقین' صفحہ ۲۷۰۔

آپ سے پنجابی کے چند اشعار بھی منقول ہیں جو آپ نے اپنے مرشد کامل کی وفات کے موقع پر فرمائے تھے۔

ت ماتنگ تساڈی دی سانگ مینوں میری چاننگ اسمانوں تے جاری اے

برہوں تیر فراق دا چیر گیا' مارو پیڑ کلیجڑے دی کھاری اے

بھکھ مکھ تساڈے دے ویکھنے دی خوش چین سو مینوں رجھاری اے

شمس روگ لگا تن بھوگ میرے ملاں ہور طبیب سمجھاری اے[۱]

آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آخری عمر میں بھی اس میں کوئی فرق نہ آیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

گردش روز گار سے میرا دم آخریں قریب آ پہنچا ہے لیکن پھر اب بھی میرے اندر کتب سلوک و توحید کے مطالعے کا شوق ذرہ برابر کم نہیں ہوا۔[۲]

حضرت خواجہ شمس العارفین فرمایا کرتے تھے کہ سلوک کے ابتداء میں تصنیفات امام غزالی کی مثل کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم وغیرہ اور انتہاء میں مثنوی معنوی کا مطالعہ رکھنا سالک کے لئے بہت ضروری ہے۔[۳]

دنیا سے بے رغبتی

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی بھی اپنے مشائخ کرام کے طریقہ پر دنیا کو حقیر سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔

ملک سلطان محمود خان ٹوانہ' خان حیات اللہ خان پٹھان' رئیس ترکھانوالہ اور میاں پیر بخش قریشی ساکن صابووال یہ تینوں حضرات مل کر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی گیارہ مربعے سرکاری زمین چک واڑھی نیلام ہو رہی ہے۔ ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ زمین لے کر لنگر شریف کے اخراجات کے لئے پیش کریں' منظور کے لئے حاضر

۱؎ ماہنامہ ضیائے حرم (شمس العارفین نمبر)' صفحہ ۱۱۵۔

۲؎ مراۃ العاشقین' صفحہ ۶۱۔

۳؎ مراۃ السالکین' صفحہ ۱۵۴' مراۃ العاشقین' صفحہ ۶۶۔

ہوئے ہیں۔

آپ نے حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کی طرف منہ کرکے فرمایا:

آپ اس پر یقین کریں "وفی السماء رزقکم وما توعدون○" پھر ان حضرات کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا:

آپ حضرات کا شکریہ! درویش کو اس چیز کی حاجت نہیں۔[۵۶]

انگریز دشمنی

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی انگریز کے سخت دشمن تھے۔ حضرت بطور فخر فرمایا کرتے تھے کہ "خدا نے میری آنکھوں کو انگریز کی دید تک سے محفوظ رکھا ہے۔"

آپ کی زندگی میں بعض ایسے مواقع پیش آئے جب کہ آپ کی نظر اطہر انگریز پر پڑ سکتی تھی لیکن خدا نے بچالیا۔ ایک بار اطلاع ملی کہ ایک بڑا انگریز آفیسر اس علاقہ کا دورہ کرتا ہوا سیال شریف پہنچ چکا ہے اور حضرت سے ملاقات کا شوق ظاہر کررہا ہے اور باریاب ہوا ہی چاہتا ہے۔ حضرت یہ سن کر سراسیمہ ہوگئے اور قلبی تاثرات منافرت سے فرمایا:

"کیوں آرہا ہے؟ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

ظاہر ہے حضرت اقدس و اعلیٰ ان واصلین باللہ میں سے تھے جن کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ

لو اقسم علی اللہ لابرہ

لسان تاثیر سے نکلے ہوئے الفاظ نے انگریز کے ارادے کو دفعتاً بدل کر رکھ دیا اور وہ در فیض اثر سے "پھر کبھی آنے کا حیلہ کرکے خدا جانے کیوں واپس ہوگیا؟"[۵۷]

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوری قدس سرہ حضرت قبلہ شمس العارفین سیالوی کا ذکر درد بھرے الفاظ میں فرماتے کہ وہ انگریزوں کے اندر بھی رہے اور انگریزوں سے باہر بھی۔ یعنی باوجودیکہ انگریزی حکومت کے اندر تھے لیکن حکومت انگریزی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گویا کہ ان کی

---

۵۶ الفقر فخری مطبوعہ لاہور ۵۷' (بار اول)

۵۷ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی سوا سو (۱۲۵) سالہ خدمات' صفحہ ۱۳'۱۴۔

حکومت سے باہر تھے۔[1]

جب انگریزوں نے ایک دفعہ کابل پر حملہ کیا تو یہ ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ تھا۔ آپ اپنے حجرہ کے شمالی دروازہ تک جاتے اور بڑے غضب ناک ہوکر فرماتے کہ

"جد پٹھان تلوار اٹھائیسی زن لندن وچ گھگھرے وچ پئی متریسی"

یعنی جب پٹھان نے تلوار اٹھائی تو عورت (ملکہ) کا لندن میں پیشاب خطا ہو جائے گا۔

چنانچہ دو تین دفعہ آپ نے یہی الفاظ دہرائے اور غضب ناک ہوکر چکر لگائے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دن انگریزوں کے حملے کا اور پٹھانوں کے دفاع کا تھا اور افغانیوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔[2]

استغراق

آخری ایام میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے لئے ایک درویش مقرر تھا جو نماز کے وقت سے آگاہ کرتا تھا۔ جب آپ نماز پڑھنا شروع فرماتے تو وہ درویش نماز کی رکعتوں کی تعداد اور ارکان بتایا کرتا تھا۔ جب آخری قعدہ ختم ہوتا تو درویش کے اشارہ کرنے پر آپ سلام پھیرا کرتے تھے اور الحمد اللہ پڑھتے تھے الغرض کسی قسم کے افعال سے آگاہی یا ان کا شعور نہ تھا۔

چنانچہ ایک روز میاں روشن دین قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا کون ہو؟ اس نے جواب دیا روشن دین۔ آپ نے پوچھا کون روشن دین؟ اس بات کو دو تین بار دہرایا گیا۔ اس نے کہا وہی ہوں جو ہمیشہ حاضر خدمت ہوا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو تو وہی ہے لیکن میں وہ نہیں جو پہلے تھا۔[3]

کرامات

آپ کا وجود مسعود سراپا کرامت تھا۔ آپ کی نشست و برخاست 'گفتار و کردار میں دلوں کو لوٹ لینے والا بانک پن تھا۔ اس کے باوجود آپ انتہائی ضبط سے کام لیتے تھے اور کرامات کے اظہار کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی درویش سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا تو اسے سخت سرزنش فرماتے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ سید عباس علی شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ ساکن بستی نور

---

[1] خزینہ معرفت مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور' مقدمہ۔
[2] یاد ایام مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا' صفحہ ۳۹۔
[3] ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۵۷۔

احمد شاہ نواح پنڈی گھیب ضلع اٹک کا واقعہ بڑا بصیرت افروز ہے۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی کی روایت سے ضیاء الامت جسٹس پیر کرم علی شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ بلال گنج میں ایک درویش حافظ شفیق احمد قادری رہتے ہیں ان کی زیارت کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس ساتھی کو لے کر میں حافظ صاحب کے مکان پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا' دروازہ کھلا۔ ایک درویش نے بڑے تپاک سے ہمیں خوش آمدید کہا اور پہلے سے ایک آراستہ مسند پر مجھے بٹھایا۔ یہی حافظ شفیق احمد قادری تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرے مرشد نے مجھے بتایا کہ آج تیرے پاس ایک مہمان آنے والا ہے۔ میں صبح سے آپ کے لئے چشم براہ ہوں اور یہ مسند میں نے اسی ہدایت کے مطابق بچھا رکھی ہے۔

ابتدائی رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے اپنا قصہ بیان کرنا شروع کیا۔ بتایا کہ میں موسیٰ زئی شریف میں بیعت تھا۔ میرے مرشد کا انتقال ہو گیا۔ میں ایک مراقبہ میں سرگرداں تھا۔ وہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ روز بروز میری پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ میں روزانہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیا کرتا۔ کافی عرصہ کے بعد مجھے حضرت داتا گنج بخش نے خواب میں فرمایا کہ جموں میں سید عباس علی شاہ گیلانی کے پاس جاؤ وہ تمہاری یہ مشکل حل کرے گا۔ میں گوہر مراد کی تلاش میں جموں پہنچا۔ تلاش بسیار کے بعد میں نے سید عباس علی شاہ کو پا لیا لیکن ان کی ہیئت کذائی دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ میں نے سوچا کہ جس کے لیل و نہار ایک برہمن کی نوکری میں گزرتے ہیں وہ میری مشکل کیا خاک حل کرے گا؟ چنانچہ اظہار کئے بغیر میں واپس آ گیا۔ ایک بار پھر داتا صاحب نے خواب میں شرف دیدار بخشا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اسی جموں والے درویش کے ہاتھ میں دے دیا اور ان کے پاس جانے کی تاکید فرمائی۔ میں پھر جموں پہنچا۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر رکی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی درویش پلیٹ فارم پر ٹہل رہا ہے۔ مجھے دیکھا اور جلدی سے آ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجذوبانہ انداز میں کہا کہ اب داتا صاحب نے بھی لوگوں کی چغلی کھانی شروع کر دی ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر اس برہمن کے مکان پر لے گئے جس کی گائیں چرایا کرتے تھے۔ کافی دن انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھا۔ پھر ایک روز مجھے اپنے ساتھ جنگل میں لے گئے اور خلوت میں ایسی توجہ فرمائی کہ میرا عقدہ حل ہو گیا۔ چشم زدن میں وہ مرحلہ طے ہو گیا جس میں عرصہ سے سرگرداں تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے بارے میں بتایا کہ میں سید ہوں اور پنڈی گھیب کے ایک نواحی گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا مرید ہوں۔ آپ

کی خدمت میں ہی رہا کرتا تھا۔ مجھ سے کرامات کا بکثرت ظہور ہونے لگا تو حضرت نے بطور سزا میں (۳۰) سال کے لئے مجھے یہاں گائیں چرانے بھیج دیا۔ اب میری سزا ختم ہونے والی ہے۔ عنقریب گھر چلا جاؤں گا۔ تم فلاں ماہ کی فلاں تاریخ میرے گاؤں میں آنا۔ جب تم وہاں پہنچو گے تو مسجد میں چند آدمی قل کے لئے بیٹھے ہوں گے۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ ایک شاہ صاحب جن کا نام عباس علی شاہ تھا ساری عمر باہر رہے' چند روز ہوئے واپس آئے' وہ انتقال کر گئے ہیں۔ آج تیسرا دن ہے۔ شاہ صاحب نے مجھے چھ روپے دیئے کہ وہاں جاکر کھانا پکا کر میری فاتحہ پڑھ کر تقسیم کر دینا۔ میں واپس آگیا۔ جب وہ مقررہ تاریخ آئی تو وصیت کے مطابق میں ان کے گاؤں پہنچا۔ جس طرح انہوں نے بتایا تھا لوگ مسجد میں جمع تھے۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بعینہ وہی بات بتائی جو شاہ صاحب نے بتائی تھی۔ میں نے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکایا اور تقسیم کیا۔ ان کی قبر پر حاضری دی' سلام عرض کیا اور واپس چلا آیا۔[۱]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی کرامات سورج کی کرنوں کی طرح از خود صادر ہوا کرتی تھیں۔ بے حد و بے حساب ان کے احاطہ کے لئے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔

ایک روز دوپہر کے وقت کہ شدت کی گرمی تھی۔ کسی زمیندار نے آکر دعا کے لئے عرض کیا اور انسانوں' حیوانوں کی ناگفتہ بہ حالات کی ترجمانی اس مؤثر اور درد انگیز لہجہ سے کی کہ آپ کے جسم میں لرزہ آگیا اور باچشم نم اس سے فرمایا کہ باہر جاکر کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر دیکھو کہ کہیں آسمان کے کناروں پر کوئی ٹکڑا ابر بھی ہے۔ اس نے واپس آکر التماس کیا' کہیں نہیں؟ خاموش ہو رہے۔ چند منٹ کے بعد حاضرین سے فرمانے لگے کہ میں اپنی چارپائی کمرے کے اندر لئے جاتا ہوں' مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے۔ معاً آسمان دھواں دھار ہو گیا اور کئی روز لگاتار وہ بارش ہوئی کہ صحرا اور بیابان دریا بہ آغوش آنے لگے۔ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اب تو ہمارے مکان بھی گرنے لگے۔ دعا فرمایئے کہ بارش تھم جائے۔ آپ مسکرائے اور اپنی چارپائی پھر باہر لے آئے۔ مہر عالمتاب نے آنکھ کھولی اور بادلوں کی فوج منتشر ہو گئی۔[۲]

جب سے برطانوی حکومت نے ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور ختم کر کے ہندوستان کی زمام حکومت سنبھالی ملک افغانستان پر بھی قبضہ جمانے کی فکر میں رہی۔ کئی مرتبہ حملے کئے گئے اور ناکام رہے اور

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور (شمس العارفین نمبر)' صفحہ ۱۰۸' ۱۰۹۔
[۲] برکات سیال مطبوعہ نگینہ پریس جالندھر' ۱۳۴۳ھ' صفحہ ۱۰' ۱۱۔

ایک آدھ موقع پر کچھ کامیابی بھی ہوئی لیکن پھر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

امیر شیر علی خان مرحوم کے اخیر زمانہ میں ایک بار خاص اہتمام کے ساتھ شدید ترین حملہ کی تیاری ہوئی جس میں برطانوی مدبرین کو یقین تھا کہ بس اب افغانستان ہمارا ہی ہے اور یہ انتہائی حملہ جرنیل سررابرٹس کے زیر اہتمام تھا۔ انگریزی افواج اور غازیوں میں میدان میوند (میند) میں گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں مشہور ہے کہ سردار ایوب خان نے اس میں اس قدر تیغ زنی کی کہ ان کے ہاتھ سوج گئے اور قبضہ کاٹ کر تلوار ان کے ہاتھ سے نکالی گئی۔

جس تاریخ کو یہ خوفناک حملہ ہو رہا تھا اس وقت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی اپنے حجرہ مبارک میں (جہاں اب روضہ شریف ہے) آرام فرما رہے تھے کہ یکایک جوش کے عالم میں اٹھ کر مکان کے شمالی دروازہ میں چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ کچھ دیر تک کھڑا رہنے کے بعد بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اچانک اٹھے اور اس چوکھٹ کو پھر زور سے پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ تین دفعہ ایسا اٹھنا بیٹھنا ہوا۔ حضرت مولانا مولوی محمد معظم الدین مرولوی قدس سرہ (جو جید عالم و فاضل اور عارف کامل درویش تھے اور حضرت کے خاص حاضر باش خادم تھے) حاضر خدمت تھے۔ یہ خلاف عادت کیفیت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وجہ دریافت کرنے کی تو جرات نہ کر سکے البتہ تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ کچھ دنوں بعد جب چند آدمی افغانستان سے حاضر ہوئے تو حضرت نے حسب معمول ملک افغانستان کی حالت دریافت فرمائی۔ ان لوگوں نے مختلف حالات بیان کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ فلاں تاریخ کو انگریزی افواج کی طرف سے ایک شدید ترین حملہ میں نہایت ہی سخت مقابلہ ہوا اور اس میں تین دفعہ حملہ کی شدت ہوئی لیکن بفضلہ تعالیٰ تینوں دفعہ ہی حملہ آور پسپا ہوئے اور افغانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ (وللہ الحمد)

یہ واقعہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کا ہے۔ میوند کے میدان میں انگریزوں کی شکست کے بعد امیر عبد الرحمٰن خان مرحوم نے حکومت کابل سنبھالی اور ملک میں امن و امان قائم کرکے ترقی کی شاہراہیں جاری کیں۔[ے]

ے مولانا محمد ذاکر (محمدی شریف): مختصر کوائف علالت طبع مبارک امیر الاحرار مجاہد اعظم ضیاء العارفین حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ (مقالہ)، صفحہ ۲، ۳، ۴، مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء مملوکہ حکیم مولوی علی محمد مختصر دہلوی مرحوم۔

نوٹ: حکیم محمد ذاکر صاحب ابن حکیم مولوی علی محمد مختصر دہلوی مرحوم کی وساطت سے مقالہ کی فوٹو سٹیٹ دستیاب ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ (مؤلف)

برطانوی حکومت جو یہاں ہمارے ملک پر مسلط تھی اس کی طرف سے نواب خدا بخش ٹوانہ مرحوم سفیر بن کر کابل میں گئے قابلیت کی وجہ سے برطانوی حکومت نے سفیر بنا کر بھیجا۔ ان کے ساتھ اپنے نوکر' خانسامے 'گھوڑے اور ان کے خدمت گار' حکیم اور ڈاکٹر وغیرہ تمام عملہ 'پھر ہتھیار' اسلحہ 'نشانہ بازی 'شکار وغیرہ کا تمام سامان تھا۔

کابل میں جاکر نواب خدا بخش ٹوانہ نے اتنا اثر و رسوخ بنایا کہ شاہی خاندان سے تعلقات بلکہ الفت ہوگئی اور ان سے رشتہ لے کر شادی بھی کرلی۔ امیر عبد الرحمن خان مرحوم بادشاہ کابل بارعب' سخت گیر اور نہایت سخت گیر تھا۔ چار میخیں گاڑ کر انسان کو سزا دیتے تھے یا زیادہ غصہ کسی پر ہوتا تو اس کی چپاڑیاں پکڑ کر چیر دیتے تھے۔ لوگوں نے انہیں کہہ دیا کہ نواب خدا بخش ٹوانہ نے یہاں شاہی خاندان میں شادی کرلی ہے۔ یہ سن کر غیظ و غضب سے بھر گئے اور کہا انتقام لیں گے۔ جس صبح کو اسے انتقامی حالت میں طلب کرنا تھا۔ اس سے پہلی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے فرمایا کہ اے امیر عبد الرحمن! عام دربار لگا اور نواب خدا بخش ٹوانہ سے معافی مانگ ورنہ اپنے ملک کی خیر منا۔ یعنی اگر ملک کی خیر چاہتا ہے تو نواب خدا بخش ٹوانہ سے معافی مانگ۔ بیدار ہوا' ادھر ادھر دیکھا' کوئی آدمی نہیں' آگ بگولہ ہو گیا۔ سوچ سوچ کر حکم دیا نصف رات کا وقت' ابھی دربار لگانا ہے۔ تمام عملہ حاضر ہو گیا۔ بتیاں جل گئیں۔ روشنی عام ہوگئی۔ پہرہ داروں تک حاضر ہوگئے۔ دو کرسیاں ایک ہی طرح کی اکٹھی رکھ دیں' حکم دیا نواب خدا بخش ٹوانہ جس حالت میں سویا ہوا ہے فوراً لاؤ حکم ملنے پر نواب خدا بخش ٹوانہ سمجھ گئے کہ اب آخری وقت ہے۔ موت بلا رہی ہے کیونکہ امیر عبد الرحمن خان نے اپنے دربار میں حاضری سے تو پہلے ہی روک رکھا ہے اب سوائے انتقامی کارروائی کے اور کچھ نہیں کرے گا اور اس کی انتقامی کارروائی بھی یا تو چار میخوں میں گاڑ دے گا یا چپاڑیاں پکڑ کر چیر ہی دے گا۔ کہا کہ کم از کم دو رکعت نماز نفل تو ادا کرلوں۔ وضو کے لئے پانی منگوایا۔ اتنے میں دوسرا آدمی پہنچ گیا۔ جلد آؤ' پھر تیسرا آدمی بھی پہنچ گیا کہ جلدی حاضر ہونے کا حکم ہے۔ بہرحال جلدی جلدی دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگی۔ پیر سیال کی طرف متوجہ ہو کر فریاد رسی چاہی اور حاضری کے لئے چل دیا۔ کہتا ہے کہ میرے پاؤں ایسے بوجھل بن گئے گویا ریت کے گھڑے ان سے بندھے ہوئے ہیں۔ آگے کو ڈالتا تو پیچھے پڑتے۔ بصد مشکل پہنچا تو امیر عبد الرحمن کھڑا ہو گیا۔ میری طرف بڑھا۔ تمام حاضرین سمجھ گئے اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ خود چپاڑیاں پکڑ کر چیرنا چاہتا ہے لیکن اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لئے

جاکر دوسری کرسی پر بٹھا دیا۔ تمام خواب بیان کیا اور پیر سیال کا پورا حلیہ بتایا۔ تو میں نے کہا وہ میرے اس اس جہان کے محافظ ہیں۔ میرے پیر کامل وہی ہیں۔ اس کے بعد میری قدم بوسی کے لئے اٹھا۔ میں بھی کھڑا ہوگیا۔ معانقہ کیا۔ ایک دوسرے کے سر و ریش چومے۔ اس واقعہ کے بعد گہرا دوست اور گہرے تعلقات میرے ساتھ رکھے۔ حتیٰ کہ بیگمات کی باتیں بھی مجھے بتاتا تھا اور اکثر اوقات اپنے پاس رکھتا۔[1]

شادی

اگرچہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تجرید اور تفرید کے شاہسوار تھے اور تعلقات خانگی سے دستبردار تھے مگر آخر کار حضرت خواجہ تونسوی کے ایماء اور والدین کی رضا و خوشنودی سے لاچار شادی کو اختیار فرمایا اور اپنے چچا جان میاں احمد یار کی دختر نیک اختر سے نکاح پڑھایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تخمیناً ۳۴ برس تھی اور ریش مبارک کچھ سفید ہوگئی تھی۔[2]

آپ کے چچا جان حضرت میاں احمد یار کی شادی لالی قوم کی ایک خاتون سے ہوئی تھی۔ ان محترمہ کے والد ماجد روشن ضمیر درویش تھے۔ ان کا اسم گرامی میاں نور نبی تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنی بچی سے ملنے کے لئے سیال شریف آئے۔ اس وقت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کمسن تھے مگر آنگن میں گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ آپ کی جبین سعادت پر جونہی نگاہ پڑی ازراہ ادب کھڑے ہوگئے۔ کسی نے پوچھا اس طفل صغیر کے سامنے ایسی تعظیم بجالانے کا کیا مطلب؟

میاں نور نبی نے کہا کہ تم اس بچے کی شان کو پہچانتے نہیں۔ اس کی پیشانی پر اسم اعظم لکھا ہے۔ جب یہ اپنے مرتبہ کمال پر فائز ہوگا تو اپنے روحانی کمالات و فیوض سے ایک عالم کو سیراب کرے گا اور اس کے دروازے پر صدہا باکمال دست بستہ کھڑا ہونا باعث سعادت سمجھیں گے۔

میاں نور نبی نے اپنی بیٹی کو کہا میں نے دعا مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بچی عطا فرمائے۔ تم اپنی بچی کا رشتہ اس کو دینا تاکہ قیامت کے روز میں بھی اس مرد کامل کے رشتہ داروں میں اٹھایا جاؤں۔[3]

---

[1] قلمی بیاض نمبر ۶، مملوکہ حضرت مفتی غلام احمد سیالوی مفتی آستانہ عالیہ سیال شریف، ضلع سرگودھا۔
[2] انوار شمسیہ، صفحہ ۳۱۔
[3] ماہنامہ ضیائے حرم، (شمس العارفین نمبر)، صفحہ ۹۷۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا فرمائے :

۱- حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی

۲- حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی

۳- حضرت خواجہ حافظ محمد شعاع الدین سیالوی

رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

وصال اور کوائف وصال

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کو واصل بحق ہوئے ۔[۱]

مراۃ العاشقین میں آپ کے وصال مبارک کا حال بڑی تفصیل سے مندرج ہے۔ اس کے مؤلف خواجہ سید محمد سعید شاہ چشتی زنجانی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

۱۸ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بروز ہفتہ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ علی الصبح جب آپ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہوگیا اور کئی قسم کی دوائیں کی گئیں لیکن فائدہ نہ ہوا ۔ حتیٰ کہ ضعف بدن انتہا کو پہنچ گیا۔ صاحبزادہ محمد الدین سیالوی منگل ۲۱ صفر المظفر کو تونسہ شریف سے واپس آئے اور حضرت خواجہ شمس العارفین کی مزاج پرسی کی۔ آپ نے حسب مقدور گفتگو کی اور تونسوی صاحبزادگان اور درویشوں کے حالات دریافت کئے۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے لیے سے جو مقوی ادویات مثلاً یاقوت مفرح وغیرہ ۲۸ روپے میں خریدی تھی آپ کی خدمت میں پیش کیں اور ایک گولی روزانہ کھلانی شروع کی۔ بعض وقت ماء اللحم اور روغن بادام بھی استعمال ہوتا تھا لیکن بخار بدستور برقرار رہا۔

بعد ازاں صاحبزادہ فضل الدین صاحب نے ایک رقعے پر اپنے حالات لکھے اور وہ رقعہ حضرت خواجہ شمس العارفین کو پیش کیا اور وظائف پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے رقعے کو پڑھا اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب دوبارہ رقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ صاحبزادہ صاحب

---

[۱] ۴ جنوری ۱۸۸۳ء۔

موصوف پر رکھا اور فرمایا تمہیں ہمارے تمام وظائف کی اجازت ہے۔
۲۰ صفر المظفر کو گھر سے مستورات اور گاؤں کی دوسری عورتیں عیادت کو آئیں اور دعائے خیر کرا کے چلی گئیں۔
۲۱ صفر کو آپ کی صحت کے لئے ایک ختم قرآن پڑھا گیا۔ ۲۲ صفر کو ایک لاکھ درود شریف پڑھا گیا اور ایک جوان بکری اور کچھ غلہ صدقے کے طور پر مسکینوں میں تقسیم کیا گیا۔
۲۳ صفر کو خواجہ شمس العارفین نے مولوی محمد معظم الدین مرولوی کو مخاطب کر کے فرمایا کچھ لکھو۔ مولوی صاحب نے صاحبزادگان کی طرف سے لکھا کہ اس قدر مہمان اور غلام حصول سعادت اور مطلب کونین پانے کے لئے یہاں آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ انہیں وظیفہ بتانا اور انہیں روٹی کھلانا ضروری ہے۔ لہٰذا کسی صاحبزادہ صاحب پر کرم کی نظر فرمائیں تاکہ اس خاندان کا سلسلہ ارشاد اور لنگر قیامت تک جاری رہے۔ یہ رقعہ پڑھنے کے بعد آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوبارہ یہی رقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھ کر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اور اس کے جواب میں کچھ باتیں بھی کیں جو بدن کی انتہائی کمزوری کی وجہ سے سمجھی نہ جا سکیں۔
بعد ازاں وصال کی رات کو صاحبزادہ فضل الدین صاحب بے قراری کی وجہ سے آپ کی خدمت میں یہ شعر پڑھتے تھے ؎

یا لیت قبل منیتی یوماً افوز بمینتی
بحرا تلاطم رکبتی اظل املاء قربتی

خواجہ شمس العارفین نے فرمایا اے فرزند ارجمند یہ شعر پڑھو۔ صاحبزادہ صاحب نے روتے روتے وہ شعر پھر پڑھا۔ آپ نے دست مبارک ان پر رکھا اور بے حد شفقت فرمائی۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

جان جانم را بخود آگاہ کن لطف خویشم ہمدم و ہمراہ کن

پھر صاحبزادہ صاحب نے یہ شعر پڑھا: ؎

سر آمد اگرش وفا ست خودمی آید در آمدنش رواست خود می آیت
بیہودہ چرا درپئے اومی گردی بنشیں گر او خدا است خود می آید

بعد ازاں صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ دعا فرمائیں تاکہ خدا کی محبت حاصل ہو۔ آپ

نے کچھ فرمایا لیکن سمجھا نہ جاسکا۔ اس کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے صاجزادہ فضل الدین کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ پھر صاجزادہ صاحب نے عرض کیا کہ اس مسکین کو فیوضات رحمانی میں سے کوئی چیز عنایت ہو۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی طرف راہنمائی کی کہ وہیں جایا کرو۔

بعد ازاں آپ نے حاشیہ نشینوں کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا کہ صبح طلوع ہوگئی ہے یا نہیں؟ دو تین مرتبہ آپ نے اس طرح استفسار کیا۔ پھر پوچھا۔ مہینے کی تاریخ اور دن کونسا ہے؟ کسی نے عرض کیا جمعہ اور صفر کی ۲۴ تاریخ ہے۔ پھر ہاتھ میں تسبیح پکڑ کر چند مرتبہ درود شریف پڑھا اور جب صبح طلوع ہوئی تو دو رکعت فرض نماز فجر اشارے کے ساتھ پڑھ کر ذکر پاس انفاس میں مشغول ہوئے۔ پھر مجلس نشینوں کی طرف رخصتی کی نظر کے ساتھ دیکھا اور اپنا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کر لیا۔ پھر جسم مبارک میں کچھ جنبش پیدا ہوئی اور آپ پر وصال کی علامت طاری ہوئی۔ تمام صاجزادگان اور درویش بے اختیار ہوکر گریہ و زاری کرنے لگے۔ ایک لمحہ کے بعد آپ نے ایک سانس بھری اور پھر جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ آپ کی مجبوری میں ہر شخص بے تاب و بے قرار نظر آتا تھا اور گریہ حد سے گزر گیا۔ جب سورج نکلا تو تجہیز و تکفین کی تیاری شروع ہوئی۔

بعد ازاں صاجزادگان' درویشوں اور دوستوں کے مشورے سے باغیچے کے جنوب مغربی کونے میں تخت پوش رکھ کر غسل کی تیاری کی گئی اور بعض خاص آدمی مثلاً مولوی محمد معظم الدین مرولوی' مولوی غلام فرید پھروکہ' حافظ محمد پھروکہ' میاں برخوردار پھروکہ' غلام یٰسین' فتح محمد مگڑیلی' امام بخش نذر بردار اور سید احمد درویش احمد یار دھوبی' احمد دین درویش اور بندہ راقم الحروف بھی غسل کے لئے مددگار مقرر ہوئے۔ زوال کے بعد غسل مکمل ہوا اور کفن پہنایا گیا۔

بعد ازاں نعش مبارک کو شیخ صاحب کے حجرے کے قریب رکھ کر مولوی محمد معظم الدین سرولوی کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دی گئی۔ بے شمار سید' زمیندار اور دیہاتی عوام ہزاروں صفوں میں جمع ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی گئی۔

بعد ازاں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ بعد ازاں تمام لوگ آپ کی نعش مبارک کے اردگرد بیٹھ گئے اور میرو قوال اور محمد نے فراقیہ غزلیں پڑھیں۔

بعد ازاں نعش مبارک کو صندوق میں رکھ کر قبر میں اتار اگیا۔ عصر کی نماز تک یہ کام مکمل ہوا۔ اس کے بعد اکثر لوگ رخصت ہوئے اور بعض خاص آدمی وہیں ٹھہر گئے۔ پھر فاتحہ خوانی

کے لئے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ چنانچہ پانچ چھ بکریاں چہلم تک روزانہ پکتی تھیں۔
سوم پر بے شمار لوگ جمع ہوئے اور قل شریف کا ختم پڑھا گیا۔ بعضوں کو ایک ایک روپیہ اور بعضوں کو آٹھ آٹھ آنے تبرک دیئے گئے۔ چوتھے دن تمام درویشوں کو ایک ایک دستار اور قیمتی لنگی انعام دی گئی۔

وصیت نامہ

خواجہ شمس العارفین سیالوی نے اپنے وصال سے ۳۹ دن پہلے اپنی وفات کی خبر دے دی تھی۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۰۰ کو بروز سوموار بوقت چاشت آپ نے صاحبزادہ محمد الدین صاحب کو اپنے پاس بلایا اور دوسرے لوگوں کو حجرے سے رخصت کیا۔ صاحبزادہ صاحب کو اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا: اے فرزند ارجمند واضح ہو کہ دنیا کے گوناگوں حالات مجھے پیش آئے ہیں۔ میرے دادا بزرگوار کئی دیہات میں اراضی اور جائیداد رکھتے تھے اور ان کے پاس مال مویشی بھی بہت کچھ تھا۔ اسی طرح میرے والد صاحب بھی فارغ البال تھے۔

بعد ازاں میں نے حضرت تونسوی سے بیعت کی تو میرے پاس ظاہری اسباب روز بروز گھٹتے گئے۔ چنانچہ کبھی مجھے روٹی مل جاتی اور کبھی سات سات دن فاقے سے گزار دیتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی کے سامنے اپنی فاقہ کشی کا راز فاش نہ کیا۔ اس وقت خدا کے فضل سے میرے پاس دنیا کی تمام چیزیں اور کئی ہزار روپے نقد موجود ہیں۔ میں اراضی اور دنیوی ساز و سامان مہیا کر سکتا تھا لیکن ہمیں اس فانی دنیا سے محبت نہیں البتہ دو چیزیں جو ہمارے مشائخ کا ورثہ ہیں مجھے عزیز ہیں۔ ایک درویشوں کی محبت' دوسرے شیخ کی اطاعت۔ یہ دونوں امور اس وقت خدا کے فضل سے بخوبی انجام پاتے رہے ہیں۔ نیز واضح ہو کہ جب حضرت خواجہ تونسوی واصل بحق ہوئے تھے تو درویشوں کے خرچ کی مد میں چند ہزار روپے قرضہ رہ گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قرضے سے محفوظ رکھا اور درویشوں اور مہمانوں کے اخراجات کے علاوہ چند ہزار روپے بچ رہے ہیں۔ یہ رقم تم تینوں آپس میں تقسیم کر لینا اور کچھ نقدی درویشوں اور مہمانوں پر خرچ کرنا اور چار چیزوں پر استقامت پیدا کرنا۔ توکل' تسلیم' صبر اور قناعت۔

اس اثناء میں صاحبزادہ محمد الدین صاحب نے عرض کیا کہ اس رقم اور ظاہری جائیداد کی کیا ضرورت ہے؟ اصلی نعمت جو پیران عظام سے سینہ بہ سینہ پہنچی ہے وہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا اے

فرزند یہ ترکہ لے لو' وہ نعمت بھی خدا تعالیٰ عنایت فرمائے گا۔ مولوی معظم الدین مرولوی نے عرض کیا کہ اگر آپ مہربانی فرماکر مذکورہ ترکے کی تقسیم میں توقف فرمائیں تو صاحبزادہ صاحب تونسہ شریف سے واپس آکر آپ کی ہدایت کے مطابق ترکے کی تقسیم اور جو کچھ آپ فرمائیں گے بجالائیں گے۔ پھر صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی عمر چالیس سال اور بڑھ جائے۔ خواجہ شمس العارفین نے قدرے سکوت کے بعد فرمایا اے فرزند کوئی اعتبار نہیں کہ میری عمر چالیس دن تک بھی باقی ہو کیونکہ میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ میری عمر خواجہ تونسوی کی عمر کے برابر ہو۔ پس معلوم ہوا کہ میری عمر خاتمے کو پہنچ چکی ہے کیونکہ اسی صفر کے مہینے میں میرے شیخ کا وصال ہوا تھا۔

جب صاحبزادہ صاحب نے یہ باتیں سنیں تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا بیٹا میں تمہیں کئی راز بتانا چاہتا ہوں لیکن تمہارا حوصلہ تنگ ہے کیونکہ تم اتنی سی گفتگو سے ہی رو پڑے حالانکہ یہ میری سرسری سی گفتگو تھی۔ دنیوی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ بحکم کل نفس ذائقة الموت ہر آدمی نے شربت وصل چکھنا ہے۔ پھر فرمایا اے فرزند میں نے یہ وصیت کی باتیں اس لئے تھوڑی کہی ہیں کہ افسوس ہے اس آدمی پر جو مرتے وقت محبوب حقیقی سے روگردانی کرکے اپنے دوستوں اور بیٹوں کے ساتھ مصروف گفتگو ہو اور اولاد کو مال و املاک کی وصیت کرتا رہے۔ پھر فرمایا۔ اے فرزند مال اور اولاد آزمائش ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ انما اموالکم و اولادکم فتنة۔ پھر فرمایا اے فرزند! حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں تمہارا جانا ضروری امر ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ آپ کا ہر فرمان بسرو چشم لیکن ان باتوں سے میرا دل غمگین ہوا ہے اور میں سخت پریشان ہوا ہوں۔ فرمایا ان باتوں پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ خدا کا کام ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔

بعد ازاں صاحبزادہ فضل الدین کی طرف دیکھا اور فرمایا تونسے شریف جانے کے متعلق تمہاری کیا مرضی ہے؟ انہوں نے کہا جو آپ کی مرضی ہے۔ وہی میری مرضی ہے۔ اس کے بعد آپ نے شفقت سے اپنا بازو ان کی گردن میں حمائل کیا اور فرمایا میری خواہش تو یہ ہے کہ تم میرے پاس رہو۔ پھر صاحبزادہ محمد الدین صاحب کو تونسہ شریف روانہ کیا اور فرمایا میری حالت کو تم جلتے ہی ہو جلدی واپس آنا۔ صاحبزادہ صاحب جلد واپس لوٹنے کا وعدہ کرکے تونسے شریف روانہ ہوئے۔ جب وہاں سے رخصت ہوکر ۲۱ صفر کو واپس آئے تو خواجہ شمس العارفین بخار کی وجہ سے

بہت لاچار ہو گئے تھے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو چند باتیں ارشاد فرمائیں اور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بروز جمعۃ المبارک صبح کے وقت جان بحق ہوئے[۱] انا للہ وانا الیہ راجعون۝

قطعات تاریخ وصال

بے شمار شعراء نے قطعات تاریخ رقم کئے۔ مؤلف کی نظر سے درج ذیل حضرات کے قطعات تاریخ گزرے ہیں۔

۱۔ مولانا غلام سرور لاہوری، لاہور

۲۔ حضرت خواجہ احمد الدین صوفی کلوری، کلور شریف، ضلع میانوالی

۳۔ مرزا نواب بیگ دہلوی، دہلی (بھارت)

۴۔ مولانا غلام فرید عباسی مزنگوی، مزنگ لاہور

۵۔ شیخ محمد عبداللہ چک عمر ضلع گجرات

۶۔ مولوی غلام یٰسین لاہوری، لاہور

۷۔ مولوی رحیم بخش لاہوری، ڈھولنوال، لاہور

۸۔ مولوی امیر بخش منشی دربار سیال شریف

۹۔ مولوی محمد سلام اللہ شائق چک عمر، ضلع گجرات

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وفات کہی ہے۔

دریغا صد دریغا صد دریغا ۔۔۔ کہ شمس الدین امام العارفین رفت

ہزار افسوس کیں جہان تاب ۔۔۔ بہ اوج عرش از فرش زمین رفت

چو سرور جست تاریخش زہاتف

بگفتا "شمس اوج علم و دین رفت"

۱۳۰۰ھ[۲]

مرزا نواب بیگ دہلوی مؤلف تحفۃ الابرار نے درج ذیل تاریخ وفات کہی ہے

---

[۱] مراۃ العاشقین، صفحہ ۲۸۷ تا ۲۹۲۔

[۲] مراۃ العاشقین (فارسی)، صفحہ ۲۳۴۔

کل شیئی ھالک الا وجھہ وحدہ لا الہ الا اللہ
سنین غرب شمس البازغہ ملت فی اخلاق الہ
۱۳۰۰ھ[1]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے روضہ انور کے شرقی دروازہ مولانا غلام فرید عباسی لاہوری مزنگوی کا درج ذیل شعر سنگ مرمر کی تختی پر کندہ ہے:[2]

عرش یگانہ بود تولد چہ اخترے
شمس منیر کشور دینی وصال ہے او

روضہ شریف

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے روضہ مبارک کی عظیم الشان عمارت حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ذوق لطیف اور ہمت بلند کا شاہکار ہے۔روضہ مقدسہ معنوی حسن و خوبی کے علاوہ صوری جاہ و جلال میں بھی عدیم النظیر ہے۔اس کی بلندی اس کی پختگی اور اس کے اندر ماہر کاریگروں نے جو نقش و نگار اور گلکاری کی ہے اسے دیکھ کر ایک عجیب قسم کی روحانی آسودگی محسوس ہونے لگتی ہے۔اس کو تعمیر ہوئے ایک سو سال کا عرصہ گزرنے والا ہے لیکن نقش و نگار کی تابناکی میں ذرا فرق نہ آیا۔

روضہ شریف کی مشرقی جانب مجلس خانہ ہے۔اتنی وسیع مضبوط اور خوبصورت عمارت دیکھنے میں نہیں آئی۔اس کی زیبائی اور رعنائی کے پہلو بہ پہلو اس کی پختگی کو دیکھ کر دیدہ و دل منور ہو جاتے ہیں۔[3]

روضہ مقدسہ کی شاندار عمارت ۱۳۰۷ھ کو مکمل ہوئی:

این قبہ شریف کہ فردوس انور است
تاریخ اختتامش روضہ منور است

---

[1] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۳۶۔
[2] مراۃ السالکین فی حالات الکاملین مطبوعہ میکی پریس گوجرانوالہ ۱۳۱۳ھ (بار اول)' صفحہ ۱۷۲۔
[3] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (شمس العارفین نمبر)' صفحہ ۱۴۶۔

شد ابتداش منظر ناحق شمار سال
سعی از محمد الدین فرزند اکبر است

عرس مبارک

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا عرس پاک ہر سال ماہ صفر المظفر کی ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ تاریخ کو آستانہ عالیہ سیال شریف پر منعقد ہوتا ہے۔ جس میں آج بھی ملک اور بیرون ملک سے بے شمار مخلوق فیض یاب ہونے کے لئے حاضر ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ سیالوی کے آستانہ عالیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت امیر شریعت، مجاہد ملت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی کی ذات گرامی اپنے علمی کارناموں، دینی عظمت، سیاسی اور مسلکی خدمات جلیلہ کے باعث فخر روزگار ہے۔ مولا کریم اس عظیم ہستی کو تا ابد سلامت با کرامت رکھے اور حضرت کے سارے خاندان اور صاحبزادگان والا تبار کو ان روحانی، علمی اور اخلاقی عظمتوں کا وارث کرے جو ان کے اسلاف کا حصہ تھیں۔ آمین ثم آمین

خلفاء کرام

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے فیض یافتگان کا شمار تو کہاں؟ آپ نے جن طالبان حق کو واصل بحق کر کے خلافت بخشی ان کا شمار بھی ممکن نہیں۔

مولوی ممتاز علی ایم اے (چکوال) اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ محمد عبد العزیز چاچڑوی المعروف قلندر کریم قدس سرہ نے کئی دفعہ ذکر فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے بڑے بڑے خلفاء کو تو ہر کہ دمہ جانتا ہے لیکن صدہا خلفاء ایسے بھی ہیں جن کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔[۱]

نفحات المحبوب میں ہے:

صدہا خلفائے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کہ در حیات حضرت پوشیدہ بودند بعد وصال ایشاں ظاہر بمخلوق گشتہ اند، آری مہتاب اگرچہ بسا صاحب روشنی بود اما بمقابلہ آفتاب

۱۔ بیاض قلمی مرتبہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۸۵ء، صفحہ ۵۶۔

بے نور باشد زیرا کہ نور حضرت ما بیشک بمنزلہ نور آفتاب بود کہ در زمان خود بے نظیر بودہ اند۔[۱]
ترجمہ: سینکڑوں خلفاء حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی زندگی میں پوشیدہ رہے۔ آپ کے وصال کے بعد مخلوق میں ظاہر ہوگئے۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب کا نور بے شک آفتاب کے نور کی طرح تھا۔ اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔[۲]

مؤلف انوار شمسیہ کا بیان ہے:

ناظرین اور محققین کو واضح ہو کہ ان کے ماسوا اور بھی بہت خلفاء ہیں جو کہ بعد الاطراف سے آپ کے پاس آئے اور نعمت باطنی اور گنج مخفی سے کامران ہو کر واپس اپنے مکان کو گئے اور پھر مسافت بعیدہ کے تکلفات سے یا عوارضات شدیدہ کے موانعات سے دوبارہ حضور کے دوارہ پر حاضر نہ ہو سکے۔[۳]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے جن خلفائے کبار کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے ان کی فہرست حسب ذیل ہے:

ضلع سرگودھا

۱۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی
۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد فضل الدین سیالوی
۳۔ حضرت صاحبزادہ محمد شعاع الدین سیالوی
۴۔ حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی
۵۔ حضرت خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی
۶۔ حضرت حافظ شیخ محمد عبد الجلیل قریشی
۷۔ حضرت مولانا علی محمد ساکن کوٹ کالا، تحصیل بھلوال
۸۔ حضرت میاں غلام فرید فروکہ ساکن سلیقہ نواحی ساہی وال

---

[۱] نفحات المحبوب، صفحہ ۹۱۔
[۲] ملفوظات حیدری، صفحہ ۱۸۰۔
[۳] انوار شمسیہ، صفحہ ۹۲۔

۹- حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی

۱۰- حضرت مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی

۱۱- ملک سلطان محمود خان ٹوانہ (خواجہ آباد)

۱۲- حضرت امیر السالکین پیرا میر شاہ بھیروی

۱۳- حضرت مولانا غلام قادر بھیروی لاہوری

۱۴- حضرت مولانا محمد عبد العزیز بگوی بھیروی

ضلع جھنگ

۱۵- حضرت مولانا فتح محمد سلیانوی

۱۶- حضرت خواجہ سید فیض احمد شاہ ساکن جھانب 'تحصیل چنیوٹ

۱۷- حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ساکن شاہ جیونہ

۱۸- حضرت سید صالح محمد شاہ سلطان پوری

۱۹- حضرت خواجہ پیر بخش ذوگرہ چنیوٹی

۲۰- حضرت سید امیر شاہ ساکن ٹھٹھہ محمد شاہ

ضلع میانوالی

۲۱- حضرت خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی خواجہ آبادی

۲۲- حضرت مولانا علی حیدر شاہ میانوالی محلّہ میانہ

۲۳- حضرت مولانا احمد الدین صوفی کلوری 'کلور شریف

۲۴- حضرت خواجہ سید مراد علی شاہ کاظمی بھوروی

۲۵- حضرت سید نور مصطفیٰ شاہ کاظمی

ضلع اٹک

۲۶- حضرت خواجہ سید محمد مبارک شاہ جہان آبادی

۲۷- حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی

۲۸- حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی

۲۹۔ حضرت سید غازی احمد شاہ غور غشتوی
۳۰۔ حضرت میاں نور احمد غور غشتوی
۳۱۔ حضرت خواجہ سید عباس علی شاگیلانی ساکن بستی نور احمد شاہ
۳۲۔ حضرت خواجہ میر احمد شاہ ساکن نواحی شمس آباد
۳۳۔ حضرت خواجہ سید امیر علی شاگیلانی 'نور پور شریف
۳۴۔ حضرت قاضی فیض احمد چھاچھی
۳۵۔ حضرت مولانا محمد امین ٹکوچی
۳۶۔ حضرت خواجہ سید اکبر علی شاہ' مدفون کسان ضلع اٹک

ضلع راولپنڈی

۳۷۔ حضرت حافظ محمد سعد اللہ چشتی ساکن سموں شریف
۳۸۔ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی

ضلع چکوال

۳۹۔ حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی
۴۰۔ حضرت مولانا غلام محمد چشتی' موہڑہ کدلتھی
۴۱۔ حضرت قاضی احمد الدین چکوالی
۴۲۔ حضرت قاضی حافظ محمد حسن ساکن کالس راجگان
۴۳۔ حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی
۴۴۔ حضرت قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی
۴۵۔ حضرت قاضی غلام نبی ساکن چاولی
۴۶۔ حضرت قاضی نور الدین بولوی ساکن بولہ شریف
۴۷۔ حضرت قاضی عبد الحلیم چکوالی ساکن ڈھاب کلاں
۴۸۔ حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ ساکن وریامال نواحی چکوال
۴۹۔ حضرت مولانا سلطان محمود ساکن سدوال
۵۰۔ حضرت قاضی احمد الدین واعظ ساکن پادشاہاں

۵۱- حضرت مولانا غلام حسین چکوالی

ضلع جہلم

۵۲- حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری
۵۳- حضرت خواجہ سید غلام شاہ ہرن پوری
۵۴- حضرت خواجہ سید محمد طیب شاہ ساکن پدھری
۵۵- چودھری اللہ بخش ساکن ساؤوال (پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر)
۵۶- حضرت قاضی محمد نور عالم چشتی ساکن کڑی شریف
۵۷- حضرت حافظ میاں خان اعوان ساکن کندوال
۵۸- حضرت مولانا غلام محمد للہی
۵۹- حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری، شکریلہ شریف
۶۰- حضرت پیر بہادر شاہ قریشی، پیر کھارا شریف
۶۱- حضرت سید خیر شاہ ساکن پنڈ دادنخان
۶۲- حضرت سید مہتاب شاہ ساکن چھبو سیداں
۶۳- حضرت حافظ خدا بخش دھریالوی، دھریالہ جالپ

ضلع گجرات

۶۴- حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی
۶۵- حضرت شیخ محمد عبد اللہ چک عمر
۶۶- حضرت قاضی محمد فضل الدین گجراتی، گجرات مؤلف انوار نعمانیہ
۶۷- حضرت مولانا غلام محمد تونسوی گجراتی
۶۸- حضرت مولانا سید نور الدین احمد گجراتی ساکن ناگڑیاں
۶۹- حضرت مولانا محمد امام الدین گجراتی ساکن لکھن وال، مؤلف مراۃ السالکین مدفون کلکتہ (بھارت)

ضلع گوجرانوالہ

۷۰۔ حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری ساکن سلیو کے شریف

ضلع لاہور

۷۱۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی لاہوری مئولف مراۃ العاشقین

ضلع ملتان

۷۲۔ حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی

ضلع لیہ

۷۳۔ چودھری محمد بخش سمرا ساکن لیہ

ضلع مظفرگڑھ

۷۴۔ حضرت خواجہ سید اللہ بخش شاہ کاظمی حاجی پوری

ضلع ڈیرہ غازیخان

۷۵۔ حضرت خواجہ سید محمد حسن شاہ گیلانی ساکن سنجر سیدا ں
۷۶۔ حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی ساکن سنجر سیدا ں
۷۷۔ حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گیلانی ساکن سنجر سیدا ں
۷۸۔ حضرت میاں امام بخش نذر بردار ساکن مٹی موئی متصل تونسہ شریف

ضلع خوشاب

۷۹۔ حضرت خواجہ میاں عبد الحفیظ ساکن سرکی شریف
۸۰۔ حضرت خواجہ سید جندوڈا شاہ گیلانی وڑچھہ شریف
۸۱۔ حضرت مولانا سلطان محمود ناڑوی' ناڑہ

۸۲۔ حضرت قاضی غلام محی الدین ساکن کرڑ مدفون معظم آباد شریف
۸۳۔ حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی (مدفون سیال شریف)
۸۴۔ حضرت قاضی میاں محمد نوشہروی
۸۵۔ حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی
۸۶۔ حضرت حافظ جمال دین کفری شریف
۸۷۔ حضرت میاں عبدالعزیز مکان شریف کفری
۸۸۔ ملک فتح خان ٹوانہ ساکن ہموکہ

ضلع ایبٹ آباد

۸۹۔ حضرت خواجہ سید فضل شاہ حطاروی (حطار)
۹۰۔ حضرت مولانا نور اللہ پنیوی ساکن پنیاں نواحی ہری پور

ضلع مانسہرہ

۹۱۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ بیدڑوی
۹۲۔ حضرت مولانا ولی احمد ساکن میرا شریف نواحی گلی باغ
۹۳۔ حضرت قاضی نور عالم مانسہوی
۹۴۔ حضرت قاضی ظہور احمد مانسہوی
۹۵۔ حضرت مولانا محمد امیر اللہ مانسہوی
۹۶۔ حضرت شاہ صاحب اجمیری' مانسہرہ کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ساری زندگی اجمیر شریف کی پہاڑیوں میں گزاری اور اجمیر شریف مدفن پاک بنا۔

ضلع پشاور

۹۷۔ حضرت خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری

آزاد کشمیر

۹۸۔ حضرت خواجہ رستم علی شاہ گردیزی ساکن سرچھہ شریف

۹۹- حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی
۱۰۰- حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ گردیزی
۱۰۱- حضرت میاں محمد امام الدین کشمیری مدفون معظم آباد شریف
۱۰۲- حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفر آبادی

تبت

۱۰۳- حضرت خواجہ سید معظم علی شاہ

دہلی (بھارت)

۱۰۴- حضرت مرزا نواب بیگ دہلوی مصنف تحفۃ الابرار (پنشنر تحصیلدار درجہ اول)

افغانستان

۱۰۵- حضرت خواجہ سید محمد شاہ غزنوی ساکن کناواڑہ متعلقہ بوبک خیل، غزنی، خراسان۔
۱۰۶- حضرت ملا خوشنود یوسف زئی، کابل
۱۰۷- مراۃ السالکین کے صفحہ ۱۶۵ پر خلفاء کرام کی فہرست میں سید فضل شاہ کا نام آتا ہے جن کی سکونت وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔
۱۰۸- حضرت میاں صالح محمد
۱۰۹- حضرت مولانا عبدالغفار شاہ
۱۱۰- اسم گرامی حافظہ سے جاتا رہا جو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسم مبارک کے قریب کھڑے کھڑے وہیں گم ہوگئے اور بقول مولوی محمد ذاکر بگوی "رجال الغیب" میں جا ملے۔ (برکات سیال، صفحہ ۲۰)

فوز المقال فی خلفاء پیر سیال

۱۴۱۰ھ

نوٹ : تاریخی نام فخر الملت حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ نے تجویز فرمایا۔
(مؤلف)

حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ
کا ملفوظ مبارک

ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سخت بیمار ہوئے اور ہر ایک کو یقین ہو گیا اب زندگی محال ہے۔ کسی نے تونسہ شریف حاضر ہو کر عرض کی۔ غریب نواز! سیالوی والے مولوی صاحب سخت بیمار ہیں' ان کا آخری وقت ہے' دعا فرمائیں۔

اتفاقاً اسی وقت کسی نے حضور کے سامنے چینا پیش کیا تھا جو آپ کے پاس پڑا تھا۔ آپ نے اسے چینے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملا کر (بک بھر کر) علیحدہ رکھ دیا' پھر دوبارہ اور تیسری دفعہ بک بھر کر فرمایا۔

انہیں (اتنے) تو اس نے غوث اور قطب بنانے ہیں اور تو کہتا ہے' آخری وقت ہے۔

(انوار قمریہ مؤلف حضرت مفتی غلام احمد سیالوی)

حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی

ولادت

آپ تخمیناً ۱۲۵۷ھ کو سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے منجھلے صاحبزادے تھے۔

تعلیم و تربیت

قرآن مجید حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشیؒ سے حفظ کیا اور علوم متداولہ کی تحصیل سیال شریف میں کی۔

بیعت و خلافت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سے تھی اور آپ نے اپنے وصال سے چند روز قبل وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اخلاق

مصنف برکات سیال کا بیان ہے:

حضرت خواجہ محمد فضل الدین صاحب زہد و تقویٰ میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ ان کا وقت اوراد و وظائف سے معمور تھا۔ زیادہ تر گوشہ تنہائی مرغوب طبع تھا۔ آخر دم تک اللہ اللہ کہتے رہے اور اسی بابرکت نام پر آپ کا خاتمہ بالخیر ہوا۔[1]

حضرت خواجہ شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: میاں جیون ترکھان نے کہا کہ حضرت خواجہ محمد فضل الدین رحمتہ اللہ علیہ بہت طاقتور تھے۔ عشاء کی نماز باجماعت سیال شریف ادا کرکے کڑاڑاں پہاڑ پر پیدل تشریف لے جاتے' وہاں نماز تہجد ادا کرتے۔ ایک ختم قرآن مجید

---

[1] برکات سیال' صفحہ ۱۲۔

جاتے وقت اور دوسرا ختم شریف واپسی کے وقت کرتے تھے۔ نماز فجر باجماعت سیال شریف میں آکر ادا فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ فرماتے تھے:

حضرت خواجہ فضل الدین سیالوی ایک بار نماز تہجد کے وضو کے لئے مشرقی کنواں پر تشریف لے گئے تو ایک بزرگ پہلے وضو کر رہے تھے۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمایا میں شادی شہید ہوں۔ کبھی کبھی سیال شریف آتا رہتا ہوں۔ وصال سے پہلے میری تمنا تھی کہ یہاں غوث اعظم ہوں گے ان کے پڑوس میں میری قبر ہو چنانچہ اپنی قبر کی جگہ پہلے ہی سے میں نے اس لئے بتا دی تھی کہ مجھے اس جگہ رکھنا تاکہ غوث اعظم (خواجہ شمس العارفین سیالوی) کے زیر سایہ رہوں۔ ان کا وصال حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے کافی پہلے کا ہے۔ کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سر جدا ہو جانے کے باوجود بھی ان کا دھڑ مبارک جنگ کرتا رہا۔

حضرت خواجہ فضل الدین سیالوی جب چھوٹے تھے تو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی شادی شہید کے میلہ پر جانے کی اجازت فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ فضل الدین سیالوی ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ زمین سے آواز آئی' مجھے ڈھانپ دو۔ وہاں آپ نے لکیر کھینچ کر نشان بنا دیا۔ پھر قبر بنانے کی آواز آئی چنانچہ قبر تیار کر دی گئی کیونکہ نیچے سے دفن شدہ کسی ولی اللہ نے آواز دی تھی۔[1]

جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو زبردست جسمانی قوت عطا فرمائی تھی۔ آپ چوبی میخ کو ہاتھ سے دبا کر زمین میں گاڑ دیتے۔ چھت کے شہتیر کو بازوؤں اور کندھوں کی ٹیک دے کر چوبی ستون بدلوا لیتے۔ تسبیح بڑے ڈبل موٹے دانے کی تیار کروائی جاتی مگر پھر بھی دو ایک مہینے کی گردش کو بمشکل برداشت کرتی۔[2]

جیون ترکھان کو ایک بار معمولی حالت میں چار انگلی کا طمانچہ پہلو پر مارا۔ جس سے تین پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ بعد میں علاج کرتا رہا تو درست ہوئیں۔

---

[1] انوار قمریہ (قلمی) مرتبہ مفتی غلام احمد سیالوی۔
[2] مہر منیر' صفحہ ۳۹۵

میاں جیون ترکھان بڑے قد کاٹھ کا اور طاقت ور آدمی تھا۔سیال شریف کا باشندہ تھا۔ایک مرتبہ بوٹے مسلم شیخ سے لڑ پڑا۔بوٹا مسلم شیخ پہلے چوہڑا تھا بعد میں مسلمان ہوا۔وہ بھی بہت جسیم، قد آور اور نہایت طاقتور تھا۔لڑائی میں میاں جیون ترکھان نے اس کو ایک تھپڑ مارا۔اس کے دونوں کانوں سے بھیجا (چربی) نکل پڑا، دور جاگرا اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے فرمایا کہ مجھے والدہ ماجدہ نے بتایا کہ خواجہ محمد فضل الدین سیالوی لنگر کا نمک بھی پیستے تھے وہ اس طرح کہ عرس مبارک کے موقع پر خادمائیں نمک کوٹتی تھیں۔جب آپ گھر تشریف لاتے نمک کے بڑے بڑے ڈھیلے دیکھ کر فرماتے کہ بچیو! مجھے بھی لنگر کی خدمت کرنے دو۔وہ اٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ بیٹھ جاتے۔پہلے دونوں ہاتھوں سے بڑے بڑے موٹے نمک کے ڈھیلے ریزہ ریزہ کرتے۔بعد میں جب چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی مانند ہو جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان مل کر میدہ کی طرح بنا لیتے تھے لیکن نہایت معمولی اور عدم توجہی سے ملتے تھے۔تب بھی باریک ہو جاتا۔فرماتے کچھ تو میری بھی خدمت لنگر شریف کے کام میں ہو گئی۔

خواجہ محمد فضل الدین سیالوی نے میاں جیون ترکھان کو فرمایا کہ ایک مگدر بناؤ جس کو ورزش کے لئے اٹھایا کروں۔جیون ترکھان نے ایک جنڈ کی لکڑی لی اس میں دستہ بنایا اور نیچے سے سوراخ کر کے اس میں دو من سکہ بھرایا اور پیش کیا۔

آپ نے بیٹھے بیٹھے ایک ہاتھ سے اٹھا کر دور پھینک دیا اور فرمایا یہ تو کچھ نہیں اس سے زیادہ وزنی ہونا چاہئے۔میاں جیون ترکھان نے عرض کیا اگر یہ کچھ نہیں تو آپ کے لئے اور وزنی لکڑی کہاں سے لاؤں؟

ایک بار حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے پاک پتن شریف حاضری کا ارادہ فرمایا۔سبز گھوڑی پر سوار ہو کر چل دیئے۔خواجہ محمد فضل الدین سیالوی نے پیچھے سے بلایا۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے خیال فرمایا کہ اگر میں ان کے پاس چلا گیا تو مجھے اٹھا کر حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں لے جائیں گے اس لئے بجائے ان کے پاس آنے کے گھوڑی دوڑائی۔بعد میں حضرت ثانی لاثانی سیالوی سے دریافت فرمایا کہ میرے پاس کیوں نہ آئے اور گھوڑی کیوں دوڑائی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے فکر ہوا کہ تم مجھے اٹھا کر حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاؤ گے۔آپ نے فرمایا واقعی میں آپ کو سمیت گھوڑی اٹھا لیتا لیکن آپ دوڑ گئے۔حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے لوگوں کے استفسار پر فرمایا اس میں شک نہیں یقیناً مع گھوڑی مجھے اٹھا

لیتے۔

حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی سیاہ کپڑے دیکھتے تو آپ کو سخت بخار چڑھ جاتا چنانچہ آپ کی مجلس میں جانے والے کو اس طرح کے کپڑے لے جانا ممنوع ہوتا۔ آپ سیاہ بھینس گائے اور سیاہ جانوروں کو بھی نہ دیکھتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی کا ارشاد ہے :

ٹھلا کھاوناں' ٹھلا ہنڈھاوناں اور ٹھلا ایمان چاہئے۔

موٹے ایمان سے مراد' جو علماء و مشائخ کے دلائل کا محتاج نہ ہو۔[1]

شادی اور اولاد

آپ نے شادی کی اور ایک صاحبزادہ نجم الدین سیالوی یادگار چھوڑے۔ ان کا عقد حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

وصال

آپ کا وصال مبارک ۱۹۰۳ء کو ہوا۔ مدفن پاک سیال شریف میں مرجع خلائق ہے۔

---

[1] انوار قمریہ (قلمی) مرتبہ مفتی غلام احمد سیالوی۔

حضرت خواجہ محمد شعاع الدین سیالوی

ولادت باسعادت

آپ کی پیدائش تخمیناً ۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

تعلیم

قرآن مجید حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشی سے حفظ کیا اور مروجہ علوم دینیہ کی تحصیل حضرت مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی سے کی ہے۔[1]

بیعت و خلافت

آپ کی بیعت اپنے والد ماجد حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی اور آپ کے زیرنگرانی مدارج سلوک طے کرکے اجازت و خلافت حاصل کی۔

اوصاف

آپ بے حد لطیف الاحساس تھے۔ کھیتوں کی طرف سے ہوا چلتی تو بعض اقسام کے پھولوں اور پودوں کی بو سے انہیں گھر کے اندر رہتے ہوئے بھی زکام کی شکایت ہو جاتی۔ ایک بار بیمار پڑے اور دوا کی تیاری کے لئے کچھ دور بادام توڑے جانے لگے۔ کوئی کڑوا نکلتا تو بو پاکر وہیں سے فرما دیتے کہ کڑوا ہے۔ الگ کردو۔ کوئی دس کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ میں شادی کی تقریب پر نقارے بج رہے تھے۔ یہیں سے بتانے لگے کہ اب فلاں گت بج رہی ہے۔ حضرت ثانی لاثانی

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۸۔

سیالوی نے سوار دوڑا کر پتہ کروایا تو جو گتیں آپ نے بتائی تھیں نقارچیوں نے ان کی تصدیق کی۔ رات کو گھر کے اندر کانوں میں روئی ڈال کر سوتے کہ مسجد اور حجروں میں درویشوں کے وظائف اور ذکر کا شور کچھ دیر سو لینے دیے۔[1]

حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ نے فرمایا حضرت خواجہ حافظ محمد شعاع الدین سیالوی کا مزاج شریف بہت لطیف تھا۔ حکیم سید جلال فرماتے تھے کہ لوگ دہلی کے شہزادوں کی نازک مزاجی بیان کرتے ہیں۔ ہمارے شہزادے (محمد شعاع الدین) کے لطیف ترین مزاج کے مقابلے میں وہ ہیچ ہیں۔ میں نے ان کے جلاب کے لئے نصف دانہ مرچ سیاہ اور دو عدد سونف نہایت صاف شدہ تجویز کیا ہوا تھا اور اس کے استعمال سے بہت جلاب و اسہال آتے۔

آپ کے تمام حواس زبردست قوی تھے۔ قوت شامہ' باصرہ' ذائقہ اور سامعہ انتہائی درجہ کی قوی تھیں۔ ساہی وال کے ٹھیرے رات کو برتن بناتے اور تانبا وغیرہ کوٹتے تو وہ آواز آپ سنتے بلکہ ایک بار میاں احمد الدین لانگری کو فرمایا کہ ساہی وال جاکر ٹھیروں سے کہو کہ رات کی مجھ سے مزدوری لے لیا کریں اور کام رات کو چھوڑ دیں کیونکہ مجھے نیند نہیں آتی۔

میاں احمد الدین لانگری نے انہیں جاکر کہا کہ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں دوگنا کام کیا کرو کیونکہ مجھے بہت پسند آتا ہے اور لذت آتی ہے حالانکہ لانگری نے آزمائش کے لئے کہا۔ دوسری رات دگنی آواز سن کر لانگری کو جاکر جگایا اور فرمایا اوگنجو' او گنجو تو نے منع نہیں کیا تھا؟ وہ تو زیادہ کام کر رہے ہیں۔ پہلے سے دگنا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب عبدالخالق سیالوی فرماتے کہ ہمیں خواجہ محمد شعاع الدین سیالوی فرماتے کہ بازار سے بادام لاؤ اور میرے سامنے توڑ کر کھاؤ۔ ہم بادام ان کے سامنے توڑتے۔ ایک دو کرم کا فاصلہ ہوتا۔ جب مغز نکلتا تو کڑوے مغز کی نسبت فرماتے کہ کڑوا ہے۔ پھینک دو۔ چنانچہ وہ واقعی کڑوا ہوتا۔ حالانکہ دور بیٹھے ہوئے بذریعہ ہوا معلوم فرما لیتے تھے۔ قوت شامہ اس قدر تیز تھی۔[2]

---

[1] مہر منیر' صفحہ ۳۹۵' ۳۹۶

[2] انوار قمریہ (قلمی) مرتبہ مفتی غلام احمد سیالوی۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا کئے :

۱- صاجزادہ عبدالحمید سیالوی
۲- صاجزادہ عبدالجلیل سیالوی
۳- صاجزادہ عبدالقادر سیالوی
۴- صاجزادہ عبدالخالق سیالوی
۵- صاجزادہ عبدالرحمن سیالوی[۹] رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت صاجزادہ عبدالقادر سیالوی زاہد' عبادت گزار' بڑے صاحب ریاضت دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش تھے۔

حضرت صاجزادہ عبدالخالق سیالوی متین اور سنجیدہ طبیعت کے مالک 'گفتگو میں سادگی اور شیرینی تھی۔

صاجزادہ عبدالجلیل سیالوی تعلیم یافتہ تھے۔حصول تعلیم کے لئے گھوٹہ ضلع ملتان میں مقیم رہے۔فارسی زبان پر بڑا عبور تھا۔خطوط نویسی میں ماہرانہ انشاء پرواز تھے۔علم موسیقی میں بھی انہیں ماہر مانا جاتا تھا اور ان کی دانائی اور عقل مندی علاقہ بھر میں مشہور تھی۔زمیندارہ تنازعات اور فصل خصومات کے لئے مانے ہوئے منتہی تھے۔

دور دراز سے لوگ مقدمات لے کر آتے اور باریک بینی اور پوری تحقیق کے ساتھ فیصلے کرتے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند ارجمند عطا کیا۔جن کا نام صاجزادہ محمد افضل ہے۔[۱۰]

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کو سیال شریف میں ہوا۔مدفن پاک سیال شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے فرمایا کہ ایک دفعہ دریا میں طغیانی آئی اور پانی سیال شریف

---

[۹] انوار شعبہ' صفحہ ۱۶۔
[۱۰] حکیم سید معا محمد شاہ کاظمی : یاد ایام مطبوعہ سرگودھا' صفحہ ۴۹' ۵۰۔

آگیا۔ محل شریف میں مزارات کی مشرقی جانب خراب ہو گئی۔ تمام مزارات سے مشرق والی مزار کے ساتھ مغربی مزار حضرت خواجہ محمد شعاع الدین سیالوی کی ہے۔

اس مزار شریف کو خود میں نے درست کرایا۔ حضرت خواجہ حافظ محمد شعاع الدین سیالوی کی زیارت کی۔ جسم بالکل مکمل، اسی طرح کفن والی چادر بدن پر تنی ہوئی تھی۔ کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ مزار شریف سے کچھ مٹی غبار کی مانند چادر پر گری ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک پورا نظر نہ آیا کیونکہ ڈھانپا ہوا تھا۔ البتہ ریش مبارک کی زیارت میں نے کی ہے۔ حالانکہ اس وقت وصال مبارک کو تقریباً پچاسی (۸۵) سال گزر چکے تھے۔[۱]

۱؎ انوار قمریہ (قلمی) مرتبہ مفتی غلام احمد سیالوی

حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری

خاندان

حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سید السادات نجیب الطرفین ہیں اور آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت یعنی حضرت جلال الدین بخاری قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔[1]

آپ کے جد امجد حضرت سخی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار و واقف اسرار گزرے ہیں۔

والد ماجد حضرت سید جمعہ شاہ نہایت باخدا درویش کامل اور صابر و قانع، متوکل و منکسر المزاج بزرگ تھے۔والدہ ماجدہ حضرت سجادہ بیگم نے ساری زندگی اتقاء اور پرہیز گاری کے ساتھ بسر کی ہے۔[2]

ولادت باسعادت

آپ ۳ صفر المظفر ۱۲۵۴ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۸۳۷ء بروز آدینہ جلال پور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے قبل سخت قحط عالمگیر تھا۔ کھیتیاں خشک پڑی ہوئی تھیں۔ مگر آپ کی تشریف آوری سے قحط سالی کا خاتمہ ہوا اور رحمت کی بارش برسی جس سے کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوگئیں۔[3]

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۵۔
[2] ذکر حبیب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۳۴۲ھ، صفحہ ۱۵۔
[3] ایضاً، صفحہ ۴، ۷۔

تعلیم و تربیت

آپ نے میاں خان محمد اعظم پوری سے قرآن مجید پڑھا۔ اردو اور فارسی کی درسی کتابیں میاں عبد اللہ چکروی سے پڑھیں۔ بعد ازاں نپن وال میں حضرت قاضی محمد کامل نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے کتب فقہ کا درس لیا۔ اس دور میں حضرت مفتی غلام محی الدین نقشبندی میانوی رحمتہ اللہ علیہ سرآمد روزگار تھے وہ ایک بار نپن وال تشریف لائے اور آپ سے متاثر ہوکر آپ کو کنز الدقائق پڑھاتے رہے۔[3]

مصنف تاریخ مشائخ چشت کا بیان ہے:

اس سے زیادہ ظاہری علم شاہ صاحب نے باقاعدہ حاصل نہیں کیا لیکن طبیعت کی افتاد اور ماحول کے اثر نے ان میں وہ عالمانہ انداز پیدا کر دیا تھا جس سے بہت سے عالم بھی محروم تھے۔[4]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی خدمت میں آپ نے مرقع شریف اور کشکول کا درس لیا۔[5]

دور طالب علمی

آپ دوران تعلیم میں اساتذہ کی زجر و توبیخ سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ اس کا سبب آپ کا ذوق و شوق اور تعلیم سے شغف تھا۔ دوسرا سبب وہ آثار ولایت تھے جو ہمیشہ عالم طفولیت سے آپ کی

---

[3] ایضاً، صفحہ ۱۹، ۲۰۔
[4] پروفیسر خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ لاہور، صفحہ ۷۰۹۔
[5] ذکر حبیب، صفحہ ۲۷۔

پیشانی سے ہویدا ہوتے رہے ؎ آپ کے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ جن ایام میں میں بسلسلہ تعلیم حضرت قاضی محمد کامل رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا تو جس قبرستان کے نزدیک سے میرا گزر ہوتا قبرستان سے "السلام علیکم حیدر شاہ بادشاہ" کی آواز سنائی دیتی اور جس درخت کے سایہ تلے آرام کرتا تو درخت پر بیٹھے ہوئے پرندے یوں گویا ہوتے:

"السلام علیکم پیر حیدر شاہ بادشاہ" ☆

حضرت سید سیدن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ جب نپن وال میں زیر تعلیم تھے اس وقت حضرت محبوب سبحانی کی عمر چودہ سال کے قریب تھی۔ آپ کا دستور تھا جو کچھ گھر سے ملتا تمام مسافروں میں تقسیم فرما دیتے۔ جو کچھ ہاتھ آتا راہ مولیٰ میں لٹا دیتے۔ بعض اوقات جب گھر سے کچھ نہ ملتا تو بھیک مانگ کر مسافروں کو کھلاتے اور خود فقر و فاقہ سے وقت بسر فرماتے۔ ایک بار والدہ ماجدہ سے مٹھائی تیار کروا کر محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کی۔ ؎

بیعت و خلافت

مراۃ السالکین میں ہے:

ابتداء میں شاہ صاحب (حضرت سید غلام حیدر علی شاہ) بعد تحصیل علوم ظاہری کے ہمراہ پیر غلام شاہ ساکن ہرن پور کے سیال شریف میں حاضر ہو کر خواجہ سیالوی سے مرید ہوئے۔ جس دن آپ خواجہ بابرکت کی خدمت میں مشرف ہوئے ایک درویش نے حضرت خواجہ کی خدمت شریف

؎ ایضاً صفحہ ۲۰، ۲۱۔

☆ مذکورہ واقعہ مجلس کے ایک حاضر باش مستری قائم الدین ملک والی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا حافظ غلام نبی چشتی گولڑوی مدظلہ خطیب جامع مسجد غوثیہ مہریہ نپن وال سے بیان کیا۔ مستری قائم الدین مرحوم حضرت محبوب سبحانی کے مخلص مرید، متقی اور صدق زبان تھے۔ لنگر شریف کا تعمیر کا کام کرتے تھے۔ قاضی محمد کامل نقشبندی کے خاندان کے افراد بھی مذکورہ واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی نے قاضی صاحب کے سامنے بھی اس واقعہ کا اظہار فرمایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب (مؤلف)۔

حضرت محبوب سبحانی کے حقیقی بھانجے جناب سیدن شاہ صاحب کی روایت کے مطابق آپ نے میاں تاج محمود سے بھی تعلیم دین حاصل کی۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ تصوف' لاہور جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۳' میاں تاج محمود قاضی محمد کامل نقشبندی کے صاحبزادے ہیں۔ بڑے متبحر عالم تھے۔ (مؤلف)

؎ سیدن شاہ خادم خلق: حالات بابرکات حضرت قبلہ عالم پیر حیدر شاہ چشتی جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ مطبوعہ در ماہنامہ تصوف لاہور' مجریہ جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۳۔

میں عرض کی کہ یا حضرت! ایک سید زادہ خوش لباس علاقہ جہلم سے آیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سید زادہ خلافت و خرقہ فقر اور کلاہ چار ترکی کے لائق ہے اور لنگر خاندان چشت کا مالک ہے۔

حضرت شاہ صاحب بعد ریاضت اور مجاہدات بے شمار کے خلافت اور اجازت حاصل کر کے جلال پور شریف میں تشریف لا کر بندگان خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔[1]

شیخ طریقت سے محبت

حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری کو اپنے شیخ طریقت سے اس قدر محبت اور عشق تھا جس کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

مؤلف انوار شمسیہ کا بیان ہے۔

ابتداء سے انتہا تک تمام عمر سیال شریف کی زمین پر پاؤں میں جوتا نہ پہنا اور نہ چارپائی پر آرام فرمایا۔ ابتداء میں جتنے ایام سیال شریف میں قیام فرماتے تھے لنگر کے کام میں محبت اور اہتمام سے ہمہ وقت کمربستہ رہتے تھے۔ مکانات کی تیاری اور لپائی کے لئے گارا سر پر اٹھاتے تھے۔[2]

بقول صاحب برکات سیال' درویشوں میں مشہور تھا کہ ادب سیکھنا ہو تو شاہ صاحب سے سیکھنا چاہئے۔[3]

آپ کے ایک معاصر مؤرخ اور سوانح نگار حضرت مولانا محمد امام الدین چشتی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے۔

حضرت خواجہ سیالوی کے مریدوں کی آپ اس قدر تعظیم و تکریم فرماتے ہیں جیسا کوئی اپنے پیر کی تعظیم کرتا ہے۔[4]

حضرت مولانا غلام دستگیر نیحود جالندھری رحمتہ اللہ علیہ اپنا مشاہدہ کچھ اس طرح بیان کرتے

---

[1] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۵' ۱۶۶۔
[2] انوار شمسیہ' صفحہ ۷۳۔
[3] برکات سیال' صفحہ ۳۴۔
[4] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۶۔

ہیں۔

حضرت شاہ صاحب جلال پوری انتقال سے تین چار ماہ پیشتر عرس حضرت خواجہ شمس العارفین پر حاضر ہوئے ۔میں بھی وہیں تھا۔روضہ مبارک گئے تو نہ چوکھٹ چومی نہ مزار کو بوسہ دیا نہ غلاف آنکھوں سے لگایا۔ صرف فاتحہ پڑھی اور دیر تک کھڑے رہے لیکن حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے سلام کو چلے تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی۔جب آپ نے بنگلہ کی ہر سیڑھی کو جھک جھک کر چوما اور آنکھیں چوکھٹ پر ملیں۔حضور نے فرمایا واہ شاہ صاحب! ترنجن کی ٹوکڑیاں (چھوکریاں) بھی پیاری ہوتی ہیں مگر آپ نے ہمیں بالکل بھلا دیا۔دونوں صاحبوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

دوسرے روز میں آپ کے ڈیرے گیا۔کسی نے پوچھا سنا ہے کہ آپ ساری عمر کبھی حضرت خواجہ شمس العارفین کے سامنے نہیں بولے؟ فرمانے لگے ہاں۔میں نے کبھی زبان نہیں کھولی۔ رخصت کے وقت حضرت نے کچھ پڑھنے کے لئے فرمادیا تو پڑھ لیا ورنہ خیر۔[1]

اپنے شیخ طریقت کی اولاد اور پوتوں سے بے حد محبت تھی اور ان کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے تھے۔[2]

شیخ کی نوازشات

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ آپ پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ صاحب انوار شمسیہ کا بیان ہے :

حضرت خواجہ سیالوی شاہ صاحب کا اعزاز بے انداز فرماتے تھے چنانچہ جب آپ خواجہ سیالوی سے رخصت ہوتے تھے تو خواجہ سیالوی اپنے مصلیٰ سے اٹھ کر شہر سے باہر تک آپ کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور بڑی توجہ اور عنایات سے رخصت فرماکر واپس تشریف لاتے تھے۔

[3]

مراۃ السالکین میں ہے :

---

[1] برکات سیال' صفحہ ۲۵' ۲۶۔
[2] نفحات المحبوب' صفحہ ۱۰۶۔
[3] انوار شمسیہ' صفحہ ۷۳' ۷۴۔

آپ کی خلافت حضرت خواجہ سیالوی کی عین حیات میں درجہ کمال کو پہنچی ہے۔ بارہا کئی آدمی حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت شریف میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ جب آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو انہوں نے جہلم کا علاقہ بتایا تب حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جاکر حیدر شاہ صاحب سے بیعت کرو۔ شاہ صاحب کی بیعت اور ہماری بیعت ایک ہی حکم رکھتی ہے اور نیز حضرت خواجہ نے ایک دفعہ فرمایا:

الخلیفة ماھو، متصف باوصاف ذالخلیفة

یعنی خلیفہ وہ ہے کہ خلیفہ کرنے والے کے تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہووے اور فرمایا کہ شاہ صاحب ہمارے خاص خلیفہ ہے اور قائم مقام ہیں۔ [1]

ایک مرتبہ حضرت محبوب سبحانی علیل ہوئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین کو حال معلوم ہوا تو بے قرار ہوگئے۔ روتے جاتے تھے اور ہاتھ اٹھاکر یہ دعا کرتے جاتے تھے۔

"یا ارحم الراحمین! میری ساری عمردی ایہا کھٹی پوٹھی ہے۔ اسے برباد نہ کرنا" (یعنی میری عمر بھر کی کمائی یہی ہے)۔ [2]

مقبولیت

حضرت محبوب سبحانی کے مزاج اقدس میں لطافت' نظافت' نفاست بدرجہ کمال تھی۔ ذکر و فکر کی مداومت نے آپ کو فی الواقعہ نور مجسم بنا دیا اور آپ کے مقدس اور فیوض باطنی کی شہرت پھیلنے لگ گئی۔ طالبان رشد و ہدایت فوج در فوج پہنچنے لگ گئے۔ علماء اور فضلاء حاضر ہو رہے تھے۔ امراء اور حکام ادنیٰ نیازمند بن کر آتے اور شرف بیعت حاصل کرتے۔ عوام کا تانتا بندھا رہتا' زیارت سے مشرف ہوتے اور عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کی لگن دل میں لے کر واپس ہوتے۔

صاحب نفحات المحبوب کا بیان ہے:

حضرت محبوب سبحانی دریں زمان میمنت فرجام مثل سفینہ نوح اوزار ہرزی روح شدہ' ہزاراں ہزار فجار بیلیک دیدار از در توبة النصوح گزشتہ بافاضہ تکمیل عشق نواختہ اندکہ ہر جانب

---

[1] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۶۔
[2] تذکار حبیب' صفحہ ۸۰۔

مثل بلبلان بیدل در گلزار آن فیض باری آمند۔[1]

ترجمہ: حضرت محبوب سبحانی جو اس مبارک زمانے میں سفینہ نوح کی طرح ہر ذی روح ک
بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ہزاروں فاسق و فاجر صرف ایک بار آپ کا دیدار کرنے سے توبہ
النصوح کے دروازہ سے گزر کر تکمیل عشق کی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ ہر طرف سے عاشق لوگ
بلبلوں کے جھنڈ کی طرح حضور کے گلزار فیض بار میں پہنچتے ہیں۔[2]

چند رؤسا اور حکام جو آپ کے دامن سے وابستہ تھے کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ راجہ زمان مہدی خان دارا پوری آنریری مجسٹریٹ
۲۔ راجہ احمد خان آف کالس ضلع چکوال
۳۔ منشی نجم الدین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ گجرات
۴۔ منشی نعمت خان انسپکٹر پولیس گجرات
۵۔ راجہ محمد اکرم خان تحصیلدار ساکن اکرہ موہڑہ، تحصیل جہلم
۶۔ راجہ بہادر خان ذیلدار رئیس اعظم چک جانی، ضلع جہلم
۷۔ ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی پنڈی بہاء الدین، ضلع گجرات
۸۔ ماسٹر محمد حسین بی اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات جہلم
۹۔ قاضی عطا محمد گجراتی تحصیلدار جہلم
۱۰۔ شیخ نور الدین تاجر چرم گوجرانوالہ وغیرھم

درس و تدریس

حضرت محبوب سبحانی جلالپوری نے خانقاہ کے ساتھ ایک دینی درسگاہ قائم کی جس میں جید عالم درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ وقتاً فوقتاً جو حضرات مسند تدریس پر فائز رہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم چشتی گڑی شریف

---

[1] نفحات المحبوب (فارسی)، صفحہ ۷۔
[2] ملفوظات حیدری، صفحہ ۳۰۔

۲۔ مولوی محمد عبد الرحیم ساکن کڑی شریف ضلع جہلم
۳۔ مولانا گل احمد للہی ساکن للہ شریف، ضلع جہلم
۴۔ مولانا قطب الدین ہرن پوری ضلع جہلم
۵۔ قاضی احمد شاہ پڈھیالوی، ضلع چکوال
۶۔ مولانا حمید الدین ساکن موہڑہ کدلتھی ضلع چکوال
۷۔ مولانا فیض الحسن ساکن بھیں ضلع چکوال
۸۔ مولانا قادر بخش ملتانی، ملتان
۹۔ حافظ جلال الدین ساکن کوٹ مومن ضلع سرگودھا
۱۰۔ مولانا محمد سعید رواتی، روات ضلع راولپنڈی

بعض اوقات حضرت محبوب سبحانی خود درس دیتے تھے۔[۱]

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ساکن کرمانوالہ شریف نے حضرت محبوب سبحانی کے مدرسہ میں علوم ظاہری کا اکتساب کیا اور آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔[۲]

علاوہ ازیں درج ذیل تلامذہ جنہوں نے آپ کے مدرسہ سے فیض حاصل کیا یہ ہیں :

۱۔ مولانا حافظ محمد عبد الرحیم ساکن کڑی شریف
۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد قائم الدین شاہ جلال پوری
۳۔ حضرت صاحبزادہ سید مظفر علی شاہ جلالپوری
۴۔ حضرت امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ جلال پوری
۵۔ نواب سید محمد مہر شاہ جلال پوری، رحمہم اللہ تعالیٰ

اخلاق

آپ کی ذات بابرکات میں تمام اوصاف تصوف موجود ہیں۔ شریعت غرا پر آپ کی ثابت قدمی ایسی ہے کہ سرمو اس میں تخالف نہیں پایا جاتا ہے۔ اتباع مشائخ عظام اور یاد الٰہی میں شب

---

[۱] نفحات المحبوب (فارسی) ذکر حبیب اور سیرت امیر حزب اللہ صفحہ ۱۴، ۱۲۲، ۱۲۷۔
[۲] الیواقیت المہریہ مطبوعہ کلیم آرٹ پریس ملتان ۱۳۸۴ھ صفحہ ۱۳۴۔

و روز مصروف اور مشغول ہیں۔ لنگر آپ کا ہو بہو مثل لنگر شریف خواجہ سیالوی کے ہے۔ غرباء پروری میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔ خلق محمدی سے آپ کو سرمایہ وافی عطا ہوا ہے۔ آپ کی صحبت کیمیا کی تاثیر رکھتی ہے۔ اس زمانہ میں آپ کا وجود باجود غنیمت ہے۔ تاریخ وار عرس حضرات خواجگان کی تقریب سے ہزاروں آدمی جلال پور شریف حاضر ہو کر مستفیض ہوا کرتے ہیں۔ سب کی خاطر تواضع برابر کی جاتی اور ماحضر ان کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔[۱]

تاریخ جہلم کے مؤلف مرزا اعظم بیگ آنریری اسسٹنٹ کمشنر لکھتے ہیں:

سید غلام حیدر شاہ صاحب خاص جلال پور میں مقیم ہیں۔ روز مرہ قریب دو صد نفر مرید و مسافر ان کے مکان پر جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک کو روٹی دیتے ہیں اور بڑے ولی مشہور ہیں۔ ہر ایک کی حاجت بھی پوری ہوتی ہے۔ ماہواری ۹ تاریخ کو چاند کی عرس ہوتا ہے یعنی اکثر مرید و دیگر اشخاص ان کے مکان پر جمع ہو کر شاہ صاحب کو نذر دیتے ہیں اور اس روز سب کو روٹی عمدہ ملتی ہے۔ گویا ہر ماہ میں ایک دفعہ یہ بھی ایک قسم کا میلہ ہوتا ہے۔[۲]

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں:

آپ قدم بقدم اپنے پیر روشن ضمیر چلتے ہیں۔ تقویٰ و ورع میں بے نفسی و فروتنی اور تواضع میں عدیم المثال ہیں۔ چنانچہ مؤلف نے وقت ترتیب اس مجموعہ (تحفۃ الابرار) کے بغرض اندراج آپ کے حالات بذریعہ خط و کتابت دریافت کئے تو آپ نے نہایت کسر نفسی اور فروتنی سے اپنے صاحبزادہ سید محمد مظفر شاہ سے ایما فرمایا۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

یہ فقیر اس قابل نہیں ہے کہ بزرگان میں شمار کیا جاوے اور فرمایا: من نہ ز ایشانم بلکہ خاکپائے ایشانم۔ اگر خاتمہ بخیر شاہ ورنہ روسیاہ اس عاجز کے حق میں دعا کریں کہ بطفیل پاکاں عاقبت بخیر ہووے۔ آپ کے اس سخن سے اندازہ آپ کی انکساری اور فروتنی اور علو درجہ کا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں انکساری و فروتنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

حضرت مولانا نیاز احمد چشتی فخری کا یہ شعر آپ کے مصداق حال ہے۔

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷۔

[۲] تاریخ جہلم، مطبوعہ ۱۸۸۰ء، صفحہ ۳۰۳، عنوان: میلے، نمبر شمار ۹۔

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

ہر کس و ناکس کے لئے لنگر عام جاری رہتا ہے۔[۱]

قطب العالم محبوب الٰہی حضرت محمد عمر بربلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ملفوظ شریف ہے۔

حضرت سید حیدر علی شاہ صاحب مرحوم جلال پوری میں نیاز ہی نیاز تھا اور یہی رنگ ان کے مریدوں میں ہے۔نیاز کے معنی عبادت الٰہی میں کمال حاصل کرنا یعنی عبودیت میں ایسا اپنے آپ کو مصروف رکھنا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اس سے فارغ نہ ہونا۔[۲]

صاحب نفحات المحبوب کا بیان ہے:

از سرتاقدم جامع خلق محمدی بودند صلی اللہ علیہ وسلم[۳]

روحانی مقام

بقول صاحب نفحات المحبوب آپ قطب مدار، غوث زمانہ اور محبوب سبحانی کے مرتبہ پر فائز تھے۔[۴]

خلفاء

صدہا طالبان خدا آپ کی خدمت اقدس میں مقیم رہ کر سعادت کونین حاصل کر کے فائز المرام ہوئے ہیں۔چند خلفاء کے نام یہ ہیں:

۱۔ شیخ سید محمد مظفر علی شاہ جلال پوری (فرزند ارجمند)
۲۔ حضرت امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ جلال پوری (پوتا)
۳۔ حضرت سید محمد شاہ لدھیانہ، بھارت
۴۔ حضرت سید غلام علی شاہ میروی، میرا شریف، ضلع راولپنڈی

۱۔ تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۷۔
۲۔ اقدار تصوف، ناز و نیاز، مرتبہ مولانا محمد معصوم مطبوعہ در ماہنامہ سلسبیل لاہور، جنوری ۱۹۶۸ء، صفحہ ۲۶۔
۳۔ نفحات المحبوب، صفحہ ۲۲۵۔
۴۔ ایضاً صفحہ ۱۰۲، ۱۰۷۔

۵- حضرت سید حسین شاہ مزنگ' لاہور
۶- حضرت پیر سید فتح شاہ ڈیرہ پیر فتح شاہ' ضلع گجرات
۷- سید اکبر شاہ گجراتی' ساکن گجرات
۸- حضرت صوفی محمد بخش ملتانی' ملتان
۹- حضرت مولانا دین محمد ساکن بروہا' روالپنڈی
۱۰- حضرت مولانا محمد سعید ساکن ڈیرہ میاں صاحب کدھر' ضلع گجرات
۱۱- حضرت مولانا غلام قادر گجراتی ساکن آہلہ ضلع گجرات' رحمہم اللہ اجمعین

اولاد امجاد

حضرت محبوب سبحانی کے صاحبزادگان کا اجمالی تعارف یہ ہے:

۱- حضرت صاحبزادہ سید بدیع الزمان رحمتہ اللہ علیہ' جو تمام اوصاف تصوف میں یکتائے دوران تھے۔ ۷ شعبان المعظم ۱۲۹۵ھ اس دار فانی سے طرف دار جاودانی کے پندرہ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔

۲- حضرت صاحبزادہ سید محمد مظفر علی شاہ جو زیور علم و عمل سے آراستہ و پیراستہ اور مطالعہ کتب تصوف سلوک اور تصوف میں مصروف ہیں۔[۱]

حضرت صاحبزادہ سید محمد مظفر علی شاہ قائم مقام آپ کے ہو کر عرس حضرت قبلہ سیالوی صاحب کے سیال شریف حاضر ہوتے ہیں۔ سماع و وجد میں کما ینبغی شوق ذوق رکھتے ہیں۔ ورد وظائف کے پابند' اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ رکھتے ہیں۔ مؤلف کو بھی ان سے نیاز حاصل ہے۔[۲]

۳- حضرت صاحبزادہ سید محمد قائم الدین شاہ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۲ھ کو ہوئی ہے۔ اس ہونہار صاحبزادہ کی تعلیم اور تربیت کا آپ کو کمال خیال ہے اور بفضلہ تعالیٰ شانہ صاحبزادہ صاحب بھی علوم ظاہری کی تعلیم میں اپنا تمام وقت خرچ کرتے ہیں اور باوجود خورد سالی کے وظائف

---

[۱] مرآۃ السالکین' صفحہ ۱۹۷۔
[۲] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۳۷۔

خواجگانِ چشت بھی ادا کرتے ہیں۔[۱]

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ جلال پور شریف میں ہوا۔[۲] عالیشان روضہ شریف بنا ہوا ہے۔ ہر سال ۵-۶ جمادی الثانی کو عرس مبارک مشائخ چشت کی سنت کے مطابق دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری قدس سرہ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ نے اپنی پاپوش مبارک عنایت فرمائی تھی۔ اس کی آپ نے ٹوپی بنوا کر زیب سر کی تھی اور بوقت وصال وصیت فرمائی تھی کہ اس ٹوپی کو میرے سینے پر رکھ دینا۔ اگر کسی نے اعتراض کیا تو میرے برادرِ طریقت حضرت سید مہر علی شاہ صاحب (قدس سرہ) اس کا جواب دیں گے۔

حضرت الحاج مولانا سید شبیر احمد شاہ خوارزمی سیالوی خطیب جامع مسجد کھیوڑہ فرماتے ہیں کہ جامع مسجد ملکوال میں حضرت علامہ ہزاروی نے دوران تقریر یہ واقعہ بیان کیا۔ ورفعنا لک ذکرک پر خطاب فرما رہے تھے۔ مسجد میں نعلین پاک کی زیارت کرانے کے لئے ایک آدمی جو غالباً آپ کے ہمراہ آیا ہوا تھا۔ اس مناسبت سے آپ نے مذکورہ واقعہ بیان فرمایا نیز حدیث شریف من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ کی تشریح و توضیح فرمائی۔

حضرت الحاج مولانا حافظ غلام نبی چشتی گولڑوی نے تصدیق کی۔ نیز فرمایا کہ آستانہ عالیہ گولڑا شریف بر موقع عرس مبارک مذکورہ واقعہ میں نے علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ سے خود سنا، واللہ اعلم بالصواب۔

قطعہ تاریخ وفات

بے شمار شعراء نے آپ کے وصال مبارک پر قطعات تاریخ کہے۔ یہاں صرف سید عبدالقدوس قدسی بروڈ گھنٹہ۔ چنا منی کے قطعات درج کئے جاتے ہیں۔[۳]

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۷۔
[۲] انوار شمسیہ، صفحہ ۷۴۔

جناب معظم شہ صوفیاں مبارک نہاد و مبارک خصال
ز آغاز تا آخریں دم ببیں یکے بود ہر روز و شب حال و قال
چنیں شاہ حیدر ز دنیائے دوں بسوئے خدا رفت بہر وصال
بقدسی مغموم ہاتف زغیب غم صوفی زندہ دل گفت سال

۱۳۲۶ھ

دیگر

سید ما پیر حیدر شاہ عالی خاندان واقف سر خفی و ذاکر ذکر جلی
ایں چنیں آگاہ دل مرشد ز دنیا سوئے حق وا ور یغا کرد رحلت ایں زماں از خوشدلی
سال وصلش از زباں با نزید آمد چنیں قدسیا داں شیخ دیں قطب زماں آل علی

۱۳۲۶ھ

دیگر

چوں جناب حضرت حیدر شہا قبلہ گاہ و سید و سرتاج ماں
راز داں و واقف سر خدا قطب عالم رہنمائے صوفیاں
وا دریغا وا دریغا حسرتا کرد از دنیائے دوں نقل مکاں
قرب حق شد حصہ او تا ابد ہجر و غم شد حصہ ما عاجزاں
بود فکر سال وصلش با خدا گفت قدسی شیخ شاہان جہاں

۱۳۲۶ھ[1]

حضرت محبوب سبحانی معاصرین کی نظر میں

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کی روحانی عظمت کی تعریف اور اعتراف ان کے معاصر اولیاء کرام نے بھی کیا ہے۔ نقشبندی مجددی سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے:

"پیر حیدر شاہ صاحب کامل بزرگ تھے اور اپنے وقت میں لاثانی تھے۔"[2]

حضرت محبوب سبحانی کی تونسہ مقدسہ حاضری کے وقت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس

---

[1] ماہنامہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین بابت ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۳۲۔
[2] کلمات قدسیہ معروف بہ فیض نقشبندیہ مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۳ھ، صفحہ ۱۲۔

سر و نے دیکھتے ہی فرمایا:

"شاہ صاحب لوگ تو کچھ اور کہتے تھے مگر تم تو اور ہی نکلے' سینہ سے لگایا اور نوازشات فرمائیں۔"[1]

صوفی غلام حسین چشتی رحمتہ اللہ علیہ جو نہایت عابد اور صوفی تھے نے مولانا عبدالرحیم کڑی شریف سے فرمایا:

"مولوی صاحب میں نے بہت سے مشائخ عظام سے فیض صحبت حاصل کیا ہے مگر پابندی اوقات جو حضرت خواجہ جلال پوری (رحمتہ اللہ علیہ) میں دیکھی وہ کسی اور میں نہ پائی۔"[2]

قاضی عالم الدین نقشبندی سیالکوٹی جو حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ عید گاہ شریف' راولپنڈی کے خلیفہ مجاز ہیں' کا ارشاد ہے:

"جناب پیر حیدر شاہ رحمتہ اللہ علیہ جلال پوری اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔"[3]

حضرت مولانا محمد امام الدین چشتی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کو ان القاب سے یاد کیا ہے۔

" سیما اسبق الخلفاء ابلغ البلغاء ربی الفضلاء نکتہ فہم عشق حقیقی و مجازی حضرت سید غلام حیدر شاہ جلال پوری ادام اللہ برکاتہم الی یوم الدین"[4]

"کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حیدر شاہ۔"[5]

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سید مظفر علی شاہ جلال پوری سجادۂ مشیخت پر متمکن ہوئے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

مولانا نبی بخش واعظ رسول نگری کا بیان ہے کہ چودھری شاہ محمد قوم گوجر گورسی حال آباد کار چک نمبر د متصل اسٹیشن بھلوال ضلع سرگودھا نے اپنی داستان اسی طرح بیان کی۔

---

1. برکات سیال' صفحہ ۲۵۔
2. ذکر حبیب' صفحہ ۶۴۔
3. تذکرۃ القدیم فی آثار الکریم (۱۳۵۵ھ) مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور' صفحہ ۳۲۴۔
4. مرآۃ السالکین' صفحہ ۱۶۵۔
5. انوار قطبیہ' صفحہ ۷۰۔

میں سخت بے نماز تھا۔ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری قدس سرہ کی برکت سے نماز پڑھنے لگ گیا۔ عرصہ کے بعد ایک ایسے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو گیا کہ جس کا ظاہر کرنا میرے لئے ذلت کا باعث ہے۔

جوانی کے جوش میں مدت تک اس میں مبتلا رہا مگر عجیب معاملہ یہ ہوا کہ گناہ کا سلسلہ بھی جاری رہا اور نماز بھی باقاعدہ میں ادا کرتا رہا۔ جاڑے کے موسم میں اپنے وجود کو پاک کرتا اور نماز ادا کرلیتا۔ اسی اثناء میں طبیعت میں خیال پیدا ہوا کہ جلال پور شریف چلوں چونکہ حضرت صاحب وفات پا گئے تھے۔ عالی مقام پیر سید محمد مظفر علی شاہ صاحب سجادہ نشین ادام اللہ برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی۔ حضور نے خیریت پوچھی اور ذکر چھیڑ دیا کہ بعض ایسے لوگ بھی یہاں مرید ہیں جو سخت کبیرہ گناہ کرتے ہیں مگر لوگوں میں اعتبار جمانے کے لئے نماز بڑی کوشش سے ادا کرتے ہیں۔ ایسی نماز کوئی نماز نہیں ہوتی اور نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ حضور نے اسی کبیرہ گناہ کا نام لیا جس کا میں مرتکب تھا۔

آپ نے فرمایا ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اگر نماز میں یہ تعریف نہیں تو نماز کوئی نہیں۔ نیاز مند سن کر متاثر ہوا اور اس دن سے توبہ کی۔[1]

آپ کے وصال کے بعد حضرت امیر حزب اللہ خواجہ سید محمد فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سجادہ سنبھالا۔ آپ کے عہد ہمایوں میں سلسلہ چشتیہ کی خوب اشاعت ہوئی۔ آپ آیتہ من آیات اللہ تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک آزادی کشمیر میں آپ نے شاندار کردار ادا فرمایا۔

آج کل آپ کے پڑپوتے حضرت امیر حزب اللہ ثانی سید برکات احمد شاہ جلال پوری مدظلہ زیب سجادہ ہیں۔ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- حضرت صاحبزادہ سید انیس حیدر شاہ جلال پوری مدظلہ۔
۲- حضرت صاحبزادہ سید تنویر حیدر شاہ مدنی سلمہ ربہ۔

اول الذکر صورت و سیرت میں حضرت خواجہ سید برکات احمد شاہ کے بالکل مشابہ ہیں۔

---

[1] ماہنامہ صوفی، پنڈی بہاؤ الدین، بابت ماہ مارچ ۱۹۱۲ء، صفحہ ۳۰، ۳۱۔
نوٹ: مزید تفصیل کے لئے نفحات المحبوب، ذکر حبیب اور مجمع البحرین کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ (مؤلف)۔

ثانی الذکر صورت و سیرت میں حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری کے عین مشابہ ہیں۔ بڑے مستجاب الدعوات ہیں۔ حضرت امیر شریعت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی سے خرقہ خلافت ارزانی ہو چکا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی

ولادت اور خاندان

جامع علوم معقول و منقول حاوی فروع و اصول حاجی الحرمین شریفین زائر روضہ سید الثقلین حضرت مولانا و اولینا مولوی محمد معظم الدین[1] رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۴۷ھ[2] مطابق ۱۸۳۲ء کو معظم آباد شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ میاں محمد یار رحمتہ اللہ علیہ جید حافظ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

آپ کا تعلق سِیَرا قوم سے ہے۔ یہ لوگ جھنگ اور سرگودھا کے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ لالی بھی اسی قبیلے کی ایک شاخ ہے جن کا آبائی گاؤں لالیاں ہے۔ حضرت میاں محمد صدیق لالی اس قوم میں بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ انہیں بلوا صدیق حضوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ پنجابی کے زبردست شاعر تھے۔ ان کا دیوان' پروفیسر ریاض شاد (سرگودھا) نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ آپ کا مزار لالیاں کے نواحی گاؤں "میاں محمد صدیق والا" میں ہے۔

اس قبیلہ کے ایک اور اہم بزرگ حضرت شاہ بہلول دریائی ہیں جو حضرت شاہ بری لطیف قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ معروف پنجابی شاعر اور عارف کامل حضرت شاہ حسین لاہوری کے پیر و مرشد تھے۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ ہی سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان شہید کے جد امجد ہیں۔ آپ کا مزار پنڈی بھٹیاں اور چنیوٹ کے درمیان "شاہ بہلول" نامی گاؤں میں ہے۔ آپ کی اولاد کے لوگ "بہلول کے" کہلاتے ہیں۔[3]

سِیَرا قوم میں یہی تین بزرگ نامور ولی کامل ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی کے آباؤ اجداد لالیاں سے نقل مکانی کر کے موضع گھنگوال نزد جھاوریاں ضلع سرگودھا میں

---

[1] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۹۸۔
[2] تحفۃ الابرار۔
[3] مزید تفصیلات کے لئے اولیائے جھنگ کا مطالعہ فرمائیں' (مؤلف)۔

مستقلاً" سکونت پذیر ہوئے۔یہاں مزروعہ اراضی آپ کے خاندان کے زیر تصرف تھی۔پھر وہاں سے ترک سکونت کر کے علاقہ کرانہ بار کے موضع مرولہ میں قیام پذیر ہوئے۔

گھنگوال میں دو کنوؤں کی آباد زمین حضرت مولانا محمد معظم الدین کے حصہ میں آئی جسے آپ کے صاحبزادہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دور سجادگی میں فروخت کر دیا تھا۔معظم آباد شریف میں پونے چار مربعہ اراضی آپ کی میراث تھی۔[۱]

تعلیم

آپ کے معاصر سوانح نگار اور عالم دین حضرت مولانا محمد امام الدین چشتی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے تعلیمی دور کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ابتداء میں مولوی صاحب بعد حفظ قرآن شریف کے چند کتب نظم درسیہ پڑھ کر خواجہ بابرکت سیالوی کی خدمت انور میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے۔پھر بحکم پیر و مرشد تحصیل علوم کے لئے لاہور میں آکر مولوی غلام قادر صاحب بھروی سے چندے استفاضہ علوم کر کے رام پور ہندوستان میں تشریف لے جاکر تحصیل علوم مروجہ سے فارغ ہوئے۔[۲]

آپ کے ایک اور معاصر سوانح نگار حضرت مرزا نواب بیگ دہلوی پنشنر تحصیلدار رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے تعلیمی دور کو اس طرح بیان کیا ہے :

"مختلف مقامات ملک پنجاب و ہندوستان میں آپ نے سیاحت کر کے علم تحصیل کیا۔اولاً بعمر ۱۴سال سیال شریف حاضر ہوکر شرف بیعت حاصل کیا اور بموجب ہدایت و ارشاد و رہنمائے پیر روشن ضمیر خود کے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۷سال گزار کر بعد زیارت حرمین الشریفین کے سیال شریف اپنے پیر کے حضور حاضر ہوئے۔"[۳]

دور طالب علمی میں آپ سخت ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مصروف رہے۔دن کو تحصیل علم اور رات کو یاد خداوندی میں اس طرح مصروف رہتے کہ کئی کئی دن سوئے بغیر گزار دیتے۔دن کو نفلی روزے رکھتے۔آپ کی خوراک اک مٹھی بھر چنے تھے۔

---

[۱] تحفہ المعظم مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ، صفحہ ۱۳۱۔
[۲] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۲۸۔
[۳] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸۔

حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی بھیروی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک مقالہ میں آپ کے تعلیمی انہماک اور شوق کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

"قدوۂ ارباب استقامت زبدۂ اصحاب کرامت سباح دریا محبت سیاح بادیۂ مودت فانی فی اللہ حضرت مولانا مولوی معظم الدین صاحب مرولوی اوام اللہ برکاتہم نے (جو حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں سے اس تاریک زمانہ میں مشائخ سلف کی یادگار ہیں) خاکسار کو فرمایا کہ میں نے اٹھارہ سال کا عرصہ کمال عرق ریزی تحصیل علوم دینیہ میں صرف کیا اور اس قدر مطالعہ میں استغراق پیدا کیا کہ اخیر کے دو سال اکثر نماز عشاء کے بعد نماز صبح تک تمام رات مطالعہ میں گزر جاتی اور لذت مطالعہ کے باعث درازی وقت معلوم نہ ہوتی۔ جس سے کہ اذان صبح سننے سے تعجب ہوتا کہ ابھی نماز عشاء پڑھی تھی اور ابھی صبح ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اس قدر استغراق سے دینی اسرار کس قدر ظاہر ہوتے ہوں گے۔ لیکن جب حضرت قبلہ عالم شمس العارفین کی بارگاہ عالی میں مشرف ہوا تو ایک لحظہ کی صحبت سے جو کچھ حاصل ہوا اس کے مقابلہ میں ان تمام علوم کا ماحصل ہیچ معلوم ہوا۔"

زیارت حرمین شریفین

آپ علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہو کر کلکتہ میں رونق افروز ہوئے اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر جدہ شریف میں فروکش ہوئے اور وہاں سے بسواری اونٹ بیت اللہ شریف میں پہنچ کر مناسک حج ادا کر کے مدینہ طیبہ میں خواجہ سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر حضرت خاتم النبوت سے رخصت ہو کر بارہ روز کے بعد مکہ معظمہ میں پہنچ کر طواف رب البیت اور عمرہ بجالا کر جدہ شریف میں آ کر جہاز پر سوار ہوئے اور اٹھارہ دن کے بعد بمبئی پہنچے۔

سیال شریف واپسی

حجاز مقدس سے واپسی کے بعد سیال شریف اپنے پیر کے حضور حاضر ہوئے اور بموجب

۱؎ مولانا محمد ذاکر بگوی رحمتہ اللہ علیہ (مؤلف)۔

۲؎ ماہنامہ صوفی' پنڈی بہاؤالدین بابت ماہ اگست ۱۹۱۰ء' صفحہ ۲۸' ۲۹۔

۳؎ مرآۃ السالکین' صفحہ ۱۲۸۔

ارشاد و ہدایات کے ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے۔ لوائح جامی و مرقع و کشکول شریف سبقاً آپ نے حضرت خواجہ سیالوی سے پڑھیں۔[1]

عطائے خلافت

صاحب مراۃ السالکین لکھتے ہیں: فریضہ حج ادا کرنے کے بعد کچھ عرصہ بمبئی میں قیام کیا۔ بعد ازاں ۵ روز میں لاہور پہنچے اور لاہور سے مرولہ میں آئے اور کچھ دن اپنے مکان میں قیام کر کے سیال شریف میں اگر پیرو مرشد کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

پہلے پہل تو آپ عالمانہ رعب و داب سے سیال شریف میں مقیم ہوئے مگر جب خواجہ بابرکت کی نگاہ کیمیا اثر نے تاثیر کی تو ترک لباس عالمانہ کر کے لباس صوفیانہ زیب بدن کر کے ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ جب شیخ محمد عبد الجلیل صاحب جو حضرت خواجہ سیالوی کے خلیفہ اور مشیر تدبیر تھے فوت ہوگئے تب مولوی صاحب ان کی جگہ قائم مقام مشیر تدبیر خاص حضرت خواجہ سیالوی کے ہو کر علم توحید اور تصوف میں یگانہ آفاق ہوئے۔ سال ہا سال حضرت پیرو مرشد کی خدمت اور حضوری صحبت لازم کر کے منصب خلافت اور اجازت سے مشرف ہوئے۔[2]

حضرت کی حیات میں حاضر حضور رہ کر اکثر اوقات آپ کو خدمت تعویذ نویسی وغیرہ کی رہتی تھی۔[3]

درس وتدریس

حج سے فراغت کے بعد آپ بمئی میں کمنبو سٹیہ مدرسہ میں فروکش ہوئے۔ چونکہ آپ عالم جید تھے اس لئے بمبئی بندر گار میں آپ کی بڑی قدر ہوئی اور اکثر طلاب آکر آپ سے مستفید ہونے لگے...... وہاں کے رئیسوں نے آپ کو ہزاروں روپے کی کتابیں اور نقد و جنس اسباب بے انتہاء دے کر ریل پر سوار کرایا۔

اپنے مرشد کے حکم سے سیال شریف میں تعلیم وتدریس کا منصب سنبھالا[4] اس دوران

---

[1] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔
[2] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۸' ۱۶۹۔
[3] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔
[4] مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۸۔

میں درج ذیل طلباء نے فیض حاصل کیا:

تلامذہ:

۱- حضرت صاحبزادہ محمد شعاع الدین سیالوی۔
۲- حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی[1]
۳- حضرت مولانا محمد ابراہیم' ساکن پنڈی الهانی' مدفون سوہیہ شریف' ضلع گجرات۔
۴- مولانا نور محمد نقشبندی وغیرہم[2]

شیخ طریقت سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ کامل سے والہانہ عقیدت اور عشق تھا۔ صاحب برکات سیال لکھتے ہیں:
ایک بار حضور اشرف الاولیاء (خواجہ محمد الدین سیالوی) کسی سفر سے واپس آتے ہوئے بلا اطلاع مرولہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ کسی نے حضور کی سواری کی اطلاع کی۔ جوش بے خودی میں مستانہ وار کودے اور ننگے پاؤں مجنونانہ دوڑے۔ سرکار اونٹ کے کجاوے میں تھے اور کچھ درویش پیدل ساتھ تھے۔ یہ آتے ہی اونٹ کے پاؤں سے لپٹ گئے۔ اونٹ بھی گھبرایا اور حضور کو بھی تشویش ہوئی لیکن خیریت گزری کہ جھٹ پٹ میرو قوال اور ایک اور خادم نے بڑے زور سے ان کو علیحدہ کیا۔ حضور نے اپنی پاپوش اونٹ پر سے پھینکی اور فرمایا کہ اسے پہن لیجئے۔ مولوی صاحب نے جوتا اٹھا کر سر پہ رکھ لیا اور کہنے لگے آج میں پاؤں سے ننگا نہیں' آج تو میرے پاؤں عرش پر ہیں:[3]

خود بنا ہے چونکہ ساقی یوسف ثانی میرا
عرش پہ پاؤں ہیں بیخود آج تو میخوار کے ہے

وصال کے وقت اپنے صاحبزادہ مولوی محمد حسین کو جو ابھی کمسن تھے' اپنی چارپائی کے

---

[1] ایضاً' صفحہ ۱۶۳' ۱۶۸۔
[2] انوار شمسیہ' صفحہ ۱۵۵۔
[3] برکات سیال' صفحہ ۲۳۔

قریب بلایا اور فرمایا بسیال شریف کی راہ نہ چھوڑنا دین و دنیا کی بھلائی سے بہرہ اندوز ہو گے۔[1]

حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی قدس سرہ کی اپنے شیخ طریقت کی اتباع میں کمال محبت کا اعتراف حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔[2]

شیخ کی نوازشات

آپ کی خدمت اور نیازمندی کے باعث حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے ایک بار فرمایا: مولوی معظم الدین مرولوی مرد عالی ہمت است کہ حافظ قرآن و تحصیل علوم تمام نمودہ، حج حرمین شریفین بجا آوردہ، بیاد الٰہی مشغول است وہم حب زنان تاہنوز در دل او نیامد۔[3]

ترجمہ: مولوی معظم الدین مرولوی عالی ہمت انسان ہیں۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ علوم متداولہ میں منتہی کی فضیلت رکھتے ہیں۔ حج اور حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہو کر اب یاد الٰہی میں مشغول ہیں اور عورتوں کی محبت آج تک ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔[4]

مقبولیت

مراۃ السالکین کا مصنف لکھتا ہے:

بعد وفات خواجہ سیالوی کے باشارہ پیرو مرشد اپنے وطن مالوف موضع مرولہ میں تشریف لا کر خلقت کو شریعت اور طریقت کی راہ سکھانے میں مشغول ہیں اور طالبان خدا ہر طرف سے جوق در جوق آپ کی خدمت میں آ کر مستفید ہو رہے ہیں۔[5]

اخلاق و اطوار

بقول مؤلف تحفۃ الابرار آپ بڑے عالم و فاضل و صاحب ورع و زہد اور منظور نظر پیر روشن

---

[1] برکات سیال، صفحہ ۲۳۔
[2] ملفوظات مہریہ، صفحہ ۲۲۷۔
[3] مراۃ العاشقین (فارسی) صفحہ ۱۲۹۔
[4] مراۃ العاشقین (اردو) صفحہ ۱۷۱۔
[5] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹۔

ضمیر تھے۔ اس وقت میں آپ کا وجود باوجود غنیمت ہے۔[1]

بقول صاحب برکات سیال "میں آپ کی زیارت سے کئی مرتبہ مشرف ہوا ہوں بلکہ ایک بار میں آپ کا ہمسفر بھی رہا ہوں۔ آپ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی درود شریف پڑھنے کے لئے جوتا پاؤں سے اتار دیا تھا۔ سیال شریف اکثر ان کے ڈیرے حاضر ہوا کرتا تھا۔ واقعی عشق آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ آپ کی نسبت درویشان درگاہ میں مشہور تھا کہ عشق سیکھنا ہو تو مولوی صاحب مرولوی سے سیکھو۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے پہلو میں کس قسم کا زخمی اور دردمند دل ہوگا۔[2]

مؤلف جذبات سعید مولوی محمد سعید بھیروی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اپنا تاثر یوں قلمبند کیا:

حضرت مولانا مولوی معظم الدین صاحب مرولوی رحمتہ اللہ علیہ بھیرہ تشریف لائے اور آپ کی زیارت مبارک سے میرا دبا ہوا شوق بھڑک اٹھا کہ جس دربار کے خلفائے راشدین ایسی مبارک ہستیاں ہیں وہاں کے سجادہ نشین کیسے اعلیٰ و ارفع پایہ کے ہوں گے۔[3]

ایک دفعہ مرولہ کے گردونواح کے کل دیہات میں پلیگ پھیل گیا۔ لیکن آپ کا صدر مقام اس آتش سوزاں سے محفوظ رہا۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ صرف مولوی صاحب کی وجہ سے ہے۔ آپ نے سنا تو ان سب کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ تم نے یہ کلمہ شرک نہ صرف منہ سے نکالا بلکہ دل سے اس پر یقین کیا۔ اب ضرور یہاں طاعون آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت جانیں اس نہنگ اجل کا لقمہ ہوئیں۔[4]

مقامات مقدسہ کی حاضری اور ایک مجذوب سے ملاقات

مؤلف جذبات سعید لکھتے ہیں: حضرت مولانا مولوی معظم الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خاص چشم دید واقعہ جس سے ہم زائرین پر بہت اثر ہوا بیان کرنا بے جا نہ ہوگا:

حضرت مولانا موصوف اس وقت ہندوستان کے مشائخ عظام کی مزارات مقدسہ سے مشرف بازیارت ہو کر آرہے تھے۔ حضرت استاذی المکرم (مولانا محمد ذاکر بگوی) نے درخواست کی کہ مولانا اپنے اس سفر مبارک کا کوئی خاص واقعہ بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ملتان شریف کی

---

[1] تحفۃ الابرار' ۱۴۸۔
[2] برکات سیال' صفحہ ۲۲' ۲۳۔
[3] جذبات سعید' صفحہ ۲۔
[4] برکات سیال' صفحہ ۲۲' ۲۳۔

بڑی بڑی درگاہوں کی حاضری سے فارغ ہوکر مجھے خیال آیا کہ منشی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مبارک پر بھی حاضری دینی چاہیے۔

منشی صاحب موصوف متاخرین میں سے فارسی کے صاحب حال اور شیریں مقال شاعروں میں سے ہیں اور خاندان چشتیہ کے کامل ترین صوفیہ میں سے ہونے کے علاوہ رسول پاک ﷺ کے عاشق صادق تھے۔جب کبھی حضور ﷺ کا اسم مبارک سنتے تو بے اختیار ہوکر گر پڑتے اور فوراً آپ کا چہرہ زمین پر لگ جاتا:۔

آسمان سجدہ می کند ہردم چوں حسن بردر رسول اللہؐ

ان کے مزار پر جانے سے پہلے سنا کہ ایک مجذوب فقیر وہاں رہتا ہے جو اکثر حاضرین سے سختی سے پیش آتا ہے۔مولانا نے فرمایا کہ ہمیں اس سے کیا؟ ہم تو اپنے مہربان میزبان کے مہمان ہوں گے۔دربان کی تلخی و ترشی سہہ کر بھی حاضری کا لطف حاصل کر ہی لیں گے۔الغرض جب میں وہاں پہنچا تو مجذوب صاحب اپنی جھونپڑی سے نکل کر میرے پاس استقبال کے لئے آئے اور مصافحہ اور معانقہ کے بعد مزار شریف پر فاتحہ خوانی کرکے اپنی جھونپڑی میں لے گئے۔میں ادب سے دو زانو ان کے پاس بیٹھ گیا۔

مجذوب صاحب نے ذرا سختی کے لہجہ میں کہا کہ تم اپنے پیشوا کی تعمیل فرمان سے کیوں پہلو تہی کرتے ہو۔میں نے کہا کہ میں تو آپ کے سب ارشادات فیض آیات کو ہمیشہ بجالانے کی کوشش کرتا ہوں۔خدا جانے وہ کونسا فرمان ہے جس کی تعمیل سے قاصر ہوں۔مجذوب صاحب نے فرمایا کہ تمہارے حضرت کریم نے تمہیں لوگوں کو اپنے سلسلہ عالیہ میں داخل کرنے (بیعت لینے) کا ارشاد فرمایا ہوا ہے مگر تم اس میں سستی ہی کرتے ہو۔

میں نے کہا کہ واقعی حضور نے مجھے یہ ارشاد فرمایا ہے مگر میں اپنے آپ کو اس بڑی ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا۔فقیر صاحب جوش میں آگئے اور فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو اور تصور کی نگاہ سے اپنے دائیں طرف دیکھو کہ کون بیٹھا ہے؟ میں نے دیکھا کہ حضرت غریب نواز (میرے خواجہ شمس العارفین) تشریف رکھتے ہیں۔پھر مجذوب صاحب نے کہا کہ ان سے آگے کون تشریف رکھتا ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی تشریف فرما تھے۔الغرض اسی طرح تمام پیران کرام کی زیارتیں یکے بعد دیگرے ہوتی گئیں۔حتیٰ کہ آخر میں سرکار دوجہان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دیدار پر انوار سے مستفیض ہوا۔اس پر مجذوب نے کہا کہ داخل سلسلہ کرنے

سے تمہارا فرض پورا ہو جاتا ہے۔ آگے ذمہ داری ان حضرات پر ہے جیسا کہ بڑے بڑے امراء و حکام کے دروازوں پر معمولی دربان کھڑے ہوتے ہیں جو زائرین کو لے جاکر ان کے دربار میں پیش کر دیتے ہیں اور بس اسی طرح خواہ تم کچھ بھی ہو' تمہارا فرض لوگوں کو اپنے مشائخ عظام کی خدمت میں حاضر کرنا ہے۔[1]

پاک پتن شریف' تونسہ شریف حاضر ہوتے تھے' معتقدین کے اصرار پر دیگر مختلف مقامات کا سفر کیا۔

خلفاء

آپ کے چند مشہور و معروف خلفاء کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حسین معظم آبادی (فرزند)

۲۔ حضرت مولانا میاں شہاب الدین فیروز پوری (بھارت)

۳۔ حضرت خواجہ سید نادر علی شاہ جالندھری (بھارت)

۴۔ حضرت میاں سراج الدین گجراتی

۵۔ حضرت میاں محمد عیسیٰ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

شادی اور اولاد امجاد

زبدۃ السالکین حضرت مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی نے دو شادیاں کیں :

پہلی شادی معظم آباد شریف کے ایک معزز اور شریف خاندان "کاٹھیا" میں ہوئی۔ اس سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دوسری شادی ایک نو مسلم خاتون سے ہوئی۔ ان کے بطن سے ایک فرزند صاحبزادہ محمد حسین اور ایک صاحبزادی تھیں' جن کی شادی کوٹ مومن میں مولانا محمد حنیف بن مولانا محمد رفیق سے ہوئی تھی۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور معظم آباد شریف میں مدفون ہیں۔

"برکات سیال" میں ہے : آخر عمر میں ایک ہندو عورت نے خدمت میں آکر زنار اتار پھینکا اور مشرف بہ اسلام ہوکر آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئی۔ آپ نے غالباً حضرت اشرف الاولیاء خواجہ محمد الدین سیالوی کے اشارہ سے اس بی بی سے نکاح کر لیا۔ اس کے وارثوں نے اغوا کی نالش کر دی۔ حضرت ثانی سیالوی مضطربانہ دعا فرماتے رہے' آخر آپ کی دعا مقبول ہوئی اور مقدمہ خارج ہو گیا۔

---

[1] جذبات سعید' صفحہ ۲۰۲۔

یہ خاتون بڑی صاحب ذوق و صاحب حال اور عابدہ و زاہدہ ہوئی۔ لنگر کا کام شوق سے سنبھالا اور درویشوں کی خدمت میں مصروف رہی۔

خدا نے آپ کے بطن سے ایک فرزند عطا کیا' محمد حسین نام رکھا گیا۔ اب جوان اور فارغ التحصیل ہیں اور اپنے والد ماجد کے مصلیٰ پر بیٹھے ہدایت و ارشاد میں مصروف ہیں۔[1]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ کا فرمودہ ہے: صاحبزادہ محمد حسین سجادہ نشین ہیں۔ بڑے نیک اور خدا پرست انسان اور رہنمائے خلق ہیں۔ خداوند کریم عمر دراز کرے۔

ان کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی غلام سدید الدین سلمہ رب العالمین سجادہ نشین ہیں۔ فاضل علوم ظاہری و واقف علوم باطنی ہیں۔ صاحب ذوق و شوق و خوش خلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے بھائیوں اور ان کے فرزندوں و بھتیجوں اور سارے خاندان کی عزت و آبرو کے ساتھ صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز نصیب فرمائے۔ آمین۔[2]

مرض اور وصال شریف

صاحب جذبات سعید حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی لکھتے ہیں: حضرت مولانا مولوی محمد معظم الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھیرہ شریف ان کے پاس بغرض علاج تشریف لے گئے۔ آپ مرض حبس البول میں مبتلا تھے اور درد کے زور کے وقت مجروح کے پنجابی شعر پڑھنے شروع کر دیتے تھے ؎

دال درد تیرے تو میں گھولی جاواں ہووے درد تیرا تیری باںڈری نوں
تیری باںڈری موہرا کھانڈری نوں ترساںڈری تے مر جاںڈری نوں
اکھیں ڈھولن باجھوں نیند ناہیں گھت موںدیاں طول سراںڈڑی نوں
مجروح نوں چا مذبوح کر گھنو ونڈیاں مفت وکانڈری نوں[3]

۱۳۲۵ھ میں آپ کی صحت کافی خراب رہنے لگی اور صحت بہت گر گئی۔ حضرت ثانی لاثانی محمد الدین سیالوی عیادت کے لئے تشریف لائے تو آپ کی صحت بحال ہوگئی۔ چند یوم اسی لطف زیارت سے مخمور رہے۔ پھر یکایک مرض زور پکڑ گیا۔ بالآخر ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۰۷ء بروز شنبہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جب آپ کے وصال مبارک کی خبر حضرت ثانی سیالوی کو پہنچی تو آپ آنکھوں میں آنسو بھر

---

[1] برکات سیال' صفحہ ۲۲۔
[2] قلمی حاشیہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ بر تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۲۸۔
[3] جذبات سعید' صفحہ ۲۷' ۲۸۔

لائے اور فرمایا: ''آہ سب یار بچھڑتے چلے جارہے ہیں۔''[۱]

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوب شریف کے جواب میں جو گرامی نامہ تحریر فرمایا ملاحظہ ہو:

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کا مکتوب شریف[۲]

فضائل و کمالات پناہ فصاحت و بلاغت دستگاہ مکرمی معظمی مولوی صاحب جیو سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ.... محبت نامہ کا شکریہ۔ مولوی صاحب مرحوم کا قضیہ کا صدمہ واقعی غلامان حضرت کو بلکہ ہر آشنا و بیگانہ کو آنسو افسوس جاری کرا رہا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ صاحب مرحوم ایک برگزیدہ حضرت و یکتا زمانہ تھا۔ حضرت کے خلفاء سے ایک نرالی نشانی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مراتب اعلیٰ فائز کرے۔ آمین ثم آمین۔

داعی فقیر محمد الدین از سیال شریف

۲۰ اگست ۱۹۰۷ء

قطعہ تاریخ وفات

حضرت صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

زتاریخ وصال شان ہمیں است معظم دین قطب اہل دین است

۱۳۲۵ھ

دیگر

ازاں مدت کہ عالم محو رنج است زہجرت سیزدہ صد بست و پنج است

حضرت قاضی غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ سیال شریف سے مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ تشریف لائے۔ آپ نے عرس کے انعقاد کے

---

[۱] برکات سیال، صفحہ ۴۴۔

[۲] مذکورہ بالا مکتوب شریف حضرت صاحبزادہ مولانا الحاج محمد یوسف فاروقی صاحب زید مجدہ کی وساطت سے ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ صاحبزادہ موصوف آستانہ عالیہ چشتیہ امینیہ چکوڑی شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت دے۔ آمین۔

ساتھ خانقاہی آداب و رسوم کا باقاعدہ اجراء کیا۔

روضہ مبارک کی تعمیر

امرتسر کے مشہور معمار حافظ جمال الدین نے روضہ کی تعمیر کی جو پانچ سال میں مکمل ہوئی۔ سانجر ضلع جھنگ کے مولوی غلام مصطفیٰ المتخلص بہ ترک نے تاریخ تکمیل روضہ کہی ہے۔

چو بر مرقد منور یافت تعمیر
معلیٰ روضہ زیبا و اعظم
ندا آمد بہ ترک از بہر تاریخ
بگو "ببین! قبہ عالی معظم" ہے

۱۳۳۰ھ

مؤلف اپریل ۱۹۷۲ء کو معظم آباد شریف حاضر ہوا۔ روضہ شریف کی حاضری کے دوران میں بہت سرور اور طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ غلام حمید الدین احمد معظمی نے بہت شفقت فرمائی اور بہترین چائے سے خاطر تواضع کی۔

شمس العلماء کا خطاب

آپ علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اعلیٰ سند لے کر زیارات مقدسہ اور سیاحت عالم کے لئے روانہ ہوئے۔ ترکی میں علماء سے علمی مباحث میں شریک ہوئے۔ ترکی کے علماء آپ کی جلالت علمی سے بے حد متاثر ہوئے اور حکومت وقت کو آپ کی طرف متوجہ کرایا۔ چنانچہ سرکاری طور پر ایک باوقار تقریب میں آپ کو حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب اور اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔ ؎

ؔ؎ حسن معظم مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، صفحہ ۱۷۳، ۱۷۵۔
ؔ؎ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، جلد اول، صفحہ ۵۲۵۔

استعماری دور میں امت مسلمہ کی خدمات

حضرت خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی قدس سرہ نے حکومت انگریز کے ظلم و ستم اور بڑھتے ہوئے استعمار کے خلاف مسلمانوں کے دینی' سیاسی' ثقافتی اور ذہنی انحطاط کو دور کرنے کی خاطر اپنی تمام تر توجہات وقف کر دیں اور اپنے تمام امکانی وسائل صرف کر کے مسلمانوں میں حیات نو کا جذبہ بیدار کیا۔[1]

حضرت خواجہ کریم اللہ بخش تونسوی کی نظر میں

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کے دور ہمایوں میں آپ کی فرمائش پر حضرت محبوب سبحانی جلال پوری' خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی' خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی اور خواجہ محمد معظم الدین رحمہم اللہ تعالیٰ تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے اور حضرت کریم تونسوی نے ان کے حالات بچشم خود ملاحظہ فرمائے۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے شیخ کی خدمت سب سے زیادہ کس نے کی ہے؟ بتایا گیا کہ حضرت معظم آبادی نے! آپ نے فرمایا: "پھر اس کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچتا۔"[2]

---

[1] ایضاً صفحہ ۳۲۶' مہر معظم' صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۱۔
[2] مہر منیر' صفحہ ۲۰۳' ۲۰۵۔

حضرت خواجہ مولانا محمد امین چکوڑوی

پیدائش اور خاندان

زبدۃ المتورعین قدوۃ المتضرعین مولانا بالفضل و الاحسان اولینا حضرت حافظ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۷۰ھ[1] کو چکوڑی شریف ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی استاذ الکل مولانا حافظ نور الدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔

چکوڑی شریف کا یہ خاندان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہے اور فاروقی قریشی کی اس شاخ سے تعلق رکھتا ہے جس کا نسب نامہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت شاہ بھیکھ چشتی نامی تھے۔ دہلی کے نزدیک ایک گاؤں دایانوالی کے باشندہ تھے۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کے خلاف آپ نے زبانی و تحریری جہاد کیا اور بھگتی تحریک کے ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

آپ حضرت شیخ سلیم چشتی سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ آپ اپنے شیخ کامل کے حکم پر موضع ککہ نزد کنجاہ ضلع گجرات میں آباد ہوئے۔ آپ کی اولاد دریہ کسانہ، ٹھیکریاں، مونیاں، صاحب لکھو، وزیر آباد اور چکوڑی شریف میں پھیل گئی۔

شاہ بھیکھ کی اولاد میں حضرت مولانا حافظ غلام رسول ٹھیکریاں میں آباد ہوئے۔ آپ صاحب عرفان، کامل مکمل عالم باعمل، علامہ دوراں اور متبحر عالم ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری قدس سرہ سے مجاز تھے۔ آپ کے تین فرزند ہوئے جو عالم باعمل اور حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری سے مجاز تھے۔

حضرت مولانا حافظ نور الدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد حافظ غلام رسول سے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ علم صرف و نحو، منطق، فلسفہ، معانی، فقہ و تفاسیر و

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹۔
[2] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۳۹۔

حدیث و اصول فقہ و حدیث سے فارغ ہو کر دہلی کا رخ کیا۔ وہاں حدیث شریف و دیگر کتب متداولہ کا دورہ کیا۔ سند فراغت کے بعد چکوڑی شریف میں ایک عظیم درس گاہ کی بنیاد رکھی جس میں جملہ علوم و فنون کا درس دیا جاتا تھا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فروغ میں ایک اہم رول ادا کیا۔
آپ کا وصال ۱۳۰۲ھ کو چکوڑی شریف میں ہوا۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے: حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی بن حافظ نور الدین بن حافظ غلام رسول بن حافظ دین محمد بن حافظ عبد اللہ بن خواجہ عبد الرؤف بن خواجہ عبد الکریم بن حافظ محمد بن خواجہ شاہ بھیکھ بن شیخ منصور بن شیخ چوڑ بن خواجہ عبد الشکور بن شیخ طاہر بن شیخ یوسف بن شیخ بڈھن بن شیخ حسین بن شیخ سلیمان بن شیخ پیراہن بن خواجہ عبد المجید بن شیخ یعقوب بن مخدوم شیخ محمد بن مخدوم خواجہ شہاب الدین بن خواجہ فرید الدین گنج شکر بن خواجہ جمال الدین ملقب بہ سلیمان بن ملک العلماء مولانا شیخ شعیب قریشی بن یوسف شہزادہ بن شیخ محمد بن خواجہ شہاب الدین شاہزادہ بن شاہ احمد المعروف فرخ شاہ شاہ کابل بن ناصر الدین شہزادہ بن محمود شاہ المعروف شہنشاہ بادشاہ بن سامان شاہ بن سلطان مسعود شاہ بن عبد اللہ شہزادہ بن خواجہ واعظ الاصغر بن خواجہ واعظ الاکبر بن خواجہ ابو الفتح بن شاہ اسحاق والی بلخ بن ابراہیم بادشاہ بن خواجہ ادھم بن سلیمان بن منصور قریشی بن خواجہ ناصر الدین بن خواجہ عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حصول علم

آپ نے حفظ قرآن مجید اور علوم دینیہ مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا حافظ نور الدین نقشبندی سے کی۔ سولہ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون مثلاً تفسیر، فقہ، حدیث، ادب اور منطق وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔ عمر چھ سال قرآن مجید حفظ کر لیا۔ مراۃ السالکین میں ہے:
علوم ظاہری اپنے والد ماجد سے تحصیل کئے ہیں[۱]

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹۔

مراۃ السالکین میں ہے: ابتداء ہی میں آپ کو عبادت و ریاضت کا کمال اشتیاق تھا۔ دن رات عبادت اور یاد الٰہی میں آپ شاغل رہا کرتے اور فقراء کی تلاش میں ہردم سرگرم رہتے تھے۔ آخر جاذب حقیقی نے آپ کو کمال رہبری سے سیال شریف کا راہ بتلایا تب آپ اپنے والد ماجد حضرت مولوی حافظ نور الدین نقشبندی کے ہمراہ سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت حاصل کر کے ریاضت شاقہ میں مصروف ہوئے اور ہر سال سیال شریف میں حضرت خواجہ سیالوی پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر فائز المرام ہوتے رہے ہیں۔ آخر ۱۲۹۰ھ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حضرت خواجہ سیالوی سے حاصل کر کے بندگان خدا کی ہدایت و تعلیم میں شب و روز مصروف ہوئے۔ؔ

مؤلف تحفۃ الابرار لکھتے ہیں: آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو سیال شریف لاکر مرید کرایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ۱۶ برس کی تھی۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حاصل ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نقشبندیہ طریقہ رکھتے تھے۔ؔ

حضرت مولانا محمد امین چکوڑوی کے خلیفہ مجاز مولانا محمد شفیق فاروقی متوفی ۱۳۸۰ھ اپنی یاد داشتوں میں لکھتے ہیں:

خواجہ محمد امین فاروقی چکوڑوی فرماتے ہیں کہ جب میں دوسری دفعہ سیال شریف کی حاضری سے فارغ ہوا تو قبلہ والد ماجد نے مجھ سے وہاں کے حالات دریافت کیے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ حضرت قبلہ سیالوی مجھ پر بڑی مہربانی فرماتے ہیں خاص مکان، مکلف بستر اور ملذز کھانوں سے ذرہ نوازی فرماتے ہیں۔ قبلہ والد ماجد نے فرمایا کہ آئندہ جب تم وہاں جاؤ تو یہ خیال لے کر مت جانا کہ میں ایک بہت بڑے عالم فاضل اور متقی باپ کا بیٹا ہوں بلکہ واپسی کے وقت موازنہ کرنا کہ تمہیں کیا کیا فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر جب میں سیال شریف حاضر ہوا تو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی محفل خاص میں رونق افروز تھے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا اور قدمبوسی کر کے حضور سیالوی کے سامنے ہی پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ محفل میں سکوت طاری تھا۔ حاضرین سب ساکت و جامد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ سیالوی نے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا تو مجھ پر ایسا لطف و سرور طاری ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک نکلی نور کی میرے

۱؎ مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹۔
۲؎ تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۳۹۔

بیعت و خلافت

مراۃ السالکین میں ہے : ابتداء ہی میں آپ کو عبادت و ریاضت کا کمال اشتیاق تھا۔ دن رات عبادت اور یاد الٰہی میں آپ شاغل رہا کرتے اور فقراء کی تلاش میں ہردم سرگرم رہتے تھے۔ آخر جاذب حقیقی نے آپ کو کمال رہبری سے سیال شریف کا راہ بتلایا تب آپ اپنے والد ماجد حضرت مولوی حافظ نور الدین نقشبندی کے ہمراہ سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت حاصل کر کے ریاضت شاقہ میں مصروف ہوئے اور ہر سال سیال شریف میں حضرت خواجہ سیالوی پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر فائز المرام ہوتے رہے ہیں۔ آخر ۱۲۹۰ھ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حضرت خواجہ سیالوی سے حاصل کر کے بندگان خدا کی ہدایت و تعلیم میں شب و روز مصروف ہوئے [۱]

مؤلف تحفۃ الابرار لکھتے ہیں : آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو سیال شریف لاکر مرید کرایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ۱۶ برس کی تھی۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حاصل ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نقشبندیہ طریقہ رکھتے تھے [۲]

حضرت مولانا محمد امین چکوڑوی کے خلیفہ مجاز مولانا محمد شفیق فاروقی متوفی ۱۳۸۰ھ اپنی یاد داشتوں میں لکھتے ہیں :

خواجہ محمد امین فاروقی چکوڑوی فرماتے ہیں کہ جب میں دوسری دفعہ سیال شریف کی حاضری سے فارغ ہوا تو قبلہ والد ماجد نے مجھ سے وہاں کے حالات دریافت کیے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ حضرت قبلہ سیالوی مجھ پر بڑی مہربانی فرماتے ہیں خاص مکان، مکلف بستر اور ملذذ کھانوں سے ذرہ نوازی فرماتے ہیں۔ قبلہ والد ماجد نے فرمایا کہ آئندہ جب تم وہاں جاؤ تو یہ خیال لے کر مت جانا کہ میں ایک بہت بڑے عالم فاضل اور متقی باپ کا بیٹا ہوں بلکہ واپسی کے وقت موازنہ کرنا کہ تمہیں کیا کیا فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر جب میں سیال شریف حاضر ہوا تو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی محفل خاص میں رونق افروز تھے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا اور قدمبوسی کر کے حضور سیالوی کے سامنے ہی پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ محفل میں سکوت طاری تھا۔

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹۔
[۲] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۹۔

حاضرین سب ساکت و جامد بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت قبلہ سیالوی نے نگاہ اٹھاکر میری طرف دیکھا تو مجھ پر ایسالطف و سرور طاری ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک نلکی نور کی میرے سینے پر لگی ہوئی ہے جس کے ذریعے نور الٰہی میرے سینے میں جاگزین ہو رہا ہے۔ساتھ ہی اسرار باطنی مجھ پر کھلتے چلے گئے اور میری نگاہ تحت الثریٰ سے لے کر حجاب عظمت تک کام کرنے لگی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ شمس العارفین مسجد میں تشریف لے گئے۔میں بھی اسی سرور و مستی کی حالت میں ساتھ چلا گیا۔دوسرے روز میں نے واپسی کے لئے اجازت چاہی تو حضرت خواجہ سیالوی نے بندہ نوازی کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت کی اجازت فرمائی اور کچھ تبرکات بھی عطا کیے۔ اس دن ۸ صفر المظفر ۱۲۹۰ھ تھا۔[۱]

حضرت خواجہ سیالوی سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ کامل سے بے پناہ عقیدت تھی۔سیال شریف اور اپنے شیخ کے عاشق صادق تھے۔سیال شریف کی حدود میں کبھی جوتا نہ پہنتے اور نہ ہی کبھی رفع حاجت کرتے۔اکثر اپنے مرشد کا ذکر فرماتے اور ان کی یاد میں مستغرق رہتے ' در آنکھیں بند کیے ' سر جھکائے ان کے تصور میں کھوئے رہتے تھے۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی سے بہت انس تھا اور یہ بھی آپ پر بہت مہربان تھے۔ باہم مراسلت تھی۔الامین کا مؤلف لکھتا ہے :

پاک پتن شریف سے مراجعت پر حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے چکوڑی شریف قدیم رنجہ فرمایا تو آپ استقبال کے لئے گجرات ریلوے سٹیشن پر تشریف لے گئے۔آپ کے ہمراہ ۲۲ گھوڑیاں مع خدام تھے۔آپ نے پٹکہ گردن میں ڈال کر نہایت عجز و انکسار سے قدمبوسی کی۔دیگر احباب بھی قدمبوسی سے فارغ ہوئے تو آپ نے خدمت والا میں عرض کیا کہ اگر حضور چکوڑی کو بھی قدوم میمنت لزوم سے منور فرمائیں تو بندہ نوازی و غریب پروری سے بعید نہیں۔آپ حضرت ثانی لاثانی سیالوی کو بڑی شان و شوکت اور باوقار طریقے سے چکوڑی شریف لائے اور بنگلہ خاص پر ٹھہرایا۔جب آپ نے تشریف لے جانے کا قصد فرمایا تو آپ نے ایک قیمتی لباس مع پاپوش اور

---

[۱] قلمی یادداشت مخزونہ کتب خانہ صاحبزادہ محمد فیض الامین فاروقی سیالوی ' مونیاں شریف ' ضلع گجرات۔

ایک ۱۰۰روپیہ خاص حضور کے لئے اور ہر ایک خادم کے لئے ایک ایک خلعت اور چار چار روپیہ بطور نذر پیش کیا۔ حضور سیالوی نے انکار فرمایا کہ اتنی تکلیف و تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ مگر آپ کے اصرار سے حضور نے بمشکل قبول فرمایا۔[1]

بقول مؤلف برکات سیال' ایک روز مولوی صاحب قبلہ (مولوی محمد ذاکر بگوی) نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت ثانی لاثانی سیالوی کو کچھ روپوں کی ضرورت ہے۔ انتظام کرنا چاہئے۔ میں مکان کی طرف روانہ ہوا کہ ایک درویش بھاگا بھاگا میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب بلا رہے ہیں۔ میں واپس آیا تو فرمانے لگے کہ تمہارے جانے کے بعد ہی حضرت صاحب نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ چونکہ مولوی محمد امین صاحب نے ابھی اسی وقت ہماری ضرورت سے زیادہ ہم پر مہربانی کی ہے۔ اس لئے اب کوئی تردد نہ کریں۔[2]

مرشد کی نظر میں

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی آپ پر خصوصی توجہ اور عنایت فرماتے۔ آپ اپنے شیخ کے پیارے اور خاص خلفاء میں شامل ہوتے ہیں۔ بہت کم عرصہ میں آپ کو خلافت ودیعت ہونے پر کسی درویش نے حضرت خواجہ سیالوی کے حضور عرض کرکے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

"برتن میں دودھ صاف تھا' میں نے وہی بنا دیا۔"

یعنی استعداد بدرجہ اتم موجود تھی۔[3]

درس وتدریس

حصول خلافت کے بعد چکوڑی شریف میں درس وتدریس میں اپنے والد ماجد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ مراۃ السالکین میں ہے:

اوراد و اشغال سے جب آپ فارغ ہوتے ہیں تو اکثر طلباء علوم کتب دینیہ شرعیہ کا سبق

---

[1] ظفر علی شاہ قریشی' الامین مطبوعہ حجازی پریس لاہور' ۱۳۵۷ھ۔
[2] برکات سیال' صفحہ ۳۰۔
[3] الامین' صفحہ

آپ سے پڑھ کر مستفید ہوا کرتے ہیں۔فقراء، درویشوں اور مہمانوں کو دو وقتی طعام ماحضر آپ کے لنگر سے ملتا ہے اور طلباء علم وغیرہ کی خوراک اور ضروریات کا اصراف آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔[1]

حضرت مولانا محمد چراغ چکوڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے علوم متداولہ کی تحصیل آپ سے کی۔

تحفۃ الابرار میں ہے:

باب درس وتدریس کا کھلا رکھتے ہیں۔صادر و وارد کے لئے لنگر موجود ہے۔[2]

اخلاق

مؤلف مراۃ السالکین لکھتے ہیں: اتباع شریعت غراء میں آپ ثابت قدم اور نہایت متقی اور پارسا ہیں۔طہارت اور عبادت میں احتیاط کما ینبغی آپ کی ملحوظ نظر ہے۔تجرید اور تفرید میں آپ اپنا نظیر نہیں رکھتے۔[3]

صاحب تحفۃ الابرار کا بیان ہے: آپ زہد وورع وتقویٰ و مجاہدہ میں بے نظیر ہیں۔[4]

مؤلف برکات سیال لکھتے ہیں: حضرت ثانی لاثانی سیالوی جب لاہور آنکھیں بنوانے کے لئے تشریف لائے تو آپ بھی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے اور شاہی مسجد میں قیام فرمایا۔طبیعت میں نفاست تھی اور صفائی پسند تھے۔اوقات میں انضباط تھا اور سرگرم عبادت تھے۔شاہی مسجد میں چلتے پھرتے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی آزاد ہرن محو خرام ہے۔

تہجد کے وقت ان کے درویش حوض سے پانی لاتے جاتے اور یہ وضو کئے جاتے۔پاس والوں سے کہتے جاتے دعا کرو یہ اسراف کی عادت مجھ سے جاتی رہے۔شاید تین چار بڑے مٹکوں سے ان کا وضو ہوتا ہوگا لیکن اکثر اسی تہجد کے وضو سے عشاء تک کی نمازیں پڑھتے تھے۔[5]

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۰۔
[2] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۹۔
[3] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰۔
[4] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۹۔
[5] برکات سیال، صفحہ ۳۰۔

معمولات

آپ شب کے تین بجے استراحت فرماکر بیدار ہوتے اور وضو فرماتے۔ وضو پر ستر اسی ڈول پانی صرف ہوتا۔ چونکہ ورع و اتقاء آپ کی طبیعت ثانی بن چکا تھا آپ کو تسلی نہ ہوتی کہ کہیں جزو اعضاء خشک نہ رہ گیا ہو۔ نماز تہجد مکمل پڑھتے اور اوراد میں مشغول ہو جاتے۔ حتیٰ کہ نماز باجماعت پڑھتے' جماعت خود کراتے۔ پھر وظیفہ میں بارہ بجے تک مصروف رہتے اور ساتھ ہی ساتھ مخلوق خدا کی خدمت اپنے شایان شان کرتے۔ بعد ازاں سوکھی روٹی سے کچھ تناول فرماتے۔ پھر آرام فرماکر ایک بجے اٹھ کر وضو کرتے اور جماعت کراتے۔ پھر باہر اپنے باغ والی مسجد میں تشریف لاکر نماز عصر بھی جماعت سے پڑھاتے۔ بعد ازاں گھر تشریف لاتے۔ نماز مغرب جامع مسجد میں باجماعت ہوتی اور قرآن پاک ایسی خوش الحانی سے پڑھتے کہ سامعین مسحور ہو جاتے۔ بڑے بزرگوں کا بیان ہے کہ ہم نے بڑے بڑے جلیل القدر فضلائے عصر کی اقتداء کی مگر جو لطف آپ کی اقتداء میں آیا وہ بیان سے باہر ہے۔ پھر وظیفہ میں مشغول ہوتے۔ نماز عشاء بھی باجماعت ہوتی۔ بعد ازاں ۱۲ بجے تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر استراحت فرماتے۔

خطبہ جمعہ و عیدین

جمعۃ المبارک کا خطبہ نہایت موثر طریقہ پر پڑھ کر نماز جمعہ پڑھاتے۔ نماز عیدین بھی نہایت تزک و احتشام سے ہوتی تھی۔ جب کبھی فرزندان توحید کا زبردست اجتماع جامع مسجد میں نہ سما سکتا تھا تو باہر جنگل میں نماز جمعہ ہوتی۔ گویا اسلامی شہنشاہوں کا زمانہ آنکھوں سے پھر جاتا۔

عرس

یکم چیت کو اپنے والد گرامی حافظ نور الدین نقشبندی کا عرس مبارک پرشکوہ طریقہ پر ہوتا۔ جس میں بے پناہ ہجوم زائرین اور مریدین کا ہوتا تھا۔ دو چیت کو آپ کی صدارت میں شاندار مجلس جمتی' قوال اور نعت خواں قوالی وغیرہ سے حاضرین کی آتش محبت کو تیز تر کر دیتے۔ جس میں زیادہ تر بزرگان دین اور صوفیائے کرام کا ذکر بابرکت ہوتا۔[۱]

---

[۱] الامین' صفحہ

تعمیرات

طلبہ کی سہولت اور زائرین کے آرام و آسائش کے لئے گاؤں میں شمال مشرقی سمت مکانات تعمیر کرائے۔ مسجد بنوائی اور ایک آسمانی کنواں لگوایا۔ باغ بھی لگوایا جس میں مالٹا' سنگترہ' آم اور جامن و لیموں کے درخت بکثرت تھے۔ گاؤں کی جامع مسجد کے ساتھ ایک دو منزلہ مکان تعمیر کروایا جس میں کتب خانہ محفوظ کیا اور خود وہیں رات کو عبادت کیا کرتے۔ گاؤں کی مسجد کو شہید کروا کر ایک نئی مسجد بنوائی۔ گاؤں والے رہائشی مکانات تعمیر کروائے۔ جنوبی جوہڑ کے کنارے مال مویشیوں کے لئے حویلی تعمیر کروائی۔ لنگر شریف کے انتظام کے لئے علیحدہ مکان تعمیر کروایا۔

مقبولیت

آپ کا مسلک خلق خدا کی خدمت تھا۔ کبھی کسی پر غصہ یا تشدد نہ فرماتے۔ لا اکراہ فی الدین کے تحت کسی بھی مذہب کو برا نہ کہتے۔ آپ بلا امتیاز مذہب و ملت مخلوق خدا کی خدمت کو روا جانتے تھے۔ آپ کی زندگی کا مقصد لوگوں کو انسان کامل بنانا تھا۔ آپ نے مساوات' فراخ حوصلگی' یگانگت' انسانی ہمدردی اور پرخلوص محبت کی تعلیم دی۔ آپ کا پیغام محبت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے در پر ہر مذہب کے لوگ جن میں ہندو' سکھ' عیسائی اور مسلمان سب شامل ہوتے تھے' آتے اور فیض و برکت حاصل کرتے تھے۔ ہمہ وقت مخلوق خدا کا تانتا لگا رہتا۔ کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ گیا۔[۱]

ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی پنڈی بہاؤالدین نے آپ کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے:

مولانا مولوی محمد امین صاحب چکوڑی شریف کے مشہور بزرگ تھے اور شریعت و طریقت دونوں مملکتوں کے بادشاہ تھے۔[۲]

---

[۱] فیض الامین (قلمی) مخزونہ صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی۔
[۲] مشاہیر اسلام' حصہ دوم' مرتبہ محمد الدین فوق۔

صحبت کے اثرات

برگزیدہ صادقین حضرت خواجہ مولانا محمد امین چکوڑی کی صحبت جادو کا اثر رکھتی تھی جو آپ کے حضور آجاتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جس پر نظر پڑ جاتی وہ شکار ہو جاتا۔ آپ کی صحبت کی کشش کا ایک واقعہ درج ہے :

حضرت صوفی رکن الدین لاہوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ بغرض واپسی لاہور اسٹیشن پر جلوہ افروز تھے۔ آپ وظیفہ میں مشغول اور ہم تمام دوست دست بستہ خاموش خدمت بابرکت میں سرنگوں تھے اور چند جنٹل مین افسروں کا گروہ ٹہل رہا تھا۔ ان میں ایک اچھا فلاسفر ہندو وکیل یہ کہہ رہا تھا (آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ ان لوگوں نے بے چارے سادہ لوح لوگوں کو لوٹ کھایا ہے۔ یہ جو سامنے تسبیح پھیر رہا ہے اپنے تزویری فن میں نہایت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ حسین بھی ہے اور ذکر و اذکار میں اس لئے مشغول ہے تاکہ لوگ اس کی پرستش کریں اور یہ دولت جمع کرنے کا عجیب طریقہ ہے۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ایسی باتیں قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔

آپ کو کچھ خیال آیا اور ٹکٹیں واپس کر کے ایک مخلص کے مکان پر تشریف لے جانے کے لئے اسٹیشن سے باہر آ کر تانگہ پر سوار ہوئے۔ ہم سب برادران طریقت بھی ہمراہ تھے۔ اتنے میں وہ فلاسفر پلیڈر مجنونانہ بے تاب ہو کر آپ کے پیچھے زور سے دوڑتا ہوا مکان پر پہنچ کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معذرت خواہ ہوا۔ عرض کیا حضور مجھے مسلمان کر کے سعادت عنایت فرمائیں۔ آپ نے اسے مشرف بہ اسلام کیا اور فرمایا تیرے والدین زندہ ہیں، ان کی خدمت کیا کر اور خفیہ طور پر نماز، روزہ اور دیگر فرائض بجالا، یہ فرمایا اور اجازت دی۔[۱]

ظفر علی شاہ قریشی مرحوم نے "الامین" میں آپ کی صحبت کی کشش کے متعدد واقعات قلمبند کئے ہیں۔

لباس و خوراک

آپ بیش قیمت لباس زیب تن فرماتے تھے اور آپ کی خوراک بہت کم تھی۔

---

[۱] الامین، صفحہ

حلیہ

آپ نہایت حسین تھے اور چہرہ مبارک بہت نورانی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اعضاء نازک اور موزوں، پیشانی کشادہ تھی، ہونٹ کافوری اور دانت مانند موتی تھے۔

کتب خانہ

آپ کو کتب جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ہر موضوع پر قیمتی اور نادر کتابیں آپ کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ بعض قلمی مسودات بھی محفوظ تھے۔

معاصرین

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری سلبو کے شریف، میاں کرم الٰہی عرف کانواں والی سرکار، شیخ محمد عبداللہ چک عمر، حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی، محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری، قاضی سلطان محمود قادری اعوان شریف اور مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ سے گہرے مراسم استوار تھے اور یہ حضرات آپ کی بہت قدر و منزلت فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں درج ذیل حضرات سے بھی خصوصی مراسم تھے۔

مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا محمد ذاکر بگوی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ لاہور، حضرت سید حاکم شاہ گیسو دراز وڑائچانوالہ، مولانا عبدالحکیم کلانوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا نور عالم خاکی وزیر آبادی اور سید سید حسن شاہ جنڈانوالہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین[1] خواجہ غلام نبی للہی سے بھی مراسم تھے۔[2]

حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی اور حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کی آپس میں حد

---

[1] فیض الامین (قلمی)۔
[2] تذکرۂ اعلیٰ حضرت للہی مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶ء صفحہ ۶۲۔

درجہ الفت و محبت تھی۔ آپ اکثر چکوڑی شریف آتے اور کئی کئی دن مستقل یہاں قیام فرماتے۔ علامہ مشتاق احمد فاروقی بیان کرتے تھے کہ جب پیر صاحب نے سیال شریف جاکر خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو اوراد و وظائف کی تلقین فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔

مہر علی! "اگر تمہیں کسی معاملہ میں دقت پیش آئے یا ورد و وظائف میں کسی کی رہنمائی کی ضرورت ہو تو یہاں آنے کی بجائے چکوڑی شریف جایا کرو اور مولوی محمد امین سے پوچھ لیا کرو۔ سیال شریف کی نسبت چکوڑی شریف آپ کو نزدیک پڑتا ہے۔" پھر حضرت خواجہ گولڑوی نے اپنی ریاضت و مجاہدہ کا ابتدائی دور چکوڑی شریف ہی میں گزارا۔ مولوی محمد امین صاحب کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کیں۔ بعد ازاں اکثر چکوڑی شریف آتے رہتے اور خط و کتابت بھی فرماتے۔ آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے مکتوبات چکوڑی شریف کی لائبریری میں محفوظ ہیں[۱] حضرت خواجہ غلام فرید چشتی رحمتہ اللہ علیہ چاچڑاں شریف سے بھی گہرے مراسم تھے[۲]

خلفاء

آپ کے خلفاء میں معروف یہ ہیں :

۱- حضرت خواجہ مولانا فیض رسول فاروقی قریشی (چکوڑی شریف)
۲- حضرت مولانا محمد شفیق فاروقی قریشی (مونیاں شریف)
۳- حضرت مولانا محمد صدیق المعروف میاں کاکو (مونیاں شریف)
۴- حضرت قاضی سید ممتاز احمد لدھیانوی (لدھیانہ 'بھارت)
۵- حضرت سید عبدالمجید شاہ (دلانوالہ 'ضلع گجرات)
۶- حضرت سید محمد رسول شاہ (حاجی چک 'ضلع گجرات)
۷- حضرت سید محمد مقبول شاہ (حاجی چک 'ضلع گجرات)

---

[۱] فیض الامین (قلمی) مؤلف مولانا محمد شفیق فاروقی قریشی۔
[۲] اشارات فریدی (ملفوظات) مرتبہ مولانا رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ تحقیق و ترجمہ کپتان واحد بخش سیال 'صفحہ ۴۴۴ تا ۴۵۰۔

۸۔ حضرت صوفی رکن الدین لاہوری (لاہور)
۹۔ حضرت حافظ رکن الدین (پنجن کسانہ، ضلع گجرات)[۱]
۱۰۔ میاں محمد انور (خادم خاص)
۱۱۔ شیخ محمد اکبر[۱]
۱۲۔ حضرت مولانا حافظ عبد الحق ملوانوی ساکن ملوانہ تحصیل کھاریاں گجرات۔

آپ کے سارے خلفاء عالم باعمل، شریعت مطہرہ کے پابند اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

شادی اور اولاد

آپ نے دو نکاح کئے۔ ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جن کا نکاح آپ کے رشتہ دار مولوی فیض رسول سے ہوا۔

وصال

آپ کا وصال شریف ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۰۷ء بروز سہ شنبہ رات کو چکوڑی شریف میں ہوا۔ خطہ پنجاب کے طول و عرض میں صف ماتم بچھ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون[۲]

آپ کے وصال شریف کی خبر سن کر حضرت ثانی لا ثانی سیالوی نے چشم پر آب ہو کر فرمایا: "آہ مولوی صاحب میں تو خیال کرتا تھا کہ آپ میری فاتحہ پڑھیں گے، مگر پڑھنی پڑی، مجھ ہی کو۔"[۳]

قطعہ تاریخ وفات

آپ کی وفات حسرت آیات پر فاضل شعراء نے مرثیے اور قطعات بکثرت رقم کئے۔ آپ کی لوح مزار پر یہ قطعہ کندہ ہے جو۔

---

[۱] الامین اور فیض الامین (قلمی)۔
[۲] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۰۔
[۳] محبوب سیال مطبوعہ مطبع مفید عام، لاہور ۱۳۴۳ھ، صفحہ ۱۱۴۔

چو مہر طریقت بحکم خدا یکایک زاوج چکوڑی نہفت
پئے سال تاریخ ہاتف زغیب محمد امین زینت الخلد گفت
۱۳۲۵ ھ

سجادہ نشین

آپ کے داماد حضرت مولانا فیض رسول فاروقی قریشی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔ مولانا موصوف عالم اور صوفی باصفا تھے۔ آپ کا عالیشان روضہ انہوں نے ہی تعمیر کروایا۔

تاریخ تعمیر روضہ مبارک

حضرت شیخ محمد عبد اللہ ساکن چک عمر نے روضہ مبارک کی تاریخ تعمیر عربی میں رقم کی ہے۔

هذه روضة مقام الفيض
قد على نور من الانوار
قال شيخ بعام تاريخ
ربنا توفنا مع الابرار ؎
۱۳۳۴ ھ

عرس شریف

ہر سال آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ محمد یوسف فاروقی (سجادہ نشین) بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ سیال شریف سے ان کی عقیدت مثالی ہے۔ اپنے بزرگوں کے قدم بقدم چلنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

؎ الامین، صفحہ

مہر کا سجع

آپ کی مہر کا سجع یہ ہے:

فدای محمد امین محمد (۱۳۰۲ھ)

تقریظ بر مراۃ السالکین

حضرت مولانا مولوی محمد امام الدین چشتی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مراۃ السالکین پر آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم — الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی النبی الامی الامین و الہ و اصحابہ اجمعین وبعد فیقول العبد المسکین محمد امین بن مولینا و مولی العلمین المولوی الحافظ نور الدین بواہ اللہ فی اعلی علیین انی قد رایت ھذا الکتاب المستبین المشحون من حالات السالکین المشتمل علی اخبار اخیار الکاملین المملو من انباء ابناء العارفین کانہ سلک من الدر الثمین او مصباح من نور الیقین کیف لا وھو من تصانیف عمدۃ المحققین و زبدۃ المدققین ممتاز قبلۃ العالمین حضرت مولینا و مرشدنا خواجہ شمس الملۃ والدین سیالوی رضی اللہ تعالی عنہ، اخونا فی الطریقۃ والدین المولوی الصوفی محمد امام الدین حوفظ من حوادث الزمان وحین فقلت فی تاریخہ بلسان عربی مبین مراۃ ساحت ۱۳۱۲ السالکین اللھم اجعلہ مطبوعا للطالبین و مقبولا للراغبین آمین یا رب العالمین [1]

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۳

حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی

خاندان

قدوۃ العاشقین[1] حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی قدس سرہ حضرت مخدوم برہان الدین سہروردی کے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مؤلف اولیائے جھنگ لکھتا ہے:

حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سہروردیہ کے مبلغ تھے۔ آپ کا خاندان اور روحانی تعلق حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی قدس سرہ سے منسوب ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت غوث بہاء الحق ملتانی کے حقیقی صاحبزادے تھے اور والد کے حکم پر لنگر مخدوم اقامت پذیر ہوئے۔ اس وقت یہ علاقہ غیر آباد تھا۔ آپ نے جنگل میں جھونپڑی ڈال لی اور یاد الہی میں مصروف ہوگئے۔ چونکہ یہ جنگل گزر گاہ تھا' مسافر عموماً یہاں سے گزرتے تھے۔ آپ نے ان کی سہولت کے لئے لنگر جاری کردیا جو صدیوں تک جاری رہا۔ اس وجہ سے اس علاقہ کا نام لنگر مخدوم مشہور ہوگیا۔ آپ کی اولاد میں مخدوم محمد طیب اور مخدوم عبد الکریم اپنے عہد کے باکمال عارف گزرے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین محمد باہو بھی آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے رہے ہیں۔[2]

صاحب انوار شمسیہ جو مخدوم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' مخدوم کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے:

حضرت مخدوم برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی جناب سے مخدوم کا خطاب عطا ہوا۔ جس کی نسبت سے آپ کی اولاد مخدوم کے لقب سے ملقب ہوئی۔[3]

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۷۶ پر حضرت شیخ محمد اسماعیل

---

[1] انوار شمسیہ' صفحہ ۷۰۔
[2] بلال زبیری: تذکرہ اولیائے جھنگ مطبوعہ ساجد پرنٹنگ پریس' جھنگ ۱۹۷۴ء (بار سوم)' صفحہ ۱۳۷۔
[3] انوار شمسیہ' صفحہ ۲۲۲' ۲۲۳۔

المعروف میاں وڈا سہروردی کا شجرۂ طریقت اس طرح رقم کیا ہے:

آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ عبدالکریم کے شاگرد اور مرید تھے۔ یہ مرید مخدوم طیب کے' یہ مخدوم برہان الدین کے یہ مرید شیخ چنن کے یہ شیخ میلون کے یہ شیخ حسام الدین متقی چشتی سہروردی کے' یہ سید شاہ عالم کے' یہ سید برہان الدین قطب کے' یہ سید ناصر الدین کے' یہ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے' یہ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے' یہ فرزند و مرید شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے اور یہ مرید شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے [۱]

حضرت مخدوم برہان الدین احمد اپنے وقت کے صاحب علم و قلم قطب ولایت تھے۔ آپ کی خدمت میں ہمہ وقت شیران ببر حاضر رہتے تھے۔ آپ کا مزار پر انوار چنگڑانوالہ ضلع سرگودھا میں مرجع خلائق ہے۔ [۲]

حضرت مخدوم برہان الدین احمد سہروردی کی اولاد میں سے حضرت حاجی مخدوم احمد یار رحمۃ اللہ علیہ مناسک حج کی بجا آوری کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں ختمی مرتبت خیرالانام سید الانبیاء ﷺ کے روضہ اطہر پر سرنیاز خم کرکے دعا مانگی:

خدایا! ایک بیٹا عطا کر جو حسین و جمیل' ولی اللہ' عاشق کامل' قطب ولایت اور غوث زمان ہو۔ اس حاضری کے دوران بارگاہ رسالت سے انہیں چاچڑ شریف کا نقشہ دکھایا گیا کہ وہاں اقامت پذیر ہوکر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دو۔ چنانچہ چاچڑ شریف پہنچ کر مرکز صدق و صفا قائم کیا اور اس کی مقبولیت میں شب و روز اضافہ ہونے لگا۔ [۳]

ولادت اور حصول علم

حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کی ولادت باسعادت ۱۲۴۳ھ [۴] مطابق ۱۸۲۸ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کرلیا [۵] اور علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ جناب ریاض چشتی لکھتے ہیں:

---

[۱] گلزار صوفیاء' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء' صفحہ ۲۸۸۔
[۲] حیات عزیز' مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۷۶ء۔
[۳] ریاض چشتی' حیات عزیز' مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۷۶ء' صفحہ ۳۶۔
[۴] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔
[۵] مرقع قلندر مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۸۵ء' صفحہ ۵۸۔

جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ۔[1]

مصنف تحفۃ الابرار لکھتے ہیں: علم ظاہری و باطنی سے آراستہ (تھے)۔[2] بقول ملک محمد الدین مدیر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات قدوۃ العاشقین مولوی فضل الدین صاحب چاچڑ شریف ایک بہت بڑے صاحب علم بزرگ تھے ۔[3]

مشہور ادیب و شاعر مولوی غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

جنرل صاحب کے خاندان میں پشتوں سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر بچے کی بسم اللہ چاچڑ شریف کے ایک بزرگ خاندان سے متعلق تھی جسے گردونواح میں تقدس کا اونچا مرتبہ حاصل تھا۔ جنرل صاحب کے بچپن میں علامہ مولوی فضل الدین اس خاندان کے سرخیل تھے۔ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ سیال شریف کے مشہور پیر طریقت حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔[4]

صاحب نفحات المحبوب' حضرت محبوب سبحانی جلالپوری قدس سرہ کی زبانی لکھتے ہیں:

عالمی در سیال شریف آمدہ و طریقہ وعظ و نصیحت آغاز کرد و درویشان خواجہ شمس العارفین چونکہ ہریک فضیلت می داشت ازوطیرہ تعجب کردند و منع ساختند کہ این جائے چہ جائے وعظ و نصیحت تست' آں عالم از کار خود باز نیامد' مولوی فضل الدین چاچڑانوالہ درجوش آمد و گفت۔ اے عالم! باوجودیکہ معنی یک الف و بے نمی دانی' وعظ چہ میکنی؟ غرض آں کہ وی را عاجز کردند۔[5]

ترجمہ: ایک عالم سیال شریف آیا اور وعظ و نصیحت کرنے لگا۔ خواجہ شمس العارفین کے درویش ایک سے ایک چونکہ فضیلت رکھتے تھے۔ اس کی اس بات سے متعجب ہوئے اور کہنے لگے یہ کون سی وعظ و نصیحت کی جگہ ہے؟ وہ عالم اپنے کام سے باز نہ آیا۔ مولوی فضل الدین چاچڑانوالہ کو جوش آگیا۔ انہوں نے کہا۔ اے عالم! اگرچہ تمہیں الف اور بے کا معنی نہیں آتا۔

۱؎ حیات عزیز' صفحہ ۳۷۔

۲؎ تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔

۳؎ مشاہیر اسلام' صفحہ

۴؎ مولوی غلام رسول مہر' جنرل سر عمر حیات خان ٹوانہ کے سوانح حیات اور ان کی خاندانی تاریخ کا پس منظر مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء' صفحہ ۲۰۹' ۲۱۰۔

۵؎ نفحات المحبوب (فارسی) مطبوعہ کارخانہ بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ (انڈیا) ۱۳۲۷ھ صفحہ ۹۲۔

وعظ کیا کرتے ہو؟ الغرض اسے عاجز کر دیا۔[1]

بیعت اور عطائے خلافت

قدوۃ العاشقین مولانا چاچڑوی علوم دینیہ سے فراغت کے بعد بغرض بیعت سیال شریف حاضر ہوئے۔ مؤلف نفحات المحبوب آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح لکھتے ہیں۔

سیال شریف میں چاچڑ شریف کے مولوی فضل الدین صاحب ارادت کی بنا پر بیعت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب اس شخص نے حضرت صاحب (خواجہ شمس العارفین) کے سامنے سجدہ کیا۔ مولوی صاحب نے کہا اے شخص کافر ہوتا ہے' سجدہ نہ کر۔ وہ خاموش ہو رہا اور اپنے مکان پر چلا گیا۔ مولوی صاحب نے پھر کہا۔ حضرت صاحب! آپ نے بھی منع نہ فرمایا؟ کہ یہ کام شرع کے خلاف ہے۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا میں کیا کروں؟ اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ اس نے اپنی داڑھی اور مونچھیں صاف کرا دی ہیں۔ وہ کام بھی خود کیا اور یہ کام بھی خود کرتا ہے۔ پھر مولوی مذکور نے کہا کہ میں بیعت کے ارادے سے آیا تھا لیکن میرا عقیدہ درست نہیں رہا۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ آپ کی مرضی ہے۔ بیعت کریں نہ کریں مگر اس شخص کے روبرو نہ جائیں۔ آپ اہل علم ہیں۔ وہ اہل صفا[2] میں سے ہے اور بے باک ہے۔ ایسا نہ ہو آپ کو ذلیل کرے کیونکہ آپ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور وہ خاموش ہو کر چلا گیا ہے۔ خبر نہیں ہمارا لحاظ کرکے اس نے کچھ نہیں کہا یا کوئی اور سبب تھا آپ اس سے پوشیدہ رہیں۔

مولوی صاحب اتفاقاً اس کے مکان کی طرف سے گزرے۔ اس کے دل میں غصہ تھا۔ مولوی صاحب سے گفتگو شروع کر دی۔ اس مسئلہ کے متعلق جتنی تقریریں اور حدیثیں یاد تھیں دریا کی روانی کی طرح پڑھ رہا تھا۔ مولوی صاحب کا ہوش غائب ہو گیا۔

جواب کی طاقت مسلوب ہو گئی۔ آخر اس کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا حتیٰ کہ جہاں جاتا مولوی صاحب اس کے پیچھے ہوتے اور شاید انت الحق کا کلمہ بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ کہتا مولوی صاحب ہوش سے کام لو کیوں کافر ہوتے ہو؟ الغرض مولوی صاحب کو اتنی ہوش نہ تھی کہ

---

[1] ملفوظات حیدری' صفحہ ۱۹۱۔

[2] بغدادی عالم جو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھا۔ ہر علم کا عالم اور ہر فن میں کامل تھا کیا فقہ' حدیث اور تفسیر' شاستر وغیرہ کے علم بھی یاد تھے۔ (نفحات المحبوب' صفحہ ۶۲)۔

اس کا پیچھا چھوڑتے۔پس مولوی صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی لیکن جب تک زندہ رہے ہوش نہ آئی اور نماز کے بغیر کوئی وظیفہ نہیں پڑھ سکتے تھے ؎۱

صاحب برکات سیال لکھتے ہیں :مولوی محمد فضل الدین نے سیال شریف حاضر ہو کر اس شرط پر بیعت کے لئے عرض کیا کہ ہاتھ دیتے ہی ذوق و شوق طبیعت میں پیدا ہو جائے۔کچھ ردو کد کے بعد یہ درخواست منظور ہوئی تو ان کی حالت بھی دگرگوں ہوئی۔ ذوق سے مستی اور مستی سے دارفتگی پیدا ہوئی۔آخر رندانہ مشرب پر آٹھہرے لیکن شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔ ؎۲

جذبات سعید میں درج ہے :میں نے اپنے حضرت کریم (خواجہ محمد الدین سیالوی) سے اکثر ممتاز اہل علم ہستیوں کی بابت سنا ہے کہ وہ حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں مباحثہ اور مناظرہ کا سامان (کتب وغیرہ) لے کر آئے مگر صرف مناظرہ کی لغوی حیثیت سے ہی ایسے محو نظارہ ہوتے کہ سب کچھ بھول جاتے اور مخلص غلام اور عاشق بے دام بن جاتے۔مثلاً مولانا محمد فضل الدین صاحب چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونا وغیرہ اس کے شاہد ہیں۔ ؎۳

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں :مولانا فضل الدین صاحب مرید و اعظم و اکمل خلفاء حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تھے۔ ؎۴

شیخ طریقت سے محبت

آپ کو اپنے شیخ کامل سے والہانہ عقیدت اور ان کے احترام اور پیروی میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔جسے سلوک کی زبان میں فنافی الشیخ کا نام دیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ چاچڑ شریف میں ایک نووارد سے ملاقات ہوئی جس نے دوران گفتگو آپ کو بتایا کہ کسی ظاہری عالم دین نے سیال شریف میں ایسا اقدام کیا ہے جو حضور شمس العارفین کے خاندان

؎۱ ملفوظات حیدری' صفحہ ۱۲۶' ۱۲۷۔
؎۲ برکات سیال' صفحہ ۲۷۔
؎۳ جذبات سعید' صفحہ ۸۶۔
؎۴ تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔

کے احترام کے منافی ہے یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے۔ سر مبارک کے لمبے گھنے بال کھڑے ہو کر نوک سنان بن گئے اور آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا ہو۔ اسی وقت اسی حال میں پاپیادہ سیال شریف روانہ ہو گئے' چلتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے میں دیکھتا ہوں وہ شقی ازلی کون ہے؟ جو اس کفر سے بھی بدتر ناشدنی کا مرتکب ہوا ہے۔ رفتار کا یہ عالم تھا کہ موج صبا سے بھی تیز تر اور سبک تر تھی۔ ایک گھڑ سوار سواری کو ایڑ لگا کر بمشکل آپ کے نزدیک اس خیال سے پہنچا کہ کسی طرح آپ کی آتش غضب کو ٹھنڈا کیا جا سکے لیکن جلال ولایت کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی[۱]

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی پر اس قدر جذب و سرور اور سوز و عشق کی مستی طاری رہتی کہ بعض دفعہ جب جوش میں آتے تو بغیر کسی کو مطلع کئے خود بخود تن تنہا چاچڑ شریف سے سیال شریف کی طرف چل پڑتے اور بغیر راستے میں کسی سے کلام کئے یا کسی جگہ قیام کئے سیدھے سیال شریف جا کر دم لیتے۔ چلتے وقت اگر سر سے ننگے ہیں تو اسی حالت میں چل پڑتے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ حضور نے ایک پاؤں میں جوتا پہنا ہوا ہے اور دوسرے میں نہیں۔ الغرض چلتے وقت ایسی بے خودی اور کیف و مستی طاری ہو جاتی کہ اپنے تن بدن اور لباس وغیرہ کو بالکل فراموش کر دیتے۔ وہاں حاضری دے کر پھر انہی قدموں پر اسی حالت میں واپس چاچڑ شریف تشریف لاتے[۲]

جذبات سعید کا مؤلف رقمطراز ہے: حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے زمانے میں خوشاب کا ایک درزی حضور سیالوی کے لئے چار گوشہ ٹوپی تیار کر کے مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے پاس چاچڑ شریف میں لایا کہ آپ تو اکثر سیال شریف حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آئندہ جب حاضری کا اتفاق ہو تو یہ ٹوپی حضرت خواجہ سیالوی کے حضور پیش کر دینا۔

حضرت مولانا چاچڑوی اس سے صرف ایک آدھ دن ہی پہلے آستان پاک سے ہو کر آئے تھے۔ وہ ٹوپی مبارک مولانا نے اپنے مصلیٰ کے سامنے کتابوں کے جزدان پر اس طرح کھول کر رکھ دی جیسے کہ حضرت خواجہ سیالوی کے سر مبارک پر پہننے کے وقت ہوتی تھی۔ اس کی وضع قطع اور سج دھج کو دیکھ کر آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کی ٹوپی کا تصور یاد آگیا اور جوش محبت میں کہنے لگے:

---

[۱] حیات عزیز' صفحہ ۳۷' ۳۸۔

[۲] بیاض مولوی ممتاز علی ایم۔ اے (قلمی) مرتبہ ۱۹۸۵ء' صفحہ ۳۳' ۳۴۔

"ٹوپی کیسی ہے' ٹوپی والا کیسا ہوگا؟"

الغرض اسی جذبہ میں فرمایا! بھئی یہ ٹوپی اب بیٹھنے نہیں دیتی اور پھر اسی دن سیال شریف کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔[1]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے غایت درجہ عشق و محبت کی بنا پر سیال شریف ہی کو ان کا وطن کہنا اور سمجھنا زیادہ موزوں ہو گا۔ حضرات سیالوی کا ان کے خاندان سے وہ تعلق ہے جو پیری مریدی سے گزر کر یگانگت و اخوت تک پہنچ گیا ہے۔ آپ اور آپ کے صاحبزادہ مولوی محمد نصیرالدین تو عمر کا زیادہ حصہ اسی طور محبت پر مقیم رہے ہے۔[2]

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی ان کے پاس بہت نشست و برخاست تھی۔ ایک روز حضرت خواجہ شمس العارفین نے آپ سے فرمایا کہ اے بیٹا! تم ان کے پاس زیادہ نہ بیٹھا کرو۔ یہ تو رند مشرب ہیں۔ کیا تم بھی رند بننا چاہتے ہو؟[3]

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی چاچڑ شریف میں

آپ چاچڑ شریف تشریف لے گئے۔ مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے مزار پر فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے' یک لخت آپ کا رنگ بدلا اور بدن سے پسینہ بہنے لگا۔ ایک لمحہ کے اندر آپ وہاں سے پلٹے اور مزار سے کافی دور جاکر دوبارہ فاتحہ پڑھنے لگے۔ آپ کے ساتھ ایک محرم راز خادم بھی تھے۔ ان کے پوچھنے پر فرمایا کہ جب میں مزار پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگا تو مولانا فضل الدین نے کہا آپ میرے پیرزادے ہیں۔ آپ کھڑے ہیں اور میں لیٹا ہوں۔ یہ گستاخی مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ آپ مزار سے دور ہٹ کر فاتحہ پڑھئے' ورنہ میں شریعت کا پردہ چاک کرنے لگا ہوں تو میں اس ڈر سے کہ قلندر ہیں کہیں مزار سے باہر نہ آجائیں' مزار سے دور کھڑا ہوا اور فاتحہ پڑھا۔[4]

---

[1] جذبات سعید' صفحہ ۸۵۔
[2] برکات سیال' صفحہ ۲۶' ۲۷۔
[3] ایضاً' صفحہ ۲۷۔
[4] محمد مسعود احمد' پروفیسر: چند لمحے صاحبزادہ عزیز احمد کے ساتھ (ملفوظات) مطبوعہ ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور' اکتوبر ۱۹۸۲ء' صفحہ ۷۰۔

مجاہدات

مولوی ممتاز علی ایم۔اے چکوال اپنی بیاض میں لکھتے ہیں :

حضرت مولوی محمد عبدالعزیز چاچڑوی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی نے خدا جانے کتنے سال ہر سانس اور ہر لحہ ذکر میں مسلسل گزارا۔ آپ بظاہر چارپائی پر لیٹ جاتے اور اوپر کوئی کپڑا اوڑھ لیتے۔حاضرین خدمت یہ سمجھتے کہ شاید آپ کے آرام فرمانے اور سونے کا وقت ہے لہٰذا وہ بھی دم بخود ہوکر بیٹھے رہتے یا اٹھ کر چلے جاتے لیکن حضور اسی طرح کپڑا اوڑھے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ پھر جب طبیعت چاہتی اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ مریدین و مخلصین سمجھتے کہ اب آرام فرما چکے ہیں اس لئے پھر حاضر خدمت ہو جاتے۔ رات کو بھی یہی حالت رہتی۔خدام خاص سمجھتے کہ آپ سو رہے ہیں۔ اس لئے چلے جاتے لیکن آپ حسب معمول کپڑا یا لحاف یا رضائی اوڑھے ذکر حبیب میں مشغول ہوجاتے۔ حتیٰ کہ اذان صبح سے کچھ وقت پہلے اٹھ کھڑے ہوتے اور یہی معمول عمر بھر رہا۔

"خواب خوش در پیش دارد دیدۂ بیدار عشق"[۱]

"لا الٰہ" کا ذکر حبس دم عمر بھر کیا۔

چاچڑ شریف میں قیام خانقاہ

بزرگان سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی نے نہ تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور نہ اخروی زندگی کے تقاضوں کو دنیاداری کے دھندوں پر قربان کیا۔ ایک مختصر سی خانقاہ کے سوا جہاں بیٹھ کر آپ علم و عرفان کی روشنی چہار اطراف میں پھیلایا کرتے تھے ' آپ نے کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ یہ خانقاہ ایک مسجد 'کچھ معمولی رہائشی مکانات ' آمد و رفت رکھنے والے لوگوں کے لئے چند سادہ کمروں اور ایک مختصر سے صحن پر مشتمل تھی۔[۲]

---

[۱] بیاض (قلمی)' صفحہ ۱۶۔
[۲] حیات عزیز' صفحہ ۳۹۔

فتوح و لنگر

مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی نے اس وقت سے لے کر جب آپ کو سیال شریف سے خلافت عطا ہوئی تادم آخر روپے پیسے کو ہاتھ نہ لگایا یعنی آپ نے عملاً سکہ جات نقدی کو اپنے دست مبارک سے چھونا ترک فرما دیا۔ اگر کوئی مخلص مرید نقدی کی صورت میں لنگر کی خدمت کے واسطے کچھ نذر کرتا تو آپ اسے فرماتے کہ فلاں سامنے کی طاق میں خود ہی رکھ دو۔ اسی طرح جب لنگر کا باورچی لنگر کی رسد ختم ہونے پر آپ کی خدمت میں عرض کرتا کہ آج لنگر کی فلاں چیز خریدنی ہے تو آپ اس کو بھی فرماتے کہ اس طاق میں سے جس قدر لنگر کے واسطے ضرورت ہے وہ لے کر اپنا کام چلاؤ۔ تمام عمر یہی انتظام جاری رہا۔

جس طرح مال دنیا آتا اسی طرح چلا جاتا۔ آپ نے کبھی اس پر نگاہ ڈالی اور نہ مس کیا۔[۱]

انداز بیعت

آپ کی خدمت میں کوئی بغرض بیعت حاضر ہوتا تو آپ اپنے آپ کو اس کا اہل ہی نہ سمجھتے تھے اور ارشاد فرماتے: بھئی میں سماع سنتا ہوں، کسی بڑے متقی و متشرع صاحب ولایت سے بیعت کرو تاکہ کچھ فائدہ بھی ہو، کچھ روحانی فیض جاری ہو، یہاں سے کیا لوگے، بس رونا دھونا؟ جب طالب اصرار کرتا اور نہ ٹلتا تو اس شرط پر بیعت فرماتے کہ پھر وہ ان کے پاس دوبارہ زندگی بھر نہ آئے گا۔ (یہ معاملہ دور کے حاجت مندوں کے ساتھ ہوتا، خاص چاچڑ شریف کے لوگ اس سے مستثنیٰ تھے) جو اس شرط کو قبول کر لیتا اس کو تو بیعت فرما لیتے اور ایک ہی صحبت و نظر میں فیض جو اس کی قسمت میں ہوتا اسے عطا فرما دیتے۔[۲]

عشق و مستی

مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی کا ارشاد ہے کہ مولانا فضل الدین چاچڑوی پر غلبہ سوز و عشق ہو جاتا تو آپ اس طرح گریہ پیہم فرماتے کہ آنکھوں سے خون ملے آنسوؤں کی جھڑی رواں ہو جاتی تھی۔ بعض دفعہ آپ کی لمبی لمبی پلکوں پر ایک ایک قطرۂ خون اس طرح کھڑا ہو جاتا، جس طرح کسی

---

[۱] بیاض قلمی، صفحہ ۷۶۔
[۲] ایضاً، صفحہ ۷۶، ۷۷۔

نے یاقوت کے ٹکڑے سیاہ دھاگوں میں پرو دیئے ہوں۔ آپ کی آنکھیں ہمہ وقت دردنہاں سے خون آلود رہتیں اور ان میں اس قدر جلال ہوتا کہ کسی کو نظر سے نظر ملانے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔ کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے آپ کی چشمان مبارک کو جی بھر کر دیکھا تھا۔ عمداً دیکھنے والے پر گریہ طاری ہو جاتا اور وہ گریاں و بریاں خدمت اقدس سے اٹھ کر گھر چلا جاتا۔

ایک عام مشہور بات ہے کہ جو کوئی بھی آپ کی خدمت عالیہ میں کوئی دعا کرانے یا تعویذ حاصل کرنے کے واسطے عرض کرتا تو آپ فرماتے "بھائی! کام کے ہو جانے سے مقصود و غرض ہے یا تعویذ لینے سے؟"

جو آدمی عرض کرتا کہ مجھے یہی غرض ہے کہ میرا کام ہو جائے تو آپ فرماتے: اچھا تو میری طرف آنکھ بھر کر دیکھ لے' اللہ تعالیٰ تیری مشکل حل کر دے گا۔ اگر وہ کہتا کہ میں نے ضرور تعویذ لینا ہے تو آپ اس کو تعویذ ہی لکھ کر دے دیتے۔ کام کے ہو جانے یا نہ ہونے کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔ [۱]

ایک روز جوش عشق و مستی میں ایک ایسا ولولہ پیدا ہوا کہ اپنے سر مبارک کے بالوں کو انگلی کے گرد لپیٹ کر اتنا زور سے انہیں مروڑا کہ ایک لٹ جلد کے ایک روپے بھر ٹکڑے کے ساتھ اکھڑ کر آپ کے ہاتھ میں چلی آئی جس کو آپ نے ایک طاق میں رکھ دیا۔ بعد میں جب آپ کا کوئی خادم یا قوال حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ اس طاق میں دیکھ 'کیا چیز پڑی ہے؟ اس نے دیکھا تو وہاں وہی بالوں کی ایک لٹ مع جلد کے پڑی تھی۔ وہ اٹھالایا اور عرض کیا: حضور! یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا آج مجھے جوش آگیا تو میں نے بھی اس بات کا تجربہ کیا۔

"صاحباں پٹ پٹ سٹے میڈھیاں' تے دیوے انگلی دے وٹ" [۲]

وجد و سماع

آپ صاحب وجد بزرگ تھے۔ جذبات سعید کے مؤلف مولانا محمد سعید بھیروی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد عبدالعزیز کی روایت سے آپ کے وجد و حال کو اس طرح بیان کیا ہے:

حضرت مولانا فضل الدین چاچڑوی ایک رات کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھے تھے کہ باہر

---

[۱] بیاض قلمی' صفحہ ۲۹' ۳۰۔
[۲] ایضاً ۳۰' ۳۱۔

سے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا' کون ہے؟ اس نے کہا کہ "وزیر ہوں"۔ آپ نے فرمایا: "بادشاہ کہاں ہے؟" اس نے کہا کہ "میں خود ہی بادشاہ ہوں" یہ سنتے ہی آپ نے اللہ کا نعرہ مارا اور وجد کی حالت میں آگئے۔

فرماتے ہیں کہ مفہوم توحید آپ پر ایسے منکشف رہتا کہ ایک دفعہ کنوئیں پر غسل کرنے گئے اور کنوئیں والے نے بیل کو زور سے چھڑی لگائی۔ اس کی آواز سے ایسی رقت ہوئی کہ بے اختیار ہائے کی آواز سے حوض چاہ میں گر پڑے۔[۱]

مولانا فضل الدین چاچڑوی پر جب کیفیت وجد طاری ہوتی تو جس آدمی سے بھی آپ کا جسم مبارک چھو جاتا اس پر بھی وہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ویسے تو ہمہ وقت دل سوز و مستی اور جذب و سرور سے لبریز رہتا لیکن بوقت سماع اس میں ایک خاص ایسا جوش پیدا ہو جاتا جس سے آپ وجد و رقص مستانہ فرمایا کرتے۔[۲]

اخلاق و عادات

آپ پاکیزہ اخلاق و اطوار کے مالک تھے اور شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔ مؤلف برکات سیال کا بیان ہے: ان کی رندی اور سکر کی بہت روایات مشہور ہیں۔ خصوصاً یہ کہ رندی و مستی کے عالم میں جسے تیز نظر سے دیکھتے یا جسے مخاطب فرماتے۔ وہ بے خودانہ بسمل ہو کر زمین پر لوٹنے لگتا۔[۳]

تحفۃ الابرار میں ہے: آپ صاحب ترک و تجرید و وجد و سماع تھے اور علم ظاہری و باطنی سے آراستہ عاشق مزاج آزاد و متوکل منش تھے اور صاحب تاثیر جس کو ایک دفعہ نظر بھر کر دیکھا' منکر بھی مطیع ہو کر گیا۔[۴]

جنرل سر عمر حیات خان ٹوانہ متوفی ۱۹۴۴ء اپنی خود نوشت سوانح عمری میں حضرت مولانا فضل الدین چاچڑوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[۱] جذبات سعید' صفحہ ۱۳۳۔
[۲] بیاض' صفحہ ۳۱۔
[۳] برکات سیال' صفحہ ۲۷۔
[۴] تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۴۸۔

[1] وہ نہایت مشہور باخدا بزرگ تھے اور ان کے روحانی کمالات کی بہت سی کہانیاں لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ انہوں نے فرمایا: یہ لڑکا [2] امتحانات تو کم پاس کرے گا مگر جہاں لائق سے لائق آدمی موجود ہوں گے 'وہاں بھی اسے ممتاز درجہ حاصل ہو گا۔ [3]

حضرت مولانا صدر الدین لیکچرار یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور جو عالم اجل اور فاضل اکمل ہونے کے علاوہ خدا رسیدہ بزرگ تھے 'کا فرمان ہے:

ہمارے زمانے میں دو ولی اللہ ایسے ہیں جو فنا فی الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقام پر فائز ہیں۔ ایک چاچڑ شریف نزد شاہ پور کے مولوی محمد فضل الدین صاحب ہیں اور دوسرے مولوی فتح محمد صاحب سلیانہ ضلع جھنگ کے ہیں۔ ان دنوں یہ ہر دو بزرگ اپنے مرتبے میں بے مثال ہیں۔ [4] آپ صبر و توکل میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ [5]

نفاست پسندی

آپ طہارت 'پاکیزگی اور صفائی کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ آپ کی صورت 'سیرت ہی کی طرح آئینہ حسن و جمال بن گئی۔

ایک بار آپ مسجد میں رونق افروز تھے۔ قریب ہی ایک ہندو سیٹھ کا بالا خانہ تھا جس پر اس کی عورت نے دھوپ میں سر کے بال دھوئے اور پھر انہیں خشک کرنے کے لئے پھیلایا۔ یہ نظارہ آپ کی نفاست پسندی پر اتنا گراں گزرا کہ آپ دیر تک اپنے دونوں ہاتھ مل مل کر دھوتے رہے۔ [6]

کوئی حسین و جمیل چیز سامنے آجاتی تو اس کی دید میں محو ہو جاتے۔ کوئی خوبصورت گھوڑا یا کوئی اور جانور نظر آگیا تو نظریں 'اسی کو مظہر جمال الہٰی سمجھ کر اس پر گڑ گئیں۔ کوئی خوبصورت درخت یا پودا دیکھ لیا تو وہیں کئی کئی گھنٹے اسے دیکھتے رہے اور لطف اٹھاتے رہے۔ بہت بدصورت

---

[1] مولانا فضل الدین چھچھانی (مؤلف)۔
[2] مجلس محمد حیات خان نوشہ (مؤلف)۔
[3] مجلس محمد حیات خان نوشہ — دائمی حیات صفحہ ۲۱۱۔
[4] حیات منیریہ صفحہ ۳۸۔
[5] حیات منیریہ صفحہ ۳۷۔
[6] ایضاً صفحہ ۳۹۔

چیز سے بھی آپ کو بہت پیار ہو جاتا۔

چاچڑ شریف میں ایک نہایت بدصورت کالا اور غلیظ قسم کا گڈریا تھا۔ وہ بھی آپ کی پیاری چیزوں کی فہرست میں تھا۔ جب کبھی بارشیں نہ ہوتیں اور چاچڑ شریف کے باشندے خدمت عالیہ میں آکر عرض کرتے کہ حضور دعا فرمایئے بارش ہو جائے، بہت تنگی ہے تو آپ فرماتے: جاؤ اس گڈریئے کو بلا لاؤ۔ جب لوگ اسے پکڑ کر لاتے تو آپ فرماتے پہلے اسے کچھ مٹھائی کھلاؤ۔ جب وہ گڈریا شکر وغیرہ کھا چکتا تو آپ اسے حکم دیتے اب بھئی ذرا ناچ دکھاؤ اور کہو بارش ہو جائے۔

چنانچہ وہ ناچتا اور ساتھ کہتا جاتا بارش ہو جائے، بارش ہو جائے۔ ناچ ختم ہو جاتا۔ لوگ گھروں کو چلے جاتے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بادل گھر آتے اور اس قدر بارش ہو جاتی کہ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا۔[1]

لباس اور خوراک

آپ جب نیا کپڑا پہنتے تو پھر اس کو حتی الوسع اس وقت تک نہ اتارتے جب تک وہ پھٹ نہ جاتا۔ گریباں ہمیشہ کھلا رکھتے۔ کبھی بٹن استعمال نہیں کیے بلکہ فرماتے مرد کا سینہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔[2]

آپ کی غذا اور خوراک بھی از حد کم تھی گویا آپ کی اصل غذا یادِ خدا تھی۔[3]

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کیے:

۱۔ مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی

۲۔ مولانا محمد عبد العزیز المعروف قلندر کریم چاچڑوی

وصال

---

[1] بیاض، صفحہ ۳۵، ۳۶۔
[2] ایضاً صفحہ ۳۳۔
[3] حیات عزیز، صفحہ ۳۷۔

وصال

آپ کا وصال مبارک چاچڑ شریف میں ۷ رجب المرجب ۱۲۹۸ھ مطابق ۶ جون ۱۸۸۱ء بروز یک شنبہ بوقت اشراق ہوا۔ مادہ ہائے تاریخ وصال یہ ہیں :

منظور محمدی............ منظر حق؎۱

۱۲۹۸ھ ۱۲۹۸ھ

روضہ مبارک

آپ کا عالیشان روضہ شریف بنا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد ہے۔ مہمانوں کے لئے مکانات اور لنگر خانہ موجود ہے۔ مولانا محمد سعید بھیروی مؤلف جذبات سعید نے آپ کے روضہ انور کی تاریخ تعمیر کہی ہے :

حبذا خانقاہ اہل اللہ مرقد پاک ہر دو شاہنشہ
شد بیک جا قران ایں سعدین منزل مشتری و خانہ ماہ
سیدی فضل دین نصیر الدین اہل دل را چو قبلہ و کعبہ
فلذۂ قلب شاہ عزیز الدین؎۲ نور عینیھما بل القرہ
مسند آرائے چاچڑاں سیال محرم سر خاص الا اللہ
با ثالث بنا نمود و شد از ریاض جناں عجب روضہ
"شد بنا کان فضل" گفت سعید
۱۳۰۷ھ
سال تعمیر پاک ایں درگاہ؎۳

کوائف بعد از وصال

حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی نے اپنی حیات مبارکہ میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ

؎۱ تحفۃ الابرار صفحہ ۱۴۸۔
؎۲ مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف)۔
؎۳ جذبات سعید صفحہ ۱۵۹۔

میرے وصال کے بعد میرے جسد خاکی کو تین مرتبہ دنیا کی ہوا لگے گی۔ یہ داستان حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی کی زبانی کچھ یوں ہے :

پہلی مرتبہ جب دریائے جہلم جس کے کنارے پرانا چاچڑ شریف آباد تھا بالکل گاؤں کے ساتھ ٹکرا کر بہنے لگا اور چاچڑ شریف کو برد آب کرنا شروع کر دیا تو اس وقت آپ کی مرقد مبارک کو کھود کر تابوت شریف نکال لیا گیا اور نئے چاچڑ شریف کی زمین میں جہاں اب آپ محو استراحت ہیں۔ وہاں از سرنو سپردلحد کر دیا گیا۔ جب تابوت شریف نکالنے کی خبر علاقے میں پھیل گئی تو عاشقان جمال پروانہ وار جمع ہوگئے اور زیارت روئے مبارک کا تقاضا بلکہ اصرار کیا۔ چنانچہ آپ کے تابوت شریف کا ایک تختہ کھولا گیا اور سب محبین نے روئے مبارک کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرلیں۔ چہرۂ مبارک اس طرح پرنور، تازہ اور شگفتہ تھا جیسا کہ زندگی میں۔ پھر کیلیں لگا کر تابوت دوبارہ سپرد خاک کر دیا گیا۔ جب آپ کا روضہ مبارک جو اب موجود ہے تعمیر کرنے کا تہیہ کیا گیا تو اس وقت معماروں نے روضہ شریف کے لئے جو جگہ پسند فرمائی وہاں آپ کو منتقل کرنے کے لئے پھر تابوت مبارک نکالا گیا۔ تختہ اکھیڑا گیا۔ سب محبان نے زیارت کی۔ پھر نئی قبر کھود کر تیسری مرتبہ سپرد خاک ہوئے۔ اس دفعہ بھی آپ کا چہرۂ مبارک گلاب کے پھول کی طرح تروتازہ اور شگفتہ تھا حالانکہ دونوں واقعات کے درمیان سالہا سال کا عرصہ تھا ؂

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما[1]

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی کا بیان ہے : ایک روز میں چارپائی پر بیٹھا تھا کہ ناگاہ گھوڑے کے سموں کی ٹاپ کی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسالے کے گھوڑے پر سوار رسالے میں ملازم کوئی عہدیدار وردی پہنے میرے سامنے گھوڑے کو جا کھڑا کیا۔ کچھ دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد پھر میرے پاس آیا اور گھوڑے سے اتر کر نہایت محبت و اخلاص اور اخلاق و نیاز کے ساتھ مجھے ملا۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا ”حضور حضرت اعلیٰ چاچڑوی مولانا محمد فضل الدین صاحب نے مجھے یہی حکم فرمایا تھا۔ وہ اس طرح کہ آج سے بہت عرصہ پہلے میں بالکل بے روزگار تھا اور حالت بہت تنگی کی تھی۔ میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حقیقت

---

[1] بیاض (قلمی) صفحہ ۲۰۱۔

عرض کی۔ حضور نے فرمایا اچھا اس طرف چلے جاؤ۔ (ایک طرف اشارہ کر کے) اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل حل کر دے گا اور تنگی دور ہو جائے گی۔ اگر کہیں ملازمت مل گئی اور کسی عہدہ پر پہنچ گئے تو میرے پاس اسی عہدہ داری کی حالت اور لباس میں آنا۔"

میں حضور کے ارشاد کے مطابق جس سمت کو اشارہ فرمایا تھا' چل دیا۔ جب میں فلاں شہر میں فلاں جگہ پہنچا تو وہاں مجھے رسالے کی ملازمت مل گئی۔ چنانچہ میں اتنے سالوں کے بعد ترقی کرتے کرتے اپنے موجودہ عہدے (غالباً دفعدار یا رسالدار) پر جا پہنچا۔ اس لئے حضور کے فرمان کے مطابق اسی وردی اور گھوڑے کے ساتھ میں نے حضور کی خدمت اقدس میں آ کر حاضری اور سلامی دی ہے لے

حضرت مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی ہی کی روایت ہے: چاچڑ شریف کے متصل ایک چھوٹی سی نئی آبادی "دادو والا" کے رہنے والے ایک بزرگ اللہ داد صاحب تھے۔ ہم انہیں چچا صاحب کہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کی وفات کے بعد میں نے انہیں کئی بار دیکھا کہ جب وہ کسی گلی میں آ رہے ہوتے تھے تو کبھی دائیں طرف ہو جاتے' کبھی بائیں طرف یعنی چند قدم دائیں طرف۔ پھر یکایک چند قدم بائیں طرف۔ اس طرح وہ سارا راستہ طے کرتے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا: "چچا جان اس کی کیا وجہ ہے؟" پہلے تو جواب دینے سے گریز فرماتے رہے لیکن زیادہ اصرار پر فرمایا: "صاحبزادہ صاحب! جب میں چلتا ہوں تو سامنے سے حضرت مولانا فضل الدین صاحب آ جاتے ہیں۔ میں ادب سے دوسری طرف ہو جاتا ہوں۔ پھر جب ادھر بھی آپ کو سامنے دیکھ پاتا ہوں تو ناچار دوسری جانب پھر جاتا ہوں۔"

فرمایا: میں تو یہ سن کر چیخ اٹھا اور بے ہوش ہو کر زمین سے کئی فٹ ہوا میں اچھل کر نیچے آ گرا۔ ہے

حضرت مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی نے فرمایا: حضرت اعلیٰ مولانا فضل الدین چاچڑوی کی وفات کے بعد میں لاہور گیا اور وہاں سے چند کتابیں طریقت کے متعلق خرید لایا۔ واپسی پر ایک دن میں ان میں سے ایک پڑھ رہا تھا کہ ایک بڑھیا آ گئی۔ اس نے سلام و دعا کے بعد پوچھا۔ صاحبزادہ صاحب! "آج آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ مجھے بھی بتایئے۔" میں نے جواب دیا "مائی تم کیا سمجھو

لے بیاض صفحہ ۳۸ ۳۹۔
ے بیاض صفحہ ۳۔

گی؟ یہ تصور شیخ کے متعلق ایک کتاب ہے۔" اس نے کہا "ذرا مجھے سمجھا دیجئے" میں نے اسے سمجھایا تو سمجھنے کے بعد کہنے لگی "اب میری طرف دیکھو" میں نے آنکھ اٹھا کر جب دیکھا تو بڑھیا کی جگہ اپنے اعلیٰ حضرت کو روبرو دیکھا۔ میں تو دیکھتے ہی چیخ مار کر زمین سے کئی فٹ اونچا اچھل کر زور سے گرا اور رونا شروع کر دیا۔ بڑھیا میرے پاؤں پر گر پڑی اور کہنے لگی۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے جیتے جی کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرو گے۔ میں نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ جب تک وہ زندہ رہی میں نے اس کا بھید پوشیدہ رکھا۔[۱]

سجادہ نشین

حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی قدس سرہ کے بعد حضرت مولانا محمد نصیرالدین چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ وہ مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے حقیقی فرزند ارجمند تھے۔ انہوں نے ۳۶ سال تک مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے سجادہ کو رونق بخشی۔

مولانا محمد نصیرالدین چاچڑوی کے بعد مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی نے ۲۳ سال تک مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ دونوں برادران حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

بعد ازاں مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی کے نواسے مولانا محمد یعقوب چاچڑوی سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت صاحبزادہ مخدوم غلام ریاض الدین صاحب چاچڑوی مدظلہ سجادۂ مشیخیت پر جلوہ افروز ہیں۔ مؤلف پر بہت مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین!

---

[۱] ایضاً صفحہ ۵۰۴۔

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی

خاندان اور ولادت باسعادت

عالم علوم دینی و یقینی حاجی الحرمین الشریفین معارف و حقائق دستگاہ[1] خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت غوث الارض والسماء ابو محمد محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اس طریق سے ملتا ہے:

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ بن سید نذر الدین بن سید غلام شاہ بن سید روشن دین بن سید عبد الرحمٰن بن سید عنایت اللہ شاہ بن سید غیاث علی بن فتح اللہ شاہ بن سید اسعد اللہ شاہ بن سید فخر الدین بن سید احسان اللہ شاہ بن سید درگاہی شاہ بن سید جمال علی بن سید محمد جلال بن سید ابو محمد بن سید میراں شاہ محمد کلاں بن میراں شاہ قادر قمیص بن سید شاہ ابی الحیات بن سید تاج الدین بن سید بہاؤ الدین بن سید جلال بن سید داؤد بن سید علی بن سید ابو صالح نصر بن سید عبد الرزاق بن حضرت محبوب سبحانی میراں محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی و گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اور آپ کی والدہ ماجدہ میراں شاہ مقیم حجروی کی اولاد سے ہیں اور آپ کی جدہ ماجدہ یعنی نانی صاحبہ حضرت مخدوم جلال الدین اوچی کی اولاد سے ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔[2]

آپ کے والد ماجد پیر سید نذر الدین صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز دوشنبہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔

---

[1] مولانا محمد امام الدین چشتی گجراتی: مراۃ السالکین فی حالات الکاملین مطبوعہ مبکی پریس گوجرانوالہ ۱۳۱۳ھ (بار اول)، صفحہ ۱۷۰۔

[2] ایضاً صفحہ ۱۷۱۔

حصول تعلیم اور اساتذہ

عوارف و فضائل دستگاہ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی نے چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقے میں حاصل کی۔ گولڑا شریف میں حضرت مولانا غلام محی الدین سے پڑھا۔ پھر بھوئی علاقہ حسن ابدال میں حضرت مولانا محمد شفیع قریشی سے اور انگہ ضلع خوشاب میں حضرت قاضی سلطان محمود سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔

۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں ہندوستان تشریف لے گئے اور علی گڑھ میں حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے مدرسے میں اڑھائی سال ۱۲۹۰ھ تا ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۶ء تعلیم حاصل کی اور امتحان میں خاص امتیاز حاصل کیا۔ بڑے ذہین و فطین تھے۔ اقلیدس (جیومیٹری) کا پرچہ حل کیا تو خود اشکالات و اعتراضات وارد کئے پھر خود جوابات تحریر فرمائے۔ یہ دیکھ کر ممتحن حیران رہ گئے۔ سرسید احمد خان کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بھی متعجب ہوئے۔

حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے صحاح ستہ کتب حدیث کی اجازت دی۔ علاوہ ازیں قرآن و تفسیر کی بھی اجازت دی۔

حضرت علامہ گولڑوی سہارنپور میں مولانا احمد علی سہارنپوری کے درس میں شریک ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں سند کتب الحدیث حاصل کر کے گولڑہ شریف واپس آگئے اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔

بیعت اور خلافت

دوران تعلیم آپ حضرت قاضی سلطان محمود انگوی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۹۰۲ء کے ہمراہ سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان سے جب آپ فارغ التحصیل ہو کر واپس پہنچے تو سیال شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔[1]

مرآۃ السالکین میں ہے: بیعت اور ارادت آپ کی حضرت خواجہ سیالوی کے ساتھ ہے۔ بعد ریاضت سالہا سال کے آپ نے خرقہ خلافت کا حضرت خواجہ شمس العارفین سے حاصل کیا

---

[1] مہر منیر مطبوعہ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۵، ۸۴۔

ہے جاں

حضرت خواجہ خواجگان شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ کے قول کے مطابق ۷ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔

صاحب الیواقیت المہریہ رقمطراز ہیں :

سمعت[۲] عن سیدی ومولائی الخواجہ قمر الدین سیالوی دام لطفہ ان شمس العارفین السیالوی رحمہ اللہ کان استخلف واجاز المرشد الگولڑوی رحمہ اللہ اجازۃ عامۃ فی جمیع السلاسل فی البیعۃ والارشاد سابع صفر سنۃ الف وثلاثۃ مائۃ من الھجرۃ بسیال شریف قبیل رحلۃ العارف السیالوی سبعۃ عشر یوما واوصیہ باستفھام تراتیب الاوراد عن خلیفۃ الاعظم مولانا معظم الدین الساکن مرولہ شریف من مضافات سرگودھا فلما رحل العارف الرابع والعشرین من صفر المظفر استفاد العارف الگولڑوی عن العارق کما کان اوصیہ شمس العارفین رحمھم اللہ اجمعین[۳] میں نے سیدی و مولائی خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دام لطفہ سے سنا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے اپنے وصال سے سترہ یوم قبل حضرت گولڑوی کو جمیع سلاسل میں بیعت و ارشاد کی اجازت عامہ کا مجاز فرما دیا تھا اور اوراد و وظائف کی ترتیب خلیفہ اعظم مولانا معظم الدین ساکن معظم آباد ضلع سرگودھا سے دریافت کرنے کی وصیت کی۔ حضرت گولڑوی نے بعد از وصال خواجہ سیالوی کی وصیت کے مطابق استفادہ کیا۔ رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

شیخ طریقت سے عقیدت

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کو اپنے شیخ کامل سے بے حد عقیدت اور کمال درجہ کی محبت تھی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس شریف کے لئے ایام تیاری سفر سیال شریف میں ایک شخص نے عرض کیا کہ مزاج اقدس میں نحافت ہے اور سیال شریف کا سفر بھی قریب ہے۔ فرمایا ہاں بخوشی نہ کہ کسی جبر کے تحت

---

[۱] مراۃ السالکین صفحہ ۱۰۷۔
[۲] حضرت مولانا غلام مہر علی چشتی گولڑوی ساکن چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر (پنجاب پاکستان) (مؤلف)
[۳] مولانا غلام مہر علی گولڑوی : الیواقیت المہریہ مطبوعہ کلیم آرٹ پریس ملتان ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۳۔

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

اور ہم کو اس سفر سے کیا حرج ہے کہ وہاں سے خدا کا نام حاصل کیا ہے۔ اگرچہ بہ تن دولت ملازمت سے مقصور ہیں لیکن خلاصہ جان خاک آستانہ بارگاہ حضرت ہے ؎

دورم بظاہر از در دولت سرائے دوست
لیکن بجان و دل زمقیمان حضرتم

(اگرچہ بظاہر در دولت سرائے دوست سے دور ہوں لیکن جان و دل سے اس بارگاہ کے حاضرین سے ہوں۔)

عرس شریف میں حاضری کے متعلق لوگوں کے اپنے نظریات ہیں۔ بعض مباح جانتے ہیں اور بعض ہماری طرح واجب و لازم جانتے ہیں اور نامحرم لوگوں کی باتوں کی بالکل پروا نہیں کرتے ؎

ماییم و آستانش تا جاں زتن برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآمد

(ہمیں اس کے آستانے کی طلب ہمیشہ رہے گی یا تن اس تک پہنچ جائے گا یا جان تن سے جدا ہو جائے گی۔)[1]

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس شریف سے دو تین روز پہلے ان کے مرقد منورہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر اس علاقے میں مرض طاعون کا بڑا زور تھا۔ آپ نے فرمایا کہ سیال شریف کے نواحی علاقے میں طاعون کا سخت غلبہ ہے اور بعض رفقاء کی مرضی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دفعہ کا سفر ملتوی کیا جائے۔ چکوڑی شریف سے بھی چند حضرات کی طرف سے اسی مضمون کا خط آیا تھا مگر میں نے جواب میں یہ شعر تحریر کیا ہے ؎

ہرچہ بادا باد آنجامی رویم
مسکن شاہ است آنجامی رویم

یعنی جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو، ہم تو وہاں جہاں ہمارے شاہ کا مقام ہے، ضرور جائیں گے۔[2]

بوقت زیارت بیت اللہ شریف حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ جو اہل کشف و کرامت تھے از خود نعمت باطنی بخشنے کے لئے اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے۔ میرے خیال میں آیا کہ جو

---

[1] ملفوظات مہریہ، (ملفوظ نمبر ۱۰۶)، صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰۔
[2] ایضاً، صفحہ ۱۷۰۔

چہرہ ہم نے دیکھا ہے اس کی مثل جہان میں نظر نہیں آتی۔ ان کے کمال اصرار پر میں نے عرض کیا کہ مجھے حاجت تو نہیں لیکن آپ کی اس عنایت کا جو آپ محض مہربانی فرما رہے ہیں، مشکور نہ ہونا بھی مناسب نہیں۔ اس لئے اس عنایت کو میں اپنے شیخ کی جانب سے سمجھتا ہوں۔ اس پر حاجی صاحب نے بسلسلہ چشتیہ صابریہ اکرام فرمایا۔[1]

جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا وصال ہوا تو آپ پر جذب و مستی کی کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ گھر کو خیرباد کہا اور سیاحت پر نکل گئے۔ لاہور، مالیر کوٹلہ، ملتان، ڈیرہ غازیخان، مظفر گڑھ، اجمیر شریف اور حسن ابدال وغیرہ گئے۔

شیخ کی عنایات

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی آپ پر بے پایاں شفقت فرماتے تھے اور آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی اپنی تصنیف لطیف تحقیق الحق میں وحدۃ الوجود کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: گویا سیدی و سندی، روحی و حی حضرت خواجہ شمس الدین رضی اللہ عنہ الان دربیان ایں راز و تلقین معنی کلمہ طیبہ متوجہ نشستہ اند۔ ع ہست مجلس بر آں قرار کہ بود۔[2]

یعنی اس کتاب کی تالیف کے دوران کلمہ طیبہ کے وحدۃ الوجود پر مئوثر رموز کی تشریح کے وقت آپ کو اپنے شیخ حضرت اعلیٰ سیالوی کے وصال کے پندرہ سال بعد ان کی معیت و حضوری اور توجہ اسی طرح میسر تھی جس طرح مندرجہ بالا تقریر کے دوران ان کی حیات میں بمقام سیال شریف حاصل تھی۔

موضع کرسال، ضلع چکوال کے صوفی شاہ نواز صاحب جن کو قاضی عبدالباقی کرسالوی نے حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی سے بیعت کرایا تھا اور ان کی زندگی میں سیال شریف عرسوں اور دیگر مواقع پر حاضری دیتے رہے۔ ان کی روایت ہے کہ ایک دفعہ سیال شریف بموقع عرس مبارک ایک خادمہ روٹی لے کر حضرت گولڑوی کے ڈیرہ پر گئی تو کیا دیکھا کہ آپ ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ پر کون سی حالت طاری تھی؟'' کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ واپس آئی اور

---

[1] ایضاً، صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲، (ملفوظ نمبر ۱۳۶)۔

[2] تحقیق الحق فی کلمۃ الحق مطبوعہ راولپنڈی ۱۳۸۱ھ، صفحہ ۱۶۹۔

ماجرا بیان کیا تو حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا:

جا اور انہیں کہہ کہ گریہ کیوں کر رہے ہو؟ تم پر ایک وقت آئے گا کہ مخلوق خدا مکھیوں کے جھنڈ کی طرح تمہارے آستانے پر ٹوٹ پڑے گی [1]

حضرت صاحبزادہ محمد عمر بریلوی نے فرمایا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور میں ناز بھی تھا اور نیاز بھی تھا۔ ناز کے معنی اپنا تصرف یعنی یہ کوشش کہ مجھے ہر ایک پہچان لے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ فاحببت ان اعرف "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاوں"

نیاز کے معنی عبادت الٰہی میں کمال حاصل کرنا یعنی عبودیت میں ایسا اپنے آپ کو مصروف رکھنا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اس سے فارغ نہ ہونا۔

اسی لئے آپ میں بے پروائی درجہ کمال کی تھی اور ساتھ ہی خودداری کا مادہ بھی تھا جس کی جھلک ان کے مریدوں میں بھی ہے۔ [2]

حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی سے تعلقات

آپ اپنے شیخ طریقت کی اولاد و احفاد سے از حد محبت و عقیدت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ جب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں آپ لاہور میں قادیانی معرکہ سے مظفر و منصور ہو کر واپس آئے تو حضرت ثانی لاثانی سیالوی کا مبارک نامہ پہنچا۔ اس کے جواب میں یہ لکھ کر کہ "یہ مبارکیں عالمگیر خطہ خاک پاک سیال شریف کو شایاں ہیں۔" ع

از رہگزرے خاک سر کوئے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد [3]

مؤلف محبوب سیال کا بیان ہے:

حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی قدس سرہ کان کے آپریشن کے لئے چھاؤنی شاہ پور تشریف لے گئے۔ آپریشن ہو لیا لیکن درد کو افاقہ نہ ہوا۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ کو ہیضہ ہو گیا اور ایسا سخت کہ کئی کئی گھنٹہ تک بے ہوشی رہتی اور اسہال پے درپے آتے رہتے۔ چارپائی کاٹ دی گئی کہ عین

---

[1] مکتوب مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی بنام مؤلف از چکوال۔
[2] ماہنامہ "سلسبیل" لاہور، جنوری ۱۹۶۸ء، صفحہ ۲۶۔
[3] مہر چشتیہ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور، صفحہ ۲۸۔

اسی حالت کے دوران میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نہایت ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گئے اور بازو پھیلا دیئے اور بڑے سوز سے فرمانے لگے : ع

"پیت کا وعدہ کر کے پیا' اب پیت نبھانا چھوڑ دیا"

ہر دو حضرات آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ پیر صاحب نے قوال کو اشارہ کیا۔ اس نے غزل شروع کی لیکن بہ سبب ضعف کے حضرت صاحب کو غش ہو گیا اور اسہال تیز تر شروع ہو گئے۔ پیر صاحب کے مشورہ سے جملہ خدام حضرت صاحب کو لے کر سر شام کشتیوں پر سوار ہو گئے۔ [۱]

درس و تدریس

آپ حصول تعلیم سے واپسی کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ لاتعداد لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں :

تلامذہ

۱- مولانا دوست محمد ساکن بھوپڑ' تحصیل چکوال۔
۲- سید ممتاز علی شاہ ساکن پونچھ' آزاد کشمیر۔
۳- مولانا فقیر محمد ساکن راجڑ' تحصیل فتح جنگ' ضلع اٹک۔
۴- مولانا حضرت پیر ساکن کھنگر ضلع ہزارہ۔
۵- حضرت مولانا احمد الدین ساکن بھوئی' ضلع اٹک۔
۶- حضرت قاضی احمد الدین چکوالی' ساکن چکوال۔
۷- مولانا قائم علی چشتی' لاہوری۔
۸- علامہ مولانا محب النبی کیمبل پوری۔
۹- حضرت خواجہ سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری' علی پور شریف۔
۱۰- مولانا محمد اسماعیل' امام مسجد گولڑہ شریف۔
۱۱- مولانا فقیر اللہ نور المعروف بکے والا ساکن تناولی' ضلع ہزارہ۔
۱۲- قاضی فیض عالم ساکن کینتی مرزا تحصیل گوجر خان' ضلع راولپنڈی۔

---

[۱] محبوب سیال' صفحہ ۷۰' ۷۱۔

۱۳- مولانا عبد الرزاق، ساکن گوہدو، ضلع راولپنڈی۔

۱۴- حکیم فرید الدین، ساکن کوٹ نجیب اللہ، ضلع ہزارہ۔

حرمین شریفین کی حاضری

حصول خلافت کے بعد آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے جاکر حج بیت اللہ شریف ادا کرکے مدینہ طیبہ میں حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سفر حج میں صدہا آدمی بیت اللہ شریف، مدینہ مبارک اور دوسرے مقاموں میں آپ سے مرید ہوئے [۱]

مذہب و مشرب

آپ حنفی مذہب چشتی نظامی سلیمانی و القادری مشرب رکھتے ہیں۔[۲]

اخلاق و اطوار

آپ بڑے عالم متبحر صاحب ذوق وشوق و وجد و سماع ہیں۔ رہنمائے خلق ہیں۔ خاص کر ملک پنجاب سے دھنی، پوٹھوار، علاقہ راولپنڈی اور لاہور وغیرہ میں بہت لوگ آپ کے مرید ہیں۔[۳] علاوہ ازیں افغانستان، ہندوستان، حجاز مقدس، ترکی، عراق، کشمیر اور دیگر ممالک میں آپ کے مرید اور ارادت مند پائے جاتے ہیں۔ مراۃ السالکین میں ہے:

ہزاران بندگان خدا کو آپ کی بدولت ہدایت عطا ہوئی ہے۔ آپ کے مرید اکثر اہل ذوق و شوق دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی نگاہ میں یہ تاثیر ہے کہ جس کی طرف آپ نگاہ فیض سے دیکھتے ہیں مست الست کر دیتے ہیں۔ لاہور، پشاور اور اضلاع ہندوستان میں اکثر جگہ آپ کے مرید وظائف خوان اور اہل درد دیکھے گئے ہیں۔[۴]

---

[۱] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۰۔

[۲] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۸۔

[۳] ایضاً، صفحہ ۱۴۸۔

[۴] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱۔

لنگر اور اشغال

آپ کے لنگر میں صدہا آدمی ہرروز دو وقتی کھانا کھاتے ہیں۔ طائفہ علماء اور فقراء سے آپ محبت رکھتے ہیں اور ہر ایک سے کمال خلق اور الفت سے پیش آتے اور دن رات اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اور وظائف باطنی مثل پاس انفاس وقوف قلبی، ذکر جہر شریف اور مراقبہ میں اکثر مستغرق رہتے ہیں۔[1]

روحانی مقام

آپ اپنے زمانہ کے مجدد، قطب مدار اور غوث ہیں۔

علمی مقام

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

خواجہ صاحب بڑے متبحر عالم تھے۔ ان کے ملفوظات ان کی بلندی فکر اور وسعت معلومات کے بہترین آئینہ دار ہیں۔ شیخ اکبر کے نظریہ وحدۃ وجود پر جو عبور ان کو حاصل تھا اس صدی میں نظیر نہیں ملتی۔ فصوص الحکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے اور اس کے اسرار و رموز کو خوب سمجھتے تھے۔ علامہ اقبال نے ایک مرتبہ شیخ اکبر کے فلسفہ کے متعلق ان کو ایک عریضہ لکھا تھا جس میں ان سے عقیدت و ارادت کا اظہار کیا ہے۔[2]

تصانیف

آپ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ تحقیق الحق فی کلمة الحق (۱۸۹۷ء)

۲۔ شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح (۱۳۱۷ھ)

---

[1] ایضاً، صفحہ ۱۷۱۔
[2] تاریخ مشائخ چشت، صفحہ ۱۴۷۔

۳- سیف چشتیائی (۱۳۱۹ھ)
۴- اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ (۱۳۲۲ھ)
۵- الفتوحات الصمدیہ (۱۳۲۵ھ)
۶- تصفیہ مابین سنی و شیعہ
۷- فتاویٰ مہریہ (۱۳۸۲ھ)
۸- عجالہ بر دو سالہ
۹- ھدیۃ الرسول۔
۱۰- پنج گنج عرفان

خلفاء

آپ کے بعض خلفاء اور خاص ارادت مندوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- استاذ العلماء مولانا محمد غازی ساکن نرڑہ، ضلع اٹک مدفون گولڑہ شریف
۲- مولانا عبد الرحمن جونپوری، جون پور، بھارت
۳- مولانا قاری غلام محمد پشاوری، پشاور
۴- مولانا محبوب عالم ہزاروی، ہزارہ، سرحد
۵- مولانا شیر محمد لاہوری، لاہور شہر
۶- مولانا غلام محمد گھوٹوی، گھوٹہ، ملتان، شیخ الجامعہ بہاولپور
۷- مولانا مفتی غلام مرتضیٰ، میانی، ضلع سرگودھا
۸- مولانا عبد الحق سسرالوی مسرال نزد سوہاوہ، ضلع جہلم
۹- مولانا گل فقیر احمد پشاوری، پشاور شہر
۱۰- سید چانن شاہ ساکن جابہ، ضلع اٹک
۱۱- سید ممتاز علی شاہ، ریاست پونچھ، آزاد کشمیر
۱۲- مولانا فقیر محمد امیر، کوٹ اٹل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
۱۳- مولانا ولی احمد، باندی عطائی خان، ضلع ہزارہ
۱۴- مولانا محمد چراغ شاہ قریشی ساکن چکوڑی شریف، ضلع گجرات

۱۵- مولانا غلام سرور قریشی ساکن چکوڑی شریف، ضلع گجرات
۱۶- مولانا شاہ عزیز الدین، وڈپگا، پشاور
۱۷- مولانا سید محمد صدیق شاہ ساکن مانگووال، ضلع خوشاب
۱۸- پیر ولایت شاہ نوشہروی، نوشہرہ، ضلع خوشاب
۱۹- مولانا حافظ حمید الدین، ساکن کوٹ نجیب اللہ، ضلع ہزارہ
۲۰- پیر محمد نصیر اللہ شاہ سوہاوی، ضلع باغ، آزاد کشمیر
۲۱- مولانا سید فیض عالم شاہ، سرچھہ شریف، ضلع پونچھ
۲۲- حضرت قاضی محمد رضا کالسی، کالس راجگان، ضلع چکوال
۲۳- مولانا سید امام شاہ ساکن مہر آباد، تحصیل لودھراں
۲۴- حضرت سید عبد الولی گوالیاری، گوالیار، بھارت
۲۵- مولانا عبد الغفور ہزاروی، مدفون وزیر آباد، ضلع گجرات[۱]

علاوہ ازیں آپ کے خلفاء بکثرت ہیں جن کے نام آپ اس کتاب میں بعض مقامات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں علمائے کرام کثرت سے شامل تھے۔ مولانا شاہ حسین گردیزی نے اس موضوع پر "تجلیات مہر انور" کے نام سے ایک ہزار صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔ تفصیلات کے لئے اس کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ذکر خیر حضرت خواجہ گولڑوی کی مجالس میں

دونوں بزرگ عشاق رسول مقبول ﷺ میں سے ہیں۔ دونوں اپنے وقت کے مجدد، علم و فضل کے بحر ذخار تھے۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت وغیرہا مسائل میں دونوں بزرگوں کا مؤقف یکساں تھا۔

اب میں ایسے ثقہ حضرات کے شواہد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کی مجلس میں یہ باتیں سماعت فرمائیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:

مولانا عبد الرزاق صاحب ساکن گوہدو راولپنڈی فرماتے ہیں: ایک دن میں اور مولانا

---

[۱] مہر منیر اور تجلیات مہر انور مطبوعہ کراچی سے ماخوذ ہیں۔ (مؤلف)

عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے ناظم مراسلات ملک سلطان محمود ٹوانہ مرحوم کے پاس بیٹھے تھے۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ملک صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے آخری دور میں جو خطوط آتے ان پر مختلف اشعار لکھے ہوتے۔ ایک دن میں مکاتیب سنا رہا تھا کہ ایک مکتوب کھولا اور یہ شعر پڑھا: ع

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

آپ نے پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا یہ شعر مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا ایسا شعر کہنا ان ہی کی شان عالی کے مناسب ہے[۱]

اعلیٰ حضرت گولڑوی کے محب صادق بابا فضل خان مٹھیالوی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے تیسرے دن دربار شریف کی مسجد میں علمائے کرام اور دیگر بزرگان عظام رونق افروز تھے۔ حضرت قبلہ غلام محی الدین شاہ صاحب کی دستار بندی کا پروگرام تھا۔ اس سلسلے میں جب آپ سے بات کی گئی تو آپ نے فرمایا:

اعلیٰ حضرت گولڑوی فرماتے تھے کہ ہندوستان میں مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا محمد غازی خان ہی صرف ایسے ہیں جن کے عالم ہونے پر مجھے یقین ہے۔ اس لئے مولانا محمد غازی خان صاحب کی دستار بندی کی جائے اور انہیں اعلیٰ حضرت گولڑوی کا جانشین بنایا جائے[۲]

قاری عبدالرحمن جون پوری مولانا احمد حسن کانپوری رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ حضرت خواجہ گولڑوی کے پاس گولڑا شریف مقیم رہے۔ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ کو حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں بذریعہ مراسلت مستفتی کی حیثیت میں حاضر ہوئے[۳]

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہ نے حضرت مولانا فیض احمد گولڑوی مؤلف مہر منیر کے استفسار پر جواباً فرمایا:

---

[۱] ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی بابت ماہ مارچ ۱۹۷۸ء صفحہ ۳۳، ۳۴۔ مضمون قرآن السعدین از مولانا شاہ حسین گردیزی۔
[۲] ایضاً صفحہ ۳۴۔
[۳] فتاوی رضویہ جلد چہارم مطبوعہ لاہور صفحہ

مرزا قادیانی کو شکست فاش دینے کے بارے میں حضرت پیر صاحب گولڑوی کا ذکر خیر بریلی شریف میں نمایاں طور پر مجالس خاصہ میں ہوتا رہتا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ بڑی عزت و توقیر سے آپ کا نام لیتے اور آپ کی بعض تصانیف بھی وہاں موجود تھیں۔ حضرت فاضل بریلوی گفتگو میں ان کے حوالے بھی دیتے رہتے تھے[1]

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء بروز سہ شنبہ ہوا۔ گولڑہ شریف میں مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

قطعہ تاریخ وصال

بے شمار شعراء نے مرثیے اور قطعات تاریخ وصال کہے جن میں سے ایک درج ذیل ہے۔

جناب پیر صاحب فخر سادات چواز دنیا بجنت رفت ناگاہ
اسیر قید غم گردید ہر یک جہاں تاریک شد چوں روئے بدخواہ
بگو فخر زمان و قطب دوراں
۱۳۵۶ھ
بتاریخ وصالش از سر آہ

اولاد امجاد اور سجادہ نشین

آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین گیلانی المعروف بہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ گولڑوی کے پرتو تھے۔ آج کل صاحبزادہ غلام معین الدین گولڑوی مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔ ان کے فرزند کلاں حضرت صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین گولڑوی جید عالم نغزگو شاعر ہیں۔ وقت آنے پر مہر ثانی ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔۔۔۔ بندہ مؤلف ایک بار بوساطت حضرت حافظ مظہر الدین چشتی رحمۃ

---

[1] ماہنامہ عرفان منزل ... (مصلح الدین نمبر) جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ صفحہ ۲۳۰۔

اللہ علیہ (مشہور نعت گو) ان کی خدمت میں باریاب ہو چکا ہے۔

تقاریظ

آپ کی مراۃ السالکین فی حالات الکاملین اور تحفہ شیعہ پر تقاریظ ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طالعت هذه الرسالة المساة بمراة السالكين فى حالات الكاملين فجائت كماشا بطرز غريب و ليس يزيد على قوله الا ان هذا لشي عجيب اللهم بجاه الذين قلت فيهم هم قوم لا يشقى جليسهم ارزقنا حبك وحب حبيبك واعف عنا واغفرلنا وارحمنا يا ارحم الراحمين[1]

الراقم محب الفقراء مہر علی شاہ ساکن گولڑہ متعلق راولپنڈی، پنجاب تحفہ شیعہ مئولفہ حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمتہ اللہ علیہ پر تقریظ

محبی و مخلصی فی اللہ مولوی تاج الدین احمد صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعا آنکہ بوجہ علالت طبع کچھ لکھ نہ سکا۔ تحفہ مرسلہ نصف تک ملاحظہ سے گزرا۔ اس کتاب کے مضامین مبرہنہ بالنصوص کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا تامل و بے شبہ کہنا پڑتا ہے۔ (فبای حديث بعده يومنون) اور فماذا بعد الحق الا الضلال اللهم اغفر لمولفه وارحمه بحرمت اسمائك الحسنى واجره عن سائر المسلمين خير الجزاء والصلواة والسلام منك باطنا عليك ظاهرا والال والصحب اجمعين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

العبد الملتجي والمشتكي الى الله المدعو ابمهر علی شاه عفی عنه[2]

۱؎ مراۃ السالکین، صفحہ ۱۷۳۔
۲؎ انجمن نعمانیہ لاہور کا ماہواری رسالہ بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ جلد نمبر ۲۹، شمارہ نمبر ۱، مطبوعہ گلزار ہند سٹیم پریس لاہور، صفحہ ۷، نوٹ : انجمن نعمانیہ کا رسالہ جناب مفتی محمد مظفر اقبال رضوی مدظلہ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔ (مؤلف)

حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشی

ولادت و خاندان

مقبول بارگاہ جمیل[۱] حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشی رحمتہ اللہ علیہ موضع شیخ جلیل ضلع سرگودھا میں تخمیناً ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوئے۔

آپ اپنے گاؤں کے اعلیٰ زمیندار، نوعمر سردار اور اول درجہ کے عیاش اور خوش باش تھے۔ علوم ظاہری سے بالکل بے بہرہ اور نابلد تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بڑے نیک نہاد با ارشاد تھے۔[۲]

سیال شریف کی اولین حاضری

مؤلف جذبات سعید مولانا محمد سعید بھیروی اپنے شیخ کریم خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں:

عنوان شباب میں شیخ محمد عبدالجلیل قریشی بڑے سینہ زور اور لاپرواہ تھے۔ کبھی قصبہ ساہیوال آتے تو ہندوؤں کا قیمتی اثاثہ اٹھا کر لے جاتے۔ نماز تک پڑھنے سے عاری تھے (جس کی قضا بعد میں بطریق احسن ادا کر دی)۔ اپنے گاؤں کے کسب دار میاں چنھہ کے ساتھ جس سے وہ اکثر مذاق کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عین جوانی میں ایسے تائب ہوئے کہ حضرت خواجہ سیالوی کے معتبرین خاص میں ہو گئے۔ اپنے گاؤں کے رئیس زادہ تھے مگر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آستانہ عالیہ کے ہی ہو رہے۔ قرآن شریف وغیرہ میں استاد کل بن گئے۔ لنگر خانہ اور نعمت خانہ کے کار مختار رہے۔ بڑے بڑے خلفاء ان کی

۱؎ انوار شمسیہ، صفحہ ۷۰۔
۲؎ ایضاً صفحہ ۲۱، ۲۳۔

وساطت سے حضرت خواجہ سیالوی کے حضور میں اپنی معروضات پیش کرتے تھے [۱]

تعلیم و تربیت

قرآن مجید، علوم متداولہ اور علوم تصوف کی تعلیم حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے حاصل کی۔ جید عالم اور ولی کامل تھے۔

بیعت اور عطائے خلافت

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے تونسہ مقدسہ کی حاضری کے موقع پر آپ کو حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت معلیٰ میں پیش کرکے عرض کیا کہ یہ شخص ہوا خواہ میرے گردو نواح سے ایک خاندانی آدمی ہے۔ براہ مہربانی بہ کرم فراوانی اس کو خود بیعت فرمائیں اور اس کے حال پر کرم فرمایا جائے۔ حضرت خواجہ تونسوی نے شیخ صاحب کو آپ کے حوالے کیا اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ تیری میری بیعت ایک ہی ہے اس لئے آپ اس کو وظیفہ بتائیں اور اس کے حال پر شفقت بے پایاں فرمائیں۔ حضرت خواجہ سیالوی نے تعمیل ارشاد کی [۲]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے علوم باطنی اور نعمت مخفی سے آپ کو مالا مال کیا اور منزل کمال پر پہنچاکر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ [۳]

درس قرآن مجید

کافی عرصہ حضرت خواجہ شمس العارفین کے قائم کردہ مدرسہ میں قرآن شریف کا درس پڑھایا اور فرقان کا فیض دنیا میں ہر خاص و عام کو پہنچایا۔ [۴]

محاسن تدریس

حافظ شیخ عبد الجلیل قریشی درس و حفظ قرآن کا ایسا ملکہ رکھتے تھے اور ان کو کلام اللہ پر اس

---

[۱] جذبات سعید، صفحہ ۶۵ و ۱۳۵۔
[۲] انوار شمسیہ، صفحہ ۴۳۔
[۳] ایضاً، صفحہ ۷۰۔
[۴] ایضاً، صفحہ ۴۳۔

قدر عبور اور ایسا تبحر حاصل تھا کہ بیک وقت کئی کئی طالبین حفظ قرآن ان کے گرد مختلف مقامات سے کلام الٰہی سناتے رہتے تھے اور وہ ہمہ تن گوش بن کر ہر ایک کو اس کی غلطی پر تنبیہہ فرما دیا کرتے تھے۔ اس علاقے میں حفاظ کی کثرت انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ اور ان تھک محنتوں کا ثمرہ ہے۔ سارا علاقہ ان کے تلامذہ سے بھرا ہوا ہے اور حفظ قرآن کا ذوق و شوق انہی کی سعی پیہم کا ثمر شیریں ہے [۱]

تلامذہ

چند تلامذہ کے نام یہ ہیں :

۱۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی

۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد فضل الدین سیالوی

۳۔ حضرت صاحبزادہ محمد شعاع الدین سیالوی

محبت شیخ

حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشی اپنے شیخ کے عاشق صادق اور انتہائی نیاز مند تھے۔ مؤلف انوار شمسیہ کا بیان ہے: آپ حضرت خواجہ شمس العارفین کے بڑے جانثار اور بااعتبار خدمت گزار تھے۔ لنگر شریف کے ہر کاروبار میں مختار بااختیار تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین کے ہر کام اور سب انتظام میں مدار المہام تھے۔ کل امور اور جمیع معاملات ان کی زبان پر منحصر تھے۔ گویا لنگر کے آپ اکیلے مالک متصور تھے [۲]۔

مرشد کی نظر میں

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو شیخ صاحب بہت محبوب تھے۔ ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ جس آدمی کا معصوم بچہ فوت ہو چکا ہو قیامت کے دن وہ بچہ والدین کی شفاعت کرے گا۔ حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا: ہم نے بھی اپنا ایک معصوم بھیجا ہوا ہے۔ لوگوں نے

۱۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف، ۱۲۵ سالہ خدمات، صفحہ ۴۔
۲۔ انوار شمسیہ صفحہ ۳۰۔

دریافت کیا۔ کون ہے؟ فرمایا شیخ عبدالجلیل ہیں ۔[1]

حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سیالوی کا روحانی ارتباط شیخ صاحب کے ساتھ اس قدر تھا کہ جس شخص کو شیخ صاحب مغفور نظر عاطفت سے منظور کرتے تھے حضرت خواجہ سیالوی بھی اسی پر عنایت اور مرحمت مبذول فرماتے تھے حالانکہ اب بھی وہ دستور بدستور جاری ہے چنانچہ جب تک میں شیخ صاحب کی قبر انور پر جاکر فاتحہ نہ پڑھوں اور اپنے مدعا کی استدعا نہ کروں تو حضرت خواجہ سیالوی کی بارگاہ میں سے مجھے اجازت عطا نہیں ہوتی۔[2]

حضرت خواجہ سیالوی کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد شیخ صاحب کے مزار شریف پر تشریف لے جاتے تھے۔

اخلاق

آپ زہد و ریاضت میں بے نظیر تھے۔ خلوت پسند تھے۔ غرباء اور عاجزوں کے لئے بشفقت کثیر دستگیر تھے۔ صاحب کشف و کرامات اور باکمالات تھے۔ عمیم الاشفاق اور برگزیدۂ آفاق تھے۔ تمام عمر تجرید اور تفرید میں گزاری اور اپنی جان حضرت خواجہ سیالوی کے آستان پاک پر نذر کی۔[3]

صوفی ملک محمد الدین ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین کا بیان ہے: آپ نہایت عالی مرتبت بزرگ تھے اور حضرت خواجہ شمس العارفین کے دربار میں زبدہ ترین خدام کا درجہ رکھتے تھے۔ آخر میں خلافت آپ کو ملی۔ شیخ صاحب کا تذکرہ حضرت محبوب سبحانی جلال پوری بھی بہتر الفاظ میں فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ شیخ صاحب مرشد کے عاشقان صادق میں سے تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ خواجہ سید محمد فضل شاہ جلال پوری نے خود اپنے کانوں سے حضرت محبوب سبحانی کو شیخ صاحب کی تعریف کرتے سنا ہے۔[4]

---

[1] انوار قمریہ (قلمی) مرتبہ مفتی غلام احمد سیالوی۔
[2] انوار شمسیہ، صفحہ ۴۴، ۴۵۔
[3] انوار شمسیہ، صفحہ ۴۴۔
[4] ذکر حبیب، صفحہ ۶۵۔

ذکر جہر

حضرت محبوب سبحانی جلال پوری آپ کے ذکر جہر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ذکر جہر چنانکہ شیخ صاحب می کردند، ہیچ کس نکردہ باشد، کہ ایشاں را در ذکر حالت می شد و کلمہ ہو ہو گفتہ استادہ می شدند و بر زمین می افتادند۔[1]

ترجمہ: جس طرح ذکر جہر شیخ محمد عبدالجلیل صاحب کیا کرتے تھے، کوئی نہیں کرے گا۔ ذکر کے دوران میں ان پر حالت طاری ہو جاتی تھی اور ہو ہو کہتے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور زمین پر گر جاتے تھے۔[2]

روحانی مقام

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا—— دادا باغ گورستان میں عالی رتبہ اور اعلیٰ منازل کے مالک درویش محو خواب ہیں۔

ایک مرتبہ ایک مجذوب حضرت شیر کرم علی قادری کے مزار پر حاضری دے کر شیخ محمد عبدالجلیل قریشی کی قبر پر آیا تو کہنے لگا: میں تو اسی کو سمجھا تھا کہ تمام اہالیان قبرستان سے بلند رتبہ ہیں لیکن یہ قبر والے بہت ہی زیادہ صاحب رتبہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی کا ارشاد گرامی ہے: ایک مرتبہ میں شیخ محمد عبدالجلیل قریشی کے مزار پر کھڑا تھا۔ سورۃ تبارک الذی پڑھ رہا تھا۔ ایک مجذوب بھی وہاں کھڑے تھے۔ اب میں پڑھ تو رہا تھا سورۃ تبارک الذی، مگر دل میں یہ خیال تھا کہ میرے اتنے گھوڑے ہیں، روزانہ اتنا خرچ ہے، مجھے تو ایک آدھ گھوڑا رکھنا چاہئے، میں نے اتنے گھوڑے کیوں پالے ہوئے ہیں؟ کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ کیوں نہ ان کو فروخت کر دوں یا کسی کو دے دوں؟

میرے دل میں یہ خیال آ رہے تھے کہ وہ مجذوب بول اٹھا اور کہنے لگا:

سنو سنو! شیخ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے سکتا ہے تو کیا تیرے گھوڑوں

---

[1] نفحات المحبوب، صفحہ ۱۷۔
[2] ملفوظات حیدری، صفحہ ۴۰۔

کو نہیں دے سکتا؟ وہ تمہیں بھی دے گا اور تمہارے گھوڑوں کو بھی دے گا ــــــ یہ اچھے گھوڑے ہیں' انہیں مت فروخت کرو۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ میرے دل کی بات کا جواب دے رہے تھے جسے وہ مجذوب سن رہا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو یہ قدرت دی ہوتی ہے کہ وہ حاضرین کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو بھی بطور کرامت جان لیتے ہیں [1]

وفات

حضرت شیخ حافظ محمد عبدالجلیل قریشی نے ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۸۷۶ء کو وفات پائی اور مغربی گورستان (دادا باغ) میں مدفون ہوئے۔ "شیخ جلیل مکرم بود" (۱۲۹۳ھ) تاریخی مادہ ہے [2]

حضرت خواجہ سیالوی کا اظہار تاسف

آپ کی وفات پر حضرت خواجہ سیالوی کو سخت ملال ہوا۔ آپ نے فرمایا: افسوس شیخ صاحب کی عمر نے وفا نہ کی۔ اگر یہ شخص زندہ رہتا تو میرے پیچھے میرے پسماندگان کی خدمت کرتا اور لوگوں کو فیض پہنچاتا۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [3]

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور (شیخ الاسلام نمبر)' ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ' صفحہ ۱۹۸'۱۹۹۔
[2] انوار شمسیہ' صفحہ ۷۱' ۲۱۲' مراۃ السالکین' صفحہ ۱۶۴۔
[3] انوار شمسیہ' صفحہ ۴۴۔

حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری

خاندان اور ولادت

آپ کے آباؤ اجداد موضع مدینہ نواحی گجرات (پنجاب) کے باشندے تھے۔جہاں کیگی قوم آباد تھی۔ ایک بزرگ حضرت شیر غازی رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس موضع میں میری آل آباد ہوگی نیز بڑی مسجد کی بنیاد آنحضرت ﷺ نے رکھی اور مسجد کی تعمیر حضرت شیر غازی نے کی۔بعد ازاں اس گاؤں کا مستقل نام مدینہ پڑ گیا۔

مدینہ میں حضرت سید احمد شاہ بخاری تشریف لائے۔ حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری قدس سرہ انہی کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء کو مدینہ نواحی گجرات میں ہوئی۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے :سید محمد اکرام شاہ بن سید عمر شاہ بن سید قادر شاہ بن سید ہدایت اللہ بن سید نذر محمد شاہ بن سید حنیف اللہ بن سید والی بن سید عمر شاہ بن سید قطب الدین بن سید داؤد الدین بن سید احمد شاہ (مورث اعلیٰ مدینہ) بن سید نظام الدین تلمبی بن سید میاں تلمبی بن سید یاسین تلمبی بن سید جلال الدین تلمبی بن سید بہاؤ الدین تلمبی بن سید جلال الدین ملتانی بن سید حمید الدین ملتانی بن سید محمد صدر رجل ملتانی بن سید احمد ملتانی بن سید عبداللہ شاہ ملتانی بن سید محمد خوارزمی ملتانی بن سید علی مستانہ خدا خوارزمی بن سید محمد خوارزمی اول بن سید عبداللہ مصری بن سید حسن مصری ثم بغدادی بن سید محمد بغدادی بن سید علی عریض مدنی بن امام جعفر صادق بن محمد باقر بن سید علی زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ

شیر خدا کرم اللہ وجہہ[1]

تعلیم و تربیت

اڑھائی سال کی عمر میں والدِ ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ چھ برس کی عمر میں آپ کا معمول تھا کہ مکئی کے دانے بھنوا کر ماموں جان کے ریوڑ میں جا کر بکریوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ جس سمت جاتے ریوڑ آپ کے پیچھے ہوتا۔ ریوڑ آپ پر فریفتہ تھا اور لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے۔ نو سال کے ہوئے تو آٹا گھول کر دریا میں پھینک آتے اور گیند بنا کر لڑکوں اور مساکین میں بانٹ دیتے تھے۔

بعد ازاں والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر حصول تعلیم کے لئے کابل، قندھار اور جامع مسجد فتح پوری دہلی تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد جامع مسجد فتح پوری میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔

شادی

اکیس سال بعد موضع مدینہ تشریف لائے۔ امیرانہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے نیز عالمانہ ٹھاٹ باٹ اور وضع داری تھی۔ گرد و نواح میں آپ کی تشریف آوری کا چرچا ہو گیا۔

بعد ازاں سلہو کے شریف میں رونق افروز ہوئے اور خالہ جان نے اپنی دختر نیک اختر مسماۃ فاطمہ بی بی سے عقد کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء کا ہے۔

تلاش مرشد اور بیعت

آپ مرشد کامل کی جستجو اور تلاش میں تھے کہ خواب میں اشارہ ہوا کہ سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضری دو۔ رسول نگر میں حضرت میاں محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میاں صاحب نے فرمایا آپ کا فیض سیال شریف حضرت خواجہ سیالوی کے پاس ہے۔

---

[1] شجرۂ نسب خوارزمیاں معین الدین پور، مدینہ جمال پور، صفحہ ۳۰۰ مملوکہ حاجی سید محمد رضا شاہ ساکن معین الدین پور، ضلع گجرات۔

چنانچہ سیال شریف حاضری دی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے ارشاد فرمایا اپنے مکان پر ایک مسجد اور حجرہ تیار کرو۔ بعد ازاں بیعت سے مشرف فرمایا۔ ہفت اسماء دو وقت پڑھنے کا حکم دیا۔ بعض اور اسماء کی تلقین فرمائی نیز نفل اوابین حفظ الایمان اور تہجد کی پابندی کی تلقین فرمائی۔

خلافت

سیال شریف کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک مرتبہ سیال شریف حاضر ہوئے۔ میاں محمد علی باہروالہ اور میاں اللہ ماہی درزی ہمراہ تھے کہ حضرت خواجہ سیالوی نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔

عطائے خلافت کے بعد جب اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے جہاں جہاں قیام فرمایا مخلوق خدا جوق در جوق حلقہ ارادت میں داخل ہوتی گئی۔ راستہ میں ایک کنوئیں پر نماز ادا کی۔ جب کچھ دور گئے تو آپ کی چشم مبارک دکھنے لگی اور درد شروع ہو گیا۔ آپ نے میاں محمد علی سے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا نظارہ ہے؟ جب میں آنکھ کا پانی صاف کرنے لگتا ہوں تو حضرت خواجہ سیالوی کی صورت نظر آنے لگتی ہے اور مجھے درد بھول جاتا ہے۔ پھر میاں محمد علی سے گویا ہوئے کہ یہ کافی سناؤ: ع

یار میرا پنج ہتھیاری اس خوب بنایاں سانگاں
لگ گیاں نیناں دیاں تاہنگاں
اٹھ میاں رانجھا جاگ سویرے ڈنگ سنوارے نی ناگاں
لگ گیاں نیناں دیاں تاہنگاں

جب سلہو کے شریف پہنچے تو مبارک باد دینے والوں کا تانتا لگ گیا۔ خیر محمد موچی، کریم بخش ارائیں، شاہ محمد مراسی اور چودھری فضل داد ذیلدار بیعت ہوئے۔ بعد ازاں غلام محمد راکے اور دیگر بہت سے ذیلدار اور نمبردار بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے ہفت اسماء کی زکواۃ نکالی۔ بعد ازاں حضرت سید حیدر علی شاہ ساکن مدینہ مع اپنے صاحبزادگان سید محمد علی شاہ، سید امیر علی شاہ اور صاحبزادیوں کے بیعت سے مشرف ہوئے۔ سید حیدر علی شاہ نے مدینہ کی سکونت ترک کر کے سلہو کی شریف میں آپ کی خدمت بابرکت میں رہنا پسند کیا۔

درس وتدریس

آپ نے عبادت و ریاضت اور رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا۔کئی علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔چہار جانب سے مخلوق خدا آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی ۔بیعت و ارشاد اور لنگر کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

تلامذہ

چند تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں :

۱- مولانا بدر الدین فاروقی قریشی ساکن سلہو کے شریف ،ضلع گوجرانولہ

۲- مولانا محمد عیسیٰ ساکن سلہو کے شریف

۳- مولانا محمد الدین ساکن چھنی گھلا ضلع گوجرانولہ[۱]

شیخ سے ارادت

حضرت خواجہ محمد اکرام شاہ بخاری کو اپنے شیخ طریقت سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی۔ اکثر سیال شریف پاپیادہ حاضر ہوتے اور حضرت خواجہ سیالوی کی مجالس میں شریک رہ کر فیوض و برکات سے مستفید ہوتے۔بعض اوقات آپ کے فرمودات کو حضرت خواجہ سیالوی بر سر مجلس بیان فرماتے تھے ۔

مراۃ العاشقین میں ہے :

حضرت خواجہ شمس العارفین فرمود، روزی سید اکرام شاہ کیفیت منازل سفر خود پیش من بیان کرد و گفت کہ روزی مع درویش بسمت سیال شریف روانہ شدیم۔چوں در شہر بھیرہ بمسجد مولوی احمد الدین بگوی رحمتہ اللہ علیہ رسیدیم۔ درویشاں گفتند۔ از یں جا بر وید و مسجد فلاں شب گزران کنید تا گرسنہ نمایند ۔درویشی رفیق من گفت ۔ اگر نان نیست۔ این وہاب گڑھ چرا بنا ساختیم[۲]

---

[۱] حضرت صاجزادہ سید مراتب علی شاہ نے اپنی جدہ محترمہ (دادی) سے سماعت فرمائے۔ (مؤلف)

[۲] مراۃ العاشقین (فارسی)، صفحہ ۹۹۔

ترجمہ: خواجہ شمس العارفین نے فرمایا: ایک دن سید اکرام شاہ نے مجھ سے اپنے سفر کا حال بیان کیا کہ ایک دن میں ایک درویش کے ساتھ سیال شریف آرہا تھا۔ جب ہم بھیرہ میں مولوی احمد الدین بگوی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں کے درویشوں نے کہا یہاں سے چلے جاؤ اور فلاں مسجد میں رات گزارو تاکہ تم بھوکے نہ مرو۔ میرے درویش نے کہا اگر تمہارے پاس روٹی کی توفیق نہیں تو تم نے یہ "وہاب گڑھ" کیوں تعمیر کر رکھا ہے؟[1]

مراۃ العاشقین میں بہت دفعہ آپ کا اسم گرامی آیا ہے۔ آپ حضرت خواجہ سیالوی سے مسائل دریافت فرماتے اور وہ آپ کو شافی جواب مرحمت فرماتے۔

مراۃ العاشقین میں ہے: سید اکرام شاہ سکنہ سلھوکی نے عرض کیا کہ اگر نماز غلطی سے رہ جائے تو فقہ کی کتابوں میں اس کی قضا ثابت ہے لیکن وہ کونسا عمل ہے جو اگر بروقت ادا نہ ہو سکے تو اس کی قضا بھی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ہر وہ سانس جو غفلت کی گھڑی بن کر گزرتا ہے' ناقابل تلافی ہے۔[2]

بعد ازاں سید اکرام شاہ نے پوچھا: مسئلہ وحدت الوجود سے علمائے ظاہر کے انکار کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اکثر اہل علم تو بے خبری کی وجہ سے انکار کرتے ہیں' اندھے کو بینائی کا لطف کیسے محسوس ہو؟ ورنہ در حقیقت اس مسئلے کی صداقت میں کسی شک و ابہام کی کوئی گنجائش نہیں۔[3]

حضرت خواجہ شمس العارفین کی مجلس مبارک میں بیٹھے ریاکاری کا ذکر چلا تو سید اکرام شاہ نے اپنا مشاہدہ یوں بیان کیا:

بعد ازاں لختی سخن در مذمت ریا افتاد و سید اکرام شاہ عرض داشت کہ روزی در جامع مسجد بھیرہ در مجلس وعظ حاضر بودم۔ واعظی بر منبر نشستہ اوصاف صوفیائے کرام بیان نمود۔ بعد ازاں برعایت اہل مجلس برعکس آں صوفیہ تقریر نمود تا آنکہ فیما بین آنہا تنازعہ واقع شد۔ خواجہ شمس العارفین نمود۔ اکثر طریقہ واعظاں این زمان ہمیں است کہ بریا وعظ می کنند و حق را می پوشند۔[4]

---

[1] مراۃ العاشقین (اردو)' صفحہ ۱۳۸۔
[2] ایضاً' صفحہ ۷۵۔
[3] ایضاً' صفحہ ۲۷۶۔
[4] مراۃ العاشقین (فارسی)' صفحہ ۸۷' ۸۸۔

ترجمہ :- بعد ازاں ریا کی مذمت کا ذکر چھڑا ۔ سید اکرام شاہ نے عرض کیا کہ ایک دن میں جمعہ پڑھنے جامع مسجد میں گیا ۔ واعظ منبر پر بیٹھ کر پہلے تو صوفیائے کرام کے اوصاف بیان کرتا رہا۔ پھر بعض اہل مجلس کی رعایت خاطر کے لئے صوفیاء کے خلاف تقریر کرنے لگا۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا اس زمانے کے اکثر واعظوں کا یہی طریقہ ہے کہ ریاکاری سے وعظ کرتے ہیں اور حق کو چھپا دیتے ہیں ۔[1]

بعد ازاں ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ سے بیعت کرنے کے باوجود میں بھوک کے ہاتھوں مر رہا ہوں ۔ اسی اثناء میں سید اکرام شاہ نے کہا شاید یہ آدمی وظیفہ خلاف طریقہ پڑھتا ہے ۔ خواجہ شمس العارفین نے شاہ صاحب کو خطاب کر کے فرمایا ہندوستان سے ایک آدمی یہاں آیا اور اس نے بیان کیا کہ جب میں سوتا ہوں تو میں ایک خوفناک صورت کو اپنے ساتھ لئے ہوئے پاتا ہوں ۔ اسی ڈر سے میں جاگ اٹھتا ہوں اور اب میں بالکل عاجز ہو چکا ہوں ۔ میں نے پوچھا تم نے تسخیر جنات کے لئے کونسا عمل کیا ہے؟ اس نے ایک وظیفہ پڑھ کر سنایا۔ ہم نے کہا توبہ کر تاکہ خدا تجھے چھٹکارا دے ۔ بس جب اس نے وہ وظیفہ ترک کیا تو صحت ہو گئی ۔[2]

شیخ کی نوازشات

حضرت خواجہ سیالوی کی آپ کے حال پر بہت توجہ تھی ۔ سیال شریف کے سفر میں موضع چانڈیاں نواح سیال شریف میں سخت بیمار ہو گئے ۔ میاں دسوندی خادم ہمراہ تھا۔ اس کو یہ شعر لکھ کر دیا کہ حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں پیش کرے ۔ ع

قسمت کی بدنصیبی کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

خادم سیال شریف حاضر ہوا ۔ ادھر کوئی اونٹ والا آیا اور آپ کو سوار کر کے سیال شریف پہنچا دیا ۔ خادم و مخدوم دونوں پہنچ گئے ۔ حضرت خواجہ سیالوی کے استفسار پر سارا واقعہ سنایا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ والے تو حضرت خواجہ تونسوی تھے ۔

حلیہ

---

[1] مراۃ العاشقین (اردو) صفحہ ۱۲۲۔
[2] ایضاً صفحہ ۱۱۱۔

حلیہ

آپ کا قد مبارک درمیانہ' ریش مبارک گھنی' آخری عمر میں سفید براق' چہرہ کتابی' کشادہ پیشانی اور نورانی' رنگ سرخ و سفید' آنکھیں مستی اور خمار لئے ہوئے اور رخسار مبارک ابھرے ہوئے تھے۔

لباس

ہمیشہ صاف اور سفید لباس زیب تن فرمایا۔

اخلاق و عادات

آپ سماع کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ صاحب وجد اور مرشد کی محبت میں فنا تھے۔ مجسمہ سادگی' تارک الدنیا اور متوکل درویش تھے۔ راسخ العقیدہ اور عشق رسول مقبول ﷺ میں سرشار تھے۔ خودداری میں بے نظیر' غیور' قانع اور صابر و شاکر بزرگ تھے۔ چشتیہ سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اخلاق و اطوار اور اقوال و افعال سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھے۔

ایک بد عقیدہ آدمی حاضر خدمت ہوا اور اس نے گستاخی کے کلمات کہے تو آپ نے اس کو سزا دینا چاہی لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ گاؤں کے معززین حاضر ہوئے کہ حضور دعا فرمائیں کہ اس گاؤں میں کوئی بد عقیدہ آدمی قیام نہ کرے۔ چنانچہ تادم تحریر سلہو کی شریف کی خمسہ مساجد صرف اہل سنت و جماعت مسلک کی ہیں۔ اگر کوئی بد عقیدہ ہوا تو وہ سلہو کی شریف نہ ٹھہر سکا۔

آپ جید عالم اور صاحب مطالعہ بزرگ تھے۔ ایک قیمتی اور نادر کتب خانہ تھا جو سیال شریف کی نذر کر دیا۔

معاصرین

مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ' حضرت خواجہ سید فتح شاہ ساکن : یرہ فتح شاہ ضلع گجرات' حضرت خواجہ محمد امین چلوڑوی' خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی لاہوری اور حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی' علاؤل شریف قدس اسرارھم سے گہرے روابط اور مراسم تھے۔ حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ متوفی ۱۹۸۸ء اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری کے وصال کے بعد چودھری فضل داد چنھہ ذیلدار کا بڑا لڑکا مسمی محمد خان چنھہ جس کی بیعت آپ سے تھی حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کی خدمت میں بغرض تجدید بیعت حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیری بیعت پہلے ہے۔ میں بیعت پر بیعت نہیں کر سکتا۔ اس نے عرض کیا حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ وصال فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ زندہ ہیں۔ ان کی خانقاہ پر بیٹھا کر اور ان کی اولاد کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کر۔ حضرت مولانا غلام قادر گجراتی کے شدید اصرار پر آپ نے کوئی وظیفہ ارشاد فرمایا لیکن کچھ فیض نہ ہوا۔

حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ کو حضرت سیدہ نور صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا نے خواب میں دیکھا کہ آپ چودھری فضل داد چنھہ ذیلدار کے گھر تشریف لے گئے ہیں اور محمد خان چنھہ گھر آیا ہے تو آپ نے اس کی جانب التفات نہ کیا ہے۔ مائی صاحبہ کے استفسار پر جواب دیا کہ اس کا میرے اوپر اعتقاد نہیں رہا ہے [۱]

مرض اور کوائف وصال

آپ کو بخار کی معمولی تکلیف ہوئی۔ میاں غلام علی کھمان اور سید محمد علی شاہ پاس تھے۔ حکیموں نے پوچھا کہ کس چیز کی ضرورت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میاں فیض احمد! میری انگشت پکڑ، جب اس نے پکڑی تو فرمایا: کیا آواز آئی ہے؟ اس نے عرض کیا ''یا اللہ'' کی آواز آرہی ہے۔ پھر فرمایا سر اور دل پر رکھو تو اسی طرح آواز آتی تھی۔ اپنی صاحبزادیوں کو طلب فرمایا۔ بعد ازاں عمر حجام کو حجامت کے لئے بلوایا اور حجامت سے فارغ ہو کر پلنگ مکان کی چھت پر بچھوایا۔ اپنی صاحبزادیوں کو مختلف وظائف ارشاد فرمائے۔ سیدہ نور صاحبہ کو ''یا ولی''، سیدہ رسول بی بی کو ''یا کریم''، سیدہ حسین بی بی کو ''یا ودود'' اور سیدہ مہتاب بی بی کو ''اللہ الصمد''۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ بتاشوں کا شربت پلایا گیا۔ اسی اثناء میں نھو چنھہ نے عرض کیا میرے لڑکے فضل کے دانتوں میں شدید درد ہے تو آپ نے تھوڑا سا شربت فضل کو دیا تو اس کا درد فوراً جاتا رہا۔

---

[۱] یادداشتیں (قلمی) مملوکہ حضرت صاحبزادہ سید مہر علی صاحب سجادہ نشین سلیوکے شریف ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)۔

بعد ازاں ہاتھ اٹھا کر تین بار "اغثنا یا رسول الثقلین" پڑھا۔ مسکرا کر لیٹ گئے اور جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون○

آپ کی زوجہ محترمہ رضائے الٰہی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ اگر لڑکیاں نہ ہوتیں تو میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کسی ملک میں چلی جاتی۔ میں اس مرد کامل پر فریفتہ تھی۔ میں نے تمام عمر ان کی خدمت اور وفاداری میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ ان کے قدموں میں موت اور جگہ دے۔

حضرات سید حیدر علی شاہ، سید امیر علی شاہ اور سید محمد علی شاہ آپ کے فراق اور ہجر میں بہت روئے۔ جملہ درویشوں کے لئے دنیا اندھیر ہوگئی۔ ہر سو کہرام مچ گیا۔ آپ کے درویش شیخ عبد اللہ، محمد اسماعیل اور محرم خان وغیرہ زار و قطار روئے۔

جلال الدین، گھنہ چنجھہ آپ کے خاص غلام تھے۔ جب انہوں نے آ کر زیارت کی تو دونوں کو وجد ہو گیا۔ میاں غلام علی کھمان اور سید امیر علی شاہ بھی وجد میں بالکل بے ہوش ہو گئے۔ میاں دسوندی اور آپ کی صاحبزادیوں کی جو حالت ہوئی قلم لکھنے سے عاجز ہے۔[1]

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۸۹ء بروز چہار شنبہ ہوا۔

قطعہ تاریخ وصال

حکیم مولوی بدر الدین فاروقی قریشی ساکن سلہو کی شریف نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا ہے:

سید اکرام چوں فوت شد بلغ العلی بکمالہ
حوراں ملائک ورد خوان کشف الدجی بجمالہ
تھا زندگی میں پر سخا نادی ملک ز نوالہ
"بد نیک خصلت زندہ دل" حسنت جمیع خصالہ
۱۳۰۶ھ

---

[1] بیاض شمس الدین (قلمی) صفحہ ۲۹ تا ۳۲۔

مدفن پاک

آپ کا مرقد انور سلہو کی شریف ضلع گوجرانوالہ میں مرجع خلائق ہے۔عالیشان روضہ بنا ہوا ہے۔

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ سید امین الدین شاہ عطافرمائے۔
صاحبزادہ امین الدین شاہ کا دو سال کی عمر میں وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○

خلفاء کبار

حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری کے درج ذیل خلفاء کا علم ہوسکا:

۱- خواجہ سید امیر علی شاہ (داماد)
۲- حضرت خواجہ سید محمد علی شاہ (مدینہ، ضلع گجرات)
۳- قاضی احمد الدین ساکن ڈھاب خوشحال ضلع چکوال
۴- میاں غلام علی کھمان ساکن کوٹ مومن ضلع سرگودھا

رحمہم اللہ تعالیٰ۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۵-۲۶ ذیقعدہ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد خواجہ سید امیر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔
بعد ازاں آپ کے فرزند کلاں حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ قدس سرہ مسند نشین ہوئے۔ آج کل حضرت صاحبزادہ سید مہر علی شاہ مدظلہ سجادہ پر رونق افروز ہیں۔ بڑے سخی اور خوش خلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ آمین

حضرت صاحبزادہ سید مہر علی شاہ کے چچازاد بھائی حضرت علامہ فہامہ مولانا حافظ سید مراتب

علی شاہ بخاری سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ حسینیہ سلہو کی شریف متبحر عالم، کامل درویش طبیب حاذق اور عاشق رسول مقبول ﷺ ہیں۔ سیال شریف کے خاص منظور نظر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ المعروف حفیظ ماہی

ولادت اورنسب

عارف ربانی حضرت مولانا حفیظ ماہی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو سرکی شریف ضلع خوشاب میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت حاجی نور احمد (متوفی ۱۲۶۸ھ) قوم کے اعوان تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

مولانا حفیظ ماہی بن حاجی نور محمد بن حاجی محمد فاضل بن شیخ عیسیٰ بن محمد رضا اعوان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تعلیم

آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بعد ازاں مختلف علاقوں میں جاکر علم حاصل کیا اور آخری تعلیم مکھڈ شریف میں حاصل کی۔

بیعت

مکھڈ شریف کے قیام کے دوران حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کی بارگاہ عالی وقار میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

شیخ کامل سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی اور جونہی آپ پر جذب و شوق کی کیفیت طاری ہوتی تونسہ مقدسہ کے لئے رخت سفر باندھ لیتے اور کئی کئی دن وہاں حاضر رہ کر کسب فیض کرتے اور شیخ کی زیارت سے قلب کو منور کرتے۔ تونسہ مقدسہ کا سفر پیدل [illegible] تے تھے اور اس کو باعث سعادت گردانتے تھے۔

حضرت خواجہ تونسوی آپ کو پیار سے عبدالحفیظ کی بجائے حفیظ ماہی کے نام سے پکارتے تھے

اور آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہیں۔

نفحات المحبوب میں ہے: حضرت محبوب سبحانی فرمودند کہ مولوی حفیظ ماہی صاحب متوکل و عاشق بودند۔ ہر گاہ بسیال شریف باما ملاقی می شدند۔ بہ سبب کمی نظر دست بچشماں کردہ چہرہ بچہرہ ما نزدیک کردہ بار بار می دیدند۔ بیعت اوشان بحضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ بود۔ اما فیض صحبت و وظائف از حضرت ما حاصل کردہ بودند۔

باری بشنید کہ سجادہ نشین تونسوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم از مہار شریف بدہلی و از آنجا در اجمیر شریف رفتہ و باز درپاک پٹن شریف آمدہ از آنجا بتونسہ شریف خواہند آمد باوجودیکہ عمر ضعیف و بدن ایشاں لاغر بود۔ پاپیادہ دراں سفر قدم بقدم اوشان رفتند و باز آمدند۔ چوں بہ سیال شریف رسیدند' نہایت لاچار شدہ بودند۔ حضرت صاحب حکیماں را فرمودند تا در آب گرم نشایندہ مالش وغیرہ بجا آوردند تا بعد عرصہ صحیح شدند [1]

ترجمہ: حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی حفظ ماہی صاحب متوکل اور عاشق درویش تھے۔ جب کبھی سیال شریف میں ہمارے ساتھ ملاقات ہوتی تھی تو نظر کی کمی کے باعث ہاتھ آنکھوں کے پاس لے جاکر چہرہ ہمارے چہرے کے نزدیک کر کے بار بار دیکھا کرتے تھے۔ ان کی بیعت حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی لیکن فیض صحبت اور وظائف ہمارے حضرت [2] صاحب سے حاصل کیے تھے۔

ایک بار انہوں نے سنا کہ سجادہ نشین صاحب تونسوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم مہار شریف سے دہلی اور وہاں سے اجمیر شریف تشریف لے جائیں گے تو باوجودیکہ عمر ضعیف تھی اور بدن لاغر تھا۔ وہ پیادہ اس سفر میں ان کے قدم بقدم گئے اور واپس آئے۔ جب سیال شریف پہنچے تو سخت لاچار ہو چکے تھے۔ حضرت صاحب نے حکیموں کو فرمایا: مولوی صاحب کو گرم پانی میں بٹھا کر مالش کی گئی اور اس طرح کافی عرصہ کے بعد تندرست ہوئے۔ [3]

---

[1] مراۃ العاشقین' صفحہ ۱۴۴۔
[2] حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی (مؤلف)
[3] ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۷۷' ۲۷۸۔

رحلت شیخ اور سیال شریف حاضری کا حکم

حضرت میاں حفیظ ماہی اور مولوی سلطان محمود ناڑوی دونوں حضرت پیر پٹھان کے جانثار مرید تھے۔ حضرت پیر پٹھان کے انتقال کے بعد ان کی دنیا تاریک ہوگئی۔ نہ رات کو آرام نہ دن کو قرار۔ ہجر محبوب میں ہمہ وقت رویا کرتے۔ ایک رات حضرت پیر پٹھان نے میاں حفیظ ماہی صاحب کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم روتے کیوں ہو؟ میں تو اب تمہارے نزدیک سیالاں میں رہتا ہوں۔ آپ بیدار ہوئے' اسی وقت بستر باندھا' سر پر رکھا اور سیال شریف کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں ہی اپنے پیر بھائی مولوی سلطان محمود صاحب کے پاس سے گزرے۔ دیکھا وہ بھی بستر باندھے بیٹھے ہیں اور آمادۂ سفر ہیں۔ آپ نے پوچھا حضرت کہاں کی تیاری ہے؟ فرمایا رات کو میرا دل از حد سوگوار تھا۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی۔ حضرت پیر پٹھان نے شرف زیارت بخشا اور فرمایا مولوی صاحب آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ میں تو اب تمہارے بالکل قریب سیالاں میں آگیا ہوں۔ بعینہ یہی خواب حفیظ ماہی صاحب دیکھ کر روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا بخدا مجھے بھی آج رات یہی حکم ملا ہے چنانچہ دونوں حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے روئے تاباں کی زیارت سے ان کے غمزدہ دلوں کو قرار آگیا اور پھر ساری عمر حضرت خواجہ شمس العارفین کی محبت کا دم بھرتے رہے[۱]۔

حضرت خواجہ سیالوی سے محبت

آپ حضرت خواجہ تونسوی کے حکم کی تعمیل میں اکثر وقت سیال شریف میں گزارتے تھے اور اپنے شیخ کی تصویر حضرت خواجہ سیالوی کی صورت و سیرت میں نظر آتی۔ جس کی بنا پر آپ سے والہانہ عقیدت و محبت ہوگئی۔

امامت

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا محمد عبدالحفیظ المعروف حفیظ ماہی قدس سرہ حضرت خواجہ تونسوی قدس سرہ کی خواب میں زیارت سے مشرف

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور (شیخ الاسلام نمبر)' صفحہ ۱۰۲' ۱۰۳۔

ہونے کے بعد ساری عمر سیال شریف مقیم رہے اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ نے اپنی مسجد کی امامت سپرد فرمائی اور آپ نے اسے بحسن و خوبی سرانجام دیا۔

عطائے خلافت

حضرت خواجہ سیالوی آپ پر بے حد مہربان تھے۔ نیز اجازت بیعت اور خرقہ خلافت سے سرفراز و ممتاز فرمایا تھا۔

روحانی مقام

حضرت مولانا حفیظ ماہی کے روحانی مقام و مرتبہ کے بارہ میں حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی قدس سرہ کے ایک مکاشفہ کا حال' صاحب انوار شمسیہ نے لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

ایک روز سرکی شریف میں حضرت مولانا حفیظ ماہی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار فیض آثار پر فاتحہ خوانی کے بعد فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین کے غلاموں میں سے کون غلام اس وقت عظیم الشان ہے؟ تو مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ مولانا حفیظ ماہی رحمتہ اللہ علیہ ممتاز الہی ہیں [15]

درس و تدریس

آپ نے حصول علم کے بعد سرکی شریف میں مدرسہ قائم کیا اور تشنگان شریعت و معرفت کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے پاس دور دراز سے علم و معرفت کے پیاسے آتے اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو کر واپس اپنے وطن جاتے۔

اخلاق و اطوار

حضرت مولانا حفیظ ماہی قدس سرہ کی ذات و الاصفات بلا مبالغہ ان عزیز الوجود شخصیات میں سے ایک ہے جنہیں رحمت الہی انتہائی پر آشوب اور کربناک حالات میں اپنے لطف و کرم کا مظہر

---

۱۵ انوار شمسیہ' صفحہ ۹۹' ۱۰۰۔

بناکر اپنی مخلوق کی چارہ سازی کے لئے مقرر فرماتی ہے۔

آپ کی سیرت کا ہر پہلو بدر منیر کی طرح چمکدار اور راہ حیات پر گامزن ہونے والوں کے لئے آپ کا ہر نقش قدم خضر راہ ہے۔ جس میں جلال بھی ہے اور جمال بھی اور سمندر کی گہرائی و وسعت بھی۔

آپ کے استغنا اور فقر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا فقراء اور طلباء میں تقسیم فرما دیتے۔

ایک شخص نے دو مربعہ اراضی آپ کے نام منتقل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا درویشوں کو اس سے کیا غرض کیونکہ زر اور زمین تو خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بعد کا باعث بنتی ہے حالانکہ مجھے ایسی دولت لازوال اپنے شیخ سے مل چکی ہے جو خدا و رسول کے قرب کا باعث ہے۔ آپ عاجزی و انکساری اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ اپنے حجرہ شریف میں اوراد و وظائف اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا مجاہدہ اور توکل مثالی تھا۔ مرتاض اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

کرامات

ایک مرتبہ عازم تونسہ شریف ہوئے۔ شیر علی ساکن سرکی شریف ہمراہ تھا۔ عصر اور مغرب کے درمیان علاقہ اٹک میں ایک ڈیرہ کے قریب سے گزر ہوا تو اس ڈیرہ سے کتوں کی جوڑی بھونکتے ہوئے آپ کی جانب دوڑ پڑی۔ شیر علی نے عرض کیا: حضور! کتے ظالم معلوم ہوتے ہیں اور قریب بھی آگئے ہیں تو آپ نے فرمایا صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔ آپ نے اپنا جوتا اتار کر پڑھنا شروع کر دیا۔ جب لو کان عرضا قریبا و سفرا قاصدا لاتبعوک و لکن بعدت علیھم الشقه پر پہنچے تو کتے جہاں تھے وہیں رک گئے اور خاموش ہو کر دیکھنے لگے۔ ڈیرے کا مالک یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ میرے کتے تو بڑے ظالم ہیں کسی کو نہیں چھوڑتے، ہو نہ ہو یہ کوئی اللہ والا ہے۔ کیوں نہ ان کی دعوت کی جائے اور دعا کرائی جائے کیونکہ اس ڈیرے کے مالک کی تین بیویاں تھیں اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی لہٰذا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ میری دعوت قبول فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے وغیرہ کی تو کوئی خواہش نہیں لیکن دعوت ٹھکرانا خلاف سنت ہے لہٰذا بہتر ہے کہ ہماری رہائش کا انتظام مسجد میں کیا جائے۔ شام کو جب آپ کھانا تناول فرمانے لگے تو اس وقت ڈیرے کے مالک نے عرض کیا کہ حضور تین بیویاں ہیں اور کوئی اولاد

ریزینہ نہیں۔آپ میرے لئے دعافرمائیں اس وقت آپ کے ہاتھ روٹی کا گویا آخری لقمہ تھا جو منہ کی طرف لے جارہے تھے۔آپ نے وہی لقمہ اسے دے دیا اور فرمایا کہ جس بیوی سے زیادہ محبت ہو اسے کھلادو اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔اسی دوران اس نے شیر علی سے آپ کا نام و پتہ دریافت کرلیا۔حالانکہ آپ نے شیر علی کو منع کررکھا تھا کہ میرا پتہ وغیرہ کسی کو نہ بتانا لیکن قدرت کو یہی منظور تھا۔آپ وہاں سے دوسرے روز تونسہ مقدسہ روانہ ہوگئے اور کئی دن قیام کے بعد واپس سرکی شریف آگئے۔تقریباً ایک سال بعد اٹک کا وہ شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور فلاں دن آپ میرے ڈیرے پر تشریف فرما ہوئے تھے اور آپ نے دعا کے ساتھ بیوی کو کھلانے کے لئے روٹی کا لقمہ عنایت فرمایا۔سو اللہ تعالیٰ نے اس کے صدقے مجھے بیٹا عطا کیا ہے۔لہٰذا یہ معمولی سا خورد و نوش کا سامان'نقدی اور سواری کے لئے گھوڑا حاضر خدمت ہے۔آپ نے سامانِ خورد و نوش اور نقدی طلباء میں تقسیم کردی اور سواری اسے واپس کردی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔میں اپنے مرشد کے حضور پیدل چل کر حاضر ہونا باعث فخر سمجھتا ہوں۔بعد میں اس نے دو مربعہ اراضی آپ کے نام منتقل کرنے کی خواہش کی تو فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں۔

ایک دفعہ اپنے حجرہ شریف سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائے تو دروازے پر ایک جذامی کو لیٹے ہوئے پایا۔آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا میاں کسی حکیم یا اللہ والے کے پاس جاؤ۔میں تو اللہ والوں کا خادم ہوں۔وہ جذامی سیال شریف حاضر ہوا اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حضور اپنی عرضداشت گزاری تو آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا علاج مولوی حفیظ ماہی کے پاس ہے لہٰذا سرکی شریف چلے جاؤ تو عرض کرنے لگا کہ حضور پہلے وہاں گیا تھا مگر انہوں نے فرمایا کہ کسی حکیم اور اللہ والے کے پاس جاؤ میں تو اللہ والوں کا خادم ہوں۔

حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا: اب تم جاؤ اور کہنا کہ سیالاں والے نے بھیجا ہے۔

جب وہ جذامی دوبارہ حاضر ہوا تو حجرہ بند پایا۔دروازہ پر لیٹ رہا۔جب نماز اشراق کے بعد حجرہ شریف سے باہر نکلے تو وہ کوڑھی نظر آیا۔آپ اس سے مخاطب ہوئے کہ بھائی میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ کسی اللہ والے یا حکیم کے پاس جاؤ تو وہ فوراً عرض گزار ہوا کہ حضور اب تو مجھے سیالاں والے نے بھیجا ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور اس کے سر کے بال پکڑ کر کھینچے تو تمام چمڑا سر سے پاؤں تک اتر آیا اور نیچے صاف شفاف جسم موجود تھا۔وہ مریض نعرۂ اللہ اکبر لگاتا

ہوا صحت یاب اپنے گھر لوٹا۔ ع

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
(اقبال)

وفات

حضرت مولانا حفیظ ماہی ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۸۸ء بروز پنجشنبہ اس دار فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

جنازہ

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے جنازہ پڑھایا۔

قطعہ تاریخ وفات

آپ کے ایک نیازمند مولانا محمد ابراہیم حکیم لائل پوری نے تاریخ وفات کہی۔ ○

افسوس زیں جہاں کہ حفیظ زماں گزشت
پئے اقتباس در پئے شمس دوراں برفت
یوم الخمیس پا نزدہم رجب صبحدم
برداشت زیں سرائے بدار الامال برفت
تاریخ انتقال چو پر سیدم از خرد
فیروز بخت، قد رضی اللہ عنہ، گفت
۱۳۰۵ھ ۱۳۰۵ھ

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ فرزند عطا کئے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱- حضرت مولانا غلام فرید
۲- مولانا محمد حیات

۳۔ مولانا محمد لطیف

۴۔ مولانا محمد نظیف

۵۔ مولانا نور الٰہی

۶۔ مولانا میاں محمد شریف رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ کے جملہ صاحبزادگان عالم و فاضل اور کامل درویش تھے۔

سجادہ نشین

حضرت مولانا حفیظ ماہی کے وصال کے بعد حضرت مولانا میاں محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ آج کل حضرت مولانا حافظ الحاج اعجاز علی صاحب زیب سجادہ ہیں۔

مولانا موصوف بڑی خوبیوں کے حامل انسان ہیں۔ خوش خلقی اور پارسائی میں بے نظیر ہیں۔ سیال شریف عرائس کے موقع پر شرف ملاقات ہوتا رہتا ہے۔

عرس مبارک

آپ کا عرس پاک ۱۴۔۱۵ رجب المرجب کو ہر سال بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد پیر بخش شاہ خواجہ آبادی

ولادت اور اسلاف

حضرت خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی خواجہ آبادی قدس سرہ ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۶۰ء کو خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے عالم اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں جن کی نیک نفسی اور پارسائی ضرب المثل تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شرف حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جید عالم اور درویش منش بزرگ تھے۔ عبادت گزار اور بلند پایہ ولی تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ احمد نور شاہ

۲۔ خواجہ عمر شاہ

۳۔ خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی

شجرۂ نسب

آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے: خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ بن سید شرف حسین شاہ بن میاں محمد شاہ بن گل حسین شاہ بن عبد النبی شاہ بن دوست محمد شاہ بن علاؤ الدین شاہ بن آدم شاہ بن حسین شاہ بن سید جلال شاہ بن محمد شاہ بن پیر عبد الوہاب شاہ بن موسیٰ شاہ بن عبد المالک شاہ بن عبد المعروف شاہ بن صدر الدین شاہ بن سعید الدین شاہ بن عبد اللطیف شاہ بن اسحاق شاہ بن یعقوب شاہ بن اسماعیل شاہ بن سلطان حسین شاہ بن سلطان محمود شاہ بن سلطان ابراہیم شاہ بن سید محمد شاہ بن فیروز حسین شاہ بن رجب الدین شاہ بن شاہ قطب الدین بن شاہ شمس بابا (قبرش در غزنی) بن شاہ محمد ناصر الدین (قبرش در مشہد بود) بن شاہ ابراہیم بن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین[1]

---

[1] عطا محمد کاظمی، حکیم: تذکرۂ سادات دوست محمد خیل مطبوعہ امروز پرنٹنگ پریس ملتان ۱۳۹۶ھ، صفحہ ۱۱۳۔

تعلیم

آپ نے قرآن پاک اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔

عبادت و ریاضت

تحصیل علم کے بعد آپ کا لگاؤ عبادت کی طرف ہوا۔ آپ نے عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں وہ کمال حاصل کیا کہ سالکان طریقت کے لئے ہمیشہ وہ سنگ میل کا کام کرے گا۔ آپ نے عبادت کے لئے ملاخیل کے پہاڑوں اور دریائے سندھ کے کنارے کو منتخب کیا اور پھر ان مقامات پر وہ سجدے ادا کئے جنہیں پہاڑی فلک بوس چوٹیاں اور دریائے سندھ کی متلاطم موجیں کبھی نہ بھول سکیں گی۔

ملاخیل میں آپ کی عبادت گاہ پہاڑی چوٹی پر سطح زمین سے ہزاروں فٹ بلند تھی۔ جہاں نہ کسی کا گزر ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی دیکھتا تھا۔ اس طرح ایک فقیر بے نوا اپنے پروردگار حقیقی کے سامنے بے ریا عبادت میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا۔ آپ کی عبادت گاہ سے کافی فاصلے پر ایک دشوار گزار پہاڑی راستہ تھا۔ آپ رات کو پانچ میل دور پہاڑی چشموں سے پانی لاکر راستے پر رکھ دیتے جو دن بھر تھکے ماندے مسافروں کے کام آتا۔ شب و روز کی عبادتیں اور ریاضتیں تقریباً دس سال تک جاری رہیں لیکن کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہوسکا کہ اس بے آب و گیاہ پہاڑ میں پانی کی سبیل کس کے وجود باجود سے قائم ہے۔ کثیر بوجھ اٹھانے سے آپ کے کندھوں پر زخم ہوگئے تھے لیکن ذوق و شوق' محبت و الفت کی ایذائیں طالب حقیقی کے لئے تسکین قلبی کا سبب ہوتی ہیں۔ سالک کی منزل تہ دامن نہیں ہوتی۔ سالک کی محبت جسمانی ایذا سے کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کا مطمح نظر منتہائے بصر منزل مقصود فانی لذتیں نہیں ہوتیں۔ ان کی شوق کی چٹانیں سمندری لہروں کے تھپیڑوں سے نہیں ہلتیں۔ ان کے پائے استقلال کو بے خوابی متزلزل نہیں کرسکتی۔ ان کے شوق دیدار کو فاقے گزند نہیں پہنچا سکتے۔ ان کا راستہ نہایت پرخار اور منزل بہت دور ہوتی ہے لیکن شوق اور وصال ان حجابات کو قطع کرکے مشاہدات و تجلیات سے نوازتا ہے۔ ان کے قلوب علوم الٰہی کے معدن اور اسرار خداوندی کے مخزن ہوتے ہیں۔

تلاش مرشد اور بیعت

اس طویل عرصہ میں آپ نے سلوک کی کافی کٹھن منزلیں سر کرلیں لیکن اس کے باوجود ایک قدیم شوق ایسا تھا جس نے راتوں کا چین اور دن کا آرام تلخ کر دیا تھا۔ وہ رہبرو مقتداء کی خواہش تھی۔ آپ نے بڑی مدت اسی انتظار میں گزاری کہ مرد حق شناس کے دست مبارک پر بیعت کروں گا۔ آخر ایک دن امیدوں کے مطلع پر نیرنگی شعاعیں کچھ ایسی چھاتی ہیں جیسے مدتوں بچھڑے مقتدی و مقتداء کا وصال ہونے والا ہے۔ عالم رویاء میں وہ دست گوہربار اپنے طالب کو سیال شریف کا راستہ دکھاتا ہے۔

آپ صبح صادق ہوتے ہی اس گوہر نایاب کی تلاش میں چل نکلتے ہیں۔ ذوق و شوق ' الفت و محبت کے وجدانی جذبات تیز سے تیز تر ہورہے ہیں۔ منزل ابھی دور ہے لیکن شوق کی نگاہیں اسے زیر داماں دیکھ رہی ہیں۔ طویل مسافت کی بناپر تقریباً پچاس میل فاصلہ طے کرنے کے بعد پاؤں پر آبلے پڑ جاتے ہیں لیکن کاروان محبت رواں دواں ہے۔ رات کو کچھ آرام کے بعد دوسرے دن پھر سفر شروع ہوتا ہے اور جلد ہی وہ روح پرور مناظر سامنے آجاتے ہیں۔ دل کی دھڑکنیں بے پناہ سرعت اختیار کر چکی ہیں۔ خوابیدہ احساسات وہی شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ جلد تر حضرت خواجہ شمس العارفین کی ضیاء سے روشن ہونا چاہتے ہیں۔ آپ قیلولہ فرمارہے ہیں۔ دربان اجازت نہیں دیتا بالاخر دربان کے ساتھ مختصری چپقلش کے بعد اندر سے شمس بازغہ مطلع ملاقات پر جلوہ فگن ہوتا ہے اور دھیمی سی آواز آتی ہے۔ محمد پیر بخش شاہ صاحب کل سے تمہاری انتظار کررہا ہوں۔ پھر کیا ہوا اسے قلم کوتاہ آپ کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں۔

الحاصل محبت بھری ملاقات کافی دیر تک جاری رہی۔ اس کے بعد مقتدی نے دست ارادت دراز کیا اور مقتداء نے دست رحمت اس پر رکھ دیا۔ اس طرح یہ درعدن بھی سلک مروارید میں پرویا گیا۔ رہبر کامل کی طرف سے مزید عبادت و ریاضت کا حکم ملا۔ آپ نے پہلے سے بھی زیادہ لگن سے یاد خدا کی۔

خرقہ خلافت

اب شاید منزل کے خطوط پہلے سے زیادہ واضح اور روشن تھے کہ راتوں کا چین نام کے لئے نہ رہا۔ رات بھر رہبر کامل کی خدمت میں رہتے اور دن رات کا فراغت کا حصہ تمام یاد الٰہی میں صرف ہونے

لگا۔ بالآخر چند سال کے بعد آپ کو شیخ کامل کی طرف سے خرقہ خلافت عطا ہوا اور اپنے علاقہ میں رہنے کا حکم ملا۔ آپ نے واپس ہو کر میانوالی' بنوں' کوہاٹ' ڈیرہ اسماعیل خان' رحیم یار خان' کراچی اور ملتان کے اضلاع کو جو فیض دیا وہ صرف غیر معمولی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم دینی و ملی خدمت تھی۔ [1]

شیخ سے عقیدت

آپ اپنے شیخ سے عقیدت والہانہ رکھتے تھے۔ اپنے گھر سے سو کوس سے زیادہ کی مسافت پیادہ پا طے کرتے اور جب سیال شریف پہنچتے تو اپنی سیادت سے بے نیاز ہو کر لنگر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ لکڑیاں پھاڑتے' گارا تک اٹھاتے اور دوسرے مشکل کاموں کے اپنانے میں ذرا عار نہ سمجھتے۔ ادب و نیاز کو انتہا تک پہنچا دیا۔ [2]

آپ نے جس طرح اپنے شیخ کامل کی خدمت کی اور جو آپ کو اپنے شیخ طریقت سے محبت تھی اس کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے شیخ کے لئے نسوار لینے پشاور پیدل جایا کرتے تھے اور وہاں سے نسوار لا کر اپنے شیخ کے حضور تحفہ پیش کیا کرتے تھے۔ خیال فرمایئے! نسوار لینے کے لئے پانچ سو میل کا سفر کرنا معنی دارد۔ یہ کیا چیز تھی' جو آپ کو اس چیز پر مجبور کرتی تھی؟ یہ شیخ کامل کی محبت تھی جو آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی اور یہ فنافی الشیخ کا مقام عزیز تھا۔ [3]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ آباد شریف میں خواجہ محمد پیر بخش شاہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ شمس العارفین کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ وہ خواجہ آباد شریف سے سیال شریف تک کی مسافت جو تقریباً ۱۰۰ کوس ہے ساٹھ سانس میں طے کر لیتے تھے۔

حلیہ

آپ جسامت کے لحاظ سے بڑے مضبوط' وجیہ اور قد کاٹھ کے انسان تھے۔ [4]

---

[1] سید محمد جمال الدین کاظمی' مولانا حضرت خواجہ محمد پیر بخش خواجہ آبادی (مقالہ) مطبوعہ در ماہنامہ الحبیب لاہور' ماہ اگست ۱۹۷۱ء' صفحہ ۹ تا ۱۱۔

[2] تذکرہ سادات دوست محمد خیل' صفحہ ۱۱۳۔

[3] ماہنامہ الحبیب' لاہور' صفحہ ۱۳' ۱۴۔

[4] تذکرہ سادات دوست محمد خیل' صفحہ ۱۱۴۔

اخلاق و عادات

آپ کی طبیعت تواضع و انکساری سے معمور تھی۔ آپ صالح اور شاکر و قانع تھے۔ اپنے دست مبارک سے کام کرتے تھے اور قلیل بضاعت پر شاکر تھے۔ آپ نے تاحین حیات وہ سجدے ادا کئے جنہیں بسیط ارض کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور وہ آنسو بہائے جنہیں چشم فلک کبھی نہیں بھول سکتی۔ آپ کی تمام زندگی اسی ذوق و شوق کی زندہ تصویر تھی [1]

وظائف اور معمولات چشتیہ نظامیہ کے نہایت پابند تھے۔ آپ کا ہر قول و فعل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھا۔

کرامات

آپ کی کرامات کا باب نہایت وسیع ہے۔ جن کے لئے علیحدہ دفتر کی ضرورت ہے۔ ایک کرامت ملاحظہ فرمایئے:

جب آپ ملاخیل کے پہاڑوں میں خالق لایزال کے حضور عبادت و ریاضت میں مشغول تھے انہی ایام میں ملاخیل کے قریب ایک اژدھا آفت بن کر رونما ہوا۔ اس کی آمد پر علاقہ میں زبردست دہشت پھیل گئی۔ وہ اپنی جسامت کے اعتبار سے زندہ جانوروں اور انسانوں کو نگل جاتا تھا۔ علاقہ کے لوگوں کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی تھی۔ آخر وہ لوگ ایک دن ایک بزرگ کو لے آئے تاکہ وہ انہیں اس آفت سے نجات دلائے۔ تمام علاقہ کے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ بھی یہ خبر پا کر وہیں آ گئے۔ آپ ایک گوشہ میں قدرت ربی کا مظاہرہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ سانپ کے آنے کا وقت ہو گیا۔ یکایک سانپ نمودار ہوا اور بڑے بڑے پتھروں کو ریزہ کرتا ہوا ہجوم کی طرف چل دیا۔ اس بزرگ نے کافی کوشش کی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ جب سانپ قریب آ گیا تو آپ آگے بڑھے۔ ایک آدمی سے دستار لے کر اس پر دم کیا اور اسے چیرنا شروع کیا۔ قدرت ایزدی سے ادھر دستار چرتی گئی اور عین اسی کے مطابق ادھر سانپ چرتا گیا' حتیٰ کہ سانپ کے بالکل دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے چین کا سانس لیا اور آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر علاقہ کے پانچ ہزار سے زیادہ

---

[1] ماہنامہ الحبیب' لاہور' صفحہ ۱۱۱۔

لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں اسی وقت داخل ہو گئے۔[۱]

شہرت و مقبولیت

آپ کی قبولیت عامہ اور جذب قلوب کے ڈنکے زمین و آسمان میں بج گئے اور مخلوقات امنڈ پڑی۔ ہزارہا لوگ بیعت ہوئے اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری ہو گیا اور آپ نے سرحد کے تاریک گوشوں کو لازوال تابانی عطا کی۔[۲] المختصر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی ترقی اور ترویج و اشاعت میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کیں۔

کوائف وصال

گندم کی کٹائی سے کچھ دن پہلے آپ نے فرمایا کہ کیا گندم پک گئی ہے یا نہیں؟ صاحبزادگان نے عرض کیا۔ ابھی نہیں پکی۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے فرمایا: اب کچھ اس قابل ہو چکی ہے کہ کاٹ کر خشک کر لی جائے تو کام آ جائے گی۔ آپ نے فرمایا گندم کاٹ لو۔ کاٹنے کے بعد خشک کر لی گئی اور بعد میں صاف کر لی گئی۔

آپ کو معمولی تکلیف ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کیا تاریخ اور کونسا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا صفر المظفر کا مہینہ اور بائیس تاریخ ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر تو اپنے شیخ طریقت کی وفات کا دن ہے۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رخ انور کو قبلہ شریف کی طرف پھیر دیا۔[۳]

اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء بروز پنجشنبہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

۱۔ ایضاً صفحہ ۱۱، ۱۲۔

۲۔ تذکرۂ سادات دوست محمد خیل، صفحہ ۱۱۴۔

۳۔ ماہنامہ الحبیب، لاہور، صفحہ ۱۴۔

روضہ مبارک

آپ کے مزار شریف پر آپ کے نبیرہ حضرت خواجہ سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی نے روضہ بنوایا ہے جس کا گنبد سنگ مرمر سے مرصع ہے اور اندرونی حصہ نقش و نگار اور چپس سے سجایا ہے۔

اولاد امجاد

آپ کے دو صاحبزادے حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی اور حضرت خواجہ سید غلام نصیرالدین شاہ کاظمی تھے۔

کوائف بعد از وصال شریف

خواجہ آباد شریف بالکل دریا کے کنارے پر تھا۔ آپ کے وصال کے بعد ایک سال دریائے سندھ میں زبردست طغیانی آئی جس سے کافی شہر نذر طوفان ہوگئے۔ آپ کے صاحبزادگان و خویش اقرباء کو بھی شہر چھوڑنے کے متعلق سوچنا پڑا لیکن رات کو آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ سید غلام نصیرالدین شاہ کاظمی کو خواب میں فرمایا کہ ابھی شہر چھوڑنے کا ارادہ ترک کردو۔ میں کوشش کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہر کو بچالے اور اس سلسلہ میں میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے گزارش کی ہے۔

دوسرا دن اسی اضطراب میں گزر گیا۔ تمام علاقہ گرتا رہا لیکن خواجہ آباد شریف کا ٹکڑا بالکل محفوظ رہا۔ آپ نے پھر رات کو خواب میں فرمایا کہ فکر نہ کرو تاحال مجھے کوئی خاص جواب نہیں ملا۔ دوسرا دن بھی اسی بے چینی میں گزر گیا۔ نگاہوں کے سامنے بیسیوں پر رونق شہر نیست و نابود ہوچکے تھے۔ بالآخر تیسری رات آپ نے خواب میں فرمایا کہ کل ظہر تک میں نے مہلت لی ہے۔ اس لئے ظہر سے پہلے ممکن ہوتو شہر یہاں سے منتقل کردو اور میرا مزار بھی منتقل کردو۔

علی الصبح کام شروع ہوگیا۔ سب سے پہلا کام آپ کے جسد مبارک کی منتقلی تھی۔ کافی آدمی جمع ہوکر روضہ شریف میں حاضر ہوئے اور قبر مبارک کھودنا شروع کی لیکن جسوقت قبر کھودی جاچکی تو جسد اطہر موجود نہ تھا۔ تمام لوگوں کے ہوش و حواس اڑگئے۔ صاحبزادگان نہایت پریشان ہوئے اور قبر بند کردی گئی۔ اسی وقت حضرت خواجہ غلام فرید کاظمی اور خواجہ غلام نصیرالدین کاظمی پر

نیند کا غلبہ ہوگیا۔ آپ دونوں حضرات وہیں سو گئے۔ آپ نے بیک وقت دونوں صاحبزادوں کو خواب میں فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ بعد از دفن مردہ کے حالات عوام سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ تم نے اتنا اجتماع کر لیا لہٰذا میں ابھی مدینہ شریف چلا گیا۔ تم صرف دو یا تین آدمی باوضو ہو کر درود شریف پڑھتے ہوئے قبر کھولو۔ میں ابھی آجاتا ہوں لیکن اس کے بعد عوام کو چہرہ دکھانے کی ضرورت نہیں۔

مامور افراد نے حکم کے مطابق باوضو ہو کر درود شریف پڑھتے ہوئے قبر پھر کھولی۔ آپ کا جسد مبارک موجود تھا اور ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے گویا کہ آپ خواب استراحت میں محو ہیں۔ چار پانچ آدمیوں نے رخ انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ کا جسد مبارک وہاں سے ایک میل مشرق کی طرف سپرد خاک کیا گیا: ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ظہر کے بعد دریا نے اس طرف اس شدت کا گراؤ شروع کیا کہ چشم زدن میں خواجہ آباد شریف کا شہر صفحہ ہستی سے عدم میں داخل ہوگیا۔[1]

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۱۸۔۱۹ ربیع الاول شریف کو ہر سال بڑے تزک و احتشام سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

سجادہ

آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند کلاں خواجہ غلام فرید کاظمی سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ غلام نصیر الدین مسند نشین ہوئے۔ ان کی اولادِ نرینہ نہیں تھی لہٰذا حضرت خواجہ غلام فرید کاظمی کے صاحبزادے خواجہ غلام کمال الدین شاہ کاظمی سجادۂ مشیخت پر رونق افروز ہوئے۔ ان کے ایک صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین شاہ کاظمی سے سیال شریف عرس مبارک کے موقع پر شرف باریابی حاصل ہوتا ہے۔ آپ کم گو، شریف النفس اور فاضل

---

[1] ماہنامہ الخطیب، لاہور، صفحہ ۱۲، ۱۳۔

آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آباد و شاد رکھے۔ آمین

آج کل سجادہ نشین تبحر عالم اور مصنف حضرت علامہ مولانا سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی مدظلہ ہیں۔ بڑے بے باک، نڈر اور بہادر ہیں۔ خوش اخلاق، حد درجہ کے ہیں۔ مؤلف پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید جندوڈا شاہ گیلانی

ولادت اور خاندان

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء کو عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہوئی۔ آپ سادات گیلانیہ کے ایک عظیم فرد تھے۔ آپ کے اسلاف میں بڑے قد آور بزرگ ہوگزرے ہیں جو علم وفقر میں یگانہ روزگار تھے۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ یہ ہے: حضرت خواجہ سید جندوڈا شاہ گیلانی بن سید معظم شاہ بن سید دولت شاہ بن غوث زماں قطب دوراں حضرت پیر شاہ زمان بن سید حضور شاہ بن سید کریم شاہ بن سید محمد شاہ بن سید عبداللہ شاہ بن سید رجب شاہ بن سید حبیب شاہ بن حجتہ الاسلام حضرت قبلہ عالم پیر سید عبدالرحمن شاہ دہلوی بن سید عبداللطیف شاہ بن سید عبدالقادر ثانی بن سید احمد شاہ بن سید یٰسین شاہ بن سید شمس الدین شاہ بن سید ابوالصالح نصر شاہ بن سید عبدالرزاق شاہ الگیلانی بن محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حصول تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم عیسیٰ خیل میں بڑے بڑے علماء اور قاضی خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی تھی اور تکمیل مکھڈ شریف کے اپنے دور کے مشہور درس سے کی تھی۔

بیعت وخلافت

جب آپ نے مکھڈ شریف سے دستار فضیلت حاصل کی تو بیعت کا شوق پیدا ہوا۔ اس وقت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی شہرت سن کر سیال شریف حاضر ہوئے۔ آپ پہلے ہی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس طرف سے (عیسیٰ خیل کی ط : منہ کرکے) خوشبو آتی ہے۔

چنانچہ آپ حاضر بارگاہ ہوئے تو خواجہ سیالوی نے پہچان لیا اور بڑی کرم فرمائی کی اور آتے ہی خرقہ خلافت سے نواز دیا۔

شیخ طریقت سے عشق

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ مراۃ العاشقین میں ہے: سید جندوڈا شاہ عیسیٰ خیلوی عرضداشت۔ دعا فرمائیند تا خدائے تعالیٰ محبت خود عنایت فرماید و از ہستی موہوم رہائی کند۔ خواجہ شمس العارفین فرمود۔ ایں عطائے الٰہی است ہر کرا خواہد بدہد۔ باز عرضداشت کہ شمارا بجای محبوب سبحانی می دانم۔ مرا جام وصال او بنو شائیند۔ این بیت در جوابش خواندند۔ بیت ہندی ؎

کملے لوگ میتھوں ماہی دی پچھدے جھوک
میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں [1]

ترجمہ: سید جندوڈا شاہ نے عرض کیا۔ دعا فرمائیں کہ خدا اپنی محبت عطا فرمائے اور اس ہستی موہوم سے چھٹکارا ملے۔ فرمایا: یہ محض عطیہ خداوندی ہے۔ خدا جسے چاہے عنایت کرتا ہے۔ سائل نے پھر عرض کیا کہ میں آپ کو محبوب سبحانی سمجھتا ہوں۔ مجھے اس کا جام وصال پلا دیجئے۔ آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

کملے لوگ میتھوں ماہی دی پچھدے جھوک
میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں [2]

اسی مجلس مبارک میں اپنے شیخ کامل کے حضور دوبارہ عرض کیا: جندوڈا شاہ عرضداشت کہ رسول اللہ ﷺ فرمود الفقر فخری و الفقر منی مراد ایں فقر چیست؟ فرمود معنی ایں نزد صوفیہ کرام فاقہ است و ایں گرسنگی روشنی دل ست۔ [3]

ترجمہ: جندوڈا شاہ نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الفقر فخری و الفقر منی مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہی شروع ہوا ہے۔ اس فقر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا صوفیہ کرام کے

---

[1] مراۃ العاشقین، صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶۔

[2] مراۃ العاشقین (اردو ترجمہ)، صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳۔

[3] مراۃ العاشقین (فارسی)، صفحہ ۱۹۷۔

نزدیک اس سے مراد فاقہ ہے اور یہ فاقہ دل کے لئے نور ہے[۱]

حضرت خواجہ سید جندوڈا شاہ گیلانی اپنے شیخ زادہ کے حکم سے میانوالی کے کچے سے شیشم کے درخت کٹوا کر تونسہ شریف مکانوں کے لئے لے گئے تو حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے بڑی مہربانی فرمائی اور آپ کے ایثار اور اپنے شیخ کی محبت و عشق میں کمال کی سند عطا کی۔

شیخ کی عنایات

آپ کے پوتے خواجہ سید غلام فخرالدین شاہ گیلانی مدظلہ جو جید عالم اور کامل درویش ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرگودھا میں ملک فتح محمد ٹوانہ کے مکان پر حضرت شیخ الاسلام سیالوی تشریف فرما تھے۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین کے فیض کے بارے گفتگو کا آغاز ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت پیر سیال کا فیض بہت جلدی ہوا اور آپ نے اپنے خلفاء کو مختلف رنگوں میں رنگا۔ پیر مہر علی شاہ کو تہور کے رنگ میں' حضرت پیر غلام حیدر علی شاہ کو نیاز کے رنگ میں۔ اسی طرح آپ پیر سیال کے خلفاء کا ذکر فرما رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میرے دادا حضرت سید جندوڈا شاہ صاحب بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں ان کا نام آپ نے ابھی تک نہیں لیا تو فوراً میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ نے میری طرف پلٹ کر دیکھا اور فرمایا:

"یہ شاہ صاحب تو میرے پاس بیٹھے ہیں' غلام فخرالدین شاہ صاحب! ان کے جد امجد سید جندوڈا شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو پیر سیال نے اسم ذات عطا کیا تھا۔ آپ تھل کے راستے سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ آپ کا کمال یہ تھا کہ جس چیز کے مقابل ہوتے اس میں سے بھی "اللہ ھو" کی آواز سنی جاتی۔"

تونسہ مقدسہ کی ڈیوٹی کا حضرت سید جندوڈا شاہ گیلانی کے سپرد ہونا' ان کی خدمت' خلوص اور سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ شیخ کے کرم کا بہت بڑا نشان ہے۔

درس و تدریس

آپ نے رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ شرح جامی' ہدایہ

---

[۱] مراۃ العاشقین (اردو ترجمہ)' صفحہ ۲۵۴' ۲۵۵۔

اولین اور مشکوۃ شریف تک کتابیں خود پڑھاتے تھے۔طالبان علم وعرفان ان سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

اخلاق

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آپ بے حد خوبصورت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہوتی تھی۔ ان کے اردگرد بیٹھنے والوں کا بیان ہے کہ ہم سے باتیں کرتے کرتے رجال الغیب سے باتیں کرنے لگ جاتے تھے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے۔کتاب وسنت اور شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔نماز تہجد آخر دم تک سردیوں گرمیوں کے موسم میں ہمیشہ نہا کر پڑھتے تھے۔بہترین اخلاق کے مالک تھے۔اپنے شیخ سے والہانہ محبت تھی۔گویا اپنے شیخ کے دیوانے تھے۔محبت خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سرشار تھے۔غرض آپ کی صورت وسیرت سے اسلام کا پورا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔نہایت خوشخط تھے۔کئی لوگ اس کے معترف ہیں۔

شعروشاعری

آپ نغزگو شاعر تھے۔حضرت صاحبزادہ میاں محمد عبد اللہ سیالوی نے ایک مرتبہ خواجہ غلام فخرالدین گیلانی سے فرمایا کہ شاہ صاحب! "آپ کے دادا سید جندوڈا شاہ عیسیٰ خیلوی پنجابی زبان کے بہت بڑے نامور اور اچھے شاعر تھے۔میں نے ان سے اس فن میں اصلاح لی ہے۔شاعری میں وہ میرے استاد تھے۔"

کرامت

آپ سے ہزاروں کرامت کا ظہور ہوا۔جہاں تشریف لے جاتے ہزاروں کا ہجوم ہوتا۔جس مرید کے گھر کھانے کا بندوبست ہوتا پہلے تو آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی دیکھ کر وہ لوگ اتنے آدمیوں کا انتظام کرتے لیکن ان کی برکت سے طعام میں اتنی کثرت ہوجاتی کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں پر پورا ہوجاتا۔

آپ ایک مرتبہ عیسیٰ خیل سے ضلع بنوں جارہے تھے۔راستے میں ایک آدمی نے عرض کیا حضور! میرا بیل ہل چلاتے وقت بیٹھ جاتا ہے اس کے لئے دعا کریں یا کوئی تعویذ دیں کہ اس کی

برکت سے وہ نہ بیٹھے۔ فرمایا تم اسے جاکر کہنا ''کالی گھوڑی کے سوار نے تمہیں یہ پیغام دیا ہے کہ تم نہ بیٹھا کرو۔'' چنانچہ جب تین دن کے بعد آپ واپس ہوئے تو وہی شخص اسی جگہ پر کھڑا آپ کے انتظار میں تھا۔ عرض کی 'حضرت! جب سے میں نے آپ کا پیغام بیل کو دیا ہے وہ نہیں بیٹھتا' دن رات میں کسی وقت بھی نہیں بیٹھتا۔ فرمایا پھر جاکر اس کے کان میں کہو کہ تمہیں وہی کالی گھوڑی والا کہتا ہے کہ میں نے صرف ہلوں کے لئے کہا تھا۔ دوسرے اوقات میں تم بیٹھ سکتے ہو۔ تب جاکر اس نے بیٹھنا شروع کیا۔

ایک دفعہ نور پور تھل آپ تشریف فرما ہوئے تو ہزاروں کا مجمع ہوگیا۔ ایک بدبخت نے کہا آج کل کے پیروں نے پکھنڈ بنایا ہوا ہے۔ حقیقت کوئی نہیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور خاموش ہوگئے۔ اس نے پھر دہرایا۔ آپ نے اسے ایسا کہنے سے منع کیا۔ جب وہ باز نہ آیا اور بار بار اس بات کو زور زور سے کہنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''میاں سارے پیر مکھیاں نہیں ہوتے''۔ پھر اس کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے اس کے قلب پر نظر کی تو اس کا قلب سینے سے باہر آگیا اور وہ اللہ ھو' اللہ ھو' کہتا ہوا اس جہان فانی سے رخصت ہوگیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سینکڑوں راجپوت اس وقت ہندو سکھ تھے مسلمان ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

آج بھی ان کے ایک مرید کا پوتا شرعی شہادت دے کر آپ کی اس کرامت کا اظہار کرتا ہے کہ میرے دادا جان کہتے تھے جب بھی میری نماز تہجد قضا ہونے لگی فوراً مجھے اپنے پیرو مرشد سید جندوڈا شاہ گیلانی نے جگا کر فرمایا: ''نماز تہجد پڑھ لو اور یہ ان کی موت تک ایسا رہا''۔

ایک مرتبہ وڑچھ شریف کے باہر کسی ڈیرہ پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک اشتہاری مجرم بھی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوگیا تو کسی مخالف نے تھانہ میں اطلاع کردی۔ چنانچہ پولیس نے چھاپہ مار کر اس مجرم کو ہتھکڑی لگالی۔ آپ کو جب علم ہوا تو فرمایا تھانیدار کو میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا۔ فرمایا تھانیدار صاحب! آپ نے اسے کیوں ہتھکڑی لگائی ہے؟ وہ عرض کرنے لگا کہ یہ اشتہاری مجرم ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے اور ہم اس کے نام کا وارنٹ لے کر آگئے ہیں اور اسے قانونی طور پر گرفتار کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ وارنٹ کہاں ہے؟ انہوں نے آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ نے اسے ایک نظر دیکھا کہ یہاں پر اس کا نام تو نہیں ہے؟ یہ صاف کاغذ ہے۔ آپ اسے وارنٹ بتاکر اس کو خلاف قانون گرفتار کس لئے اور کیوں کررہے ہیں؟ تھانیدار گھبرا گیا کہ ابھی تو میں تھانہ کے محرر سے لکھوا کرلے آیا ہوں۔ فرمایا دیکھو۔ جب دیکھا تو اس کا واقعی نام نہیں

ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت! میرا سپاہی ابھی تھانہ سے ریکارڈ پر سے دوبارہ لکھوا کر لے آتا ہے۔ فرمایا تو پہلے ریکارڈ سے نہیں لکھوا کے لایا تھا؟ عرض کیا ریکارڈ پر سے دیکھ کر لکھوا کے لایا تھا۔ فرمایا جاؤ جس آنکھ کی برکت سے اس کاغذ پر لکھا ہوا مٹ گیا ہے ریکارڈ پر بھی نہیں رہا۔ اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے ریکارڈ پر جاکر تصدیق کی کہ واقعی اس کا نام نہیں ہے تو حیران ہو کر معافی مانگی اور اسے چھوڑ دیا۔ اس طرح وڑچھہ شریف اور علاقہ بھر کے لوگ متاثر ہوئے اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مرید ہو گئے۔

وڑچھہ شریف میں قیام

وڑچھہ کی پہاڑی جس پر آپ کا روضہ مبارک بنا ہوا ہے شہر کے تمام لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کو دے دی یعنی لنگر میں نذر کر دی۔ آپ نے اس پر ڈیرہ لگایا۔ عیسیٰ خیل کے لوگ لینے کے لئے آئے تو فرمایا مجھے یہاں ہی رہائش کا حکم ملا ہے۔ میری قبر بھی یہیں بنے گی۔ تم واپس چلے جاؤ۔

تصانیف

آپ کا علمی خزانہ 'تصانیف' اشعار کا مجموعہ اور دیوان محفوظ نہ رہ سکے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کا حلیہ مبارک جھلک شریف اور بارہ ماہ پنجابی لکھے۔ ایک دہریے کو "ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین" کا علمی اور مسکت جواب دیا۔ جس پر ایک کتاب بن گئی۔ چنانچہ مولانا محمد حیات صاحب متوطن جمالی' ضلع خوشاب جن کی بیعت حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی سے تھی انہوں نے آپ کے پرانے کاغذات سے برآمد کر کے (حلیہ شریف 'جھلک شریف' بارہ ماہ پنجابی اور آپ کا منظوم سلسلہ چشت خواجگان) ایک کتاب مجموعہ ہائے چھ کتاب کے نام سے موسوم کر کے چھپوا دی تھی۔

وصال شریف

عمر شریف کے آخری ایام میں جب آپ مرض وفلت میں مبتلا ہوئے تو بھیرہ شریف علاج کی غرض سے آتے جاتے تھے۔ آپ کا وصال شریف ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۱۶ء روز جمعۃ المبارک وڑچھہ شریف 'ضلع خوشاب میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

اولاد امجاد

آپ کو اللہ تعالٰی نے ایک فرزند ارجمند مسمی سید غلام دستگیر شاہ گیلانی عطا کیا۔

عرس مبارک

۵'۶'۷ ربیع الثانی کو ہر سال آپ کا عرس پاک منعقد ہوتا ہے۔

سجادہ

آپ کے اکلوتے بیٹے حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی آپ کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ کا عالیشان روضہ تعمیر کرایا۔ لنگر اور مسجد درویشوں کے لئے کمرے' مستورات کے لئے حویلی اور دیگر مکانات مسافروں اور زائرین کے لئے بنوائے۔

آپ کے وصال کے بعد حضرت صاحبزادہ سید غلام حبیب شاہ گیلانی سجادہ نشین ہوئے۔ آج کل حضرت صاحبزادہ سید انوار الحسن کاشف گیلانی صاحب سلمہ زیب سجادہ ہیں۔ عالم و فاضل' ہنس مکھ اور خوش پوش ہیں۔ پیشانی سے انوار برستے ہیں۔ مؤلف کے مہربان دوست ہیں۔

حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانی ہیں۔ بڑے متبحر عالم' خوش اخلاق اور مسکین طبع ہیں۔ اپنے شیخ کامل کے عاشق صادق ہیں۔ مؤلف کو ان سے نیاز حاصل ہے۔

حضرت شیخ مولانا غلام محمد چشتی

پیدائش اور خاندان

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین غوث زماں شیخ مولانا غلام محمد چشتی قدس سرہ تخمیناً ۱۲۱۲ھ کو موضع رہنہ نزد بھون ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ قوم بلوچ سے تعلق ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

حصول علم

آپ نے علوم متداولہ کی تحصیل ہندوستان کے مختلف مدارس سے کی۔ اساتذہ اور کہاں تعلیم حاصل کی اس کا علم نہ ہو سکا۔

موہڑہ کدلتھی میں قیام

حصول علم سے فراغت کے بعد اپنے وطن لوٹے۔ روٴسائے موہڑہ کدلتھی جو سیال شریف کے مریدین میں سے تھے' نے امامت اور درس و تدریس کے لئے اپنے ہاں قیام کرنے کی پر زور درخواست کی جو آپ نے منظور فرمائی۔ روٴسائے موہڑہ کدلتھی نے مزروعہ اراضی بطور ہدیہ پیش کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔

بیعت و خلافت

آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور عبادت و ریاضت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ لگاؤ اور عقیدت تھی۔ سال میں دو تین مرتبہ سیال شریف کی

حاضری معمول تھا۔ حضرت خواجہ سیالوی آپ پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ مراۃ العاشقین میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب سکنہ میکی ڈھوک و مولوی عالم دین از تونسہ مقدسہ مراجعت نمودہ سعادت صحبت خواجہ شمس العارفین حاصل کردند۔ حضرت صاحب کیفیت منازل سفر از انہا پرسید' گفتند ایں قدر مسافت محض بتوجہ ایشاں بہت شش روز رسیدیم۔ خواجہ شمس العارفین فرمود۔ آفرین باد کہ باوجود ضعف پیری چنیں منازل سخت قطع نمودید۔ ہمدریں محل مولوی غلام محمد سکنہ کدلتھی ایں بیت خواند۔؂

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضہ اللہ نیست

بعد ازاں حضرت صاحب ایں بیت بر زبان مبارک راند؂

چوں مدد پیر مرا گشت یار
نیست مرا حاجت آمرزگار [1]

ترجمہ: مولوی محمد احسن صاحب سکنہ میکی ڈھوک اور مولوی عالم دین تونسہ شریف سے واپس آکر خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے سفر کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے کہا اتنا لمبا اور کٹھن سفر ہم نے محض آپ کی توجہ سے چھ دن میں طے کر لیا۔ آپ نے فرمایا آفرین ہے کہ تم نے بڑھاپے کے باوجود اتنا دشوار سفر اتنی سرعت سے طے کیا۔ ضمناً مولوی غلام محمد سکنہ کدلتھی نے یہ شعر پڑھا: ع

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضہ اللہ نیست

اور آپ نے شعر پڑھا: ع

چوں مدد پیر مرا گشت یار
نیست مرا حاجت آمرزگار [2]

---

[1] مراۃ العاشقین (فارسی)' صفحہ ۱۸۱۔
[2] مراۃ العاشقین (اردو)' صفحہ ۲۳۳۔

درس وتدریس

آپ نے موہڑہ کدلتھی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور آپ کی علمی شہرت بہت جلد دور دور تک پھیل گئی۔ مختلف علاقہ جات سے طالبان علم حاضر ہوکر علمی پیاس بجھانے لگے۔ مثلاً ہندوستان، پنجاب، سرحد، کشمیر، پوٹھوار، دھنی، چھچھ اور کابل وغیرہ۔

تلامذہ :

بعد از تلاش بسیار چند تلامذہ کا سراغ ملا ہے جو علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے :

۱- قاضی محمد حسن دین ساکن موہڑہ کدلتھی ضلع چکوال
۲- قاضی محمد حمید الدین ساکن موہڑہ کدلتھی ضلع چکوال
۳- قاضی محمد سعد الدین ساکن موہڑہ کدلتھی ضلع چکوال
۴- قاضی محمد ثناء اللہ ساکن پنجائن ضلع چکوال
۵- قاضی سلطان محمود قادری ساکن اعوان شریف ضلع گجرات
۶- مولانا غلام محمد سیالکوٹی ساکن سیالکوٹ
۷- قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی ساکن کرسال ضلع چکوال
۸- مولانا احمد نور چشتی[1] ساکن چاولی ضلع چکوال
۹- حضرت مولانا سید محمد فضل شاہ ساکن وریامال ضلع چکوال

(رحمہم اللہ تعالیٰ)

مریدین

آپ کے مریدین چکوال اور پوٹھوار کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی مدظلہ لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب بہت جید عالم تھے۔ میرے عم بزرگوار حضرت مولانا احمد نور صاحب چشتی میروی ان کے شاگرد تھے۔ وہ ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ (مکتوب بنام مؤلف مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء از چکوال)

اخلاق و اطوار

آپ نے بہت سادہ زندگی بسر کی۔ قرآن و سنت اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا رہے۔ نمود و نمائش سے کوسوں دور رہے۔ علاقہ بھر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ تارک الدنیا بزرگ تھے۔ طلبہ پر بہت شفیق اور مہربان تھے۔ غرباء کی خدمت اور دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ درس و تدریس زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ جید عالم اور کامیاب مدرس تھے۔ مؤلف نے اس مسجد کی زیارت کی ہے جس میں آپ درس و تدریس فرمایا کرتے تھے۔ درس نظامی کی جملہ کتب پر دسترس حاصل تھی۔

حلیہ اور لباس

آپ کا قد لمبا' رنگ سرخ و سفید' مضبوط اعضاء' خوبصورت متشرع ریش مبارک' ناک خوبصورت' سر کے بال لمبے اور گھنگھریالے خوبصورت اور چہرہ بہت نورانی تھا۔

آپ کا لباس سفید کھادی کا یعنی چادر اور کرتا' سر پر پگڑی اور پاؤں میں دیسی جوتا ہوتا تھا۔

کرامت

آپ نے اپنے پوتے حضرت قاضی محمد ثناء اللہ کو قاضی سلطان محمود اعوان شریف والوں سے بیعت کرایا تھا۔ حضرت شیخ مولانا غلام محمد چشتی صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ایک کرامت ہدیہ قارئین ہے:

قاضی محمد رفیق صاحب سجادہ نشین موہڑہ شریف (کدلٹھی) راوی ہیں کہ ایک دفعہ قاضی محمد ثناء اللہ مرحوم (پوتا) قاضی صاحب اعوان شریف والوں کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر قاضی صاحب نے ایک عصا اور چاندی کے چار روپے نذر کئے اور فرمایا کہ عصا اور دو روپے میرے استاذ مکرم حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی خدمت میں پیش کر دینا اور دو روپے آپ کے لئے ہیں۔ کدلٹھی پہنچ کر آپ نے عصا تو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور روپے اس خیال سے نہ دیئے کہ دادا جان نے کیا کرنے ہیں؟ جب قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پنچائن جانے لگے تو آپ نے فرمایا قاضی صاحب نے نذرانے کے جو چار روپے دیئے تھے وہ کہاں ہیں؟ اب بھی قاضی محمد رفیق صاحب کے پاس چار روپے بطور تبرک محفوظ ہیں البتہ عصا مبارک ضائع ہو چکا ہے۔

وصال شریف

آپ کا وصال مبارک ۲۵ صفر المظفر ۱۳۱۴ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح صادق ہوا [1]

قطعات تاریخ وصال

آپ کے روضہ شریف کے مغربی دروازہ پر یہ عبارت تحریر ہے :

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت شیخ مولانا غلام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردرحلت جناب حضرت مابصبح صادق یوم الخمیس پنجم وصال ۱۳۱۴ھ۔

روضہ شریف کے اندر مغربی دیوار پر درج ذیل دو قطعات فارسی اور اردو درج ہیں :ـــہ

دریغ و درد و تأسف کہ آہ ازیں دنیا
ولی غلام محمد چو راہ حق پیمود
بفکر سال وفاتش دلم چو شد مغموم
"شدہ شہید رہ عاشقی" خرد فرمود

۱۳ھ ۱۴

دیگر

گئے دنیا سے جب حضرت صد افسوس
کہ تھے وہ اہل علم اور درۃ التاج
جو پوچھا دل سے میں نے سال رحلت
تو بولا "داخل خلد ہوگئے آج"

۱۳ھ ۱۴

روضہ شریف

حضرت شیخ مولانا غلام محمد چشتی کے فرزند خورد قاضی محمد سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ

---

[1] ۵ اگست ۱۸۹۶ء (مؤلف)

شریف تعمیر کرایا۔ روضہ شریف کی تکمیل ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ ہے۔ روضہ شریف کے اندر مندرجہ ذیل اشعار دیواروں پر مرقوم ہیں:

عندلیب باغ عرفان عاشق ذات اللہ — بد غلام درگہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
بود عمرش زائد از صد سال چندیں سالہا — عمر او بگذشت در نیکی و در یاد خدا
کرد وقت صبح صادق نوش جان جام وصال — بودۂ یوم الخمیس از عالم دنیا قضا
ہست ایں روضہ از ریاض جناں — مدفن شیخ ما ولی زمان
زبدۃ العارفین، ہادی خلق — قدوۃ السالکین، غوث جہاں
شد غلام محمد اسم شریف — ملکے بد بجامہ انسان
یافت زو فیض بس کہ خلق خدا — اہل پنجاب و نیز ہندوستان
مقتدای جہان شیخ الکل — چشمہ فیض منبع احسان
وائے افسوس آں سراج منیر — گشت پنہاں ز چشم مشتاقاں
کرد رحلت زما بیوم خمیس — وقت صبح آں مکرم دوران
بست و پنجم چو ماہ صفر آمد — گشت و اصل بحضرت سبحان
ہست ہجری ہزار وسہ صد وہم — چاردہ سال بد کہ گشت نہاں
اہل عالم ز فرقتش گریاں — خویش و بیگانہ از غمش نالاں
قاضی و مولوی سعد الدین — سلمہ اللہ ربہ السبحان
بر توکل براند کشتی خود — گشت فائز بعون رب جہاں
کیست معمارش عالم دین مستری میدان — حاجی وہم غلام محی الدین
کرد نقش و نگار خوب دراں — سہ صد ویک ہزار و بست و سہ سال
یافت تکمیل این بناء شگرف — باد مصؤن ز آفت دوراں

نوٹ: بعض اشعار مٹ چکے تھے لہذا پڑھے اور لکھے نہ جا سکے۔

اولاد امجاد

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادگان ہیں۔حضرت قاضی محمد حسن دین، قاضی محمد حمید الدین[۱] اور قاضی محمد سعد الدین رحمہم اللہ تعالیٰ۔تینوں صاحبزادگان عالم و فاضل اور زہد و تقویٰ میں یکتا تھے۔ان کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے تھی۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کے صاحبزادہ خورد حضرت قاضی مولانا محمد سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ ہوئے۔جید عالم اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر تھے۔اپنے والد ماجد کا سہ روزہ عرس پاک منعقد کرتے تھے۔محفل سماع اور تقاریر کا سلسلہ ہوتا تھا۔لنگر کا بہترین انتظام تھا۔موضع بھون کا ایک عقیدت مند گوشت کے مصارف برداشت کرتا تھا۔

روضہ شریف میں مزارات

روضہ شریف کا عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔مزارات کی تفصیل اس طرح ہے:

پہلا مزار پر انوار حضرت شیخ مولانا غلام محمد چشتی کا ہے۔اس کے ساتھ بسمت مشرق قاضی محمد سعد الدین کا اور اس کے ساتھ زوجہ محترمہ حضرت قاضی محمد سعد الدین کا مزار ہے۔

مؤلف آپ کے روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔بہت روحانی سکون حاصل ہوا۔سجادہ نشین صاحب حضرت قاضی الحاج محمد رفیق صاحب بڑے خلیق، ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔

قاضی محمد سعد الدین کی وفات کے بعد قاضی محمد عابد نے مسند ارشاد سنبھالی۔مدرسہ کا انتظام بھی سنبھالا۔نیز خود طلباء کو پڑھایا۔بڑے زیرک اور جید عالم تھے۔آج کل آپ کے فرزند ارجمند سجادہ نشین ہیں۔مدرسہ اب ختم ہو چکا ہے۔

---

[۱] قاضی محمد حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کے مدرسہ میں جلال پور شریف شعبہ درس و تدریس سے منسلک رہے۔زبدۃ العارفین حضرت خواجہ شیخ سید محمد مظفر علی شاہ صاحب نے بعض درسی کتب آپ سے پڑھیں۔(ذکر حبیب، صفحہ ۱۲۲)

حضرت خواجہ رستم علی شاہ گردیزی

خاندان اور پیدائش

حضرت سید شاہ منور[1] سچیار کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سید منصور شاہ صاحب سید عین الملک شاہ صاحب اور سید نظام شاہ صاحب اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق تبلیغ دین کے سلسلہ میں پونچھ کشمیر آکر آباد ہوئے۔

حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی قدس سرہ سید منور سچیار کے صاحبزادے سید نظام شاہ کی اولاد میں سے ہیں۔ سید نظام شاہ اپنے والد ماجد کے ارشاد کے مطابق ترک سکونت کر کے کشمیر تشریف لائے۔ حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۷ء کو سرچھ سیداں (پونچھ' آزاد کشمیر) میں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے: حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ بن سید حسین شاہ بن سید حافظ نور محمد شاہ بن سید بہادر شاہ بن سید مٹھا شاہ بن سید حیات شاہ بن سید غریب شاہ بن سید بیرم شاہ بن سید نظام شاہ بن سید شاہ منور سچیار بن سید نور محمد بن سید محمد بن سید عبد الصمد بن سید عبداللہ بن سید شاہ یوسف گردیزی بن سید ابوبکر بن سید شاہ قسور گردیزی بن سید ابو عبداللہ بن سید احمد بغدادی بن سید علی بن سید حسین بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید حمزہ داعی بن سید ابوشظ بن سید احمد شعرانی بن سید علی عریض بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔[2]

---

[1] خاندانی پس منظر کی مزید تفصیل حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی قدس سرہ کے حالات مبارک میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ اقوام پونچھ مولفہ منشی محمد الدین فوق' صفحہ ۹۷ تا ۹۹۔ (مولف)

[2] شجرۂ سادات مولفہ پیر سید احمد شاہ گردیزی مطبوعہ امرتسر ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء

تعلیم اور اساتذہ

تاریخ سادات گردیزیہ میں ہے: آپ نے بچپن ہی میں حصول تعلیم کے لئے سفر پنجاب اختیار کیا۔ تحصیل چکوال موضع منگوال میں قریباً دو سال تک تحصیل علم میں لگے رہے۔ بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے اور وہیں علوم دینیات مروجہ سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ [۱]

ممتاز محقق اور مصنف سید محمود آزاد لکھتے ہیں: ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی سید حسین شاہ سے حاصل کی جو اس علاقہ کے قاضی اور امام تھے اور درس و تدریس کا شغل بھی رکھتے تھے۔ قرآن کریم ناظرہ اور ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت پیر سید رستم علی شاہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور ایک مدت تک ان کی عظیم الشان درسگاہ سے دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ [۲]

بیعت و خلافت

حضرت پیر سید رستم علی شاہ صاحب کی بیعت خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ [۳] آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی نگرانی میں سلوک و طریقت کی منزلیں طے کیں اور پھر حضرت والا نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر بیعت کی اجازت دی۔ [۴]

سرچھہ شریف میں قیام اور درس و تدریس

عطائے خلافت کے بعد اپنے گاؤں سرچھہ سیداں واپس تشریف لائے۔ والد گرامی حضرت سید حسین شاہ کی تعمیر کردہ مسجد اور مدرسہ موجود تھا۔ آپ نے آتے ہی اس درسگاہ کی طرف توجہ دی اور چاروں طرف سے طالبان علم پروانہ وار آنے لگے۔ [۵]

مقبولیت

---

[۱] پیر سید احمد شاہ گردیزی: تاریخ سادات گردیزیہ مطبوعہ امرتسر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۱۔
[۲] تاریخ سادات گردیزیہ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴۔
[۳] تاریخ سادات گردیزیہ مطبوعہ امرتسر ۱۹۴۲ء، صفحہ ۳۱۔
[۴] تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۲۴۔
[۵] ایضاً صفحہ ۲۲۴۔

حضرت پیر سید رستم علی شاہ صاحب بڑے مشہور و معروف اہل اللہ سے ہو گزرے ہیں۔ آپ کی ذات سے خلق اللہ کو بہت فیض پہنچا۔[۱]

جناب سید محمود آزاد لکھتے ہیں: حضرت پیر سید رستم علی شاہ کا شمار سادات گردیزیہ کے بلند پایہ علمائے کرام اور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اور آپ کی ذات گرامی سے اس علاقہ کے ہزاروں لوگوں کو دینی، روحانی اور علمی فیض حاصل ہوا۔ کم از کم ایک صدی تک ان کا چشمہ فیض ان کی رحلت کے بعد بھی جاری رہا۔ آپ کے کشف و کرامات کا چرچا ہونے لگا۔ تو دور دور سے لوگ ان کے آستانہ پر حاضری دینے لگے۔ ان کے آستانہ عالیہ کو اتنی شہرت ہوئی کہ ریاست پونچھ کے کونے کونے سے عقیدت مند حاضری دینے لگے اور خود راجہ پونچھ اور اس کے اعلیٰ حکام حضرت پیر صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے۔[۲]

تصانیف

حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ نے کئی دینی کتب تصنیف کیں جن کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ انہوں نے سادات گردیزیہ پونچھ کا ایک شجرہ بھی مرتب کیا تھا جس کی نقل راقم (سید محمود آزاد) کی نظروں سے گزری ہے۔[۳]

ان کی تصانیف کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ ضائع ہو چکی ہیں۔ البتہ ان کا مرتب کردہ شجرہ کا قلمی نسخہ ان کے ایک عزیز کے پاس ہے جو سرچھہ سے ہجرت کر کے آج کل راولپنڈی میں مقیم ہیں۔[۴]

وصال شریف

آپ نے ایک پختہ عالیشان مسجد کی بنا شروع ہی کی تھی کہ قاصد اجل آپہنچا۔ آپ نے ۶

---

[۱] تاریخ سادات گردیزیہ، مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء، صفحہ ۳۱۔
[۲] تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴۔
[۳] ایضاً، صفحہ ۲۲۴۔
[۴] مکتوب سید فرید احمد شاہ ایم اے بنام مؤلف مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء، باغ، آزاد کشمیر۔

رجب ۱۳۰۹ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[1] [*]

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف سرچھ سیداں، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا مزار پر انوار چھوٹے سے کمرے پر مشتمل ہے جس میں صرف ایک قبر ہے۔ قبر پر نصب تختی پر نام اور تاریخ وفات مرقوم ہے۔ مزار پتھر سے بنایا گیا ہے۔[2] سرچھ کی پختہ عالیشان مسجد اور حضرت خواجہ رستم علی شاہ کے روضہ کی پختہ عمارت آپ کے فرزند سید محمد امیر شاہ ہی کی بلند ہمتی کا نتیجہ ہے۔[3]

اولاد امجاد

حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی کو اللہ تعالیٰ نے نو (۹) فرزند عطا کئے جن کے نام اس طرح ہیں:

۱-	سید بہادر شاہ	۲-	سید سلمان شاہ
۳-	سید نور عالم شاہ	۴-	سید الف شاہ
۵-	سید اکرام شاہ	۶-	سید محمد امیر شاہ
۷-	سید گل حسین شاہ	۸-	سید محمد لطیف شاہ
۹-	سید فیض عالم شاہ		

سید محمد امیر شاہ

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور والد ماجد کے وصال کے بعد درس وتدریس اور افتاء کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے تین فرزند سید محمد سعید شاہ، سید منصور حسین شاہ اور سید باقر علی شاہ تھے۔ حضرت سید محمد سعید شاہ بڑے معلم اور خطاط تھے۔ لاولد فوت ہوئے۔ اپنے والد

---

[1] تاریخ سادات گردیزیہ مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء، صفحہ ۳۱۔
[*] ۸ فروری ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ (مؤلف)۔
[2] مکتوب سید فرید احمد شاہ ایم اے بنام مؤلف مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء، از باغ، آزاد کشمیر۔
[3] تاریخ اقوام پونچھ، صفحہ ۱۱۶۔

ماجد کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے کرتے تھے۔

حضرت مولانا سید منصور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء علامہ مولانا سید منصور حسین شاہ نے اپنے بزرگوں سے قرآن کریم اور ابتدائی درسی کتب پڑھیں اور پھر انہیں عشق رسول ﷺ کشاں کشاں بریلی لے گیا۔وہاں حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد اسی درسگاہ میں صرف و نحو کے استاد مقرر ہوئے اور برسوں اسی خدمت کی بجا آوری میں مصروف رہے۔گو کہ ان کے تجر علمی سے براہ راست ریاست پونچھ کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا مگر اس علاقہ کے سینکڑوں ایسے خوش نصیبوں نے ان سے دینی تعلیم حاصل کی جن کے اسماء گرامی خاص طور پر مشہور ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب آپ نے ۱۹۴۵ء کے لگ بھگ لائل پور (فیصل آباد) میں تدریسی شغل اختیار کیا۔انہوں نے سب سے پہلے جھنگ بازار کے متصل بوہڑ کے ایک بڑے درخت تلے طلباء کو پڑھانا شروع کیا اور اپنے خلوص اور انتھک محنت کے باعث یہاں کے لوگوں میں اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ لوگوں نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔

حضرت مولانا علامہ سید منصور شاہ صاحب اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ولی اللہ ہوگزرے ہیں اور ان کے آستانہ عالیہ سے ہزاروں طالبان حق نے فیض حاصل کیا ہے جن میں آزاد کشمیر کے بھی کئی حضرات شامل ہیں خاص طور پر یہ قابل ذکر ہیں :

۱۔ مولانا قاضی سید حبیب الرحمن شاہ،ضلع قاضی مظفر آباد

۲۔ مولانا محمد حیات خان، بجیرہ

۳۔ مولانا مفتی محمد حسین، عباس پور

۴۔ مولانا محمد یونس کشمیری، عباس پور (انگلینڈ میں مقیم ہیں)

۵۔ مولانا محمد امیر الزمان،عباس پور

۶۔ مولانا شاہ محمد ایم اے

۷۔ مولانا سید حاکم شاہ،کوٹیڑی سیدان

۸۔ مولانا حافظ امیر عالم،کوٹلی وغیرھم

اس کے علاوہ پاکستان کے چوٹی کے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔جن

کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپ کے بارے میں یہ روایت مسلمہ ہے کہ آپ صرف و نحو کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے تجرد کی زندگی بسر کی۔تدریسی شغل کے علاوہ ان کا زیادہ وقت مجاہدے، مراقبے اور عبادت میں صرف ہوتا تھا اور یہ اپنے وقت کے بہت بڑے عاشق رسول ﷺ تھے۔ [۱]

عصر حاضر کے ممتاز عربی سکالر، مؤرخ اور عالم دین حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہوری لکھتے ہیں: استاذ گرامی مولانا سید منصور حسین شاہ صاحب تقویٰ، پرہیز گاری اور اخلاص کا پیکر تھے۔کم گو مگر مہمان نواز، گفتگو کرتے وقت تبسم زیر لب رہتا، کبھی قہقہہ لگاتے ہوئے نہ دیکھا۔ صوم و صلوٰۃ کے انتہائی پابند، شب زندہ دار، رات کو اکثر مدرسہ رضویہ فیصل آباد میں چہل قدمی کرتے ہوئے دکھائی دیتے۔کہیں جلسہ ہوتا تو وہاں پہنچ جاتے اور ایک طرف چہل قدمی کرتے رہتے اور تقریریں سنتے، شب بیداری کی بنا پر اسباق پڑھاتے پڑھاتے سو جاتے۔ آنکھ کھلتی تو بات وہیں سے شروع کر دیتے جہاں چھوڑی تھی۔

راقم نے فارسی اور صرف کی کچھ کتابیں ان سے پڑھی تھیں۔ ان کی شفقت اور محبت کا اثر آج تک محسوس کرتا ہوں۔جب راقم بندیال پڑھ رہا تھا تو ایک دفعہ حاضر ہوا۔ طلبہ سے صیغے پوچھ رہے تھے۔ مجھے فرمانے لگے مولوی! تم بھی صیغہ بتاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی شفقت سے کافی صیغے آگئے ہیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔یہی وجہ تھی کہ حیات مستعار کی آخری سانس تک جامعہ رضویہ میں ہی رہے۔

ایک دفعہ راقم نے ان کے حالات کے بارے میں پوچھنا چاہا، دو تین باتیں بتائیں جو میں نے نوٹ کرلیں (اب وہ نوٹ بھی نجانے کہاں ہے؟) جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہ تو لکھ رہا ہے تو بالکل خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد عام گفتگو بھی نہ کی۔ مجبوراً اجازت لے کر واپس آگیا۔

راقم جب جامعہ نظامیہ رضویہ میں مدرس مقرر ہوا تو ایک دفعہ تشریف لائے تھے۔ دراصل وقتاً فوقتاً حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر فقیر پر کرم فرمایا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر تشریف لے گئے۔شاید یہ آخری ملاقات اور

---

[۱] تاریخ سادات گردیزیہ، صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶۔

زیارت تھی۔

۱۴ رجب ۱۰ جون بروز ہفتہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء کو حضرت استاذ العلماء، پیکر اخلاص و کرم حضرت مولانا منصور حسین شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا اور غلام محمد آباد کے بڑے قبرستان میں آخری آرام گاہ بنی۔ [1]

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل تلامذہ کا علم ہو سکا:

۱۔ حضرت مولانا سید مراتب علی شاہ سیالوی، سلہو کے شریف

۲۔ صاحبزادہ محمد رفاقت حسین ساکن بولیانوال ضلع اٹک

۳۔ حضرت مولانا سید شبیر احمد شاہ خوارزمی سیالوی، کھیوڑہ، ضلع جہلم

قاضی سید فیض عالم شاہ

آپ کا شمار اس علاقہ کے بہت بڑے علمائے دین میں ہوتا ہے اور انہوں نے اپنے دور میں گراں بہا دینی خدمات انجام دیں اور علاقہ میں مدتوں حضرت پیر سید رستم علی شاہ صاحب کے فیض کو جاری و ساری رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سرچھہ میں حضرت پیر سید رستم علی شاہ کی عظمت کے باعث یہ ساری شاخ معزز و محترم ہے۔ [2] محمد الدین فوق کا بیان ہے: مولوی فیض عالم شاہ صاحب جو حضرت پیر رستم علی شاہ کے خلف ارشد ہیں ایک مستند عالم ہونے کے علاوہ سلوک و تصوف کے رموز سے واقف اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کے سجادہ نشین اور قاضی دیہہ اور مفتی ہیں۔ حضرت پیر صاحب کا عرس ہر سال ۶ رجب کو دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ [3]

مریدین

سدھن اور کیانی قبیلہ کے متعدد لوگ حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی کے مرید

---

[1] مکتوب علامہ شرف قادری بنام مؤلف از جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

[2] سادات گردیزیہ، صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷۔

[3] تاریخ اقوام پونچھ، صفحہ ۱۱۷۔

تھے۔ موضع جبوتہ کا جملہ گاؤں آپ کا مرید تھا۔ چند خاص مریدین کے نام یہ ہیں :

۱- حشمت علی خان (کلر بھناکھ)

۲- فقیر خان (کلر بھناکھ)

۳- دیوان علی خان وغیرھم

آپ کی وفات کے بعد پیر محمد امیر شاہ صاحب کے پاس وہ آتے جاتے رہے۔ پھر ان کے بعد محمد سعید شاہ صاحب بھی موضع جبوتہ میں آتے جاتے رہے۔

کرامات

مسلمانوں اور ہندوؤں میں آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ ڈوگرہ حکومت کے دور میں جب سرچھہ شریف کا بندوبست ہوا اور ڈوگرہ ملازمین نے آپ کی اولاد سے گرمی سردی کی تو مہتمم بندوبست رات کو چارپائی سے نیچے گر پڑتا تھا۔ ڈوگرہ حکومت نے مجبوراً ان کے لئے سرچھہ کا پٹہ جدا کر دیا اور سرچھہ کی نمبرداری بھی ان کی اولاد کے سپرد کر دی [1]

سجادہ نشین

آپ کی وفات کے بعد حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے مسجد کی تکمیل کی۔ آپ کا عرس شریف بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ مولوی سید فیض عالم شاہ صاحب مستند عالم ہیں۔ [2] آپ کا عرس مبارک سہ روزہ منعقد ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یک روزہ منعقد ہونے لگا...... اب آپ کا عرس مبارک کبھی کبھار انعقاد پذیر ہوتا ہے کیونکہ آپ کی اولاد میں سے کوئی بھی اب سرچھہ شریف قیام پذیر نہیں ہے۔

کتب خانہ

آپ کا ایک بہت بڑا اور قیمتی کتب خانہ تھا۔ بے شمار قلمی کتب کے مسودے موجود تھے۔ جناب سید محمود آزاد کا بیان ہے :

---

[1] مکتوب مولانا سید احمد شاہ بنام مؤلف مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۹ء از کوٹیڑی سیداں' آزاد کشمیر۔

[2] تاریخ سادات گردیزیہ' مطبوعہ امرتسر' صفحہ ۳۱۔

کوٹیڑی شریف کے متصل موضع سرچھہ میں حضرت پیر سید رستم علی شاہ صاحب بھی ایک ولی اللہ تھے جن کا ذاتی کتب خانہ اور ان کی قلمی کتابوں کے مسودے محفوظ ہیں[1]

---

[1] سید محمود آزاد: حیات پیر سید جنید شاہ صاحب مطبوعہ ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی، راولپنڈی ۱۹۸۱ء، صفحہ ۴۵۔

حضرت خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی لاہوری

اسلاف اور ولادت شریف

آپ حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان رحمتہ اللہ علیہ مدفون لاہور کی اولاد امجاد سے ہیں۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید زنجانی المعروف سید قطب شاہ قدس سرہ ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء کو موضع بھڑتھ مضافات لاہور میں پیدا ہوئے۔[1]

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ یوں ہے: حضرت خواجہ سید محمد سعید زنجانی بن سید حیدر شاہ چشتی بن سید معز الدین قادری بن میر محکم الدین بن میر عبد العزیز زنجانی بن سید عبد الرزاق بن سید اللہ بخش بن سید سعد اللہ شاہ بن سید حافظ یونس بن سید عبد الوہاب بن سید حافظ ادریس بن سید بہاؤ الدین بن سید عطاء اللہ بن سید شرف الدین بن سید جلال الدین بن سید ابی زید بن سید نصیر الدین بن سید محقق شاہ بن سید سراج الدین بن سید عبد الواحد بن سید کمال الدین کنیت ابو الفرج زنجانی بن سید محمد بن سید تاج الدین بن سید محمد منصور شاہ مکی عرف میراں سید محمد زنجانی بن سید عبد الجلیل حاجی بن سید امیر احمد شاہ بن سید اسماعیل شاہ بن سید امیر علی شاہ بن قاسم شاہ بن سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان بن سید علی محمود بن ابو جعفر برقعی بن حضرت ابراہیم عسکری حسن بن حضرت موسیٰ ثانی بن حضرت ابراہیم الاصغر بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔[2]

والد ماجد

---

[1] مرآۃ العاشقین (اردو) مطبوعہ لاہور کا فلیپ۔
[2] مکتوب سید سعید علی شاہ زنجانی بنام مؤلف مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۸۹ء از چاہ میراں' لاہور۔

آپ کے والد ماجد حضرت حکیم سید حیدر شاہ زنجانی چشتی حنفی رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم، مبلغ اسلام اور حکیم تھے۔ فارسی اور عربی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے اور فارسی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ حضرت شیخ نبی بخش چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت رکھتے تھے۔ ان کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۸۹۴ء موضع بھڑتھ نزد شاہدرہ میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار پر انوار اب بھی موجود ہے۔ ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔[1]

برادران

آپ کے دو حقیقی بھائی سید محمد لطیف شاہ اور سید محمد شریف شاہ تھے۔ سید محمد لطیف شاہ المعروف سید لطف شاہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں موضع جیا موسیٰ نزد موڑ شاہدرہ میں قیام پذیر ہو گئے اور تمام عمر یہاں کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ خطابت کے علاوہ نایاب کتابوں کی نقل نویسی اور تراجم میں اپنے بھائی سید محمد سعید شاہ زنجانی کے معاون رہے۔ بعد از وفات موضع بھڑتھ میں دفن کئے گئے۔ سید محمد سعید زنجانی نقل مکانی کر کے بھڑتھ سے باغبانپورہ میں آ کر رہنے لگے اور وہیں تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت سید محمد شریف شاہ خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کے مرید تھے۔ شاہدرہ میں آ کر اقامت پذیر ہوئے۔ مشہور حکیم اور خطیب تھے۔ ۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء بعد از نماز جمعہ وصال ہوا اور شاہدرہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔[2]

حصول علم اور اساتذہ

آپ نے بچپن میں والد ماجد سے نظم کی چند کتابیں پڑھیں اور پھر عالم علوم فروع و اصول کاشف دقائق معقول و منقول حضرت مولوی سلطان احمد نقشبندی کرولوی سے صرف و نحو کی چند کتابیں پڑھیں۔ حضرت حافظ مفتی ولی اللہ لاہوری سے بھی علمی استفادہ کیا۔ علم جفر والد ماجد سے سیکھا اور مثنوی شریف کا درس حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے لیا۔[3]

---

[1] ایضاً۔
[2] ایضاً۔
[3] مرآۃ العاشقین، صفحہ ۱۰، ۷۲، ۱۴۴، ۲۱۵۔

علمی مقام

آپ کو قرآن' حدیث' فقہ اور تصوف میں کامل عبور حاصل تھا۔ اپنے زمانے کے ایک مشہور اور شعلہ بیان مقرر اور فاضل اجل شمار ہوتے تھے گویا کہ ارباب علم و دانش میں جید عالم دین کی حیثیت سے بے حد مقبول و معروف تھے۔[۱]

تلاش مرشد

حضرت خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی مرآۃ العاشقین میں خود تحریر فرماتے ہیں: میرے دل میں شیخ طریقت کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور نقشبندیہ سلسلے کو سنت نبوی کے عین مطابق سمجھتے ہوئے میں اس کا معتقد ہو گیا۔ چنانچہ حضرت والد ماجد سے میں نے نقشبندیوں میں بیعت کی اجازت چاہی۔

قبلہ والد صاحب حضرت شیخ نبی بخش چشتی صابری سے بیعت اور خلافت رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: فرزند عزیز! میں تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالتا لیکن تاہم میرا مشورہ یہ ہے کہ تم چشتیہ سلسلے سے اپنے آپ کو منسلک کرو۔ ساتھ ہی مجھے کتاب فوائد الفوائد کے مطالعے کا حکم دیا جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔

حسب الامر میں نے فوائد الفوائد کا مطالعہ دن رات جاری رکھا۔ تصوف کے موضوع پر اگرچہ بے شمار کتابیں موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی فوائد الفوائد کے برابر لطف محسوس نہ ہوا۔ اسی کتاب کے مطالعہ سے چشتی نظامی مشائخ کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی اور پھر تو میں دن رات اسی خیال میں غرق رہنے لگا۔

انہی ایام میں میرے ماموں مدد علی صاحب نے جو عبادت و ریاضت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے اور نقشبندیہ سلسلے میں بیعت تھے' مجھے فرمایا: بیٹا! میں نے بے شمار معقول اور ذمہ دار لوگوں سے سنا ہے کہ شیخ شمس الدین سیالوی جو حضرت تونسوی کے اکابر خلفاء میں سے ہیں زمانے کے قطب ہیں اور ظاہری و باطنی علوم کے جید عالم اور رشد و ہدایت میں رہنمائے خلق ہیں لہٰذا اگر تمہیں نور حقیقت کی سچی تلاش ہے تو سیال شریف جاکر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت اختیار

---

[۱] مکتوب ایضاً۔

کرو۔

یہ بات سنتے ہی آپ کی زیارت کا شوق میرے دل میں موجزن ہوا لیکن معاً یہ خیال آیا کہ پہلے آپ کے مفصل حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔

اتفاقاً ایک دن میں نوشاہی سلسلے کے صوفیوں کی مجلس سماع میں بیٹھا ہوا تھا تو اللہ بخش نامی ایک شخص نے کہا کہ ان صوفیوں کا طریقہ سماع میرے شیخ کے طریقے کے خلاف ہے کیونکہ یہ لوگ مزامیر سنتے ہیں۔ میں نے پوچھا تمہارا پیر کون ہے؟ اس نے کہا حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی۔ پھر میں نے اس سے حضرت کے مفصل حالات و کمالات سنے۔

اس کے بعد ایک دن میں مولوی غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میہاں سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں ایک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ فلاں چنیوٹی بزرگ اور فلاں لاہوری بزرگ مقام سلوک میں کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں؟ فرمایا اس قسم کے وظیفہ خوان لوگوں کو نیک بخت کہا جا سکتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ خواجہ شمس الدین سیالوی کس قسم کے بزرگ ہیں؟ فرمایا کہ وہ شیخ کامل و اکمل ہیں۔

یہ گفتگو سن کر حضرت سیالوی سے میرا عقیدہ اور پکا ہو گیا اور میرے سینے میں آتش عشق کے بھڑکتے ہوئے شعلے اپنا کام کرنے لگے[1]

بیعت

بالآخر میں نے حضرت والد صاحب سے سیال شریف جانے کی اجازت چاہی۔ موصوف نے بنفس نفیس میرے ساتھ چل کر پیر کی رات بوقت عشاء ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۸۷ھ کو حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں مجھے حاضر کر کے بیعت کرا دیا۔ حضرت شیخ نے میری استعداد کے مطابق مجھے ذکر و اوراد کی تلقین فرمائی۔[2]

اوراد و وظائف

آپ نے اپنے اوراد و وظائف کا ذکر مراۃ العاشقین میں کیا ہے: تہجد، اشراق اور

---

[1] مرآۃ العاشقین (اردو)، صفحہ ۱۷، ۱۸، ۱۹۔
[2] ایضاً صفحہ ۱۹۔

اوابین کے نفل، قرآن پاک کی منزل، دلائل الخیرات، درود مستغاث، کبریت احمر، اسبوع شریف، پاس انفاس وقوف قلبی، درود شریف، ذکر جہر اور دیگر وظائف جو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے عطا فرمائے ہے[1]

خرقہ خلافت اور شیخ کی نوازشات

آپ خود لکھتے ہیں: بعد ازاں آپ سال بسال جن اوراد و اشغال و مراقبات کی مجھے تلقین فرماتے رہے میں انہیں بجالاتا رہا۔ اس کے بعد میں ہفتہ کی رات یکم ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو مولوی غلام محمد تونسوی گجراتی کے حجرے میں سویا ہوا تھا تو خواب میں خواجہ شمس العارفین نے بے پناہ عنایت کے ساتھ مجھے ایک کتاب عطا فرمائی نیز ہفت اسماء کی زکات کی اجازت بخشی۔

صبح میں نے حضرت شیخ سے خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر دریافت کی۔ فرمایا فقیر خانے میں مرقع اور کشکول شریف موجود ہے۔ انہیں نقل کرلو اور ہفت اسم الٰہی کی زکات جو حضرت غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی سند سے مرقع میں درج ہے۔ حسب شرائط ادا کرو میں نے ہر طرح سے تعمیل کی۔

بعد ازاں منگل ۲۰ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت نے بندہ کی طرف متوجہ ہوکر انتہائی مہربانی فرمائی اور اپنے نعلین شریفین اور ایک پوشاک بطور تبرک بخشے۔

اس کے علاوہ چہار ترکی ٹوپی اپنے ہاتھ مبارک سے بندہ کے سر پر رکھی ...... بروز منگل ۱۴ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ حضرت شیخ کے وصال سے دس دن پہلے مجھے قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولوی غلام محمد تونسوی گجراتی، امام بخش نذر بردار آپ کا ملازم سید احمد اور دوسرے یاران طریقت بھی حاضر تھے۔ حضرت شیخ نے بندہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے انتہائی شفقت فرمائی اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ حضرت تونسوی نے ہمیں مہمانوں کی تواضع اور دیکھ بھال کی بڑی سخت تاکید کی تھی جو کچھ ہم سے ہوسکا ہم کرتے رہے ہیں تمہیں بھی چاہئے کہ تم حسب توفیق مہمانوں کی خدمت کرو اور خواجگان کے عرس بھی کرو کیونکہ ان دونوں باتوں سے اللہ کی برکت

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۲۳۔

حاصل ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص خدا کا راستہ اور ورد' وظیفہ پوچھے تو وہ بھی بتاؤ' تمہیں اس کی اجازت ہے۔ اس کے بعد مجلس میں بیٹھنے والے تمام لوگوں نے مبارک باد کہی کہ حضرت شیخ نے تمہیں خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ میں نے کہا حضرت کے اس ارشاد پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں۔

بعد ازاں جمعرات صبح کے وقت ۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ کو حضرت شیخ کے وصال کے آٹھ دن بعد مہر محمد بخش سرا کے محل میں حضرت مولانا کی جگہ پر سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضرت شیخ کی زیارت سے مشرف ہوا...... حضرت شیخ نے فرمایا کہ حسب توفیق مہمانوں کی خدمت کیا کرو اور اپنے والد بزرگوار کو اسم یاحی یاقیوم کا وظیفہ بتاؤ۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد مولوی معظم الدین صاحب کے سامنے جاکر میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا مبارک ہو کہ جاگتے اور سوتے میں حضرت شیخ نے تمہیں کامل و اکمل بنادیا۔ [۱]

شیخ سے محبت

آپ اکثر پیدل سیال شریف تشریف لے جاتے تھے۔ یہ مبارک سفر براستہ رسول نگر (ضلع گوجرانوالہ) اختیار کرتے اور سلہو کے شریف نزد رسول نگر اپنے برادر طریقت حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری کے ہاں قیام کرتے اور اکٹھے سیال شریف حاضری دیا کرتے تھے۔ [۲]

خود ارشاد فرماتے ہیں:

پیر روشن ضمیر در جانم موج میزد و ہمہ وقت فرحت دل من از سخنان ایشاں بود۔ [۳]

ترجمہ: پیر روشن ضمیر کی محبت میرے رگ و پے میں یہاں تک موجزن ہے کہ کوئی بھی وقت ہو لیکن میرے دل کو خوشی انہی کی باتوں سے ہوتی ہے۔ [۴]

۱؎ مراۃ السالکین صفحہ ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

۲؎ مکتوب سید سعید حق شاہ انجالی ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ صنعت لاہور بنام مؤلف محررہ ۱۵ مئی ۱۹۸۹ء از چاہ میراں لاہور۔

۳؎ مرآۃ المشفقین صفحہ ۱۔

۴؎ مرآۃ المشفقین صفحہ ۱۵۔

ملفوظات نویسی

خود ارشاد فرماتے ہیں: ایک دن میں حضرت مولانا شیخ شمس الحق والدین کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی موتیوں جیسی قیمتی باتیں اور طلب عشق حقیقی کے موضوع پر ایک غزل لکھ کر مولوی احمد یار سیال ساکن پھنانی کی وساطت سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا مولوی صاحب نے میرے لکھے ہوئے اوراق آنحضور کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ آپ کے یہ چند ملفوظات سید محمد سعید نے تحریر کئے ہیں اور وہ درخواست کرتا ہے کہ آپ اس سلسلے کو جاری رکھنے کی اجازت بخشیں۔

حضرت شیخ نے مطالعہ کر کے فرمایا: تم نے اچھا لکھا ہے۔ انسان سے جو بھی نیکی کا کام ہو سکے غنیمت ہے۔ میں نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو جو گفتگو آنحضور کی زبان مبارک سے سنوں اسے نقل کر لیا کروں۔ آپ نے فرمایا جتنا چاہو لکھ لیا کرو لیکن ہم درویشوں کی تو یہ حالت ہے کہ دوسروں کو ہم ترک دنیا سکھاتے ہیں اور خود حصول دنیا کے لئے کوشاں ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

ترک دنیا بمردم آموزند خویشتن سیم و غلہ اندوزند

اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

یآ ایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون ○

اے ایمان والو! تم زبان سے ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تمہارا عمل نہیں۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے مقربین خاص اتنی رفعت شان کے باوجود اپنی ہستی کو اس طرح فراموش کر دیتے ہیں [۱]

معمولات

اوراد و وظائف چشتیہ کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں حاجت مندوں کو تعویذ بھی دیا کرتے تھے۔ کتب سلوک و توحید مثلاً احیائے العلوم، کیمیائے سعادت اور مثنوی شریف وغیرہ اکثر مطالعہ میں رہتیں۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ وعظ و تبلیغ میں گزارا۔ تصنیف و تالیف، پرانی اسلامی نایاب کتابوں کی نقل نویسی اور تراجم میں بہت کام کیا ہے۔

---

[۱] مراۃ العاشقین، صفحہ ۲۳۔

لباس

آپ کا لباس عموماً سفید کھدر کا ہوتا اور ہر وقت ایک بڑی چادر اوڑھا کرتے تھے۔

اخلاق و اطوار

آپ بڑے مشفق تھے۔ عزیز و اقارب اور ملنے والوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ بڑے زاہد و عابد اور مرشد کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ بڑے حلیم الطبع، منکسر المزاج اور سادہ طبیعت تھے۔ ہم مسلک اور برادران طریقت سے بڑی فراخی اور خوشدلی سے ملتے تھے۔ بدعقیدہ لوگوں سے دور بھاگتے اور بیزاری کا اظہار کرتے۔ آپ کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت اور عشق تھا۔ اپنی زندگی میں بزرگان دین کے آستانوں اور مزارات پر حاضری دی۔[1]

معاصرین

حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی بھیروی، حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے اکثر باہم ملاقاتیں رہتی تھیں۔ حضرت میاں شرق پوری حضرت والد مرحوم سید محمد امین نقشبندی خلیفہ مجاز سے خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی کا ذکر خیر بڑے ادب و احترام سے کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میری پیدائش پر میرا نام یہ فرماکر تجویز کیا کہ آپ کے جد امجد سید محمد سعید زنجانی جو کہ مجسمہ زہد و تقویٰ تھے کے اسم گرامی کی رعایت سے بچے کا نام سعید علی شاہ انشاء اللہ بابرکت ہو گا۔ واقعی حضرت میاں شرقپوری کے فرمان کا فیض جاری و ساری ہے کہ اس بندۂ ناچیز (سید سعید علی شاہ زنجانی) کو اطمینان قلب حاصل ہے اور سب نعمتیں وافر میسر ہیں۔ یہ سب نعمتیں جملہ خانوادۂ عالیہ چشتیہ اور نقشبندیہ قادریہ کی بدولت اور فیض نظر سے ہیں۔ بزرگوں کے کرم سے دنیا کی تمام نعمتیں مع نفس مطمئنہ حاصل ہیں۔[2]

حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی، قاضی میاں احمد نوشہروی، خواجہ محمد امین چکوڑوی، خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری، مفتی غلام سرور لاہوری اور خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے گہرے مراسم استوار تھے۔

مرآۃ العاشقین پر نظر ثانی حضرات خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی اور قاضی

---

[1] مکتوب سید سعید علی شاہ زنجانی، از چاہ میراں، لاہور

[2] ایضاً۔

میاں احمد نوشہروی قدس سرہما سے کروائی۔ دونوں حضرات کے اسمائے گرامی کچھ اس طرح لکھے ہیں :

عالم علوم فروع و اصول کاشف دقائق معقول و منقول حاجی حرمین شریفین حافظ قاری مولوی معظم الدین مرولوی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب فیض ماب مجمع الفضائل مرجع الفواصل حافظ قاری مولوی احمد صاحب نوشہروی سلمہ اللہ الباری [1]

شعر و شاعری

آپ کو شعر و شاعری سے بھی بہت شغف تھا۔ مراۃ العاشقین (فارسی) میں حمد و نعت، مناجات، مناقب اور دیگر منظوم کلام ملتا ہے۔ شائقین حضرات کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

تصانیف

آپ نے ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ گرانقدر دینی کتب بھی لکھیں جن میں مرآۃ العاشقین کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اس میں آپ نے خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ مراۃ العاشقین کی افادیت کے بارے میں صاحب مراۃ السالکین رقمطراز ہیں :

مراۃ العاشقین گویا سالک کے لئے تاریکی میں چراغ ہے۔ خوبی اور اسلوب میں اس کی نظیر پیدا ہونا محال ہے۔ [2]

اس کے علاوہ غیر مطبوعہ کتب یہ ہیں :

۱۔ ھدایۃ السالکین

۲۔ ایمان کی ستر شاخیں

۳۔ وظائف چشتیہ

۴۔ ختم شریف خواجہ خواجگان

---

[1] مراۃ العاشقین (فارسی)، صفحہ ۲۳۳۔
[2] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۵۳۔

خواجگان

متعدد خودنوشت قلمی کتب و رسائل آپ کے اہل خاند ان کے پاس محفوظ ہیں۔ [۱]

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ کو ہوا۔ [۲] انا للہ و انا الیہ راجعون ○

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف پختہ احاطہ قبور سادات زنجانی باغبانپورہ' لاہور میں بر استہ مادھو لال حسین برلب سڑک متصل مسجد زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ یہ مسجد آپ کی تعمیر کردہ ہے۔ [۳]

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کے شیخ طریقت کے طفیل آپ کو دو فرزند ارجمند عطا فرمائے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے قبل از ولادت ان کی بشارت دی تھی۔

۱۔مولانا حافظ محمد یوسف زنجانی' (ولادت ۱۷ شعبان ۱۲۹۷ھ)

۲۔مولانا عبدالعزیز زنجانی (ولادت ۱۴ صفر المظفر ۱۳۰۱ھ) [۴]

حضرت مولانا عبدالعزیز کی ایک بیٹی عزیز بیگم جو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات ہے اور شاہدرہ میں رہتی ہے ان کی شادی سید محمد شریف برادر حقیقی سید محمد سعید شاہ زنجانی) کے بیٹے سید محمد تقی چشتی سے ہوئی اور ان کے بطن سے پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے سید بشیر حیدر اور سید شبیر حیدر پیدا ہوئے جو کہ صاحب اولاد اور حیات ہیں۔

ایک گلبرگ لاہور اور دوسرے شاہدرہ میں اپنی والدہ کے ہمراہ رہتے ہیں۔ دونوں محکمہ نہر میں کام کرتے ہیں۔ سید بشیر حیدر نندی پور ہیڈورکس درجہ اول کے آفیسر ہیں۔

دونوں برادران مولانا سید عبدالعزیز زنجانی اور مولانا سید محمد یوسف زنجانی فیصل آباد کے

---

[۱] مدینۃ الاولیاء لاہور' صفحہ ۳۰۶۔
[۲] مراۃ العاشقین (اردو)' اندرون ٹائٹل صفحہ آخر۔
[۳] محمد الدین کلیم: مدینۃ الاولیاء' لاہور' صفحہ ۳۰۷۔
[۴] مراۃ العاشقین' صفحہ ۲۱۔

چک نمبر ۴۳۸/گ ب نزد بنگلہ کانیوالہ تحصیل سمندری اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے کہ وہیں بیمار ہو گئے۔ لاہور میں آکر یکے بعد دیگرے ایک ہفتہ کے اندر اندر ۱۹۱۲ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبور والد ماجد کے پہلو میں اب بھی موجود ہیں۔ دونوں بھائی عالم و فاضل تھے۔ مولانا سید محمد یوسف زنجانی لاولد فوت ہوئے۔[1]

مولانا سید عبد العزیز زنجانی باغبانپوری قادیانی معرکہ لاہور میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کے ناصرین اور مجاہدین میں شامل تھے۔[2]

---

[1] مکتوب سید سعید علی شاہ زنجانی بنام مؤلف از لاہور۔
[2] مہر منیر، صفحہ ۲۳۸۔

خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی خواجہ آبادی

ولادت باسعادت اور خاندان

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء کو نارنگ ضلع چکوال میں ہوئی۔ خانوادۂ سادات ہمدانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد بزرگی کے لحاظ سے علاقہ میں کافی شہرت کے مالک تھے۔

والدین

آپ کے والد ماجد حضرت سید باغ علی شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ علم وفقر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بخت بانو بنت فیض بخش متوطن موہلے ضلع چکوال ہے جو نہایت پارسا اور نیک خاتون تھیں۔

برادران

آپ کے دو بھائی اور بھی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت خواجہ سید محمد عظیم شاہ ساکن مہوٹہ موہڑہ ضلع راولپنڈی' آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

۲- حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ ہمدانی (متوفی ۱۳۴۲ھ) میرا شریف ضلع راولپنڈی (پنجاب) جید عالم اور ولی کامل تھے۔ بیعت وخلافت حضرت محبوب سبحانی جلال پوری سے تھی۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ یہ ہے: خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی بن سید باغ علی شاہ بن سید شاہ نواز بن سید گولے شاہ بن سید شاہ سید ولی بن سید محمود شاہ بن سید حاجی محمد (نارنگ) بن شاہ محمد

اسحاق (مدفون در ڈھڈیال ضلع چکوال) بن سید اسماعیل شاہ بن سید زبیر شاہ بن سید نور اللہ شاہ بن سید فتح اللہ شاہ بن سید حسین بن سید معمور شاہ بن سید جمال الدین حسینی بن سید احمد کبیر بن سید نور الدین کمال بن سید احمد قتال بن سید حسن بن سید محمد بن سید علی ولی ہمدانی بن شاہ شہاب الدین بن سید محمد بن سید علی بن سید یوسف بن سید شرف بن سید محمد بن سید جعفر بن سید عبد اللہ بن سید محمد بن حسین بن جعفر الحجہ بن عبد اللہ بن زاہد بن حسن بن علی زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

حصول علم اور اساتذہ

حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تعلیم نارنگ میں اور درس نظامی کی مروجہ تعلیم حضرت مولانا محمد احسن[۱] رحمتہ اللہ علیہ سے میکی ڈھوک میں حاصل کی۔ آپ عربی اور فارسی علوم و فنون کے مستند عالم اور باطنی علوم کے جامع تھے۔

بیعت و خلافت

منشی ملک جہانداد خان ساکن لڈوا ضلع راولپنڈی نے ایک ملاقات میں بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی عازم سیال شریف ہوئے اور جب سیال شریف کے قریب پہنچے تو ایک ڈیرہ پر چند زمیندار بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ آپ نے کنوئیں پر وضو کیا تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا سید ہوں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا سیال شریف اپنے مرشد کی زیارت کیلئے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا سید ہو کر ایک جٹ کے پاس جا رہے ہو۔ آپ نے جواباً فرمایا میں گھر سے دیکھ کر چلا ہوں کہ زمیندار کی فصل تیار ہے اور زمیندار عموماً سخی ہوتا ہے اپنے در سے کسی سائل کو محروم نہیں رکھتا۔ میں آل رسول ہوں، محروم نہیں لوٹوں گا؟

---

[۱] حضرت مولانا محمد احسن رحمتہ اللہ علیہ ۱۹ شعبان المعظم ۱۲۴۰ھ مطابق ۵ اپریل ۱۸۲۵ء کو میکی ڈھوک میں استاذ العلماء مولانا محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل والد ماجد سے کی۔ ننھیالی گاؤں اخلاص میں بھی پڑھا۔ ساری عمر درس و تدریس میں گزاری۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کا انتقال ۲۳ صفر المظفر ۱۳۰۸ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو میکی ڈھوک میں ہوا۔ مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ مولانا محمد احسن حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے استاد گرامی حضرت خواجہ مولانا میاں محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ (مکتوب ماسٹر بشارت علی نیاز بنام مؤلف از دربار عالیہ میاں صاحب میکی ڈھوک ضلع اٹک (پنجاب)۔ (مؤلف)۔)

جب آپ سیال شریف پہنچے تو حضرت خواجہ سیالوی کے پاس کافی مجمع تھا۔قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔حضرت خواجہ سیالوی نے پوچھا شاہ صاحب! زمیندار کیا کہتے تھے؟ عرض کیا حضور سے مخفی نہیں۔فرمایابیان کریں۔آپ نے سارا واقعہ من وعن بیان کیا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے خوش ہوکر خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق خدا کو ہدایت کریں۔

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں: ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء) میں سیال شریف حاضر ہوئے اور خواجہ شمس العارفین سے بیعت ہوکر ریاضات و مجاہدات کر کے رتبہ خلافت حاصل کیا۔[۱]

شیخ طریقت سے عشق

آپ سیال شریف پاپیادہ اور برہنہ پا حاضری دیتے تھے۔چنانچہ شاہ زمان قریشی ساکن پدھراڑ ضلع خوشاب اپنی تصنیف "گلزار پیر سیال" میں لکھتے ہیں۔

شاہ حیات جو نارنگ والے گمراہاں راہ نیک وسالے
تاریا سوہنے پیر سیالے دتیاں رب چڑھائیاں نی
کامل پیر سیالاں والے کیتیاں نیک کمائیاں نی
جسدے در تے کتنیاں خلقاں فیض اٹھاون آئیاں نی

پچھیاں ذات سیال دساون اپنی ذات صفت چھپاون
ادیوں مرشد تھیں شرماون مخفی رمزاں پائیاں نی
کامل پیر سیالاں والے کیتیاں نیک کمائیاں نی
جسدے در تے کتنیاں خلقاں فیض اٹھاون آئیاں نی

جدوں سیالاں طرف سدھاندے ننگے پیریں ٹر کے جاندے
ادیوں جوڑا مول نہ پاندے عشق گلاں جتلائیاں نی
کامل پیر سیالاں والے کیتیاں نیک کمائیاں نی
جسدے در تے کتنیاں خلقاں فیض اٹھاون آئیاں نی

---

[۱] تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۴۹ (جلد دوم)۔

دعا ہمیشہ سیال شریف کی طرف رخ کر کے مانگا کرتے اور مخلوق خدا کی درخواست پر بدین الفاظ دعا مانگتے۔

میرا رب، میرا رسول ﷺ اور میرا شاہ سیال تمہاری حاجت پوری کریگا۔

سیال شریف کی حاضری کے موقع پر دو اونٹ خیموں کے لدے ہوتے اور لنگر کا سارا سامان ہمراہ ہوتا۔ صاحبزادگان کی خدمت میں دس دس روپے نذر پیش کرتے اور جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے بڑے صاحبزادے سید محمد الف شاہ ہمدانی کو نصیحت کی کہ نذرانہ دس روپے سے کم پیش نہ کرنا۔

دور ابتلاء

حصول خلافت کے بعد آپ پر سخت دور ابتلاء آیا۔ چونکہ ہر چہار جانب سے مخلوق خدا کی آمد کا تانتا لگ گیا۔ مال مویشی، غلہ اور نذر و نیاز کی بہتات دیکھ کر آپ کی برادری حسد کرنے لگی۔ انہوں نے سکھوں کی ملی بھگت سے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

موضع کرہن ضلع چکوال کے ایک آدمی مسمی محمد بخش کو اجرت پر مامور کیا گیا۔ محمد بخش نے اپنے آپ کو تونسہ شریف کا باشندہ ظاہر کیا اور لنگر میں رہنے لگا۔ آپ اس کا انتہائی احترام فرمایا کرتے تھے۔

ایک رات کا واقعہ ہے: آپ حویلی سے باہر آرام فرما رہے تھے اور درویش بھی قریب ہی سوئے ہوئے تھے۔ آپ نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے اور حویلی کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کا پلنگ خالی دیکھ کر ایک درویش مسمی سمند خان نمبردار ساکن ڈھیری چکری ضلع راولپنڈی اس پر سو گیا۔

محمد بخش نے خیال کیا کہ حضرت سوئے ہوئے ہیں، موقع غنیمت جان کر کلہاڑی کا بھرپور وار کر کے سمند خان کی گردن اڑا دی۔ اس دوران ایک مولوی صاحب جن کے ہاتھ میں کوزہ تھا دوڑے اور شور مچایا کہ تونسے والے نے حضرت کو قتل کر دیا ہے۔ مولوی صاحب آگے بڑھے تو قاتل نے ان پر کلہاڑی کا وار کیا جس سے مولوی صاحب کی انگلیاں اور کوزہ کٹ گیا۔ درویشوں نے موقع پر قاتل کو پکڑ لیا اور پولیس اسٹیشن پر اطلاع کر دی۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی۔

خاندان کی جملہ مستورات اور سادات برادری نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے۔ حضرت نے

انسپکٹر پولیس کو حکم دیا کہ محمد بخش کا چالان کر دو اور مشورۂ قتل میں شامل حضرات کو چھوڑ دو۔

نارنگ سے ہجرت اور علاؤل شریف میں قیام

اس واقعہ کے بعد آپ سیال شریف حاضر ہوئے۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے موضع علاؤل مارتھ میں ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے علاؤل مارتھ کی مغربی سمت "خواجہ آباد شریف" کے نام سے ایک خانقاہ اور مدرسہ قائم فرمایا۔

خواجہ آباد شریف میں حضرت ثانی لاثانی سیالوی کا ورود مسعود

آپ کی نیازمندانہ درخواست پر حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی خواجہ آباد شریف تشریف لائے۔ بعد ازاں علاقہ دھن کے مختلف مقامات پر معتقدین کی درخواست پر تبلیغی دورہ فرمایا۔

حلیہ

آپ بڑے حسین و جمیل تھے۔ آپ کا قد دراز، جسم دوہرا، پیشانی کشادہ، ریش مبارک گھنی خوبصورت اور چمکدار نیز مہندی لگاتے تھے۔ آنکھیں موٹی اور خوبصورت تھیں۔ مؤلف نے آپ کی شبیہ مبارک کی زیارت کی ہے۔

لباس و خوراک

آپ کا لباس شلوار، قمیض لنگی مخملی کوٹ یا صدری، کلاہ قادری اور دھنی طرز کا جوتا ہوتا تھا۔ ہاتھ مبارک میں عصا رکھتے تھے۔

غذا سادہ اور معمولی ہوتی تھی۔

معمولات

آپ کے معمولات یہ تھے: بنصف شب بیدار ہو کر نماز تہجد ادا فرماتے۔ بعد ازاں ذکر جہر میں مشغول ہو جاتے اور اس کے بعد پاس انفاس یا وقوف قلبی میں مستغرق و محو رہتے۔ نماز فجر باجماعت کے بعد مسبعات عشر قبل از طلوع آفتاب پڑھتے۔ بعد ازاں دعائے کبیر، اسبوع شریف،

درود مستغاث' ورود کبریت احمر' ہفت اسماء کی تلاوت کرتے۔ نماز اشراق اور چاشت کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد مطالعہ کتب سلوک و توحید کرتے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کر کے نماز ظہر باجماعت ادا کرتے۔ ختم خواجگان چشتیہ نظامیہ پڑھنے کے بعد عام ملاقات کا وقت مقرر ہوتا۔ نماز عصر کے بعد مختلف وظائف پڑھتے۔ نماز مغرب باجماعت کے بعد اوابین اور حفظ الایمان ادا فرماتے۔ نماز عشاء باجماعت کی ادائیگی کے بعد ایک ہزار مرتبہ درود شریف اور کلمہ شریف کا ورد ہوتا۔ اس کے بعد آرام فرماتے تھے۔ بروز جمعرات علاؤل کا دورہ ہوتا۔ درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کے لئے بھی وقت مقرر تھا۔ رمضان شریف میں نماز تراویح کے بعد سو (۱۰۰) رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔

اخلاق و اطوار

آپ بے شمار خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے۔ بے حد سخی' عالی ہمت' شرافت و بزرگی کا مجسمہ' مستجاب الدعوات' ذاکر و شاکر' رحمدل' شفیق' جید عالم' ولی کامل اور مرتاض تھے۔ مؤلف تحفۃ الابرار کا بیان ہے:

آپ بڑے زاہد و پرہیز گار و پابند شریعت اور قدم بقدم چلنے والے اپنے مرشد کے ہیں جن کا وجود باوجود غنیمت ہے[1]

حج بیت اللہ شریف

آپ کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کے لئے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔ اسی عالم میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے اجازت لئے بغیر عازم حرمین شریفین ہوئے۔ اتفاق سے جہاز میں سخت بیمار ہو گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ جہاز والوں نے مردہ سمجھ کر سمندر کے ایک ٹاپو میں چھوڑ دیا۔ چند دن کے بعد ہوش آیا تو بھوک محسوس ہوئی۔ تربوز کے چھلکے صاف کر کے تناول کئے' بدن میں توانائی آئی۔ دوسرے جہاز میں سوار ہو کر جدہ شریف اتر کر مدینہ منورہ کی حاضری سے مشرف ہوئے۔

روضہ شریف کی حاضری کے وقت دل میں تین سوال رکھے' جن میں سے ایک یہ تھا کہ

---

[1] تحفۃ الابرار' حصہ دوم' صفحہ ۱۴۹۔

میری روح نے دو سجدے کیے ہیں یا ایک۔ اتنے میں روضہ شریف وا پایا اور مرقد انور سامنے آگ
کھل گئی۔ حضرت خواجہ سیالوی ظاہر ہوئے اور آپ کے تینوں سوالوں کا جواب مرحمت فرمایا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا اگر آپ نے ایک سجدہ کیا ہے تو مجھے کلی اختیار ہے کہ آپ کے دو سجدے لکھ سکتا ہوں۔ دوسرے حج کے ایام تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر کراچی پہنچے اور سیدھے سیال شریف حاضر ہوئے۔ خواجہ سیالوی نے فرمایا: شا صاحب! آگئے ہو، حج ادا ہو گیا اور روضہ انور میں کیا نظر آیا؟ آپ نے من و عن بیان کر دیا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا تربوز کے چھلکے کھانے کے بعد روضہ انور میں مجھے ہی دیکھنا تھا تو ادھ ہی دیکھ لیتے؂۱

درس وتدریس

آپ نے شیخ کامل کے تتبع میں ایک دینی مدرسہ اور خانقاہ قائم کی جس میں عرصہ دراز تک دینی تعلیم دی جاتی رہی اور ہزارہا لوگوں نے اس مدرسہ میں دینی تعلیم اور اسلامی علوم کی تحصیل کی۔؂۲

کرامات

آپ کا وجود مسعود سراپا کرامت تھا۔ چند کرامات کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ سیال شریف سے واپس آرہے تھے کہ موضع بھال متصل نور پور سیتھی علاقہ ونہار ضلع چکوال کا میراثی "راگلو" نامی جو آپ کا مخلص مرید تھا، نے دعوت کی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ خورد و نوش کی کوئی چیز با آسانی دستیاب نہ ہوتی تھی۔ آپ کے ہمراہ بیس پچیس درویش تھے۔ راگلو نے ایک مرغی اور دو سیر آٹا پکایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی۔ سارا گاؤں اس دعوت میں شریک ہوا لیکن کھانا کم نہ ہوا۔ رخصت کے وقت راگلو نے عرض کیا حضور میرا جنازہ بھی آپ نے پڑھانا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا۔

جب راگلو فوت ہوا تو آپ خواجہ آباد شریف (علاؤل) میں تھے۔ کسی قسم کی کوئی اطلاع

؂۱ راوی منشی ملک جہانداں خان ساکن لڈوا، ضلع راولپنڈی۔
؂۲ محمد حسین، ڈاکٹر: خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء مطبوعہ لاہور، صفحہ ۳۰۶۔

آپ کو نہ ملی۔خلاف معمول بعد از نماز فجر، اشراق و چاشت اور دیگر وظائف سے فارغ ہو کر قاضی محمد حنیف مرحوم (مرید گولڑہ شریف) کو حکم فرمایا کہ دو گھوڑیاں تیار کریں۔جب آپ بھال پہنچے تو جنازہ تیار تھا۔آپ نے فرمایا: راگلو کا جنازہ ہو اور باران رحمت کا نزول نہ ہو۔یہ ارشاد فرمانا تھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اتنا برسا کہ کفن تر ہو گیا۔بعد ازاں آپ نے جنازہ پڑھایا۔[۱]

اس احقر الناس[۲] کو ۱۹۶۰ء میں سلطان الزاہدین حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے عرس مقدس میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔نور محمد صاحب کے پاس قیام ہوا۔انہوں نے مجھے ایک پلنگ پر سونے کے لئے اصرار کیا اور تفصیل کچھ یوں بیان کی کہ اس پلنگ کو حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی نے شرف بخشا تھا اور اس پر آپ دراز ہوئے تھے۔میں نے سراپا معصیت ہونے کے باعث اس پر سونے سے انکار کر دیا۔اسی سلسلہ میں نور محمد صاحب نے حضور دادا جان حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ کے متعلق بیان کیا کہ میرے والد ماجد چراغ دین کسی سکھ کے بری طرح زیر بار تھے اور سکھ نے والد ماجد کا مکان وغیرہ کرک کروا لیا تھا۔عرس مقدس سے پہلے وہ مکان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن چراغ دین نے منت سماجت کر کے عرس مقدس تک اس سے مہلت لے لی تھی۔عرس پاک سے ایک روز پہلے چراغ دین حسب دستور مسجد میں نماز عصر ادا کرنے گیا تو خوش قسمتی سے اس کی نظر حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ صاحب پر پڑی جو مع معتقدین کے مسجد فرید میں جاگزیں تھے۔

درویش حضور کو پنکھا کر رہا تھا اور وہ مکمل طور پر حضور کی پیشانی سے مع پنکھا کے جھلک رہا تھا۔یوں دکھائی دیتا تھا کہ حضور کی پیشانی مثل آئینہ تھی جس میں ہر چیز بخوبی جھلک رہی تھی۔

چراغ دین نے حضور سے التجا کی کہ دوران عرس مقدس مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔ آپ نے درخواست منظور فرمائی۔عرس مقدس کے بعد جب آپ روانہ ہونے لگے تو چراغ دین بے ساختہ رو پڑا۔حضور نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے من و عن تمام حقیقت بیان کر دی۔

حضور کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔بعد میں دریافت فرمایا کہ وہ سکھ کیا کاروبار کرتا ہے؟ چراغ دین نے عرض کیا کہ وہ گڑ، شکر وغیرہ کی پرچون دکان کرتا ہے۔آپ نے حکم دیا کہ چار جوان

---

[۱] راوی منشی ملک جہانداں خان صاحب۔
[۲] صاحبزادہ سید محمد شمس الحق صاحب ڈپٹی فنانشل ایڈوائزر (بی اینڈ اے) فنانس ڈویژن (ملٹری) راولپنڈی۔

مہیا کیے جائیں، تعمیل ارشاد ہوا۔ آپ نے انہیں مٹی کے ڈھیلے صحن کے ایک کونے میں اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ دوپہر تک انہوں نے وہ صحن کا کونہ مٹی کے ڈھیلوں سے بھر دیا۔ حضور نے اس کمبل ڈلوا دیا اور چراغ دین کو اس سکھ کو بلانے کے لئے بھیجا کہ وہ آکر اپنا قرض وصول کرے جب چراغ دین نے جاکر اس سکھ سے کہا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا کہ کل تک تو منت سماجت کررہا تھا اور اب اتنا اکڑ کر قرض ادا کرنے کو کہہ رہا ہے۔

بہرکیف وہ اپنے کھاتے وغیرہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس بہت عمدہ گڑ ہے اگر تو لینا چاہے تو میں سستے داموں چراغ دین کی ادائیگی قرض میں دینے کو تیار ہوں۔ سکھ نے بصد خوشی منظور کرلیا۔ آپ نے چراغ دین کو حکم دیا کہ بیٹا کمبل اتارے بغیر ہاتھ ڈال کر گڑ نکالتے جاؤ۔ چراغ دین ضعیف الاعتقادی کے باعث سخت پریشان تھا کہ اپنے ہاتھ سے کھودی ہوئی مٹی گڑ کیسے بنے گی؟ لیکن حضور کے حکم کی تعمیل میں جب ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو بہت خوبصورت اور میٹھا گڑ تھا۔ ہم شام تک تول تول کر سکھ کو دیتے رہے اور اس کا تمام قرض بے باق ہوگیا۔

آپ نے اس کے سب کھاتے وغیرہ لے کر پھاڑ دیئے۔ سکھ کے چلے جانے کے بعد چراغ دین نے کمبل اتار دیا کہ پس ماندہ گڑ اسے عطا کیا جائے جونہی کمبل اترا تو وہ ڈھیلوں کا ڈھیر تھا۔ آپ نے فرمایا اگر کمبل نہ اتارتے تو قیامت تک اس سے گڑ نکالتے رہتے۔ سبحان اللہ[1]

ایک دفعہ حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ پاک پتن شریف لے گئے تو حضرت خواجہ شاہ محمد غوث ہمدانی بھی ہمراہ تھے جو کہ اس وقت کمسن تھے اور وہاں بیمار ہوگئے تھے۔ اس سفر میں جناب چودھری لعل خان اور ان کے حقیقی بھتیجے چودھری غلام محمد خان (متوفی ۱۹۲۴ء) ہمراہ تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث بوجہ بیماری چل نہیں سکتے تھے اور کمسن بھی تھے تو چودھری غلام محمد خان نے صاحبزادہ صاحب کو کندھے پر اٹھاکر چیچہ وطنی ریلوے اسٹیشن تک پہنچایا تو حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ صاحب نے خوش ہوکر فرمایا: بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دیا بہت کچھ ہے ہمارا ایک تایا زاد بھائی چودھری احمد خان فوج سے مفرور ہے اس کو کوئی نہ پوچھے تو حضور نے فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ اس کو ساری زندگی کسی بھی معاملہ میں کوئی نہ پوچھے گا۔ اس کے

---

[1] مکتوب سید محمد شمس الحق شاہ بنام مؤلف مرقومہ یکم جون ۱۹۸۹ء از راولپنڈی۔

بعد چودھری احمد خان زندگی میں کئی گھناؤنے جرائم میں بھی ملوث پائے گئے لیکن حضور کی دعا کے طفیل ان کو ساری زندگی کسی نے نہ پوچھا۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ اور چودھری لعل خان صاحب اکٹھے چکوال تشریف لے گئے تو چودھری محمد زمرد خان (پسر کلاں چودھری لعل خان) کے گھر ان سے ملنے گئے تو وہ سوئے ہوئے تھے اور میٹرک کے امتحان کی تیاری میں مصروف تھے۔ حضرت نے پوچھا آپ نے نماز نہیں پڑھی؟ تو جواباً چودھری صاحب نے کہا کہ امتحان قریب ہے رات دیر تک پڑھتا ہوں۔ صبح جاگ نہیں آتی تو حضور نے فرمایا نماز پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر امتحان میں کامیاب فرمائیں گے۔ تو اس کے بعد انہوں نے پنجگانہ نماز شروع کر دی اور ساری زندگی امتحان میں کامیاب و کامران رہے۔

اپنے وقت کی تحصیل چکوال میں سب سے زیادہ با اثر اور باعزت شخصیت تصور کئے جاتے تھے اور تمام اہم فیصلے ان کی مرضی سے ہوتے اور وہ پھر اپنی سروس (تحصیلدار پنڈی گھیپ) کی حیثیت سے اس دنیا سے ۱۹۵۷ء میں کوچ کر گئے [۱]

حضرت سید محمد حیات شاہ ہمدانی کے خلیفہ حضرت سید امام الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی حرم سے کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حسب ارشاد دوسری شادی کی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا بچہ پیدا ہوگا۔ مولود کا نام "محمد قمر الدین" رکھنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کوائف وصال

پاک پتن شریف سے واپسی پر حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ہمدانی اس قدر بیمار ہوئے کہ موت و حیات کی کشمکش شروع ہوگئی۔ صدقہ و خیرات کیا گیا اور علاج معالجہ میں کسی قسم کا دریغ نہ کیا گیا لیکن "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق کچھ افاقہ نہ ہوا۔ نماز مغرب کے بعد آپ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سجدہ سے سر اٹھایا اور شاہ محمد غوث سے فرمایا کہ تم صحت یاب ہوگئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میرا سر تمہارے بدلے منظور فرمالیا ہے اس کے بعد بالکل ٹھیک ٹھاک اپنے اوراد و اشغال میں مصروف رہے۔

---

[۱] مکتوب چودھری غلام محمد بنام مؤلف مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۸۹ء از لطیفال ضلع چکوال۔

۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ کو اچانک فرمایا کہ آج ہفتہ ہے 'کل اتوار اور سوموار کو بوقت چاشت میرا جہاز روانہ ہوجائے گا۔ اس دوران جملہ خویش و اقارب اور خاص مریدین کو بلالیا گیا۔ سودا سلف خرید لیا گیا۔ آخر وقت اپنا مال مویشی اور دیگر سازو سامان اپنے اقرباء جو نارنگ سے آئے ہوئے تھے میں تقسیم کر دیا۔ بروز پیر اشراق کی نماز کے بعد مریدین کو باری باری شریعت مطہرہ پر استقامت کی تلقین کے ساتھ دعائے خیر سے نوازتے رہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ کو خلوت میں طلب کر کے فائز المرام فرمایا اور ذکر جہر کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

بوقت وصال آپ کے دونوں ہاتھ از خود نماز کی طرح سینہ پر بندھ گئے جو کھولنے سے نہیں کھلتے تھے چونکہ آپ کی نارنگ والی برادری شیعہ تھی لہٰذا چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عوام الناس میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ آپ کے برادر خورد حضرت سید غلام علی شاہ میروی آپ کی پائینتی کی جانب کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے۔ غریب نواز! آپ کے مدارج اس فقیر پر عیاں ہیں۔ یہ شکوک دور ہونے چاہئیں۔ معاً دونوں ہاتھ کھل کر الگ الگ ہوگئے [1]

وصال شریف

اعلیٰ حضرت غریب نواز قبلہ عالم فخر الاولیاء والاصفیاء سیدنا و مولانا وہادینا پیر محمد حیات شاہ صاحب موصوف بتاریخ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۱۸ء بروز دوشنبہ بوقت چاشت اس جہان فانی سے رحلت فرماکر را ہگزار عالم جاودانی ہوئے۔ حضور عالی جاہ وہ گوہر بے بہا تھا جو کہ اپنی آپ ہی نظیر تھے۔ ان کی اس رحلت سے نہ صرف ان کے عقیدت مندوں کو نقصان پہنچا بلکہ صوفیان باصفا کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○ [2]

جنازہ

آپ کی نماز جنازہ میں گرد و نواح کے لاتعداد لوگ شریک ہوئے۔ قاضی غلام نبی چاولی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب آپ نے اللہ اکبر کہا تو یک لخت کفن سے ان کے دونوں

---

[1] راوی منشی ملک جہانداد خان مرید و خادم خاص حضرت شاہ محمد غوث ہمدانی۔
[2] غلام ربانی' قاضی: مجموعہ وظائف (مترجم) مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء' صفحہ ۲۲۴۔

ہاتھ باہر نکلے اور کانوں تک جاکر پھر سینے پر بندھ گئے۔یہ منظر تمام لوگوں نے دیکھا۔
دوبارہ حضرت سید غلام علی شاہ میروی عرض گزار ہوئے۔ غریب نواز! شریعت کی پابندی لازم ہے۔بعد ازاں قاضی غلام نبی چاولی نے جنازہ پڑھایا۔[1]

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف ایک کمرے میں پختہ بنا ہوا ہے۔ مئولف یکم دسمبر ۱۹۸۸ء بروز پنجشنبہ خواجہ آباد شریف (علاوَل) کی حاضری سے مشرف ہوا ہے۔ بڑا ہی پر فضا اور دلفریب مقام ہے۔زیارت سے طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔

قصیدہ مدحیہ

آپ کی مدح میں جید عالم 'تاریخ گو اور شاعر حضرت علامہ مولانا مولوی محمد فیض الحسن رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عربی قصیدہ لکھا جو قارئین کی ضیافت طبع کے لئے درج کیا جاتا ہے۔
قصیدہ عربیہ درمدح رہبر رہروان شریعت و طریقت و شاہسوار میدان حقیقت محرم رموز سبحانی و واقف اسرار رحمانی حضرت خواجہ غریب نواز پیر محمد حیات شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ جعل اللہ الجنۃ مثواہ۔

از مولانا مولوی محمد فیض الحسن صاحب مولوی فاضل ساکن بھیں تحصیل و ضلع چکوال۔

حیات شاہ کریم سید سند

حضرت خواجہ حیات شاہ صاحب شریف سید اور تکیہ گاہ ہیں۔

ملاذ خلق الہ معدن الرحم

خدا کی مخلوقات کی جائے پناہ اور رحم کی کان ہیں۔

سقاہ من کئاس عرفان و مکرمۃ

خدا نے ان کو معرفت اور مکرمت کے پیالے سے '

ماء الحیوۃ وماء الفضل والکرم

آب حیات اور آب فضل و شرافت پلایا۔

---

[1] راوی منشی ملک جہانداد خان صاحب۔

اعیت مزایاہ ان تحصی بالسنة
ان کی خوبیوں نے لوگوں کو زبان کے ساتھ گننے سے عاجز کر دیا ہے۔
وھکذا ما اتت للناس فی القسم
اور اسی طرح وہ لوگوں کے لئے تقسیم میں بھی نہیں آسکتیں۔
عطشان لا لزلال الماء بل لتقی
وہ پیاسے ہیں نہ پانی کے بلکہ پرہیز گاری کے۔
سکران لا لخمور بل لمتبسم
مدہوش ہیں نہ شراب سے بلکہ یار کے تبسم سے۔
ما زال یطلع منہ الشمس شمس ھدی
ہمیشہ ان کی ذات بابرکات سے ہدایت کا سورج طلوع کرتا ہے۔
ولم یزل منہ بدر العلم والوسم
اور اسی طرح علم اور خوبیوں کا چاند بھی ان سے طلوع ہوتا ہے۔
فرد فرید سعید فاضل ثقة
وہ یگانہ بے مثل سعادت مند فاضل معتبر ہیں۔
وفاق من سائر الاقران فی الھمم
اور تمام ہمسروں سے عالی ہمتوں میں فوقیت لے گئے ہیں۔
وکان منھم جمیعا خیر مبتدا
ان کی ابتدا بھی ان سب سے اچھی تھی۔
وھکذا کان منھم خیر مختتم
اور اسی طرح سے ان کا خاتمہ بھی سب سے اچھا تھا۔
وعمرہ قد مضی فی ذکر خالقہ
اور ان کی عمر خالق لایزال کے ذکر میں گزری ہے۔
من الشباب سوی ریب الی الھرم
بلا شک و شبہ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک
من قدوة السالکین الذاکرین ومن

تمام سالکوں اور خدا کا ذکر کرنے والوں کے پیشوا ہیں۔

صدر الاکابر والزہاد کلهم

اور پیشواؤں اور تمام زاہدوں کے سردار ہیں۔

رأس الاماثل بحر العلم ذو شرف

بزرگوں کے سردار ہیں علم کے سمندر اور صاحب شرافت ہیں۔

فخر الاوائل اهل المجد والحکم

پہلوں کے فخر ہیں اور شرافت اور حکمتوں کے صاحب ہیں۔

من جوده کان امطار السماء لنا

ان کی سخاوت کی وجہ سے ہمارے لئے آسمان سے بارشیں اترتی ہیں۔

علومه من علوم اللوح والقلم

اور ان کے علوم لوح اور قلم کے علوم میں سے ہیں۔

من فیضه کان نور الشمس فی فلک

ان کے فیض سے آسمان کے سورج کو روشنی ہے۔

من نوره کان نور البدر فی الظلم

اور ان کے نور سے اندھیری راتوں میں چاند کو روشنی ہے۔

انهار روضة الشمس الدین فاغرة

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب کے پھول شگفتہ ہیں۔

افضاله عن اناس غیر منکتم

ان کی بزرگی تمام لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

وابناه فازا من العلیاء مثل اب

ان کے دونوں بیٹے اپنے باپ کی طرح بلندی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

محمد غوث خلق الله ذی النعم

جن میں سے ایک حضرت خواجہ محمد غوث صاحب ہیں جو اس وقت اللہ کی مخلوقات کے واقعی غوث ہیں۔

صدقا و آخر محی الدین ذو شرف

دوسرے حضرت خواجہ محی الدین صاحب شرافت ہیں۔

كلاهما بلغا فضلا على قمم

یہ دونوں بھائی بزرگی کے اعلیٰ مواج پر پہنچے ہوئے ہیں[1]

شادی اور اولاد امجاد

آپ نے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی نارنگ اپنے خاندان میں کی جن کے بطن سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔

۱۔ حضرت خواجہ سید محمد الف شاہ ہمدانی، ۲۔ سید غلام حیدر شاہ ہمدانی، ۳۔ غلام فاطمہ، ۴۔ طالع بی بی۔ دوسری شادی واڑہ نزد علاؤل کی ایک بیوہ سے کی جن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تیسری شادی بولہ شریف ضلع چکوال میں کی جن کے بطن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ہمدانی

۲۔ حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین شاہ ہمدانی

خلفاء

آپ کے خلفاء میں سے درج ذیل کا علم ہوسکا:

۱۔ حضرت مولانا فیض علی ساکن مرید ضلع چکوال

۲۔ حضرت چودھری لعل خان ساکن لطیفال ضلع چکوال

۳۔ حضرت سید امام الدین شاہ ساکن میانی ضلع چکوال

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ ان کے بعد حضرت خواجہ سید غلام سلیمان شاہ ہمدانی سجادۂ مشیخت پر متمکن ہوئے۔ آج کل صاحبزادہ امتیاز احمد شاہ ہمدانی سلمہ ربہ زیب سجادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اسلاف کا

---

[1] مجموعہ وظائف، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴۔

صحیح جانشین بنائے۔ آمین ○

صاحبزادہ موصوف نوعمر ہیں۔ سیال شریف حاضر ہوتے ہیں۔ بڑے مہمان نواز، خلیق اور ملنسار ہیں۔

عرس مبارک

حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ہمدانی اپنے والد ماجد کا دو روزہ عرس شریف بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے۔ جس میں علمائے کرام کی تقاریر کے علاوہ قوالی بھی ہوا کرتی تھی۔ مشہور قوال بخت جمال سگھر پوری مرحوم و مغفور پابندی سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ سب سے پہلے سیالوی قوالان کو موقع دیا کرتے تھے۔

اب بھی عرس مبارک صاحبزادہ سید امتیاز احمد شاہ ہمدانی کی سرپرستی میں بڑے اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی

پیدائش اور والدین

حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں حضرت مولانا مولوی محمد جی کے ہاں ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جید عالم اور صوفی منش بزرگ تھے۔ والدہ ماجدہ میمونہ مطہرہ پاکباز اور نیک خاتون تھیں۔ آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت پیر گلاب شاہ بن مولوی محمد جی بن میاں نور احمد بن شیخ محمد رحمھم اللہ تعالیٰ۔ آپ ہاشمی خاندان سے ہیں۔

حصول علم اور اساتذہ

آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن مجید اور ابتدائی درسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے نانا جان حضرت مولانا محمد عطاء اللہ جان قریشی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔

بیعت و خلافت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی۔ ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے محبت

آپ سال میں دو تین مرتبہ سیال شریف تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی سے انتہا درجہ کی محبت اور عشق تھا۔ حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ پر خصوصی لطف و کرم فرماتے تھے۔

غلام ربانی عزیز ایم۔ اے کا بیان ہے:

جس سال میں (غلام ربانی عزیز) بھی رفیق سفر تھا ہم جنڈ سے گاڑی میں سوار ہوئے اور رات کے بارہ بجے خوشاب اسٹیشن پر اترے۔ رات ایک مسجد میں بسر کی۔ صبح وہاں سے پیدل

روانہ ہوئے اور غروب آفتاب کے قریب سیال شریف پہنچے۔ دوسرے دن عرس مبارک شروع ہوا۔ روضہ شریف کی زیارت کی[1]

درس وتدریس

عطائے خلافت کے بعد اورنگ آباد شریف میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ علاقہ جندال فسق و فجور کا گڑھ تھا۔ آپ کی تبلیغی مساعی اور جدوجہد سے ایک انقلاب برپا ہوا۔

آپ کے درس کا شہرہ دور دور تک پھیلا اور کابل' قندھار' غزنی' بخارا' سوات' بنیو' دیر' کشمیر' پنجاب' چھچھ' ہزارہ اور ہندوستان تک کے طالبان علم حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔

حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی نے فی سبیل اللہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ طلباء گاؤں اور گرد و نواح کے دیہات سے روٹیاں مانگ کر گزارہ کرتے تھے۔ بعض طلبہ اورنگ آباد شریف کے نواحی دیہات و قصبات میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ طلباء کی رہائش مساجد میں ہوتی تھی۔

آپ طلباء کو مثنوی شریف' گلستان و بوستان' یوسف زلیخا' دیوان حافظ' قدوری' کنزالدقائق' شرح وقایہ اور دیگر کتب پڑھاتے تھے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا بیان ہے:

میرا بچپن ضلع اٹک کے ایک چھوٹے سے گاؤں (بسال شریف) میں بیتا۔ جہاں ایک ہی فرقہ تھا یعنی سنی۔ ایک مسجد' ایک ہی ملا تھا۔ ابتدائی مذہبی کتابیں وہاں پڑھیں اور وہاں سے چھ میل دور ایک گاؤں اورنگ آباد میں۔ جہاں دو عالم[2] مسجد میں فی سبیل اللہ طلبہ کو پڑھاتے تھے اور ان کے درس میں قندھار اور غزنی تک کے طالب العلم شریک ہوتے تھے۔

ان طلبہ میں آئے دن مذہبی بحثیں ہوتیں اور تمام اسلامی فرقوں کے عقائد پر ناقدانہ نظر

---

[1] مکتوب غلام ربانی عزیز بنام مؤلف مورخہ ۵ جون ۱۹۹۰ء از ایبٹ آباد۔

[2] (۱) حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی۔
(۲) حضرت مولانا عبدالرؤف شاہ اورنگ آبادی رحمہما اللہ تعالیٰ۔ (مؤلف)

ڈالی جاتی تھی۔ میں نے مذہبی عقائد اسی ماحول سے حاصل کیے[1] ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اورنگ آباد میں حضرت گلاب شاہ رومی کی مثنوی، سعدی کی گلستان، بوستان، مولانا جامی کی یوسف زلیخا اور حافظ شیرازی کا دیوان پڑھاتے تھے۔[2]

جب آپ کے فرزند کلاں فارغ التحصیل ہوکر آئے تو آپ کے معین و مددگار مقرر ہوئے۔ درس نظامی کی جملہ نصابی کتب پڑھاتے تھے اور ان پر آپ کو کامل عبور تھا۔

تلامذہ

آپ کے ہزارہا تلامذہ تھے۔ بڑی مشکل سے دو تین کا سراغ ملا۔ جنات بھی آپ سے پڑھتے تھے۔

۱- حضرت مولانا عبد الروف شاہ المعروف جناب شاہ اورنگ آبادی

۲- حضرت مولانا غلام ربانی عزیز ایم اے، اٹک شہر

۳- ڈاکٹر غلام جیلانی برق، اٹک

آپ کا ذکر مرآۃ العاشقین میں

مراۃ العاشقین میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ مؤلف مراۃ العاشقین کا بیان ہے:

بعد ازاں سید گلاب شاہ اورنگ آبادی عرضداشت کہ ترتیب بیعت با مرید چگونہ است۔ خواجہ شمس العارفین فرمود۔ مرید را پیش خود بنشاندہ حال اورا دریافت کند دست خود بردست راست او نہادہ سورۂ فاتحہ و پنج آیت اول از سورۂ بقرو آیت شھد اللہ تا حکیم و آیت مبایعت تا عظیما و درود شریف یکبار خواند بردست اودم کند تا بروئے و سینہ خود ملد وبعد ازاں وظیفہ موافق حال او ارشاد کند و در بیعت خاصہ بعد از دست گرفتن بگوید کہ بیعت کردی تو ایں عاجز و بہ شیخ ایں عاجز و بحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وجود خود را بر شریعت مصطفوی و روح خود را بمحبت الٰہی مستقیم واری۔[3]

---

[1] بھائی بھائی مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، (حرف اول)، صفحہ ۹۔
[2] میری داستان حیات مطبوعہ۔ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۸۲ء، صفحہ ۳۶۔
[3] مرآۃ العاشقین (فارسی)، صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶۔

ترجمہ: بعد ازاں سید گلاب شاہ اورنگ آبادی نے عرض کیا کہ بیعت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اس کا حال دریافت کرنا چاہئے اور اپنا ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرکی پہلی پانچ آیتیں اور آیت شہد اللہ.... تا.... حکیم اور آیت مبالیعت عظیما تک اور ایک بار درود شریف پڑھ کر اس کے ہاتھ پر دم کرکے، جسے مرید اپنے چہرے اور سینے پر ملے۔ اس کے بعد اس کی استعداد کے مطابق وظیفے کی تلقین کرے۔ خصوصی بیعت میں مرید کا ہاتھ پکڑ کر کہنا چاہئے کہ تو نے اس عاجز سے بیعت کی اور اس عاجز کے شیخ سے بیعت کی اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کی۔ تم اپنے وجود کو شریعت پر استوار رکھو گے اور اپنی روح کو محبت الٰہی میں مدہوش رکھو گے۔[1]

حلیہ اور لباس

غلام ربانی عزیز لکھتے ہیں: اس سارے علاقے میں یہ خاندان بالکل نرالا تھا۔ خواتین تو پردہ نشین تھیں مگر مرد بلا استثناء خوش قامت، خوش رنگ، خوش چہرہ اور خوش اخلاق تھے۔ جندال کے اس علاقے میں میری نظر سے شاید ہی کوئی ایسا آدمی گزرا ہو گا جو ان سے ملتا جلتا ہو۔

حضرت کا رنگ سفید، جسم درمیانہ، داڑھی سفید اور آنکھیں غلافی تھیں۔ لباس سادہ اور سفید تھا۔ زیادہ تر کرتا اور شلوار استعمال فرماتے۔ سر پر غالباً سادہ ٹوپی ہوتی تھی۔[2] موجودہ سجادہ نشین اورنگ آبادی کی زیارت سے غلام ربانی کے فرمودہ کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔ سبحان اللہ

ایک اور عینی شاہد مولانا الحاج ملک فیض رساں اورنگ آبادی حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی کا حلیہ اور لباس بدین الفاظ بیان کرتے ہیں:

حضرت اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ ۳۲-۱۹۳۰ء میں مجھے اپنا عصا بنا کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ میری عمر اس وقت آٹھ نو سال تھی۔ آپ پاؤں میں چرمی جوتا پہنتے تھے۔ روئی سے بھری ہوئی ٹوپی، جو کانوں تک کو ڈھانپ لیتی تھی، پہنی ہوتی تھی۔ چہرہ سفید، گورا، نورانی اور جلالی تھا۔

---

[1] مراۃ العاشقین (اردو)، صفحہ ۲۲۵۔

[2] مکتوب غلام ربانی عزیز بنام مؤلف محررہ ۱۵ جون ۱۹۹۰ء۔

اخلاق و عادات

اوراد و اشغال چشتیہ پر پابندی اور مداومت فرماتے تھے۔ نہایت خوش اخلاق، فیاض اور شفیق تھے۔ سماع کا پاکیزہ ذوق تھا۔ نہایت خوش نویس تھے۔ علاقہ بھر کے مفتی اور امام تھے۔ شریعت مطہرہ کے فیصلے مسجد میں بیٹھ کر فرماتے تھے۔ روزانہ کا سو رکعت نوافل پڑھنا معمول تھا۔ وصال شریف کے وقت فرمایا کہ میری کوئی نماز بھی قضا نہیں ہوئی ہے۔ فقہی مسائل پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اشاعت سلسلہ میں بہت کام کیا۔

مئولف نے اپنی آنکھوں سے حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی کا فتویٰ دیکھا جس پر مہر لگی ہوئی تھی اور مہر کے الفاظ تھے "پیر گلاب شاہ"۔ تمام عمر درس و تدریس فتویٰ نویسی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کی۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں: نہایت متقی اور عابد و زاہد، ہروقت دعا کرانے والوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ ایک دن میرے اباجی کو میرے متعلق فرمانے لگے میرے پاس ایک خاص منکہ ہے جس میں جانی (غلام جیلانی) کو ڈبکی دے دی ہے [1]

معمولات

اوراد و وظائف کے علاوہ درج ذیل معمولات تھے۔ غلام ربانی عزیز کا بیان ہے: معمولات میں امامت، تلاوت اور تدریس کو اہمیت دیتے۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھا دیا کرتے۔ میں نے قدوری، کنز الدقائق اور شرح وقایہ حضرت سے پڑھی تھی۔ بات واضح کر دیتے۔ تقریروں کا وقت ان کے پاس کہاں تھا؟ کبھی کبھی وعظ و نصیحت کے لئے بھی وقت نکال لیتے۔ گفتگو سادہ اور دلنشین ہوتی۔ نمود و نمائش کی گنجائش ان کے یہاں نہیں تھی۔ طلبہ سے سلوک مشفقانہ اور پدرانہ تھا۔ معاشرے میں پورا عزت اور احترام حاصل تھا۔[2] جنازہ اور عیدین کے اجتماعات میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ گفتگو میں بلا کی تاثیر تھی۔ حضرت مولانا الحاج ملک فیض رساں اورنگ آبادی کا بیان ہے:

---

[1] میری داستان حیات، صفحہ ۳۶۔
[2] مکتوب غلام ربانی عزیز بنام مئولف محررہ ۵ جون ۱۹۹۰ء۔

آپ جماعت میں بلند آواز سے قرات کرتے تھے تو مسجد ذکر ربانی سے گونج اٹھتی تھی۔ ذکر حق بکثرت کرتے تھے۔ شریعت مطہرہ کے فیصلے مسجد میں بیٹھ کر کرتے تھے۔

جائیداد

آپ کو اپنے والد ماجد سے ہزار کنال زمین بطور ورثہ ملی تھی۔ کوئی انسان، چرند، پرند آپ کی زمین میں نقصان نہیں کرتا تھا۔ اب بھی یہی کیفیت ہے۔

کرامات

علاقہ بھر کے لوگ آپ کے علم اور فقر کے معترف تھے۔ آپ کثیر الفیضان بزرگ تھے۔ آپ کا یہ "ہدہ" (دم) مشہور ہے کہ کوئی بچہ یا مال مویشی سوئی یا لوہے کی کوئی چیز کھا جائے تو آپ کے دم کرنے سے نکل آتی تھی اور مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔ ہزاروں لوگ فیض یاب اور مویشی تندرست ہوئے۔ آپ کے خاندان کے لوگ اب بھی دم کرتے ہیں تو سوئی یا لوہے کی چیز نکل آتی ہے۔

آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ جو بات زبان سے کہہ دی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لیتا۔ آپ کی بے شمار کرامات زبان زد خاص و عام ہیں۔ آپ کے فیض یافتہ لوگ اب بھی اورنگ آباد شریف میں حیات ہیں جن لوگوں سے مؤلف نے کرامات سماعت کیں۔

ایک مرتبہ چند اشخاص نے آپ کے کھیت سے خربوزے توڑنے کی کوشش کی تو جس پودے کے پاس جاتے وہاں ایک اژدھا بیٹھا ہوا پاتے۔

اورنگ آباد کی ایک عورت جس کا خاوند کافی عرصہ سے لاپتہ تھا اس کی تلاش میں اس نے حتی المقدور کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہی عورت مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب کہ آپ اپنے وظائف سے فارغ ہو چکے تھے اس نے اپنی درد بھری داستان کچھ اس انداز سے عرض کی کہ آپ کو رحم آگیا۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں اپنے ہاتھ اٹھائے اور تھوڑی دیر کے بعد عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا:

دیکھو! وہ تیرا خاوند گھوڑی پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ جب نزدیک آیا تو واقعی اس عورت کا خاوند تھا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

غلام نبی موضع گڑھی تحصیل جنڈ ضلع اٹک کی بھینس گم ہوگئی۔ بہت تلاش کی لیکن ناکام رہا۔

آخر مایوس ہو کر حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تو آپ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بھینس خود بخود واپس آجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غلام نبی کی بھینس واپس آگئی۔

مرض

آخری عمر میں آپ کو ہرنیا کی شکایت ہوگئی تھی۔ ذرا لنگڑا کر چلتے تھے ——— آپریشن نہیں کرایا تھا۔

وصال شریف

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی کا وصال مبارک ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ہوا۔

جنازہ

نماز جنازہ آپ کے فرزند کلاں حضرت مولانا عبدالرؤف شاہ اورنگ آبادی نے پڑھائی۔ جنازہ میں بے پناہ مخلوق شامل ہوئی۔

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف ایک کشادہ چار دیواری کے اندر پختہ، پتھر سے بنا ہوا ہے۔ مؤلف دو دفعہ آپ کے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ بڑی مسرت و شادمانی اور روحانی کیف و سرور حاصل ہوا۔

اولاد امجاد

آپ نے اپنے خاندان میں شادی کی۔ زوجہ محترمہ مسماۃ غلام فاطمہ پاکباز، صوم و صلوٰۃ اور شریعت مطہرہ کی پابند تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

۱۔ حضرت مولانا عبدالرؤف شاہ معروف بہ محمد جناب شاہ آپ جید عالم، مفتی، مدرس اور

درویش کامل تھے۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ اپنے والد ماجد کے ہمراہ سیال شریف جاتے تھے۔

۲۔ حضرت مولانا حافظ غلام فرید شاہ۔

۳۔ حضرت مولانا حافظ غلام ربانی شاہ۔

۴۔ حضرت غلام جیلانی شاہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جناب غلام ربانی عزیز لکھتے ہیں :

مولانا عبدالروف المعروف جناب شاہ صاحب سب سے بڑے تھے۔ درس نظامی کی نصابی کتب پر ان کی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ دوسرے صاحبزادے کا نام غلام جیلانی تھا۔ انہوں نے ساری زندگی ہنٹر چلیے اور مگدر پھیرے۔ تیسرے بیٹے کا نام غلام فرید شاہ تھا۔ وہ مولانا جناب شاہ صاحب سے کچھ پڑھا کرتے تھے۔ چوتھے کا نام غلام ربانی تھا۔

حضرت غلام جیلانی شاہ کے ایک صاحبزادے حضرت مولانا پیر عبدالحیٰ شاہ تھے۔ علوم متداولہ پر دسترس رکھتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام سیالوی کے مرید تھے۔ اکثر سیال شریف جاتے تھے۔

مریدین

آپ کے مریدین گڑھی' ڈھوک حافظ آباد' پنڈ سلطانی' کسراں' ٹانویں' میانوالہ' اخلاص پنڈی گھیپ' کنٹ ضلع اٹک' حاصل' تلہ گنگ ضلع چکوال' پشاور اور کوہاٹ میں موجود ہیں۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک سالانہ ۱۲' ۱۳ شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے۔ علمائے کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ بہت رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا عرس پاک کرتے تھے۔ کوئی خلاف شرع کام نہیں ہوتا ہے۔

کوائف بعد از وصال

آپ کے وصال شریف کے بعد ۱۹۵۶ء میں جب بہت زیادہ بارشیں ہوئیں اور آپ کی قبر انور میں پانی داخل ہو گیا تو آپ کا وجود مسعود مع کفن صحیح و سالم پایا گیا۔ چنانچہ ایک عینی شاہد حضرت

مولانا الحاج ملک فیض رساں اعوان اورنگ آبادی کا بیان ہے۔

۱۹۵۶ میں بارشیں خوب ہوئیں۔حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک میں پانی پڑ گیا۔میں مسجد میں حضرت مولانا عبد الرؤف شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کنز پڑھ رہا تھا۔ایک شخص آیا اور کہنے لگا :

بابا جی (پیر گلاب شاہ) کی قبر پانی پڑنے کی وجہ سے ہم نے کھودی ہے اور آخری پتھروں تک پہنچ کر پانی نکالا ہے اور آپ کی نعش مبارک سالم کفن کے ساتھ دیکھ لی ہے۔اس پر حضرت مولانا عبد الرؤف شاہ صاحب سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ فوراً پردہ کرو۔قبر مبارک کھودتے وقت ایسی خوشبو نکلی کہ کام کرنے والوں کے مشام جاں معطر ہو گئے۔

آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔حاجت مند لوگ حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجات پوری کرتا ہے۔

کتب خانہ

آپ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا۔جس میں قلمی کتب بھی تھیں۔ اب بھی حضرت مولانا عبد الرؤف شاہ کے صاحبزادے اس کتب خانہ کے واحد مالک ہیں۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا حافظ غلام فرید اورنگ آبادی مسند نشین ہوئے۔عالم و فاضل اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ کے مرید تھے۔اپنے والد ماجد کا عرس مبارک بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔بعد ازاں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد عطاء اللہ شاہ صاحب زیب سجادہ ہیں۔آپ کی بیعت حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی سے ہے۔بڑے باذوق' خوش اخلاق اور پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔بہت خوبصورت' توانا اور مضبوط جسم کے مالک ہیں۔علاقہ بھر میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔اپنے جد امجد کا سالانہ دو روزہ عرس پاک بڑی محبت اور عقیدت سے منعقد کرتے ہیں۔

حاجت مند لوگ آتے ہیں اور ان کی حاجت روائی میں پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو آباد و شاد رکھے۔آمین ثم آمین!

حضرت خواجہ سید غلام شاہ ہمدانی ہرن پوری

ولادت اور خاندان

آپ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۲ھ مطابق ۲ اگست ۱۸۰۷ء بروز یکشنبہ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت شرف شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آباؤ اجداد میں بڑے بڑے صلحاء اور علماء ہوگزرے ہیں جن کا تقویٰ اور نیک نفسی ضرب المثل ہے۔

شجرۂ نسب

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے: خواجہ سید غلام شاہ بن سید شرف شاہ بن سید بڈھے شاہ بن سید شاہ راجہ بن سید سلطان ابراہیم بن سید احمد کبیر المعروف سلطان بلاول بن سید اسماعیل شاہ بن سید زبیر شاہ بن سید روح اللہ بن سید فتح اللہ بن سید حسین شاہ بن سید محمد شاہ بن سید جمال الدین بن سید علی ہمدانی بن سید نور الدین بن سید احمد شاہ بن سید حسن شاہ بن سید محمد شاہ بن سید علی ہمدانی علی ثانی بن سید شہاب الدین بن سید کمال الدین بن سید محمد شاہ بن سید عبداللہ شاہ بن سید جعفر شاہ بن سید شرف الدین المعروف سید زاہد بن سید محب اللہ بن سید محمد شاہ ثانی المعروف سید اشرف بن سید یوسف بن سید حسن شاہ بن سید محمد حسین شاہ بن سید جعفر الحجہ بن سید عبداللہ بن زاہد بن سید حسین اصغر بن سید زین العابدین بن سید امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تونسہ شریف حاضری اور بیعت

حضرت خواجہ سید غلام شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ بچپن میں حافظ چوغطہ ہرن پوری مرحوم کے ہمراہ تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اپنی بیعت کا واقعہ خود حضرت محبوب سبحانی جلالپوری کے سامنے اس طرح بیان کیا:

بچپنے میں حافظ چوغطہ ہرن پوری کے ساتھ خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے حضور حاضر ہوئے۔ حاجی بختاور ایک درویش تھا کہ ہر مسافر کو جو حضرت خواجہ تونسوی کے آستانے پر آتا تھا ان کے حضور لے جاکر سفارش کرتا تھا۔ حافظ مذکور ہمیں حاجی صاحب کے پاس لے گیا۔ وہ نماز شام کے بعد ہمیں حضرت خواجہ تونسوی کے حضور لے گئے اور عرض کی غریب نواز! آپ کا دریائے رحمت بے پایاں ہے اور یہ لڑکا اہل بیت حضرت رسالت پناہ ﷺ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کے طفیل اس لڑکے پر نظر شفقت فرماتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑیں[1]

حضرت خواجہ تونسوی کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد آپ کو تین چیزیں ودیعت ہوئیں۔ خود فرماتے ہیں:

مجھے یاد ہے کہ جونہی حضرت خواجہ تونسوی نے میرا ہاتھ پکڑا تین چیزیں مجھے مل گئیں۔ ایک تو اسم ذات بے اختیار میرے دل میں جاری ہوگیا۔ دوسرے میرے پیٹ میں بھوک کی بجائے ایک پتھر سا موجود ہوگیا اور اس کے بعد کھانے کی طلب نہ رہی۔ تیسرے حضرت صاحب تونسوی کا تصور اس طرح روشن ہوگیا کہ قضائے حاجت کے وقت شرم آتی تھی[2]

شیخ طریقت سے محبت

آپ کی حضرت خواجہ تونسوی سے غایت درجہ و ارادت تھی۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ تونسوی کے پوتے ہرن پور تشریف لائے تو آپ نے ادب کی انتہا کردی۔ مؤلف نفحات المحبوب لکھتے ہیں:

ایک بار قبلہ عالم تونسوی کے پوتے موضع ہرن پور میں تشریف لائے۔ شاہ صاحب کے پاس کوئی نقد چیز موجود نہ تھی کہ نذرانہ پیش کرتے۔ گھر کی چھت پر چڑھ گئے اور اعلان کیا کہ میں اپنی زمین کو ہر قیمت پر بیع کرتا ہوں، جس کے پاس روپے ہیں، خرید لے۔ اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شاہ صاحب مقروض تھے اس وقت انہوں نے تجارت کے لئے دو تین گھوڑے خرید رکھے تھے۔ دو گھوڑے موضع ٹھوک میں اپنے بھائی کے پاس چھوڑے ہوئے تھے اور ایک پاس تھا۔ اتفاقاً وہ گھوڑا صاحبزادہ تونسوی کے سامنے آیا۔ انہوں نے پوچھا یہ گھوڑا کس کا ہے؟

---

[1] عبد الغنی، ڈاکٹر: ملفوظات حیدری مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲۔

[2] ایضاً، صفحہ ۲۳۲۔

شاہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر آپ کو پسند ہے تو لے لیں۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب، شاہ صاحب کے بھائی کے پاس موضع ٹھوک میں گئے اور باقی دو گھوڑے وہاں تھے۔ شاہ صاحب نے وہ بھی ان کے حوالے کر دیئے [1]

عطائے خلافت

آپ کو خرقہ خلافت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے عطا فرمایا تھا۔ مئولف انوار شمسیہ نے آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کا خلیفہ لکھا ہے۔[2]

ڈاکٹر محمد حسین للہی لکھتے ہیں:

حضرت سید غلام شاہ ہرن پوری صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ بچپن میں حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا تھا اور خواجہ شمس الدین سیالوی نے ان کو خلافت عطا کی تھی۔[3]

حضرت خواجہ سیالوی سے عقیدت

آپ کو حضرت خواجہ سیالوی سے کمال درجہ کا انس او رپیار تھا۔ نفحات المحبوب میں ہے:

باری دو مکان عمدہ بنا کردند از قضا الٰہی بارشی بارید و سقف ہای ہر دو مکان بیفتادند۔ ہماں وقت چوب ہای در کشتی انداختہ بسوئے سیال شریف روانہ کردند۔[4]

ترجمہ: ایک بار انہوں نے دو عمدہ مکان بنوائے۔ قضائے الٰہی سے بارش ہوئی اور دونوں مکانوں کی چھت گر پڑی۔ اسی وقت شہتیر، شہتیریاں کشتی میں ڈال کر سیال شریف روانہ کر دیئے۔

[5]

[1] ایضاً، صفحہ ۲۳۱۔
[2] انوار شمسیہ، مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۳۳۵ھ، صفحہ ۷۱۔
[3] خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، صفحہ ۳۴۴۔
[4] نفحات المحبوب (فارسی)، صفحہ ۱۱۲۔
[5] ملفوظات حیدری، صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱۔

حضرت خواجہ سیالوی کی عنایات

آپ اکثر سیال شریف حاضر ہوا کرتے تھے اور صحبت شیخ سے مستفیض ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی آپ پر بہت نظر شفقت و کرم رکھتے تھے۔ نفحات المحبوب میں ہے :

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک بار چراغ دین نے جو قوم کا حجام ہے حضرت صاحب سیالوی کے پاس غلام شاہ صاحب کی نسبت شکایت کی کہ اس طرح کرامات دکھاتا ہے۔ حضرت صاحب اس وقت مسجد میں تھے اور لیٹے ہوئے تھے۔ ہمیں ان کی شکایت سے خوف پیدا ہوا کیونکہ ہمیں غلام شاہ صاحب کے وسیلے سے حضرت خواجہ شمس العارفین کی خاک بوسی کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ان کی محبت اور خیر خواہی کی وجہ سے ہم نے شیخ صاحب سے تذکرہ کیا کہ چراغ دین نے غلام شاہ صاحب کی شکایت حضرت صاحب سے کی ہے اور معافی لے دیں۔ شیخ مذکور ان کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا غلام شاہ ایسا شخص نہیں جیسا کہ چراغ دین نے کہا ہے اور ہمارے متعلق بھی اظہار کیا کہ غلام شاہ صاحب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں۔ حضرت صاحب اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ شاہ صاحب بھی اسی طرح کہتے ہیں؟ شیخ صاحب نے عرض کیا ہاں! غریب نواز نے فرمایا دعائے خیر کہیں۔ محبوب سبحانی نے فرمایا کہ غلام شاہ صاحب کو خواب میں دعا مانگنے جانے کا پتہ چلا۔ ان کے گھر میں ایک بھینس تھی ساتھ لی اور سیال شریف کی جانب روانہ ہوگئے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ وہ صاحبزادہ محمد الدین دام برکاتہ کی شادی کا موقع تھا اور حضرت خواجہ شمس العارفین نے ہمیں برات کے ساتھ جناب کی طرف بھیجا۔ جب برات واپس ہوئی چونکہ فرزندی تھی حضرت صاحب نے قوال ساتھ لئے اور برات کے استقبال کے لئے تشریف لائے۔ غلام شاہ صاحب حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ بڑے خوش ہوئے کہ آپ نے ہمارے جملہ حقوق ادا کر دیئے اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا۔[۱]

اخلاق و عادات

آپ سنت نبوی ﷺ پر پورے پورے عامل تھے۔ ایثار و قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ گیا۔ بے حد سخی، فیاض اور متوکل درویش تھے۔ مسافروں کی

---

[۱] ایضاً، صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱۔

خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر فاقہ کرتے تھے۔ نفحات المحبوب میں ہے:

تارک الدنیا مثل اوشان کسی اندر زمین نباشد کہ ہرچہ موجود بودی' براہ حق خدا کر دی۔ ۱

ترجمہ: تارک الدنیا ان کی طرح زمین پر کوئی نہ ہو گا جو کہ موجود ہوتا تھا' راہ حق میں فدا کر دیتے تھے۔ ۲

مؤلف نفحات المحبوب رقمطراز ہے:

شاہ صاحب مذکور بقدر ہفت ہفت روز نخوردی تا حدیکہ از اندرون ایشاں خون رواں شدی و چادرے بر کمر و زنبیل پوستین در بغل برای مسافران گدائے می کردند۔ ۳

ترجمہ: شاہ صاحب سات سات دو روز تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اس حد تک کہ ان کے اندر سے خون رواں ہو جاتا تھا۔ چادر کمر پر ڈالے اور پوستین کی زنبیل بغل میں لئے مسافروں کے لئے گدا کیا کرتے تھے۔ ۴

کرامات

آپ جامع الکرامات بزرگ تھے۔ کرامات بکثرت ظہور میں آتی تھیں۔ مؤلف نفحات المحبوب کا بیان ہے: ایک روز شاہ صاحب ایک لوہار کی دکان پر موجود تھے۔ ایک پیرزادہ وہاں بڑی شان و شوکت سے آیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جیسا وقت تھا لوگوں نے اس کے مطابق شاہ صاحب کی تعریف کی۔ پیرزادے نے کہا اگر فقیر ہے تو کوئی کرامت دکھائے یا مجھ سے دیکھے۔ شاہ صاحب نے وہ پوستین دکھائی جس میں گدا کیا کرتے تھے اور کہا کہ میں تو ایک گداگر ہوں۔ اگر آپ کو فقر کا دعویٰ ہے تو کچھ دکھائیں۔ پیرزادہ خاموش ہو گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اس فقیر سے آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس اہرن کو اپنی طرف بلائیں جس پر لوہار کام کر رہا ہے۔ اہرن اچانک وہاں سے اچھلی اور ان کے پاس جا پڑی۔ پھر فوراً وہاں سے اچھل کر اپنی جگہ پر چلی گئی۔ پیرزادہ اس واقعہ سے ڈر گیا۔ جب تک بات گفتار کی تھی وہ دلیر رہا لیکن جب اسرار کا معاملہ آیا تو

---

۱ نفحات المحبوب' صفحہ ۱۱۶۔
۲ ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۳۱۔
۳ نفحات المحبوب' صفحہ ۱۱۷۔
۴ ملفوظات حیدری' صفحہ ۲۳۲۔

ششدر رہ گیا۔ لوگوں نے شاہ صاحب سے پوچھا اس کرامت کا کیا راز تھا؟ انہوں نے کہا میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ صرف خواجہ تونسوی کا تصور کیا تھا، جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ا ہرن کو اکھیڑا اور اصلی جگہ پر پہنچا دیا۔[1]

الحاج مولانا محمد اعظم ہرن پوری نے مؤلف کو بتایا کہ کچھ عرصہ کی بات ہے۔ ایک نووارد شخص مسجد میں رات کو قیام پذیر ہوا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا پشاور کی طرف کا رہنے والا ہوں۔ میری نظر کمزور ہوگئی تو میں نے منت مانی کہ اگر میری نظر ٹھیک ہوگئی تو میں حضرت خواجہ غلام شاہ ہرن پوری کے دربار عالیہ پر حاضری دوں گا۔ پوچھا اب نظر کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اب میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا ہوں۔

ایک بار آپ کے روضہ پاک کے باہر چاردیواری کے دروازہ کے کواڑ چور لے گئے۔ لوگوں نے بہت افسوس کیا۔ ابھی چند روز ہی گزرے ہوں گے کہ ایک دن صبح کے وقت وہی کواڑ دروازہ کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ چور رات کو خود ہی رکھ گئے۔

کبھی کبھار تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کی کوئی نہ کوئی کرامت اور بزرگی ہمیشہ ظاہری ہوتی رہتی ہے۔

ایک بار تونسہ مقدسہ کے سفر میں ایک آدمی نے کسی گاؤں میں گستاخی کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ پیچھے سے چند آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ گستاخ آدمی چند دوسرے آدمیوں کے ہمراہ حاضر ہوکر معافی کا خواستگار ہوا کہ حضرت خدا را مجھے معاف فرمائیں۔ میں سخت تکلیف میں ہوں، میرا پیشاب بند ہوچکا ہے۔ آپ نے ازراہ کرم نوازی معاف فرما دیا۔

برادران

آپ کے دو بھائی اور بھی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ سید احمد شاہ ہمدانی مدفون ہرن پور، ضلع جہلم

۲۔ سید امداد شاہ ہمدانی مدفون ہرن پور، ضلع جہلم

---

[1] ملفوظات حیدری، صفحہ ۲۳۱۔

شادی

آپ نے بھیرہ، ضلع سرگودھا کے ایک علمی خاندان میں شادی کی لیکن اولاد نہ ہوئی۔

کوائف وصال

نفحات المحبوب میں ہے:

ایک بار بیمار ہوئے۔ بدن کے کپڑے سوال کرنے والوں کو دے دیئے۔ جب نزع کا وقت آیا تو ایک سائل آ گیا۔ محمد دین درویش کو کہا کہ لحاف کے اندر سے میرا تہ بند اتار اور اس سائل کو دے دے۔ محمد دین نے عرض کیا کہ آپ برہنہ ہوجائیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوئے تھے اور برہنہ جائیں گے۔ تین مرتبہ "اللہ" کہا اور جان بحق ہو گئے [1]

وصال مبارک

معارف آگاہ سید غلام شاہ ہرن پوری کا وصال مبارک ۱۳ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۷۶ء بروز پنجشنبہ ہوا۔

تعمیر روضہ شریف

آپ کا مرقد انور ہرن پور تحصیل پنڈدادنخان، ضلع جہلم برلب سڑک واقع ہے۔ خوبصورت اور عالیشان سبز گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کا روضہ مبارک مہدی خان مرحوم آنریری مجسٹریٹ پنڈدادنخان، رئیس اعظم پھالیہ ضلع گجرات جو حضرت خواجہ تونسوی کے مخلص مرید تھے نے تعمیر کروایا تھا۔ مہدی خان مرحوم حضرت سید غلام شاہ ہرن پوری کے انتہائی معتقد تھے۔

مریدین

پشاور اور ڈیرہ غازیخان تک آپ کے مریدین پھیلے ہوئے تھے۔ اب بھی حصول فیض کے لئے بکثرت لوگ حاضری دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی مرادیں پوری کرتا ہے

---

[1] ملفوظات حیدری، صفحہ ۲۳۱۔

حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کی حاضری

صاحب نفحات المحبوب لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس مبارک کے موقع پر قریباً ۲۰ صفر المظفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو جب عازم سیال شریف ہوئے تو حضرت محبوب سبحانی نے موضع چک جانی میں شب باشی فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہوکر قصبہ ہرن پور میں پہنچے تو قصداً حضرت سید غلام شاہ کے روضہ پر تشریف لے گئے۔ لوگوں کا ایک بڑا ہجوم بھی ساتھ تھا۔ فاتحہ پڑھ کر بخشی اور اپنی جیب مبارک سے بہت بڑی رقم مستری امام بخش ہرن پوری کو دی اور مزار شریف کی مرمت کے لئے حکم دیا۔

سبحان اللہ مردان خدا کی وفاداری اور اہل صفا کی دوستی کا یہ عالم ہے۔ حضرت سید غلام شاہ مرحوم نے ابتداء میں حضرت محبوب سبحانی کی جس طرح رہبری اور تربیت کی تھی ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے آپ نے کس قدر کوشش اور وفاداری کا اظہار فرمایا۔[1]

---

[1] ملفوظات حیدری، صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵۔

حضرت خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری

خاندانی پس منظر اور ولادت

کہیری خانوادہ سادات کاظمی کی ایک شاخ ہے جن کے آباؤ اجداد تبریز (ایران) سے ہجرت کر کے برصغیر میں وارد ہوئے۔ بلوچستان' سندھ' پنجاب اور ہندوستان میں بکثرت آباد ہیں۔ کہیری خانوادہ میں بے شمار ایسے حضرات پیدا ہوئے جن کے مزارات اب بھی مختلف مقامات میں مرجع خلائق ہیں۔

کہیر فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں جنڈ کے درخت کو کہتے ہیں۔ مشہور تاریخی کتاب چچ نامہ اور کتاب بلوچ قبائل مصنفہ ایم لانگ ورتھ ڈیمز اور کتاب تاریخ بلوچستان مصنفہ رائے بہادر ہسو رام میں اس معزز خاندان کے بزرگان کے حوالے ملتے ہیں۔ متذکرہ کتب کے مندرجات سے مترشح ہوتا ہے۔ اس سادات کاظمی خاندان کے ساتھ کہیری کا لاحقہ حضرت شاہ محمود چیر قتال قدس سرہ جو اپنے زمانہ میں صاحب کشف و کرامات اور مشہور زمانہ کامل بزرگ تھے۔ جنڈ کے درخت کو سواری کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جنڈ کے درخت پر سوار ہو کر اس کو گھوڑے کی طرح دوڑاتے تھے۔ سب سے پہلے اس کرامت کی وجہ سے کہیری مشہور ہوئے۔ اس بزرگ کا مزار ہفت ولی بمقام شوران ضلع کچھی (بلوچستان) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے مشاہیر بزرگوں کے مزارات بلوچستان کے علاوہ صوبہ سندھ' پنجاب اور بھارت میں مضافات لکھنؤ میں مرجع خلائق ہیں۔[1]

قطب المدار علامہ سید اللہ بخش شاہ پناہ عالم کاظمی کہیری قدس سرہ ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں بمقام بستی حاجی پور موضع کہیری ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نسبی لحاظ سے

---

[1] ہفت روزہ الہام بہاول پور' مجریہ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۵ء' صفحہ ۵' کالم ۲۔

سید حسینی جعفری موسوی کاظمی مدنی رفاعی تبریزی کھیری ہیں۔

والدین

آپ کے والد ماجد سید محمد مقصود شاہ کاظمی جید عالم دین' حافظ القرآن اور بے مثل طبیب و حکیم تھے۔ اس کے علاوہ زراعت اور دیگر علوم و فنون میں بھی مہارت رکھتے تھے اور قطب العصر تاجدار اولیاء خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید صادق تھے۔ حضرت خواجہ تونسوی آپ پر اس قدر مہربان تھے کہ جب کبھی آپ ارض مقدس تونسہ مقدسہ سے ارض مقدس مہار شریف کی جانب نبضت اور مراجعت فرماتے تو آپ کے مسکن پر ایک دن رات قیام اور شب باشی فرماتے تھے۔ آپ کا مسکن حاجی پور راستے ہی میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ علم و ورع اور تقویٰ میں بے مثل اور بے نظیر تھیں۔

قبل از ولادت کا واقعہ

ڈیرہ غازی خان شہر میں حضرت قطب العالم سید شاہ لعل کمال کی شہرۂ آفاق خانقاہ تھی۔ حضرت سید مرید احمد شاہ جو اپنے وقت میں یگانہ روزگار' کامل بزرگ اور سجادہ نشین تھے ہمہ وقت باپردہ رہا کرتے تھے۔ ان کے جد امجد حضرت سید لعل کمال شاہ نے ان کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں تاریخ کو سید محمد مقصود شاہ عصر کی نماز یہاں ادا کریں گے۔ اس مخصوص جگہ کی نشاندہی بھی فرمائی تھی۔ تیر کمان اور ایک خادم بھی ان کے ہمرکاب ہوگا۔ اپنی دختر سراپا نیک اختر کا عقد نکاح و رخصتی سید صاحب موصوف سے کر دینا۔ یہ بشارت پاکر آپ اس وقت کے منتظر رہے۔ مقررہ تاریخ اور وقت پر سید محمد مقصود شاہ مع تیر کمان اور خادم کے خانقاہ شریف میں پہنچے۔ آپ نے عین اسی جگہ نماز عصر ادا کی جس مقام کی نشاندہی ہو چکی تھی۔ نماز عصر سے فراغت کے بعد حضرت مرید احمد شاہ ان سے ملے اور بشارت سنائی۔ بالآخر اسی شب عقد نکاح و رخصتی عمل میں آئی۔ اگرچہ آپ کی برادری کے بعض حضرات اس اچانک شادی پر چیں بجبیں ہوئے برہمی اور ناراضگی کا اظہار بھی کیا لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شادی حضرت قطب العالم شاہ لعل کمال کے حکم سے کی گئی ہے۔ یہ سن کر سب راضی ہو گئے۔

والدہ ماجدہ کی وفات اور پرورش

حسن اتفاق سے حضرت خواجہ تونسوی حاجی پور ہی میں شب باش تھے کہ آپ کی پیدائش ہوئی۔ علی الصبح آپ کے والد ماجد نے آپ کو خواجہ تونسوی کی خدمت سراپا برکت میں پیش کیا۔ حضرت خواجہ تونسوی نے جنم گھٹی کے طور پر اپنا لعاب دہن منہ میں ڈالا۔ اذان اور اقامت پڑھی۔ آپ کے دائیں کان کو پکڑ کر تین مرتبہ اپنی زبان مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

"اٹھی مولویا پڑھ"۔

اور نام مولوی اللہ بخش تجویز فرمایا۔ روز ولادت سے ہی خویش و اقارب نے مولوی اللہ بخش کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

آپ بچپن ہی میں اپنی والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ آپ کی پھوپھی نے پرورش و کفالت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کچھ عرصہ اپنی بکریاں بھی چراتے رہے۔ بارہ سال کی عمر میں مزید حصول تعلیم کی خاطر گھر سے نکل گئے اور مختلف مدارس میں زیر تعلیم رہے۔ حصول تعلیم کی خاطر تمام ہندوستان میں پھرتے رہے۔ آپ نے ظاہری علوم صرف، نحو، منطق، اصول و فروع، فلسفہ، تفسیر و حدیث کے علاوہ علم طب میں بھی کمال حاصل کیا۔

کوائف دور طالب علمی

آپ کشمیر کے پہاڑی علاقہ میں کسی دینی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ کپڑے انتہائی بوسیدہ ہوگئے تھے جو ستر عورت کے لئے بھی ناکافی تھے۔ نزدیکی پہاڑ کی کھوہ (غار) میں ایک چشمہ کے کنارے پتھروں اور جھاڑیوں سے جھونپڑی بنائی۔ شفیق استاد صاحب وہاں اسباق پڑھانے جاتے اور طعام بھی پہنچا آتے۔ استاد صاحب کے فرمان کے مطابق آپ سر شام کوئی کلام پڑھ کر جھونپڑی کے باہر دائرہ کھینچ دیتے۔ ایک رات دو شعاعیں نزدیک آتی معلوم ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک دیوہیکل اژدہا پھنکارتا شور مچاتا آیا۔ دائرہ کے نزدیک آتے ہی سرو قد بلند ہوا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس کے

علاوہ رات دن میں متعدد جنگلی درندے آتے جاتے دندناتے رہتے لیکن دائرہ کی لکیر کے نزدیک نہ آتے تھے۔چند دن آپ اسی حالت میں اسباق پڑھتے رہے۔ ایک چاندنی شب میں ایک سفید ریش حسین و جمیل بزرگ آئے' سلام کہا اور دو جوڑے جدید پارچات سلے سلائے عطا کیے اور غائب ہوگئے۔ آپ کپڑے زیب تن کرکے علی الصبح مدرسہ میں واپس آگئے۔

آپ طالب علمی کے دوران کسی دینی مدرسہ میں رہتے تھے۔وہاں ایک اجنبی مسافر آیا اور شب باش ہوا۔ اسی رات اس کو مرض اسہال لاحق ہوا۔شدید بیمار اور سخت لاچار ہوا۔ طلباء میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ آپ نے اس کی تیمار داری کی' اس کے کپڑے دھوئے' دوا دارو اور خدمت کی۔ہفتہ عشرہ تک صحت یاب ہوا۔ اس نے روانگی کے وقت آپ کے استاد صاحب سے دو یوم رخصت مانگی اور ساتھ لے جانے کو کہا۔ ان دو ایام میں اس مسافر نے آپ کو سرخ و سفید کیمیاگری کا عمل سکھایا۔

تلاش مرشد

آپ نے پنجاب' کشمیر اور ہندوستان میں موجود مختلف دینی مدارس میں تعلیم مکمل کی۔ علم الادیان اور علم الابدان سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے قلب اطہر میں کسی خدا رسیدہ بزرگ سے بیعت کرنے اور ان کی صحبت میں رہنے کا شوق در آیا۔تصوف کے بحرِ ذخار کی شناوری کرنے کا ذوق موجزن ہوا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی گھر کا رخ نہ کیا۔ظاہری تعلیم میں سترہ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ حصول تعلیم کے بعد مرشد کامل کی تلاش اور جستجو میں دور دراز پیدل سفر کیے جہاں کہیں کسی مرد حق کی شہرت سنتے ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے' ان کی خانقاہ میں قیام کرتے۔جب دل مطمئن نہ ہوتا کسی دیگر بزرگ کی قدم بوسی کے لئے عازم سفر ہو جاتے۔ اسی طرح ہوتے گزرتے آپ بمقام بھڑتھ مضافات لاہور میں وارد ہوئے۔ وہاں ایک سید بزرگ مسمی حضرت حکیم مولانا سید حیدر شاہ زنجانی رہتے تھے جو چشتی طریق تصوف کی شمع روشن کیے ہوئے تھے۔ کچھ دن ان کے ہاں قیام رہا۔ ایک دن اس سید بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی چشتی سلسلے کے نہایت ہی کامل بزرگ سیال شریف مضافات شاہ پور ضلع سرگودھا میں مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہیں۔چشت اہل بہشت کے طریقہ تصوف کا درس دیتے اور مجاہدات و ریاضات کراتے ہیں۔ آپ وہاں جائیں۔ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ بھی اپنے لخت

جگر سید محمد سعید شاہ کو حصول علم تصوف کی خاطر سیال شریف بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن فی الحال محمد سعید شاہ کو ظاہری علوم متداولہ حاصل کرنے کی خاطر چند سال درکار ہیں۔ یہ حکم سنتے ہی آپ بھڑتھ سے سیال شریف عازم ہوئے۔

سیال شریف کی اولین حاضری اور بیعت

آپ جس دن ارض مقدس سیال شریف تشریف لائے اس وقت عصر کی نماز کے بعد حضرت خواجہ سیالوی حسب معمول مسجد شریف میں رونق افروز تھے۔ حاضرین اور طلاب حق کو تصوف کے اسرار و رموز ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرت خواجہ سید اللہ بخش کاظمی جوں ہی اجنبی طور پر مسجد شریف میں داخل ہوئے حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کا نام "مولوی شاہ اللہ بخش" کہہ کر ارشاد فرمایا:

"آپ کا حصہ تو ہمارے پاس ہے' آپ خواہ مخواہ ہندوستان میں دور دراز سفر کرتے رہے۔"

یہ ارشاد سنتے ہی آپ نے اپنا سر مبارک حضرت خواجہ سیالوی کے قدموں میں رکھ دیا اور بیعت ہو کر طالب صادق کی حیثیت سے سیال شریف کی خانقاہ عالیہ چشتیہ شمسیہ میں رہنے لگے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء کا ہے۔

سیال شریف میں قیام اور عطائے خلافت

آپ پورے اٹھارہ سال سیال شریف میں مقیم رہے۔ اوراد و وظائف جو حضرت خواجہ سیالوی ارشاد فرماتے تکمل یکسوئی اور محنت شاقہ سے انجام دیتے رہے۔ چند سال بعد سیال شریف میں خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی بھی تشریف لے آئے۔ خواجہ سیالوی سے بیعت ہوئے۔ آپ چونکہ ان سے پہلے ہی شناسا تھے قدرتی طور پر ان دونوں سالکان راہ طریقت کی آپس میں محبت و مودت ہو گئی۔

حضرت خواجہ حاجی پوری نے لوائح جامی' مرقع کلیمی' کشکول کلیمی کا درس بھی خواجہ سیالوی سے لیا۔ الغرض مجاز بہ بیعت ہو کر خلیفہ ہوئے۔

قیام سیال شریف کے چند واقعات

دوران قیام سیال شریف آپ نے ایک دفعہ چند ٹکے سرخ کیے اور لنگر شریف میں خرچ کے لئے لانگری کو دیئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کو علم ہوا تو فرمایا کہ کوزہ بھرو اور میرے ساتھ چلو۔ بستی سے دور جاکر آپ نے پیشاب کیا اور استنجا کے لئے ڈھیلا استعمال کیا۔ جب سید اللہ بخش حاجی پوری کے پاس پہنچے تو ڈھیلا زمین پر پھینکا جو ریزہ ریزہ ہوا اور طلا خالص بنا پڑا تھا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب! میں آپ کو اس طرح بنانا چاہتا ہوں۔ آپ کیمیاگری میں خوش ہیں۔ آپ نے یہ ارشاد سنتے ہی توبہ کی اور تاحیات یہ عمل نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی نے ارشاد فرمایا کہ جب میں علاقہ سون میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر سیال شریف حاضر ہوا۔ ایک دن حضرت خواجہ سیالوی مکان شریف سے نکل کر چودھری اللہ بخش ساؤوالی[1] کی عیادت کو تشریف لے جارہے تھے کیونکہ ان ایام میں کسی شخص نے نامبردہ کو کوئی کشتہ از قسم سمیات دیا تھا لوگ راستہ میں جابجا حلقہ حلقہ ہوکر کھڑے تھے۔ ان کے درمیان ایک شخص مسمی بہ شاہ اللہ بخش کہیری بھی کھڑا تھا۔ اس کی داڑھی بالکل صفا چٹ تھی چونکہ حضرت صاحب سیالوی رضی اللہ عنہ' اس کے ساتھ نہایت مہربانی فرمایا کرتے

---

[1] چودھری اللہ بخش ساؤوالی: آپ ساؤوال' تحصیل پنڈدادنخان' ضلع جہلم کے باشندہ تھے اور زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے محبوب مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ اپنے شیخ کے عاشق صادق تھے۔ نہایت متقی' پارسا' دیانت دار' فیاض اور رشوت سے بچے ہوئے ہردلعزیز حاکم تھے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ریٹائرڈ تھے۔ مزار شریف ساؤوال میں موجود ہے۔ مؤلف مراۃ السالکین نے آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کا خلیفہ تحریر کیا ہے۔ انوار شمسیہ میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ سراج الاخبار جہلم میں آپ کے بارے میں لکھا ہے: چودھری اللہ بخش صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۲ اکتوبر ۱۹۰۳ء سے پنشن پر ریٹائر ہوگئے۔ آپ قریباً ڈیڑھ سال تک سیالکوٹ ضلع میں رہے ہیں اور بہت اچھے رہے ہیں۔ انصاف دوست' سادہ مزاج' خوش طبع' خوش خلق اور ملنسار تھے۔ یہاں کے لوگوں کو آپ کے پنشن پر عزت کے ساتھ جانے کی خوشی اور جدائی کا رنج ہے۔ اگر آپ کو تحصیل پنڈدادنخان ضلع جہلم میں آنریری مجسٹریٹ اور سول جج مقرر کیا جائے تو باشندگان علاقہ کی خوش قسمتی ہے کیونکہ آپ راشی اور لالچی نہیں۔ آپ کی تقرری سے حکام تحصیل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور رعایا کو بھی آرام نصیب ہوگا۔ (سراج الاخبار جہلم مجریہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۳ء' صفحہ ۵)۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ دینی اور مذہبی رسائل خریدتے تھے۔ سراج الاخبار جہلم کے آپ خریدار تھے۔ (سراج الاخبار جہلم' مجریہ ۱۵ فروری ۱۹۰۴ء' صفحہ ۸) آپ نے ساؤوال میں ایک شاندار مسجد اور بنگلہ تعمیر کروایا جو فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ (مؤلف)

تھے۔ ان کے شانوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر بطور خوش طبعی شعر ذیل فرمایا:۔

پٹا مچھاں منا داڑھی بھواں کوں چٹ کرایا کر
نقارہ شاہ قلندر دا بچہ سدا دھن دھن بجایا کر ؎[1]

آپ نے حالت جذب و مستی میں داڑھی مونچھیں صفاچٹ کرا دی تھیں۔ آپ یہ شعر اکثر گنگناتے رہتے اور گریہ طاری رہتا تھا۔ فرماتے تھے کہ میرے مرشد کے فرمائے ہوئے الفاظ ہیں' کتنے پیارے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی بیاض سے ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔

سید شاہ اللہ بخش شرافت نقش ضلع مظفرگڑھ موضع کبیری کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم فاضل کامل سید تھے۔ جملہ درویش و خلیفے اپنے اپنے وظیفے میں ہمیشہ مشغول رہتے۔ وقتاً" فوقتاً" جب حضرت غریب نوازکی مجلس میں قوالی ہوتی تو تمام اہل ذوق بڑے شوق سے جوق در جوق شامل ہوتے۔ قوال اکثر توحیدی غزلیں سناتے تھے۔ مثلاً؎

ما شاهباز قدسیم از لا مکاں پریدہ — بہر شکار صیدم در قالب آرمیدہ
اسرار کنت کنزاً در لوح دل نوشتہ — در نامہ عبادی انی قریب دیدہ

ایسی قوالی سن کر صاحبان حال و اہل کمال بڑے جوش و خروش سے وجد کی حالت میں آجاتے اور بعض تو بلا ساختہ اس قدر اچھلتے کہ سر مکان کی چھت سے جا ٹکراتے۔ ساری فضاء آسمانی گونج اٹھتی' معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار 'حجر و اشجار جھوم جھوم کر رقص کر رہے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب موصوف جو ظاہری علم میں مشہور و معروف تھے بالکل ساکت و صامت بت کی مانند بیٹھے رہتے اور ذرہ بھر اثر پذیر نہ ہوتے بلکہ وجد کنندگان کا تمسخر اڑاتے اور فرماتے کہ یہ کیا حرکت جاہلانہ اور غیر مہذبانہ ہے جو آپ لوگوں نے شروع کر رکھی ہے۔ اگر کسی مضمون پر دل میں حظ آیا تو رقت ہوتی اور آنسو گرتے۔ بس اللہ اللہ خیر سلا۔ یہ کیا تماشا ہے؟ کہ آپ کودنے ناچنے لگتے ہیں۔ اس کے جواب میں صوفی سربہ آغوش اور خاموش رہتے اور یہی کہتے:۔

ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

---

[1] ملفوظات مہریہ' صفحہ ۶۹' ملفوظ نمبر ۲۸۔

اس زمانے میں نہ تو ریل گاڑی، نہ بس نہ لاری کی سواری تھی' بس اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز بھی مع درویشان و غلامان اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے مرشد کے دربار دربار تونسہ شریف جس کا دھونسہ 'لطیف چار دانگ عالم میں بجتا ہے' حاضر ہوتے۔ راستے میں دشت بیابان اور چولستان طے کرتے ہوئے پتن لیہ سے دریائے سندھ کو عبور کر کے حاضر آستانہ خلد کاشانہ ہوتے۔ یک طرفہ سفر ہفتہ عشرہ کا ہوتا تھا اور تونسہ شریف میں چالیس نمازیں پوری کر کے رخصت حاصل کرتے۔

ایک روز حضرت مولانا مولوی محمد معظم الدین صاحب مرولہ شریف والوں نے فرمایا کہ اے شاہ اللہ بخش! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت غریب نواز تونسہ شریف کے سفر میں علاقہ تھل میں گزر رہے ہیں۔ راستے میں جاتے ہوئے اشراق کا وقت ہو گیا۔ حضور کجاوے سے اترے اور ایک اونچے ٹیلے پر جائے نماز بچھا کر شاغل بہ نوافل ہو گئے۔ بعد از فراغ نماز اسی جگہ قوالوں نے گانا شروع کیا۔ شاہ جی! تم کو ایسا وجد ہوا کہ تم بے خود ہو کر ٹیلے سے لڑھکتے ہوئے دور نیچے جا گرے ہو۔ خدا کرے میرا یہ خواب سچ ہو۔

شاہ صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب! کوئی عقل کی بات کرو' بلی کو چھچھڑوں کے خواب۔ ایسے خیالات فاسدانہ و مجنونانہ دل سے نکال دو اور ناممکن باتیں نہ فرمایا کرو۔ آپ نے جس چیز کا نام عشق رکھ لیا ہے وہ تو سراسر فسق ہے۔

اتفاقاً چند روز بعد حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا ارادہ تونسہ شریف کی حاضری کا ہوا اور اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ غلامان درویشان و خلفائے ذی شان بھی آپ کے ہمراہ ہم سفر ہوئے۔ ایک روز راستے میں جاتے ہوئے نماز اشراق کا وقت ہو گیا۔ تب ریت کے ٹیلے پر مصلیٰ بچھایا گیا۔ حضور غریب نواز کجاوے سے اتر کر نوافل میں شاغل ہو گئے۔ حضرت مولانا مولوی محمد معظم الدین مرولوی رحمتہ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: شاہ صاحب! میں نے خواب میں یہی وقت اور یہی ٹیلا دیکھا تھا۔ اب تمہارا تماشا دیکھنا ہے۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب جی! ایسے وہمات واہیات آپ کو کیوں لاحق حال رہتے ہیں؟

جب حضرت غریب نواز نماز اشراق سے فارغ ہوئے تو آپ پر کیفیت استغراق کی سی تھی۔ قوالوں نے حسب معمول قوالی شروع کی جب یہ غزل گانے لگے ؎

بختیں بادہ کا ندر جام کردند نصیب عاشق بدنام کردند
ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ ملائک ورد صبح و شام کردند

تو ساری مجلس میں ہاؤ ہو مچ گئی اور شاہ اللہ بخش صاحب کو ایسا وجد طاری ہوا کہ الامان' نہ تن بدن کا ہوش ہر چیز فراموش بڑے جوش و خروش اور حالت بے خودی میں لڑکھڑاتے ہوئے ٹیلے سے نیچے جاگرے۔ دیر تک پھڑکتے اور سر پٹکتے رہے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر سب حاضرین مجلس بہت خوش و خرم ہوئے کہ "کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے"۔ جن کو شاہ صاحب ایسی حالت میں طعن و تشنیع کرتے تھے وہ جمیع مارے فرحت و انبساط کے اچھلنے لگے اور اپنے شاہ صاحب کے تصدق قوالوں کو دینے لگ گئے۔ دیر تک یہی کیفیت طاری رہی اور یہی حالت جاری رہی۔ جب شاہ صاحب کو افاقہ ہوا تو سارا قافلہ کاملہ سوار ناقہ ہوا۔ شاہ صاحب کو فلما افاق قال سبحنک تبت الیک وانا اول المؤمنین ○ اس روز کے بعد شاہ صاحب کی یہ حالت ہوگئی کہ جب کوئی آواز سنتے تو بے خود ہو جاتے۔ حضرت مولانا کا خواب بالکل مو بہ مو صحیح ثابت ہوا۔ سچ ہے نیک لوگوں کا منام بھی بمثل الہام ہوتا ہے۔[۱]

سیال شریف سے وطن واپسی

جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے جب سے حصول علم کی خاطر گھر سے باہر قدم رکھا اس روز سعید سے پورے ۳۵ سال گھر میں واپس نہ آئے اور نہ ہی کوئی پیغام یا خط ارسال کیا۔ گھر والوں اور خویش و اقارب سے کوئی رابطہ نہ رکھا۔ اچانک ایک مبارک دن ۱۲ سال کی عمر میں گھر سے نکلنے والا ۴۷ سال کی عمر میں (۱۲۹۲ھ) اپنے مسکن حاجی پور میں نزول اجلال فرمایا تو ایک جید عالم دین' فاضل طبیب و حکیم اور بحر تصوف کے شناور' عارف کامل بن کر آئے۔ خویش قبیلہ کے افراد وفات پا چکے تھے۔ صرف آپ کی پھوپھی صاحبہ پیرانہ سالی میں زندہ تھیں۔

حضرت شاہ اللہ بخش کاظمی کے رخسار مبارک پر زخم کا نشان تھا۔ زخم کے اندمال کے لئے سرمہ ڈالنے کی وجہ سے سرمئی رنگ تھا۔ بڑا دلکش و دل آویز لگتا تھا۔ جب آپ کی تشریف آوری کا چرچا اندرون خانہ سماعت کیا گیا تو آپ کی پھوپھی صاحبہ نے اس نشان کا حوالہ دیا۔ اسی نشان کی

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (شمس العارفین نمبر)' صفحہ ۱۹۷' ۱۹۸' ۱۹۹۔

وجہ سے آپ کے خویش و اقارب کی طویل عرصہ کے بعد مراجعت سے خوش اور شاد کام ہوئے۔ بادل و جان نثار ہوئے۔

حاجی پور میں واپس آکر آپ اپنے مرشد کامل کے فرمودہ اوراد و وظائف میں کماحقہ مشغول ہوگئے۔ سلسلہ رشد و ہدایت جاری کرنے سے سکوت و توقف اختیار کیا۔ اگرچہ حضرت خواجہ سیالوی نے خواب میں بھی متعدد بار ارشاد فرمایا' تاکید و تہدید فرمائی۔ آپ بایں ہمہ بدستور خاموش رہے۔

قیام حاجی پور شریف کا عجیب واقعہ اور سیال شریف حاضری

حاجی پور شریف میں قیام کے دوران آپ پر عجیب و غریب حالت سکر طاری رہی اور کئی سال استغراق کی حالت میں رہے۔ اس دوران ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جو حضرت صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ سیالوی کی زبانی سماعت فرمائیں:

میرے والد ماجد حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے زمانہ میں شاہ صاحب نے اپنے پیر کے دربار کی حاضری تقریباً ختم کر دی۔ کچھ مدت کے بعد سننے میں آیا کہ شاہ اللہ بخش صاحب نے اپنے موقع کھیری میں ایک کوٹھا تیار کرایا ہے جسے خانہ کعبہ تصور کر کے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اس وقت لوگوں میں مختلف قسم کی افواہیں پھیل گئی ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ شاہ صاحب اتنے بڑے فاضل کامل ہوکر مرتد ہوگئے ہیں' کوئی کہتا کہ یہ دیوانے مستانے ہوگئے ہیں' غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں ہونے لگیں۔ ہمارے حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب شاہ صاحب کا ماجرا سنتے تو فرماتے کہ بے چارہ اللہ بخش کسی مغالطے میں اگر گرداب میں پھنس گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم فرمائے۔

حضرت ثانی لاثانی صاحب کا زمانہ بھی گزر گیا۔ پھر میرے بڑے بھائی مجاہد بالیقین حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین نور اللہ مرقدہ مسند آرائے سیال شریف ہوئے۔ اس زمانہ میں دو عرس سیال شریف میں ہوتے تھے۔ ایک عرس حضرت اعلیٰ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا بائیس صفر المظفر کو اور دوسرا عرس حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یکم رجب کو منعقد ہوتا تھا۔

ایک سال حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمتہ کے عرس مبارک[1] پر وہی شاہ صاحب جن کے

---

[1] منعقدہ یکم رجب ۱۳۳۰ھ (مؤلف)۔

متعلق لوگوں میں مختلف خیالات و اعتقادات تھے دربار سیال شریف میں حاضر ہوئے۔ تمام حاضرین دربار و برادران طریقت میں ایک غلغلہ اور ولولہ مچ گیا کہ کعبہ بنانے والے شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ چونکہ ہم سب نو عمر تھے اس لئے بغرور صاحبزادگی بدون لحاظ شرافت و سیادت شاہ صاحب سے بے باکانہ و بے ادبانہ استفسار شروع کر دیا کہ شاہ صاحب باوجود فاضل اجل و عالم اکمل اور مرشد بے مثل کے دست گرفتہ ہونے کے آپ سے یہ حرکت خلاف شریعت و طریقت کیوں سرزد ہوئی جس کو دیکھ کر خلقت حیران و انگشت بدندان ہے؟

شاہ صاحب نے ہمارے بھائی صاحب سجادہ نشین خواجہ محمد ضیاء الدین قدس سرہ کو مخاطب ہو کر عرض کیا کہ حضرت کیا پوچھتے ہو؟ جو ماجرا بندہ پراگندہ پر گزرا وہ بیان کرنے کے قابل نہیں۔ دوبارہ سہ بارہ استفسار کرنے پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرات میں اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ شمس العارفین کے فرمائے ہوئے اوراد و وظائف علی الاستمرار پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں وظیفے میں مشغول تھا تو میرے کانوں میں غیب سے ندا آئی کہ اے اللہ بخش تو تو میرا محبوب ہے تیرے لئے ضروری ہے کہ تو یہاں اپنا کعبہ تیار کر اور اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر اور اس کا طواف کر۔ میں حیران و سرگرداں ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ مسلمانوں کے لئے تو ایک ہی کعبہ ہے' جو بیت اللہ ہے۔ اسی کا طواف اور اس کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرنا فرض ہے۔ اس کے سوا کوئی کعبہ بنانا خلاف شریعت بلکہ کفر ہے۔ میں نے اس غیبی آواز پر نہ تو کوئی توجہ کی نہ ہی کان دھرا۔ پھر تو جناب وہ آوازے عجیب رنگ کے آنے لگے کہ اے اللہ بخش تجھے محبوبی کا رتبہ عطا کیا گیا ہے۔ تجھے اس بیت اللہ کی ضرورت نہیں رہی تو اپنا کعبہ اپنے پاس تیار کر۔ میں خیال کرتا تھا کہ بہت سے حضرات پیشتر گزرے ہیں کہ جن کو محبوبی کا درجہ حاصل ہوا ہے اور انہوں نے کوئی نیا کعبہ تیار نہیں کیا۔ میرے لئے یہ کیوں حکم ہو رہا ہے؟ سال بھر تو میں نے ان آوازوں پر کوئی توجہ نہ کی۔

اس کے بعد تو سخت وعیدی اور تہدیدی ندائیں آنے لگیں کہ اللہ بخش تو میری محبت میں ثابت قدم نہیں ہے۔ میرے حکم کی خلاف ورزی کر کے کس منہ سے دوستی کا دم بھرتا ہے۔ یہ آوازے ہر وقت سخت ترین آسمان و زمین' یسار و یمین سے آنے لگے۔ تب میں نے فاین ما تولوا فثم وجہ اللہ کا خیال کر کے کوٹھا بنالیا اور اسی کو کعبہ تصور کر لیا اور سب مناسک ادا کرنے لگ گیا۔

کچھ مدت کے بعد غیب سے پھر ندا آئی کہ اے اللہ بخش تو نے سنت ابراہیمی تو ادا کر دی جو کعبۃ اللہ تیار کیا اور خلیل اللہ بن گیا۔ اب اگر تو میرا حقیقی دوست ہے تو اپنے آپ کو میری راہ میں قربان کر دے اور اسماعیلی درجہ حاصل کر کے ذبیح اللہ کا لقب بھی حاصل کر۔ یہ فرمان سن کر میں حیران ہوا کہ خودکشی تو شریعت میں سخت گناہ ہے بلکہ کفر کے مترادف ہے اور موت بھی حرام کی مگر اسی قسم کے آوازے ہروقت ہر سمت سے آنے شروع ہو گئے۔ یہی آوازے سنتے ہوئے پورا سال میں نے استقلال سے گزارا۔ سال کے بعد پھر تو بڑے غضب آمیز و دہشت انگیز آوازے آنے لگے کہ اللہ بخش تو میری دوستی میں بے ہودہ اور لغو لاف زنی کرتا ہے۔ جب تو نے بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت ضرور مرنا ہے کب تک تو زندہ رہے گا؟ اب جو میری حکم عدولی اور سراسر خلاف ورزی کرتا ہے' میرے دربار میں تو بروز شمار کس قطار میں کھڑا کیا جائے گا اور کیا جواب دے گا؟

ایسے جوشیلے اور غصیلے خطابات سنتے سنتے میں نے خیال کیا کہ میں تو ہندو زن سے بھی بزدل ثابت ہو رہا ہوں' وہ تو مردہ خاوند کی نعش پر جل کر خاکستر ہو جاتی ہے اور میں زندہ جاوید خداوند کے حکم پر قربان ہونے کو تیار نہیں۔ میرے جیسا دوں ہمت' بے غیرت اور بے حمیت اور کون ہو گا؟ امیر خسرو علیہ الرحمتہ نے خوب کہا ہے ؎

ساجن ایسی پیت کر جیونکر ہندو جو   پوت پرائے کارنے جل بل کو لاہو

نظم

خسرو ادر عشق بازی کم ز ہندو زن مباش   کو برای مردہ سوزد زندہ جان خویش را

اور حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر بھی یاد ہے:

جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل   خود تو منصف باش حافظ ایں نکویا آں نکو

ان تمام مضامین کو ذہن نشین کر لیا اور ارادہ مصمم کر کے خود کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بس استرہ لے کر اپنے گلو پر دے چلایا۔ عین اسی وقت میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجود ظاہری میرے بالین پر بہ آئین غلام نوازی تشریف لائے اور بزور بازو میرا ہاتھ پکڑ لیا اور استرہ چھین کر دور پھینک دیا اور فرمایا کہ خبردار اللہ بخش یہ سب آوازے شیطانی ہیں' رحمانی نہیں۔ اتنا فرما کر پھر غائب ہو گئے اور آوازے ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔

حضرات! یہ ہے میری روئیداد جو میں نے عرض کر دی۔ اگر حضرت غریب نواز دستگیری نہ فرماتے تو میں خسر الدنیا والحشر اور فی النار والسقر ہو ہی چلا تھا اور شاہ صاحب نے اپنے گلے کا زخم ہم سب کو دکھایا جو تقریباً اڑھائی انچ لمبا تھا اور نیا نیا مندمل ہوا تھا۔ ابھی تک اس پر کچا چمڑا باقی تھا۔

شاہ صاحب کی یہ سرگزشت دیکھ سن کر ہم محو حیرت ہوگئے اور سمجھ لیا کہ مرشد کامل ہر حالت میں امداد فرما سکتا ہے اور اس کی مہربانی و اعانت کی ہر وقت ضرورت ہے۔[1]

نماز ظہر کی امامت

جس وقت شاہ صاحب کو ہم نے دیکھا تھا اس وقت ان میں غلبہ استغراق و جذبہ اشتیاق مزید و شدید تھا۔

اہل دربار نے تبرکاً" شاہ صاحب کو نماز ظہر کی امامت کے لئے عرض کیا۔ شاہ صاحب نے جماعت کرائی' تکبیر تحریمہ کہہ کر قیام میں ہوئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ شاید قیامت کا قیام ہے۔ قیام کے بعد جب رکوع میں گئے تو ہم مقتدیوں کی کمر ٹوٹنے لگی اور آنکھوں کے "دَ آنے" باہر آنے کو ہوگئے۔ خدا خدا کر کے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ کر قومے میں ہوئے۔ ہم مقتدی "ربنا لک الحمد" کہہ کر سجدے میں جانے کو حسب عادت تیار ہوگئے۔ اس وقت ساری جماعت کی حالت قابل دید تھی۔ کوئی تھوڑا خمیدہ' کوئی زیادہ خمیدہ' کوئی گھٹنے زمین پر رکھے ہوئے امام صاحب کی آواز کے انتظار میں بیٹھا ہے' کوئی بالکل شکاری کی طرح ہتھیلیاں اور گھٹنے زمین پر رکھ کر سر کو کبھی نیچے' کبھی اونچا کر رہا ہے اور اس امید میں ہے کہ امام صاحب آتے ہوں گے۔ ان کے ساتھ سجدہ کریں گے' مگر امام صاحب تو اسی قومے میں کھڑے ہیں۔ سجدے میں آنے کو ابھی کچھ دیر ہے مگر مقتدیوں کی صف تو تمام نشیب و فراز ہے۔ کوئی بیٹھا ہے' کوئی قد دراز ہے' بالآخر امام صاحب سجدے میں آئے۔ سجدے میں جو پڑے بسیار انتظار کے بعد مقتدی سر اٹھا اٹھا کر امام صاحب کو دیکھتے تھے کہ ہم کو سجدے میں گرا کر کہیں خود چلے تو نہیں گئے۔ بس اسی کیفیت سے سب رکوع' سجود' قومے اور جلسے ہوتے رہے۔ خیر نماز ظہر کی ادا ہو ہی گئی' یہ نماز بمثل نماز تسبیح تھی۔ میرے خیال میں پھر جماعت

---

[1] ایضاً' صفحہ ۱۹۹' ۲۰۰۔

کرانے کے لئے شاہ صاحب کو عرض نہیں کیا گیا کیونکہ ان کی ایک دفعہ کی امامت نے ہم سب کا ایمان سلامت کر دیا۔ہے

حضرت صاحبزادہ محمد معظم الدین سیالوی نے ارض مقدس سیال شریف میں اس قیام کا تذکرہ عینی شاہد کے طور پر حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان شاہ کاظمی ساکن کوٹ ادو کو بتلایا کہ آپ جب ان ایام میں سیال شریف تشریف لائے گلے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔زخم پر مرہم بھی لگایا کرتے تھے۔ایک بار میں نے مجلس خانہ میں شاہ صاحب کو وظیفہ کرتے دیکھا۔مجلس خانہ کی سامنے والی دیوار پر آپ کے سانس سے فوارے کی طرح خون کے چھینٹے پڑتے تھے۔بقول غالب مرحوم ے

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خون ناب
حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا

وجد و سماع

حضرت خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری ہر شب جمعہ کو محفل سماع بعد نماز عشاء آراستہ فرماتے۔قوال توحید کے نغمے گاتے۔آپ وجد میں آتے۔بارہا یہ دیکھا گیا کہ وجد کی حالت میں آپ کے وجود مبارک کا کوئی حصہ بھی زمین سے لمس نہ کرتا تھا۔فٹ دو فٹ تک زمین سے اوپر محو پرواز جذب اور وجد میں رہتے تھے۔یہ حالت کافی دیر تک رہتی۔جب سکون آتا محفل سماع برخاست کی جاتی تھی۔سماع کے وقت اکثر آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر رہتا تھا ے

عشق بجائے ڈھول نی برہوں آن نچایا
میں کملی کچھ ہورنی لوک ویکھن تماشے نوں آیا

حضرت صاحبزادہ میاں محمد عبد اللہ سیالوی آپ کے وجد و اشتیاق کی حالت کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

دوسرے دن صبح دس بجے مجلس سماع (بغیر مزامیر) شروع ہوئی۔پہلے حسب دستور ختم شریف پڑھا گیا۔بعد میں قوالوں نے غزلیات حافظ شیرازی جامی اور امیر خسرو وغیرھم رحمھم

ہے ایضاً صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲۔

اللہ تعالیٰ کی گائی شروع کیں۔جب گاموں قوال اور اس کی پارٹی نے یہ عربی غزل شروع کی جے

لا آدم فی الکون ولا ابلیس لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبادۃ وانت المعنی یامن ھو للقلوب مقناطیس

ان اشعار کو سنتے ہی شاہ اللہ بخش صاحب کو وجد ہوگیا اور وجد کی حالت میں کھڑے ہوکر ٹہلنے لگ گئے۔پھر جناب اس وقت کی حالت کروں میں کیا بیاں؟ شاہ صاحب کے تصرف سے ساری مجلس میں وہ رنگ جم گیا کہ نہ کبھی دیکھا نہ سنا تھا۔سب حاضرین مجلس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں اور منہ سے آہ و فغاں۔ہر شخص کو گریہ و زاری' رقت طاری اور قلب جاری تھا۔ایں چہ بو العجبی۔کلام عربی' زبان عجمی' معنی دقیق' مفہوم عمیق' مگر ہر عالم اور جاہل' ہر جوان اور کاہل بے خود و بے ہوش اور پر جوش و خروش اور عقل فراموش تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار' حجر و اشجار مستی میں جھوم رہے ہیں۔ساری فضائے آسمانی مخمور اور ہر ذرہ ذوق و شوق سے معمور ہے۔جب شاہ صاحب کی حالت درست ہوئی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تب ساری مجلس کو سکون آیا۔[۱]

سلسلہ رشد و ہدایت کا اجراء اور واقعات عجوبہ

سیال شریف سے مراجعت کے بعد حاجی پور شریف میں سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔دور اور نزدیک کے مکین انبوہ در انبوہ آتے' حلقہ ارادت میں داخل ہوتے' ذکر و اذکار پوچھتے۔عامل عبادت گزار اور نیکوکار بن جاتے۔اضلاع مظفرگڑھ' ملتان' لیہ' ڈیرہ غازیخان اور بہاولپور میں آپ کے مریدوں کی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ مریدوں سے نذر و نیاز قطعاً نہ لیتے تھے' قبول نہ کرتے تھے۔اس لئے کسی مرید کو جرات نہ تھی کہ لنگر کے بہانے یا نذرانے کے بہانے زر نقد یا جنس کی صورت میں دینے کی جسارت کرے۔آپ خانقاہ اور مہمانوں کی خاطر مدارات کے اخراجات اپنی ملکیتی اراضی کی آمدنی سے اٹھاتے تھے جو وراثتاً آپ کے نام منتقل ہوئی تھی۔

ان ایام میں اس علاقہ میں مذہب شیعہ کا زور تھا۔یہاں کے اکثر لوگ رافضی تھے۔آپ کی توجہ اور پند و نصائح کے اثر سے تمام خانوادے جو رافضی تھے اہل سنت کے زمرہ میں شامل ہوگئے۔عوام و خواص صوم و صلوٰۃ کے پابند اور احکام شریعت کے دلدادہ ہوگئے۔

اسی زمانہ میں حاجی پور شریف کے مشرق کی جانب گھنا جنگل ہوا کرتا تھا۔آپ اکثر راتیں کے

---

[۱] ایضاً' صفحہ ۲۰۲۔

وقت اس جنگل میں جاکر وظیفہ کرتے تھے۔ متعدد لوگوں نے بچشم خود متعدد بار دیکھا کہ آپ جنگل میں عضو بریدہ پڑے ہیں۔ سر کہیں ہے، دھڑ کہیں؟ ٹانگیں اور بازو الگ الگ پڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر وہ لوگ حاجی پور میں اس واقعہ کی اطلاع کرنے کی خاطر دوڑتے آتے، جونہی وہ لوگ بستی میں آتے، سب سے پہلے آپ ہی سے ملاقات ہوتی۔ آپ کو بخیریت دیکھ کر لوگ حیران و ششدرر رہ جاتے۔ آپ ان کو اس راز کو فاش نہ کرنے کی تاکید بلکہ تہدید فرماتے۔ آپ کے وصال کے بعد عینی شاہد لوگوں نے یہ واقعات سرعام بتلائے تھے۔

آپ کا حلقہ رشد و ہدایت وسیع ہو گیا۔ حاجی پور شریف میں مریدوں اور عقیدت مندوں کا اژدہام رہتا تھا۔ زائرین اور حاضرین کو لنگر سے خاطر خواہ طعام ملتا تھا۔ طعام و قیام کا بہترین انتظام تھا۔

آپ نے ایک دن خدام لنگر کو حکم دیا کہ چند گوہ (سوسمار) پکڑ لاؤ۔ پہلے دن تین چار گوہ ہاتھ لگیں ان کو ذبح کرایا اور ایک مذبوح گوہ لنگر خانے کے دروازہ پر لٹکوا دی اور باقی کے گوشت سے سالن تیار کرایا اور مہمانوں کو ماحضر پیش کرنے کا فرمایا۔ چند روز یہ عمل جاری رہا۔ اس وجہ سے اکثر لوگ خانقاہ سے نکل گئے۔ صرف چند راسخ العقیدہ لوگ بدستور مرید رہے۔ آپ نے یہ ملامتیہ طریق اپنایا اور لوگوں کے اژدہام سے جی چھڑا لیا۔

معمولات

حضرت سید اللہ بخش حاجی پوری کا معمول تھا کہ آپ اکثر اوقات حجرہ میں ورد و وظائف میں مصروف رہتے۔ پنجگانہ نماز کی امامت خود کرتے۔ اول وقت میں نماز ادا کرتے تھے۔ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے۔ نماز کے بعد ذکر جہر کراتے تھے۔ فقہ میں حضرت امام شافعی کے پیرو تھے۔ اس لئے رمضان میں آٹھ رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ رفع یدین اور آمین بالجہر بھی کرتے تھے۔ ذکر جہر کرانے کے بعد آپ تسبیح خانہ (حجرہ) میں چلے جاتے اور سوا پہر دن چڑھے تک اوراد و وظائف پڑھتے۔ نماز چاشت ادا کرنے کے بعد حجرہ سے باہر آتے۔ حاضرین اور زائرین کو ملتے۔ ان کی سنتے اور اپنی سناتے۔ رسائل و مسائل کا دور چلتا۔ آپ اپنے اجلاس میں اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ شمس العارفین کے ارشادات کا اکثر حوالہ دیتے اور دوپہر کے طعام کے بعد نماز ظہر اول وقت میں پڑھاتے۔ اس کے بعد قیلولہ فرماتے تھے۔ عشاء کی نماز قدرے تاخیر سے پڑھاتے۔ عشاء کی نماز کے بعد قریبی جنگل میں چلے جاتے۔ تہجد کے وقت تسبیح خانے میں واپس آتے۔ شب بیدار رہتے تھے۔

آپ کا وظائف یومیہ کے سلسلے میں یہ بھی معمول تھا کہ تقریباً ایک پہر (تین گھنٹے) تک پانی

میں غوطہ لگا کر وظیفہ فرماتے تھے۔حاجی پور شریف کے غرب میں چند فرلانگ کے فاصلے پر نہر لورَ مگسن بہتی ہے جو اپنی مدد آپ کے تحت اس علاقے کے زمینداروں نے اپنے خرچ سے دریائے سندھ سے نکالی تھی۔ دریا کی طغیانی کے ایام میں اس میں پانی آجاتا تھا۔گرمیوں میں اس کے پانی میں اور سردیوں میں حاجی پور ہی میں ایک کنوئیں میں ڈبکی لگا کر وظیفہ فرماتے تھے۔ اکثر لوگ اپنا چشم دید واقعہ بتلاتے ہیں کہ وظیفہ ختم کرنے کے بعد جب آپ نہر یا کنوئیں سے باہر آتے تو پانی کی تری کا نشان تک آپ کے جسم یا آپ کے کپڑوں پر نہ ہوتا تھا۔

آپ اپنے مریدوں سے کسی قسم کا نذرانہ ہرگز نہ لیتے تھے بلکہ نادار اور مفلس مریدوں کی مالی امداد ازگرہ خود فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سردار غلام محمد خان پتانی جو علاقہ ڈیرہ غازیخان کے معزز پتانی قبیلہ کے سردار تھے آپ کے معتقد و مرید تھے۔ انہوں نے چند اشرفیاں آپ کے نواسے سید حافظ عبدالمجید شاہ کو دیں۔موصوف ۵-۶ سال کے تھے۔یہ اشرفیاں ہاتھ اور جیب میں ڈالے اپنے نانا جان کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ اشرفیاں کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا کہ سردار غلام محمد خان نے دی ہیں۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ سردار صاحب کو بلوایا اور فرمایا کیا آپ میری اولاد کو منگتا بنانا چاہتے ہیں۔یہ اشرفیاں آپ نے کیوں دی ہیں؟ سردار نے معافی مانگی اور اشرفیاں واپس لیں۔

طبابت

آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں علم الابدان، طب و حکمت پر بھی مکمل عبور حاصل کر لیا تھا۔ حاجی پور شریف میں واپس آکر اس شغل کو بھی جاری رکھا جو مریض آتا اس کی نبض دیکھتے اور نسخہ بتلاتے۔ اس کے استعمال سے مریض شفایاب ہو جاتے۔ البتہ غیر مسلم مریض کو ہاتھ نہ لگاتے۔ ان کے ہاتھ کی اشیاء استعمال نہ کرتے۔ ان کا حال حقیقت سن کر ان کو نسخہ بتلاتے۔

درس قرآن

آپ نے اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔جہاں پر نابینا اور یتیم طلباء کو بھی حفظ قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس علاقے میں موجود تمام نابینا بچے حافظ القرآن بن گئے۔

علمی و روحانی مقام

بقول صاحب ''برکات سیال'' آپ فاضل اجل اور عالم باعمل تھے۔ غلبہ سکر طاری رہتا تھا۔ شاہ صاحب بڑے فاضل' لغت و صرف و نحو ادب کے عالم تھے[1] قطب المدار کے مقام پر فائز تھے۔ وصال شریف سے تین سال قبل مقام محبوبی بھی تفویض ہوا تھا۔

کرامات

حضرت خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری صاحب کشف و کرامات اور مجیب الدعوات بزرگ تھے۔ بہت سی کرامات اب بھی زبان زد خلائق ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تسبیح خانہ کے باہر صحن میں جامن کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھا۔ متعدد حاضرین موجود تھے۔ آپ اچانک پھرتی سے اٹھے اور وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہا۔ حاضرین نے دائیں بائیں دیکھا۔ کسی شخص کو نہ پایا۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ کوئی شخص نہیں آیا' سلام کا جواب کیسا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مہر منیر حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی اس ریل میں جارہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا میں نے جواب دیا۔ اس وقت ریل کا کھڑکا (شور) بھی سنائی دے رہا تھا۔ اگلے روز پتہ لگا کہ حضرت گولڑوی صاحب ٹھٹھہ گورمانی نزول اجلال فرما چکے ہیں۔ آپ نے اپنے مریدوں کو ان کی زیارت کرنے ٹھٹھہ گورمانی بھیجا۔ جامن کا درخت اب بھی موجود ہے۔ تسبیح خانہ کی جگہ روضہ شریف بنا ہوا ہے۔

آپ کی ایک مبارک مجلس میں انگریز کی حکمرانی اور مسلمانوں کی غلامی کا ذکر چھڑا۔ حاضرین کو ارشاد فرمایا کہ انگریز یہاں سے چلا جائے گا اور یہ ملک آزاد ہو جائے گا۔ تم انگریزوں کو نکلتے اور ملک چھوڑتے دیکھو گے۔ قیام دولت خداداد پاکستان ۱۹۴۷ء میں آپ کے اکثر مرید زندہ موجود تھے جنہوں نے یہ پیشین گوئی پوری ہوتے بچشم خود دیکھی اور یہ واقعہ ایک دوسرے کو روایت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ تسبیح خانہ میں آرام فرما رہے تھے۔ میاں محمد موسیٰ قوم جٹ رڈ مٹھی چاپی کر رہا تھا۔ اس دوران میاں محمد موسیٰ کو محسوس ہوا کہ آپ کا جسم غائب ہے اور خالی کپڑوں پر مٹھی چاپی

---

[1] برکات سیال' صفحہ ۳۱۔

کر رہا ہے۔ وہ اس منظر پر بے حد حیران تھا۔ کچھ دیر بعد کپڑوں میں وجود آموجود ہوا' محسوس ہونے لگا۔ میاں محمد موسیٰ نے عرض کیا کہ جناب ابھی ابھی کہاں تھے' آپ کا وجود مبارک معدوم تھا' محسوس نہ ہوتا تھا؟ آپ نے اس معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کی۔ اس مرید صادق نے قسم اٹھائی کہ یہ راز کسی کو نہ بتلاؤں گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حرم نبوی زادہ اللہ تعالیٰ شرفا" و تعظیماً و تکریما" کی مسجد نبوی میں نماز کی امامت کرانے کا حکم ہوا۔ نماز پڑھا کر واپس آیا ہوں۔ میاں محمد موسیٰ نے یہ واقعہ آپ کی رحلت کے بعد بیان کیا۔

موضع کوٹ داؤد تحصیل و ضلع ڈیرہ غازیخان میں سردار نور محمد خان کھوسہ بڑے زمیندار تھے' آپ کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ ان کی اراضی موضع مرہٹہ میں تھی۔ اس اراضی کے جنوبی طرف ملحقہ آپ کی ملکیتی اراضی تھی۔ دریائے سندھ کے کٹاؤ کا شدید خطرہ لاحق ہوا۔ خان موصوف آپ کے پاس حاجی پور شریف آیا۔ دریائے سندھ کا ماجرا سنایا۔ آپ نے تعویذ دیا اور فرمایا اس کو کورے استادہ میں ڈال کر پانی سے بھر دیں۔ اراضی کے چاروں طرف اپنے بنہ (کنارہ) پر ڈال دیں۔ خان مذکور نے حسب الحکم عمل کیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دریائے سندھ کا کٹاؤ جب اس مقام پر پہنچا' دریا دو حصوں میں بٹ گیا۔ خان موصوف کی سالم اراضی دریا برد ہونے سے بچ گئی۔ البتہ آپ کی زمین دریا برد ہو گئی۔ خان موصوف کی اراضی کافی مدت تک جزیرہ نما بنی رہی اور اس میں کاشت و برداشت ہوتی رہی۔ اس کے چاروں طرف دریائے سندھ موجزن رہا۔ عجیب منظر تھا۔ اب دریا اس مقام سے بہت دور چلا گیا ہے۔

کوٹ داؤد مذکورہ کے مضافات میں آپ کا ایک مرید قوم کمہار رہتا تھا' بے اولاد تھا۔ اس نے آپ سے دعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے ہاں سال کے اندر لڑکا تولد ہوا جو مادر زاد اندھا تھا۔ والد اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے لڑکا تو عطا فرمایا ہے لیکن وہ میرے کس کام کا ہے؟ مادر زاد اندھا ہے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں ڈالا اور دعا کی۔ اس کے والد کو تسلی دی اور فرمایا یہ بچہ حافظ القرآن اور نامور عالم دین ہو گا۔ اس بچہ کا نام اللہ وسایا تجویز فرمایا۔ یہی بچہ مدرسہ حاجی پور شریف میں حافظ القرآن ہوا۔ بعد ازاں مختلف دینی مدارس میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور دورۂ حدیث دیوبند میں مکمل کیا۔ آخری امتحان میں دیوبند سے تمام طلبہ سے اول رہا۔ مولوی حافظ اللہ وسایا صاحب حضرت خواجہ اللہ بخش حاجی پورن کے عرس مبارک پر تقریباً ہر سال حاضری دیتے اور وعظ

بھی فرمایا کرتے تھے۔ ان کے وعظ میں اثر تھا۔لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ نہایت خوش الحان تھے۔تمام کتابیں اور احادیث مع راویان ازبر تھیں۔مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان کو علم کی الماری کہا کرتے تھے۔مولوی حافظ اللہ وسایا صاحب یہ واقعہ اپنی تقریر کے دوران کرامت اولیاء کے موضوع میں سنایا کرتے تھے۔

کوائف وصال

آپ نے اپنے وصال سے تھوڑی دیر قبل ارشاد فرمایا کہ اب میرا سفر آخرت ہے۔ میرا جنازہ فقیر محمد یوسف بنگالی پڑھائیں گے۔یہ فرما کر خاموش ہوگئے اور ذکر قلبی میں مصروف ہوئے۔ پاس انفاس فرمارہے تھے کہ روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔شب جمعہ تھی۔ تہجد کا وقت تھا۔حضرت فقیر محمد یوسف بنگالی جو آپ کے خلیفہ تھے آپ کے حکم سے ڈیرہ غازیخان میں رہتے تھے تمام عمر مجرد رہے۔ تبلیغ دین اور ذکر اذکار سلسلہ چشتیہ میں تادم حیات کوشاں رہے۔ ان ایام میں ڈیرہ غازیخان جانے کا راستہ نہایت کٹھن 'سخت' مشکل اور صبر آزما تھا۔کوئی مشینری ذرائع آمدو رفت نہ تھے۔راستے میں دریائے سندھ موجزن تھا۔جس کا پیٹ ۱۲ میل چوڑا تھا۔اس سفر میں ایک رخ پورا دن لگ جاتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان شاہ کاظمی کے جد امجد غم میں نڈھال فقیر صاحب کو بلوانے کے لئے حرم سرا سے باہر آئے تاکہ کسی خادم گھڑ سوار کو ڈیرہ غازیخان روانہ کریں۔جب آپ مسجد شریف اور تسبیح خانہ کے نزدیک پہنچے جامن کے درخت کے نیچے فقیر محمد یوسف بنگالی کو موجود پایا۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ جناب پیر صاحب کیسے ہیں؟ جواب دیا کہ ان کا وصال ہوچکا ہے۔دوسرے دن انہوں نے جنازہ پڑھایا۔

عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ اس روز عشاء کی نماز فقیر صاحب نے ڈیرہ غازیخان میں ادا کی اور حسب معمول وہیں سو بھی گئے تھے۔ آن واحد میں ڈیرہ غازیخان سے حاجی پور شریف میں تشریف فرما ہوگئے۔ آپ کو طے زمانی اور طے مکانی کا شرف حاصل تھا۔

آپ کی ایک آخری غزل جس کا مقطع ؎

من جان جانم فارغ زاین و آنم
من قطب ایں زمانم محبوب رب منانم

ہے۔ اس کے بعد کوئی منظوم کلام نہ فرمایا۔ ہر جمعہ کی رات قوال اس کو گاتے تھے اور آپ وجد

میں آتے تھے۔چالیسویں دن آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون○

وصال شریف

آپ کے وصال شریف کی تاریخ ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۲۰ء ہے۔

روضہ شریف

آپ کی زیارت گاہ حاجی پور شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے روضہ شریف کے صدر دروازہ پر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔جس میں مرقوم ہے ؎

حضرت شاہ اللہ بخش پناہ عالم مرد حق
کرد ترک دار فانی بجنت الفردوس رفت
گفت ہاتف از فلک شاہ جہان آزردہ را
پناہ عالم شد امام المتقین واصل بحق

مقام قطبیت

حضرت خواجہ سید اللہ بخش حاجی پوری نے اپنے وصال شریف سے تین روز قبل محفل سماع کے بعد مریدوں کو ارشاد فرمایا کہ میرے پاس قطب المدار کا دفتر تھا۔وہ آج کشمیر کے ایک بزرگ[1] کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل حضور نبی کریم ﷺ مقام محبوبی بھی وصال سے تین سال قبل تفویض فرمایا تھا۔ اس کا مفصل ذکر آپ کے رسالہ ”ہدیہ فرق غوثیہ“ میں درج ہے۔

تصانیف

ہدیہ فرق غوثیہ غالباً ۱۹۰۸ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس مختصر رسالہ میں آپ نے عقائد توحید اور اتباع سید عالم ﷺ اور ان کے بعد ان کے اہل بیت و صحابہ کرام سے محبت رکھنے پر زور

---

[1] غالباً یہ بزرگ حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی تھے۔ آپ سوہاوہ شریف ضلع باغ کے باشندہ تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے حالات زندگی آپ اسی کتاب میں پڑھیں گے۔ (مؤلف)

دیا ہے۔ اس رسالہ میں متعدد بار تحریر ہے کہ آپ کو بیداری کی حالت میں حضور رسالت مآب ﷺ کی زیارت ہو جاتی تھی اور آپ ان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ نے اس رسالہ میں قادیانی' لاہوری مرزائیوں کو کافر اور رافضیوں' خارجیوں اور وہابیوں کو فرق غویہ تصور کیا۔ صوفیائے کرام اور تصوف کو صراط مستقیم پر گامزن تسلیم کیا ہے۔

شعروشاعری

آپ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان کاظمی کے پاس کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ (پنجاب) میں محفوظ ہے۔ عربی' فارسی اور سرائیکی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ ع

برتر ازیں تو جان کہ بچشم من درائی
بہ ازیں مرا نباشد دہی ام زخود رہائی
تو بجان من درائی خود را بمن نمائی
شک نیست زانکہ ہستی بیقین خدائے مائی
سر دفتر یکہ گشتم فقراء ہمہ کہ بستند
تونہی کلاہ شاہی تو کہ خسراء گدائی
تونہی کلاہ شاہی بر سرے کہ خواہی
کس را مجال گفتن نبود چوں چرائی
ہر آنچہ من نمائی بطفیل مصطفائی
صل علی محمد مادام تو خدائی
ماہ من اگر بگویم ہر آنچہ من نمائی
گوئیند ایں حمد عالم حاشا کہ ایں سودائی
رمزیست کس نداند سریست کس نہ فہمد
جز سرور دو عالم کہ گرفت دست مائی
سیدی عزیز احدی تو کریم کبریائی
چہ عجب مرا نوازی ذوالجود والعطائی

صل علی محمد و آل مصطفائی
اللہ بخش را رساندی بحضور مجتبائی

بزبان سرائیکی

لگی چاٹ برہوں دی زور کنیں
گیا ہوش عقل سب دور پریں
تھیا کوٹ خودی والا ذری ذری
آیا جلوہ یار دا گھریں گھریں
لک چھپ یار نے پیت لائی
انحد اندر گیت لگائی
اس ماہ نے پل پل دید لائی
اغیار عدم وچ مریں مریں
سادات دے بدلے جوڑ کیتا
برسات علی دی دوڑ کیتا
لاحول شیطان تے گھوڑ کیتا
تھیا فیض سیالویں دریں دریں
ناسوت وضو دی سعی کیتی
ملکوت شتابی بانگ ڈتی
جبروت اقامت ان کیتی
لاہوت امام تھئے ہریں ہریں
ہر طرف انوار ظہور کیتا
ہر اگ اذکار عبور کیتا
ہر وچہ افکار حضور کیتا
اشکال تھئے سبھے جھریں جھریں
ص حمد دا اول بہلوہ پایا
ش احمد پچھیں شرم آیا

ط چشتیاں دا ونج طرب پایا
جذبات حقانی برہیں برہیں
مشکلات سلوک سہل تھے
جہلات نفوس علوم تھے
سیئات سبھی حسنات تھے
ہوئی حق حقیقت برہیں برہیں
ف جسم نوں آن کر طور کیتا
رق نے م دا شور کیتا
اللہ بخش ربے دا بول کیتا
ہویاں سبھے سہیلیاں ادریں ادریں

ولہ دیگر

من جان جان جانم فارغ زاین و آنم
من قطب ایں زمانم محبوب رب منانم
ذوق فنا چشیدم در دل خدائے دیدم
از خودی خود بریدم ہر جا کہ من رسیدم
آنجا خدائے دیدم ہر سو کہ من دویدم
اورا ہمراہ دیدم عنقازق قد ستم
از آشیاں پریدم لاہوت لا مکانم
معبود این و آنم تاج خسروی پوشیدم
از دست آں جسیم آں حبیب من طبیب
آں عزیز من جسیم محبوب رب مجیدم
ہر کس مرا کہ بیند مارا کجا شناسد
بستم پناہ عالم من از خدا شنیدم

خلفاء

آپ کے خلفاء نامدار میں سے صرف ایک کا علم ہو سکا جن کا اسم گرامی ہے :

حضرت خواجہ فقیر محمد یوسف بنگالی

سجادہ نشین

آپ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان شاہ کاظمی مدظلہ ہیں۔ آپ کا عرس مبارک بڑے اہتمام سے منعقد کرتے ہیں۔ بڑے اوصاف کے حامل بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

جب حضرت خواجہ سید اللہ بخش شاہ حاجی پوری قدس سرہ سیال شریف سے مرخص ہوکر عازم مسکن حاجی پور شریف ہوئے تو حضرت خواجہ سیالوی قدس سرہ نے تصوف کی شہرۂ آفاق کتب مرقع، کشکول اور لوائح جو کہ قلمی مجلد یک جلد ہے، عطا فرمایا۔ بحمد اللہ یہ نسخہ اب بھی سجادہ نشین صاحب (نبیرہ حضرت خواجہ حاجی پوری) کے پاس تبرکاً" محفوظ ہے۔ حضرت قمر الاولیاء شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے حاجی پور شریف میں تشریف ارزانی کے موقع پر ملاحظہ فرمایا تھا۔ کچھ عرصہ اپنے پاس سیال شریف میں رکھنے کے بعد حضرت سید محمد شاہجہان شاہ کاظمی سجادہ نشین کو ودیعت فرما دیا تھا۔

حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گیلانی سنجری

حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان شاہ کاظمی تحریر فرماتے ہیں : سنجر سیداں تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان میں حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گیلانی رہا کرتے تھے۔ انہوں نے لڑکپن میں خواب دیکھا کہ میدان حشر ہے 'پل صراط سامنے ہے 'لوگ دل گرفتہ' سراسیمہ مضطرب ہیں۔ وہاں ایک ایسا شخص موجود ہے جو مضطرب لوگوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑتا ہے اور آن واحد میں پل صراط عبور کرا دیتا ہے۔ جناب شاہ صاحب موصوف کے دل میں تمنا اٹھی کہ کاش ان کا ہاتھ بھی اس بزرگ کے ہاتھ میں آجاتا۔ اچانک اس بزرگ کا ہاتھ پکڑا 'پل صراط عبور کر لی۔ آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کا منظر ہمہ وقت پیش نظر رہا۔

جناب شاہ صاحب موصوف نے اس شخص کی تلاش میں اکثر علاقہ چھان مارا بالآخر حضرت

پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے عرس مبارک پر بمقام ارض مقدس تونسہ شریف وہ شخص ملا جو حضرت خواجہ سید اللہ بخش کاظمی قدس سرہ ہی تھے۔ ان ایام میں اپنے مرشد کامل خواجہ شمس العارفین سیالوی کے زیر سایہ عرس شریف پر آئے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ نے حضرت خواجہ سید اللہ بخش شاہ کاظمی کو دیکھا' پہچان لیا' ان سے ملے' اتہ پتہ پوچھا۔ آپ نے اپنا پتہ ارض مقدس سیال شریف ہی بتلایا۔ حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گھر گئے اور چند دن بعد عازم سیال شریف ہوئے۔ وہاں حضرت خواجہ اللہ بخش شاہ کاظمی سے ملے۔ ان سے بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے اپنے پیرو مرشد خواجہ سیالوی سے بیعت کرا دیا۔

جب حضرت خواجہ سیالوی نے حضرت خواجہ سید اللہ بخش شاہ کاظمی کو مجاز بہ بیعت کر کے مرخص فرمایا تو حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گیلانی کو بھی ان کے ہمراہ کر دیا اور فرمایا کہ بقایا سلوک یہ طے کرائیں گے۔ اس روز سے آخری سانس تک آپ حاجی پور شریف میں مقیم رہے۔ اپنے مسکن سنجر شریف میں آمد و رفت رکھی۔ ان کی وفات حسرت آیات بھی حاجی پور ہی میں ہوئی تھی۔ لیکن تدفین سنجر سیدال میں ہوئی۔ جہاں ان کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔[1]

حضرت مولانا سعید احمد سنجری کے قول کے مطابق خواجہ سید خدا بخش کے ایک فرزند ارجمند تھے جو جوانی میں وصال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ○[2]

---

[1] مکتوب حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہجہان کاظمی مدظلہ' بنام مؤلف مرقومہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۸ء از کوٹ ادو۔
[2] مکتوب مولانا سعید احمد سنجری بنام مؤلف مرقومہ ۱۴ اگست ۱۹۸۹ء از سنجر سیدال ضلع ڈیرہ غازیخان۔

حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی

ولادت باسعادت اور خاندان

مقبول الصمد' استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد سلیانوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۰ھ بمقام کوٹ عیسیٰ شاہ ضلع جھنگ ننھیال میں ہوئی۔ پاک وہند میں آپ کے اجداد کی آمد کا پتہ ۹۰۰ھ سے ملتا ہے۔ جب آپ کے مورث اعلیٰ حضرت حافظ جمال الدین حجازی پنجاب کے علاقہ خوشاب میں سرزمین عرب سے تشریف لائے۔ آپ کا مزار مبارک موضع ہنبوکہ نواح خوشاب میں ہے اور آج کل جمال جہاز کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آپ کے علمی اور روحانی مقام کا اندازہ آپ ہی کی ایک رباعی سے کیا جاسکتا ہے:۔

گز کے بوریا و پوستکے دل دردِ مند و دو ستکے

ایں قدر بس بود جمالے را رند کے مست لا ابلے را

سکھوں کی یورش اور تاراج کے سبب آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ ہستی حافظ نور محمد کوٹ عیسیٰ شاہ ضلع جھنگ میں آکر اقامت گزیں ہوئی۔ ان کے چھوٹے لڑکے حضرت حافظ احمد قاری کو قلم خضری عطا ہوا تھا۔ آپ کے والد ماجد حافظ نور محمد نے جب وصال فرمایا تو آپ کمسن تھے اور اپنے بڑے بھائی کے زیر کفالت تھے۔ وہ جائز و ناجائز آپ پر سختی کرتے تھے۔ ایک دن آپ رو روکر انتہائی مغموم ہوگئے۔ دفعتاً" حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ اندر آں ظلم شب آب حیاتے دارند کے مصداق آپ کو تسلی دی اور ایک قلم عطا فرمایا۔ جس کے اعجاز سے علوم کے چشمے پھوٹتے تھے۔ آپ اپنے زمانے کے ممتاز عالم اور صاحب تصرفات بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے علم وتقویٰ کے پیش نظر حکومت وقت نے کچھ جاگیر آپ کو بطور عطیہ دے رکھی تھی۔ آپ کی لوح مزار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے:۔

حافظ او بود' احمد او قاری

فقر او بود در جہاں تاری (۱۱۷۳ھ)

شاید مادۂ تاریخ وصال نکالنے والے نے اعداد سن کی تکمیل کے لئے طاری کی بجائے تاری لکھا ہے۔

حضرت حافظ احمد قادری کے ایک فرزند حافظ محمود نے سکھوں سے مقفل مساجد واگذار کروائیں۔ سکھوں کی قلمرو میں آپ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ حافظ احمد قاری کے چھوٹے فرزند حضرت شرف الاولیاء حافظ شرف الدین' جو حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی کے جد امجد ہیں' علم و فقر کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ آپ کے تلامذہ خوشاب سے ملتان تک پھیلے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ محمود ملتانی جو حضرت خواجہ زکریا ملتانی کی اولاد سے ہیں آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت مولانا شرف الدین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۱۲۲۶ھ کا قرآن مجید جس کے حاشیے پر آپ نے خواص سورۃ ہائے قرآنی فارسی اشعار کی صورت میں جمع فرمائے اہل عمل کے لئے بیش بہا خزانہ ہیں۔ آخری صفحے کے مندرجات تبرکاً" حاضر خدمت ہیں :۔

هر که از صدق دل معوذتین — ورد خود ساخت هر صبح و مسا
ایمن آید زبیم و وهم و خطر — دفع گردد ازو جمیع بلا
نکنند کار سحر جادویش — بروے و بر اهل بیت او ابدا
نظم کردم خواص قرآنی — بهر اهل رشاد و فضل ولقا
گرچه از صد هزار نتواں گفت — شمئه از خواص قرآں را
لیک بر قدر قابلیت خویش — ایں قدر جمع کردم از هرجا
تاچو نفع رسد ازاں یکیے — ناظمش یاد آورد بدعا

سلیانہ آمد

حضرت شرف الدین رؤسائے سلیانہ کے اصرار اور ان کی علم دوستی کے پیش نظر کوٹ عیسیٰ شاہ سے نقل مکانی کر کے سلیانہ تشریف لائے تھے۔ حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی کے والد ماجد حضرت حافظ غلام مرتضیٰ زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ حال مست بزرگ تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں علوم ظاہری سے بھی بہرہ وافر تھا۔

وجہ تسمیہ

جس دن آپ کی ولادت ہوئی آپ کے والد ماجد حافظ غلام مرتضٰی کو اس دن تین فتوحات حاصل ہوئیں:

ا آپ کے دادا شرف الاولیاء حضرت خواجہ شرف الدین کے دست مبارک کا لکھا ہوا سنہری قلمی قرآن مجید کا نسخہ جو سرقہ ہوگیا تھا یا کسی نے غصب کر رکھا تھا اسی روز بازیاب ہوا۔

ب شاہان مغلیہ کی عطا کردہ جاگیر کی سندات جو گم ہوگئی تھی' اسی روز مل گئیں۔

ج ایک کنواں جو سیرابی اراضی کے لئے تعمیر ہو رہا تھا اور کافی عرصہ سے غوطہ خوروں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود پاتال تک نہیں پہنچ پا رہا تھا یکایک اس دن اپنے صحیح مقام تک زیر آب چلا گیا۔

آپ کے نانا جان اور والد گرامی نے ان حاصل ہونے والی کامیابیوں کے تناظر میں نومولود کا نام فتح محمد رکھا۔ یہ بات اس حقیقت کی بشارت تھی کہ مشیت ایزدی آپ پر یوم ولادت سے ہی مہربان تھی اور آپ سے اپنے دین کی اقامت کا بہت بڑا کام لینے والی تھی۔

مذہب و مشرب

آپ نے اپنی کتاب ''تحفۃ الصوفیہ'' کے آخری صفحہ پر اپنے متعلق تحریر فرمایا ہے:

"الراجی الی رحمۃ اللہ الصمد فتح محمد بن حافظ غلام مرتضی الحنفی مذہبا و الچشتی مشربا و بنو اسامۃ المباجری نسبا"

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے جو ۳۶ پشتوں کی مسافت کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

مولانا فتح محمد بن حافظ غلام مرتضٰی بن حافظ شرف الدین بن حافظ احمد قاری بن حافظ نور محمد بن حافظ بازید بن حافظ برہان الدین بن حافظ جمال الدین حجازی بن محمد اسحاق بن حافظ ضیاء الدین بن حافظ نور عالم بن حافظ سراج الدین بن حافظ شہاب الدین بن والی سلطان احمد قریشی بن مصلح

الدین بن نصیر الدین بن عبد الرسول بن شرف الدین بن علاؤ الدین بن حسام الدین بن سعید محمد بن امان اللہ بن فیض محمد بن محمد باقی بن محمد شفیع بن ضیاء محمد بن عبد الستار بن محمد فضیل بن عبد العلی بن محمد رضا بن غیاث الدین بن تاج محمد بن عماد الدین بن قاسم بن محمد بن اسلعہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حصول علم اور اساتذہ

آپ چونکہ ایسے خانوادہ میں پیدا ہوئے جس کے علم و ارشاد کا شہرہ بلا انقطاع صدیوں سے چلا آرہا تھا اور تشنگان علم و عرفان اکناف عالم سے وہاں کھچے چلے آتے تھے ع

کہ دور دور سے میخوار آکے پیتے ہیں' والا عالم تھا۔ اس لئے آپ نے زیادہ تر علوم سلیانہ میں ہی حاصل کئے تاہم آپ نے گروٹ علاقہ خوشاب جاکر حضرت مولانا نور محمد کھیڑا سے بھی تحصیل و تکمیل علم فرمائی اور آپ علم کے اس کمال درجہ تک پہنچ گئے کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ غلام مرتضیٰ فرمایا کرتے تھے کہ:

"مجھے فخر ہے کہ میں فتح محمد کا باپ ہوں۔"

بیعت و خلافت

تکمیل علوم متداولہ کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی[1] کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کی۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک عجیب واقعہ ظہور میں آیا۔

آپ حضرت صاحب ملتانی کے ساتھ سفر میں تھے۔ حضرت ملتانی پالکی میں سفر فرمایا کرتے تھے اور پالکی والے پیر کے نام سے مشہور تھے۔ چوپرہٹہ نواح کبیروالا میں قیام فرماکر حضرت پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہونے ہی والے تھے کہ ایک ہندو عورت زیارت کے لئے دوڑتی ہوئی آئی اور پنجابی دیہاتی لہجے میں پوچھا کہ "ایہو بیت اللہ اے؟" یہ سن کر حضرت مولانا سلیانوی پر وجد طاری ہوگیا اور ہندو عورت کو مخاطب کرکے کہا: ہاں ایہو بیت اللہ (عبید اللہ) اے اور پالکی کے گرد اگرد چکر لگانا

---

[1] حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کا ارشاد ہے: ایک روز ایک بنی جو شیعہ مذہب رکھتا تھا قدم بوسی کے لئے مسجد میں آیا۔ آپ (خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی قدس سرہ) قضائے حاجت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو اسے دیکھا مسجد کے باہر کھڑے ہوگئے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اس کتے کو کہو "مسجد سے باہر چلا جائے اور مسجد کو پلید نہ کرے۔" (نفحات المحبوب' صفحہ ۱۸۶' اردو ترجمہ)۔

شروع کر دیئے۔ انگلی سے حضرت ملتانی کی طرف اشارہ کر کے کہتے جاتے تھے۔

واللہ بیت اللہ اے' باللہ بیت اللہ اے' تاللہ بیت اللہ ے' ایہو بیت اللہ اے............ یہ کیفیت آپ پر کافی دیر تک طاری رہی۔ جب وجد ختم ہوا تو حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی نے وہیں آپ کو سلسلہ چشت اہل بہشت میں خلافت عطا فرمادی اور پھر پالکی میں روانہ ہوئے۔ آپ حضرت ملتانی کے خلیفہ اول تھے۔

درس وتدریس اور تلامذہ

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط سے اسلامی علوم و فنون روبہ انحطاط ہو رہے تھے۔ شمال مغربی ہند میں حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی کی ذات سے ان کو سہارا ملا۔ آپ نے سلیانہ میں ایک عظیم درسگاہ قائم فرمائی جہاں نہ صرف ہندوستان کے مختلف حصوں سے بلکہ دوسرے ممالک کے طلباء بھی آکر علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ کے علاوہ دیگر علماء بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حضرت مولانا طفیل احمد فائق نبیرہ حضرت خواجہ سلیانوی اپنی بیاض میں لکھتے ہیں :

"طالبان درین درسگاہ جملہ علوم بکمال عمدگی حاصل می نمودند۔ بعد حفظ قرآن مجید و تجوید' صرف و نحو' حدیث وفقہ' منطق و فلسفہ' جملہ درس نظامی و علم طب اسلامی العلم علمان' علم الادیان و علم الابدان جملہ کتب طب در فارسی و عربی می خوانند"

تاریخ جھنگ کا مصنف لکھتا ہے :

خواجہ فتح محمد صاحب کے درس کا شہرہ اکناف و اطراف میں پھیلا ہوا تھا۔ ملک کے ہر کونے سے طالبان علم کھچے چلے آتے تھے [1]

اس درسگاہ میں معذور افراد بھی تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن حضرت سلیانوی نے معاشرہ کی ایک اہم رگ کو پکڑا یعنی طبقہ امراء و روؤساء جو دین کو صرف غرباء تک محدود رکھنے کے قائل ہوتے ہیں ان کو اس فلسفہ کے پیش نظر کہ الناس علی دین ملوکھم اپنے شاگردوں میں شامل فرمایا۔ جنہوں نے تحصیل علم کے بعد اپنے متوسلین اور منحصرین میں علم و عرفان کی روشنی پھیلائی اور

---

[1] بلال زبیری : تاریخ جھنگ مطبوعہ ۱۹۷۶ء' صفحہ ۹۵۔

حضرت سلیانوی کا جہاد بالعلم والقلم انگریزی سامراج کے دوران اسلام کے لئے جہاد بالسیف کا قائم مقام بنا رہا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ یوں تو ان میں سے ہر ایک در یگانہ تھا۔ عارف باللہ' فقیہ' مفتی' زبدۃ الحکماء' حافظ' قاری کیا کچھ نہ تھا تاہم ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی اور ان کا اجمالی تعارف تبرکا" ہدیہ قارئین ہے :

۱- اشرف الاولیاء حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ آپ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ کے جد امجد ہیں۔

۲- حضرت حافظ احمد صغریٰ : آپ نے فارغ التحصیل ہوکر جھنگ شہر میں علم پھیلانا شروع کیا۔ آپ نوابان جھنگ کے استاد تھے۔ آپ جب حج پر گئے تو تلاطم سمندر کی وجہ سے آپ کا سامان اور پارچات ضائع ہوگئے۔ حاکم مکہ مکرمہ حجاج کرام کے استقبال کے لئے ساحل جدہ پر تشریف لایا ہوا تھا۔ آپ نے فصیح عربی میں اس سے بات چیت کی۔ وہ آپ کے علمی مقام سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کو شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے گیا۔ آپ نے کچھ عرصہ حرمین شریفین میں درس و تدریس میں گزارا اور علمی حلقوں میں بڑا مقام حاصل کیا۔ آپ وہاں احمد الہندی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حاکم مدینہ نے مستقل طور پر بطور معلم وہیں رہنے کی استدعا کی لیکن آپ نے عذر خواہی کی اور واپس وطن چلے آئے۔

۳- حضرت حافظ احمد کبریٰ : آپ نے تکمیل علم کے بعد علاقہ ساندل بار میں علم و عرفان کی روشنی پھیلائی۔

۴- حضرت مولانا محمد عبد اللہ قریشی : آپ نے علاقہ کچھی میں علم کو عام کیا۔

۵- نواب گل مرزا خان : آپ امیر کابل کے وزراء میں سے تھے۔ تحصیل علم کے بعد واپس اپنے وطن چلے گئے تھے۔

۶- حافظ غلام رسول کھوکھر : آپ موضع کلیرہ ضلع جھنگ کے ایک متقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی بیعت حضرت سلیانوی سے تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آسمان بالکل صاف تھا۔ بستر علالت پر صبح دم ہی سے گھر والوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کیا آسمان پر بادل آگئے ہیں۔ گھر والے نفی میں جواب دیتے رہے حتیٰ کہ سورج ڈھلتے ہی بادل امنڈ آئے اور آپ کی روح مطمئنہ قفس عنصری سے آزاد ہوکر اعلیٰ علیین میں چلی گئی۔

۷- حضرت مولانا فتح محمد بموضع چھتہ ضلع جھنگ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی بیعت بھی

حضرت سلیانوی سے تھی۔ آپ جب وصال سے پہلے سخت بیمار تھے تو انہوں نے اپنے مرشد و استاد کی اتنی خدمت کی کہ حضرت نے خوش ہو کر فرمایا:

"فتح محمد میں انشاء اللہ تجھے مشکل وقت میں اس خدمت کا بدلہ ضرور دوں گا۔"

حضرت سلیانوی کا وصال ہو گیا اور مولوی صاحب اپنے وطن مالوف چھتہ میں ترویج علم میں مصروف ہو گئے۔ جب یہی چھتہ والے مولوی فتح محمد صاحب عالم نزع میں تھے تو یکایک اپنی چارپائی پر تعظیماً کھڑے ہو گئے اور کہا:

لوگو! تعظیم کے لئے اٹھو' میرے مرشد اور استاد حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی تشریف لائے ہیں۔"

پھر لیٹے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

۸۔ حافظ سکندر: اس شاگرد کو بعد وصال آپ مزار مبارک کے اندر سے پڑھاتے رہے۔

۹۔ رؤسائے سلیانہ: حافظ مولوی غوث بخش سلیانہ' مولوی احمد بخش سلیانہ اور حافظ شیر محمد سلیانہ وغیرہ یہ تمام آپ کے شاگرد تھے۔

۱۰۔ از اولاد غوث بہاء الدین زکریا ملتانی مقیم نواح سلیانہ: مخدوم قطب الدین قریشی' مخدوم رضا محمد قریشی' مخدوم حسن شاہ قریشی اور مخدوم محمد شاہ قریشی وغیرھم۔

۱۱۔ سادات پیر کوٹ: پیر سید قطب الدین شاہ' پیر سید غلام شاہ اور پیر حسن شاہ وغیرہ۔

۱۲۔ سادات کوٹ عیسیٰ شاہ: حضرت مفتی الٰہی بخش جو آپ کے داماد بھی تھے۔ سادات کوٹ عیسیٰ شاہ و مضافات کے استاد ہوئے۔

۱۳ مولانا محمد منظور: واسو آستانہ کے باشندہ تھے۔ مظفر گڑھ اور ملتان کی حدود تک آپ کا علمی فیض جاری رہا۔

۱۴۔ مولانا نواب الدین' راولپنڈی

۱۵۔ قاضی غلام حسین سکنہ ماڑی

۱۶۔ مولانا شرف الدین ماڑی

۱۷۔ مولانا نظام الدین' ملتان

۱۸۔ حافظ مہتاب احمد' ملتان

۱۹۔ مولانا پیر بخش مظفر گڑھ

۲۰- مولانا غلام نبی قریشی، شاہ پور
۲۱- مولانا غلام رسول، کوٹ بھائی خان
۲۲- مولانا محمد لطیف، درجائی دین
۲۳- مولانا عطا محمد مگھیانہ
۲۴- مولانا علی حیدر مگھیانہ
۲۵- مولانا فخر الدین، چنیوٹ
۲۶- مولانا حافظ تاج محمود، چنیوٹ
۲۷- مولانا احمد دین، چنیوٹ
۲۸- حافظ فضل الدین کھوکھر، چنیوٹ
۲۹- مولانا اللہ داد، پیر کوٹ
۳۰- مولانا غلام نبی، پیر کوٹ
۳۱- حکیم جلال الدین کھوکھر، کھوکھر
۳۲- مولانا گل احمد کھوکھر، کھوکھر
۳۳- مولانا حافظ محمد مستقیم، کھوکھر
۳۴- میاں لال سہارا قریشی، لٹو
۳۵- محمد زاہد قریشی، لٹو
۳۶- مولانا احمد دین، ٹھٹھہ شاہ جمال
۳۷- محمد عبداللہ قریشی، ٹھٹھہ شاہ جمال
۳۸- مولانا محمد مراد، پیر عبدالرحمٰن
۳۹- مولانا محمد بختاور، پیر عبدالرحمٰن
۴۰- مولانا تاج محمود، پیر عبدالرحمٰن
۴۱- مولانا غلام رسول، پیر عبدالرحمٰن
۴۲- مولانا حبیب اللہ سلطان، پیر عبدالرحمٰن
۴۳- محمد حسین ترک، سانجر ضلع جھنگ
۴۴- محمد عبداللہ قریشی، سانجر ضلع جھنگ

۴۵- مولانا علی محمد، سانجر ضلع جھنگ

۴۶- مولانا رحیم بخش، سانجر ضلع جھنگ

۴۷- مولانا امام شاہ ولد عالم شاہ ساکن لطیفال ضلع چکوال

۴۸- مولانا صالح محمد کھوتیانہ

۴۹- محمد ذاکر ولد احمد دین قوم للہ، سکنہ للہ، ضلع جہلم

۵۰- مہر رجب ملکانہ، قوم ملکانہ، سکنہ للہ، ضلع جہلم

۵۱- مولانا محمد عظیم، کھوٹہ ضلع راولپنڈی

۵۲- خلیل احمد حاجی، رجوکہ

۵۳- حکیم اللہ یار، دوسیرہ

۵۴- مولانا محمد بخش ولد محمد اسماعیل، فیصل آباد

۵۵- مولانا محمد بخش، کمالیہ

۵۶- مولانا نبی بخش ولد غلام محمد، ساہیوال

۵۷- مولانا علی محمد سلیانہ، رئیس سلیانہ

۵۸- حافظ مراد علی سلیانہ، رئیس سلیانہ

۵۹- سلطان احمد سلیانہ، رئیس سلیانہ

۶۰- سادات شاہ جیونہ و سادات رجوعہ

انہوں نے بھی بالواسطہ حضرت مولانا سلیانوی کے شاگردوں سے علمی فیض حاصل کیا۔ باقی تلامذہ کے اسمائے گرامی کے لئے ؎

گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

والا معاملہ ہے۔[1]

---

[1] بیان خاص مولانا حافظ محمد اسماعیل سلیانوی (فرزند ارجمند حضرت مولانا سلیانوی) مرتبہ ۱۳۱۷ھ مملوکہ محمد امان اللہ قریشی، جھنگ۔

سیال شریف حاضری اور عطائے خلافت

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی[1] نے ایک مجلس میں حضرت مولانا محمد امین نکوچی اور صاجزادہ میاں محمد عبد اللہ سیالوی رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت سے بیان فرمایا۔

ایک مرتبہ مولانا فتح محمد سلیانوی مع جماعت طلبہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے سماع کے موضوع پر بحث و مناظرہ کے لئے سیال شریف تشریف لائے۔ جب حضرت سیالوی کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت مولانا سلیانوی کے استقبال میں قدم دیئے۔ آپ کو دیکھتے ہی حضرت مولانا سلیانوی اپنا دل دے بیٹھے اور سکوت کا عالم طاری ہوگیا۔ البتہ آپ کے تلامذہ حضرت سیالوی کے چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر کہتے رہے کہ کتنا خوبصورت اور نورانی چہرہ اے "اس بدعت دا ارتکاب کیوں کردے او؟ حضرت خواجہ سیالوی کمال ضبط اور تحمل سے ان کی باتیں سنتے رہے۔

حضرت مولانا الحاج طفیل احمد فائق کا بیان ہے: آپ شروع شروع میں سماع بالمضراب کو خلاف شریعت سمجھتے تھے۔ ایک بار اپنے چند شاگردوں کے ہمراہ حضرت خواجہ سیالوی سے اس مسئلہ پر علمی مناظرہ کے لئے سیال شریف روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو آپ سیال شریف سے باہر موضع ریتڑی میں حضرت مولانا سلیانوی کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا سلیانوی گھوڑے پر سوار چہرہ مبارک ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی کی زیارت کے بعد گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ چلے۔ راستہ میں شاگردوں نے مسئلہ سماع پر بحث کرنے کے لئے بار بار آپ کے پلو کھینچ کھینچ کر توجہ دلائی مگر آپ پر تو قال کی بجائے حال طاری ہوچکا تھا ؎

قال را بگزار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

کا عملی مرقع بن چکے تھے۔ سیال شریف پہنچ کر آپ نے قوالی سننے کی فرمائش کی۔ حضرت خواجہ سیالوی نے پوچھا:

---

[1] حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے ۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ کو میری درخواست پر یہ واقعہ بیان فرمایا۔ مؤلف

"مولانا مضراب کے ساتھ یا بغیر مضراب"

عرض کیا: بالمضراب بعد میں دیگر علمی موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔
الغرض خلافت کی نعمت سے سرفراز ہوکر اپنے وطن سلیانہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ کے لئے حضرت خواجہ سیالوی کے ہوکر رہ گئے۔

خواجہ سیالوی سے محبت

آپ کو حضرت خواجہ سیالوی سے انتہائی محبت اور عشق تھا۔ اکثر سیال شریف حاضری دیتے اور علمی و روحانی استفادہ فرماتے۔

خواجہ سیالوی کی عنایات

حضرت خواجہ سیالوی آپ پر بے حد مہربان تھے۔ ایک بار حضرت خواجہ سیالوی اپنے مریدین کو یہ کہہ کر کہ آج ایک عاشق رسول دربار نبوی کا حضوری آرہا ہے تین چار میل پیدل شیخ جلیل تک تشریف لائے اور آپ کا استقبال کیا۔[1]

صاحب انوار شمسیہ کا بیان ہے:

آپ شمس دوراں کے فیضان سے مجاز اور ممتاز تھے اور حضرت فیاض ان پر شفقت اور مرحمت بے انداز رکھتے تھے۔

مولانا فتح محمد سلیانوی کے حقیقی چچا مولوی جمال الدین کو عارضہ چشمان لاحق ہوا جس سے بصارت کمزور ہوگئی۔ بھیرہ علاج کے لئے تیار ہوئے لیکن آپ نے پہلے چچا جان کے ہمراہ سیال شریف حاضر ہوکر پوری روئیداد حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حضور بیان کی۔ حضرت سیالوی نے ایک تولہ اسبغول پانی میں حل کرکے مولوی جمال الدین کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نظر بحال ہوگئی اور آخر دم تک نظر میں کمی واقع نہ ہوئی۔[2]

---

[1] بیاض مولانا حکیم جان محمد جھنگوی مرحوم۔
[2] انوار شمسیہ، صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱۔

عشق و مستی

آپ عاشق صادق تھے اور عشق و مستی کا وافر حصہ ودیعت ہوا تھا۔ رقیق القلب اتنے کہ ہمہ وقت رقت کی کیفیت چھائی رہتی۔ مراۃ العاشقین میں ہے۔

مولوی معظم الدین مرولوی عرضداشت کہ امروز جمیع خاک بوسان آستان بغلبہ عشق و محبت حالت کردہ اند چنانچہ مولوی فتح محمد سکنہ سلیانہ بغلبہ محبت استادہ حالت می کردی واز مستی عشق نالہ و زاری نمودندی [1]

ترجمہ: مولوی معظم الدین مرولوی نے عرض کیا کہ آج سیال شریف کے تمام ارادت مندوں کی یہ حالت ہے کہ ان پر عشق کے غلبے کی وجہ سے وجد کی کیفیت چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی وقت مولوی فتح محمد سلیانوی محبت کے جذبے سے اٹھ کر وجد کرنے لگا اور عشق کی مستی میں گریہ و زاری کرنے لگا۔[2]

نماز حضوری

آپ پر ہمہ وقت خشیت الٰہی طاری رہتی تھی جو حاضری نماز کے وقت نقطہ عروج پر ہوتی تھی۔ آپ پر نماز میں خوف خدا کے باعث گریہ طاری رہتا۔ جس کے اثرات اقتداء میں یا ساتھ کھڑے نمازیوں پر بھی پڑتے اور ان میں سے اکثر پر گریہ طاری ہو جاتا۔

پنجابی منظوم کتاب نماز حضورے مطبوعہ ۱۸۸۰ء کے مصنف حافظ محمد حیات چنیوٹی نے بھی اس بات کی تصدیق اس کتاب کے صفحہ ۳۳ پر کی ہے۔ فاضل مصنف نے ان ۱۹ اشخاص کا ذکر کیا ہے جنہیں انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے نماز حضوری ادا کرتے دیکھا ہے' جو یہ ہیں:

۱۔ قاری اہل الدین چنیوٹی　　۲۔ فیض الحسن منٹگمری
۳۔ غلام حسینی　　۴۔ شاہ محمود جیلانی' ہینڈھی ضلع ہزارہ
۵۔ غلام حسن ملتانی　　۶۔ مولوی عبید اللہ ملتانی

---

[1] مراۃ العاشقین (فارسی)' صفحہ ۲۰۱۔
[2] مراۃ العاشقین (اردو ترجمہ)' صفحہ ۲۶۰۔

۷- مولوی نور احمد چنیوٹی ۸- غلام حسن پٹھان ساکن مگھیانہ

۹- سہ

یک عالم ربانی نانواں وچ سلیانے بہندا
نام مبارک فتح محمد مولوی ہر کوئی کہندا
اوس تختی دل تے مشق پکائی خشوع نماز انوالی
کائی عبادت با بجھ خشوع دے ونجس ناہی خالی
روندیاں روندیاں وچ عبادت حالت اندر آوے
ہیبت تے تعظیم خدا دی غلبہ اوس تے پاوے

اخلاق و اطوار

آپ کے تمام اخلاق و اطوار اور اقوال و افعال سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق تھے۔

آپ دنیا کے مال و اسباب سے کچھ رغبت نہ رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر علم محض حصول رضائے الٰہی کے لئے پڑھایا۔ آپ مثال کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے دنیا کے مال سے کچھ بھی علاقہ ہوتا تو میں اتنے ڈھیر سارے شاگرد نہ بناتا بلکہ میری دنیاوی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے صرف ایک شاگرد یعنی خواجہ محمد الدین سیالوی ہی کافی تھے تاہم آپ نے ان سے بھی دنیاوی مال کا کچھ حصہ نہ لیا۔

آپ کو ہمسایوں کی معمولی سے معمولی نوعیت کی تکلیف کا بھی از حد خیال رہتا تھا۔ آپ چونکہ ملک نیم شب کے فرمانروا بھی تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ سحر گاہ جامع مسجد میں ذکر جہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ اس بات سے کسی ایک ہمسایہ کے آرام میں خلل آجاتا ہے تو اس کے بعد آپ گھر پر ہی ذکر جہر فرمانے لگے۔

سیر و سیاحت

آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کئی تبلیغی سفر کئے۔ تقریباً ۳ سال کا عرصہ حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے آپ کے ہمراہ ان تبلیغی اسفار میں گزارا۔ پنجاب اور ہندوستان کے اولیائے کرام

کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی۔ پاک پٹن شریف' سلطان باہو شریف' تونسہ مقدسہ' مہار شریف' دہلی اور ملتان شریف کے تبلیغی سفر کیے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "سیروا فی الارض" پر عمل پیرا رہے۔ مصنف محبوب سیال نے آپ کے بعض تبلیغی اسفار کے واقعات و حالات لکھے ہیں۔ بخوف طوالت جن کے لکھنے سے قاصر ہوں۔ آپ نے حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کا شرف بھی حاصل کیا۔

صحبت کے اثرات

آپ نے عوام کے دلوں میں خوف خدا اور اعمال صالحہ کو اس حد تک راسخ کر دیا کہ اس کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس زمانے میں کھیتی باڑی کی سیرابی کنوؤں کے ذریعے ہوتی تھی۔ ایک کنوئیں میں کئی کسانوں کا حصہ ہوتا تھا۔ اپنی اپنی باری پر ہر کسان کنوئیں پر اپنے بیل جوت کر اپنے حصہ کی زمین کو سیراب کرتا۔ اس کے بعد جب دوسرا کسان اپنی باری پر کنواں چلانے آتا تو چوبچہ (حوض کھاڈا) میں کھڑے ہوئے پانی کو باہر نکال پھینکتا۔ مبادا یہ پانی جو اس کے پیشرو کی محنت سے کھینچا گیا تھا اس کے کھیت میں نہ چلا جائے اور وہ عند اللہ دوسرے کا حق کھانے کا مجرم نہ ٹھہرے۔

اسی علاقہ کے ایک زمیندار کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے رہٹ کے لئے لکڑی کا "چکل چکلی" بنانے کے لئے بڑھئی کو لکڑی دی۔ اس نے کچھ عرصہ میں "چکلی چکل" تیار کر لئے۔ کچھ "پچہیں" لگنا ابھی باقی تھیں جو اس نے اذان جمعہ کے بعد لگائیں۔ جب زمیندار کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے بڑھئی کو بلا کر ان پچوں کی نشاندہی چاہی تاکہ انہیں نکلوا پھینکے لیکن وہ صحیح اور یقینی قسم کی نشاندہی سے قاصر رہا۔ اس پر اس زمیندار نے اس تمام تیار شدہ سامان کو آگ لگوا دی اس خوف خدا کے تحت کہ مبادا ان چند پچوں کی وجہ سے جو وقت ممنوعہ میں لگائی گئی تھیں سارے کام کا انجام حرام قرار نہ پائے۔

بے شک اولیاء اللہ کا منصب ہی یہی ہے کہ ان کی صحبت سے مخلوق خدا کے دلوں میں خوف خدا اور دین کی سمجھ پیدا ہو اور یہ بات کسی اور کے بس کا روگ بھی نہیں ہے۔

پرہیز گاری کی کیا حد تھی سارے معاشرے پر اس کا اثر تھا۔ حضرت خواجہ سلیمانوی کے وصال کے نصف صدی بعد تک یہ پاکیزہ فضا قائم تھی۔ سارے لوگ دین دار' پابند صوم وصلواۃ'

نورانی چہرے، شرعی لباس چمکتی داڑھیاں، باہم خلوص و محبت، کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ دین اور شریعت کے مسائل سے آگاہ اور عمل پیرا۔ یہ اس پاکیزہ درسگاہ کا اثر تھا اور پیرو مرشد اور کامل استاد کا اپنا اسوۂ حسنہ تھا جس نے علاقہ بھر میں اپنا اثر قائم کر رکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سلیانہ شریف کے ایک غریب موچی نے رمضان المبارک میں بلا عذر روزہ نہ رکھا۔ آپ کے پاس شکایت پیش ہوئی۔ بلایا اور کچھ تعزیر صادر فرمائی۔ اس نے عمل کیا مگر اپنی دکان پر بیٹھے کہنے لگا حضرت صاحب نے مجھ غریب پر تو تعزیر لگائی مگر نواب حاکم خان جو موضع کوٹ براہم میں رہائش پذیر ہے اور روزے نہیں رکھ رہا، انہیں تو نہیں پوچھتے؟ حضرت صاحب سلیانوی کی خدمت میں کسی نے جاکر اس کی یہ شکایت عرض کر دی۔ آپ دوسرے ہی روز چند درویشوں کو ہمراہ لے کر کوٹ براہم نواب صاحب کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض خوشامدیوں نے پہلے پہنچ کر نواب صاحب کو اطلاع کر دی کہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب اس مقصد کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کوٹ براہم کے نزدیک پہنچے تو نواب صاحب نے پاپیادہ گلے میں کپڑا ڈالے آگے نکل کر آپ کا استقبال کیا اور نہایت ادب و احترام سے لے جاکر اپنے ہال بٹھایا۔ آپ نے فرمایا: آپ رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ رہے۔ عرض کیا بیمار ہوں، روزہ نہیں رکھ سکتا ورنہ میری کیا مجال کہ شریعت کے خلاف کوئی عمل کروں۔ آپ نے فرمایا مگر کسی غریب سے روزہ رکھوایا کرو بلکہ روزہ داروں کو روزہ رکھواؤ اور افطاری کو ان کے لئے کھانا مہیا کرو۔ خود رمضان المبارک کا احترام ملحوظ رکھو اور غذا یا دوا باپردہ استعمال کرو اور خدا صحت دے تو روزہ کی قضا ادا کرو۔ اپنے گاؤں میں ماہ رمضان کے احترام کا پورا خیال رکھو اور سابقہ غفلت کے لئے توبہ تائب ہو کر خدا سے بخشش طلب کرو۔ چنانچہ نواب صاحب نے ان امور پر عمل فرمایا۔

ذوق سماع

آپ سماع کے بڑے دلدادہ تھے اور ذوق سماع میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ صاحب وجد اور کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ نے وجد و سماع کے جواز میں ایک بے مثل رسالہ لکھا جو فارسی اور عربی زبان میں ہے۔ پاک پتن کی حاضری معمول تھا۔ ایک مجلس کا حال حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کے سامنے بیان فرمایا تھا۔ نفحات المحبوب میں ہے:

بعد ازاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی فتح محمد ساکن سلیانہ نے بیان کیا کہ ایک

بار پاک پٹن کی مجلس میں قوالوں نے یہ مصرع کہا ع

اللہ کولوں مینوں رانجھن چنگا

ہم نے دل میں کہا اس سخن کا کیا مطلب ہے؟ سوچتے رہ گئے مگر کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ آخر حیران اور ششدر رہ گئے۔ چاہتے تھے کہ کسی سے اس کا معنی پوچھیں کیونکہ یہ تو کفر کے نزدیک ہے۔ اچانک دیکھا کہ مولوی دیدار بخش صاحب پاک پٹن والے رستہ پر جا رہے ہیں۔ پیچھے سے دوڑ کر ان سے جا ملاقات کی اور عرض کی کہ یہ کیا سخن ہے؟ اس کا معنی سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ اسم اللہ سے تمام اسماء و صفات خارج ہو جاتے ہیں۔ عاشق کے لئے صفات کا ملاحظہ تفرقہ کا موجب ہوتا ہے اور رانجھن کا اسم جس سے صوفیہ کی اصطلاح میں پیر مراد ہوتا ہے' اسم ذات ہے جس سے کوئی صفت خارج نہیں ہوتی۔ پس ذات ہمیشہ صفات سے بہتر ہوتی ہے جو عاشق کے لئے جمعیت قلب کا موجب ہوتی ہے [1]

وصال شریف

آسمان ولایت کا یہ مہر منیر اور علوم ارضی کا آفتاب کچھ عرصہ بیمار رہ کر اور اپنے والد ماجد حضرت حافظ غلام مرتضیٰ کے زمانہ حیات میں ہی ان کو داغ مفارقت دے کر ۱۴ صفر المظفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۸۸۴ء بروز چہار شنبہ بستم ماہ مگھر بعد از فراغ نماز فجر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

کوائف وصال

تدفین سے قبل آپ کا سینہ مبارک مانند آئینہ چمکنے لگا اور زیارت کرنے والے آپ کے سینہ مبارک کے آئینہ میں اپنے چہرے دیکھتے تھے۔ کفن مبارک کو سینہ سے ہٹا دیا گیا تھا۔

مدفن پاک

آپ کو اسی روز بعد از فراغ نماز عصر سلیانہ شریف سے جانب شمال آپ کے آبائی قبرستان کوٹ سکھا شریف میں اپنے جد امجد شرف الاولیاء حافظ شرف الدین کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

---

[1] ملفوظات حیدری، صفحہ ۶۴، ۶۵۔

قطعہ تاریخ وفات

آپ کا قطعہ تاریخ وصال "ختم اللہ لہ بالحسنیٰ" ہے۔

اس وقت کے استاذ الاطباء حکیم جان محمد جھنگوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے وصال کے موقع پر لکھا تھا ؎

شعلہ نور از قدم افراختہ — فتح محمد مظہر خود ساختہ
در صدف از نم اسرار ہو — محو شدہ در بحر انوار ہو
نور حباب قلزم مواج نور — جذب شدہ نور در امواج نور
شعلہ نور از قمر چاردہ — مقتبسی شمس ضیاء یافتہ
پر تو نور عبید اللہ [1] یافت — روشنی سینہ از رحمٰن [2] تافت
زآں شعلہ نورے ہر طرف شد شعاع — گفت ہاتف ختم اللہ لہ بالحسنیٰ
چار شنبہ ز مگھر بستم — از صفر بود مہ چار دہم
سیزدہ صد بود زیادہ دو عام — از ہجری ختم نبی علیہ السلام

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں جن کے مختصر کوائف و حالات درج ذیل ہیں:

مولانا محمد سعید:

اپنے وقت کے عالم روشن ضمیر اور اعلیٰ ترین طبیب اور ہیڈ قاضی کے عہدہ پر فائز رہے۔

---

[1] حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی۔
[2] حضرت خواجہ عبدالرحمٰن عرف فرزند اکبر خواجہ ملتانی قدس سرھما۔

مولانا محمد اسماعیل سلیانوی

آپ بھی عالم باعمل اور حضوری دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام پر تھے۔چشتی اور قادری سلسلہ میں صاحب ارشاد تھے۔

صاحب آثار الکریم لکھتے ہیں :

مولوی محمد اسماعیل صاحب بہت بڑے عالم اور قاضی ہیں۔ان کے خاندان میں ہمیشہ عالم صوفی مشرب اور ولی ہوتے آئے ہیں۔ان کے والد مولوی فتح محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور اولیاء میں سے تھے اور خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے خلیفہ تھے۔[۱]

محمد صدیق

آپ نے عین عالم شباب میں وفات پائی اور لاولد تھے۔

حافظ محمد صالح

آپ ایک اچھے عالم، طبیب اور متقی بزرگ ہوئے ہیں۔آپ جسمانی طور پر کچھ معذور تھے لیکن جب حج پر گئے تو اپنی تمام تر جسمانی معذوری کے باوجود تمام عرصہ مدینہ منورہ میں رفع حاجت نہیں فرمائی بلکہ بہت دور نکل جاتے تھے۔

محمد سعد اللہ

آپ مادر زاد ولی تھے۔آپ ابھی کمسن ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ سلیانوی کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔آپ کی دینی اور سماجی خدمات نیز کرامات کے لئے ایک دفتر چاہئے۔آپ سلیانہ سے کلیرہ نقل مکانی فرما گئے تھے۔حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کو آپ سے بڑی محبت تھی۔

جب حضرت سیالوی کا وصال ہوا تو روح مبارک متشکل ہو کر کلیرہ میں جب محمد سعد اللہ صاحب وضو فرما رہے تھے، کو ملے اور فرمایا جلدی کریں میرے جنازہ پر پہنچیں۔حضرت شیخ الاسلام

---

[۱] آثار الکریم، صفحہ ۵۴، ۵۵۔

سیالوی جب ایک مرتبہ کلیرہ تشریف لائے تو آپ سے ان الفاظ میں طلب دعا ہوئے۔

''حضرت مولانا دعا فرمائیں مجھے اپنے مرشد پاک کے قدموں میں دفن ہونا نصیب ہو تو آپ نے جواب میں فرمایا : میں یہ دعا ہرگز نہیں کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنے بزرگوں کے پہلو میں جگہ ملے۔''

آپ کا قطعہ وصال ''واہ عاشق صادق برفت'' ہے۔ آپ کا مزار کلیرہ کی جامع مسجد کے احاطہ میں شمال مشرقی کونہ میں ہے۔

تصانیف

اگرچہ آپ نے ظاہری عمر کم پائی لیکن کام اتنا کر گئے کہ نسلیں سرانجام نہ دے سکیں۔ آپ نے تبلیغ' تدریس اور تزکیہ نفوس کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کئی علمی و فقہی تحقیقی کتب تحریر فرمائیں۔ سلیانہ دریائے جہلم اور چناب کے سنگھم کے نزدیک واقع ہے۔ آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کے تحریر کردہ علمی اثاثہ کا بیشتر حصہ طغیانیوں کی نذر ہوگیا۔ حضرت خواجہ سلیانوی اور آپ کے اجداد کے دست مبارک کی لکھی ہوئی کتابوں میں سے چند کتب محفوظ ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :

۱- در مدح اصحاب و احباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (عربی' فارسی)۔

۲- رسالہ در تفصیل امور فقہ (عربی اور فارسی)۔

۳- کتاب الطریقۃ الحمدیہ، (عربی)۔

۴- در مدح حضرت زید بن حارثہ (عربی اور فارسی)۔

۵- کتاب تحفۃ الصوفیہ در جواز وجد و سماع (عربی اور فارسی)۔

یہ کتاب تقریباً ۹۰ صفحات پر محیط ہے۔ اس کے متعلق ماہنامہ رسالہ الفلاح جھنگ بابت ماہ مئی ۱۹۴۰ء باب التصوف صفحہ ۷ پر ایک ادارتی نوٹ میں لکھا ہے :

''ہم شیخ المشائخ حضرت خواجہ مولانا فتح محمد سلیانوی جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے فاضل' عالم متبحر' متقی فقیہ ہوئے ہیں' کی تصنیف لطیف کو جو فارسی زبان میں اس موضوع (تصوف) پر بے مثل کتاب ہے اور قلمی نسخہ ہونے کی وجہ سے نادر الوجود ہے۔ بعض احباب کے اصرار پر اس کا بامحاورہ اردو ترجمہ مسلسل اقساط میں ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ارباب ذوق

اس کے مطالعہ سے حظ وافر حاصل کریں گے اور اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔"
اسی طرح آپ کی دوسری تصانیف بھی بے حد اہمیت و افادیت کی حامل ہیں۔

علمی وروحانی مقام

آپ علم و عمل میں فقہ اور تصوف پر حرف آخر تھے۔
آپ کے تلمیذ رشید حضرت حافظ احمد صغریٰ کا بیان ہے:
"میں عرب و عجم پھرا لیکن اپنے استاد جیسا کامل و اکمل انسان نہیں دیکھا۔ اگر علم میں کسی کو ان کے ہم پلہ پایا تو فقر میں نہ پایا اور اگر فقر میں پایا تو علم میں نہ پایا۔"
آپ فنافی الرسول ﷺ کے درجہ پر فائز تھے[1]۔

سجادہ نشین

آج کل آپ کی مسند پر حضرت مولانا الحاج طفیل احمد فائق جلوہ افروز ہیں۔ عالم، فاضل، شریف النفس اور بڑے خوش اخلاق ہیں۔ بندہ پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ اپنے جد امجد کے حالات و کوائف کی فراہمی میں بڑی دلچسپی لی۔ ان کے ایک ہونہار اور بہت پیارے بھتیجے مسمی محمد امان اللہ قریشی صاحب بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر دو کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر رکھے۔ آمین ثم آمین۔
حضرت مولانا طفیل احمد فائق کی بیعت امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلال پوری قدس سرہ سے ہے اور حضرت امیر حزب اللہ ثانی پیر سید برکات احمد شاہ جلال پوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ حیدریہ جلال پور شریف سے وظائف کی اجازت ہے۔ ہر عرس پاک پر جلال پور شریف حاضری دیتے ہیں۔ بندہ بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۴ صفر المظفر کو منعقد ہوتا ہے۔

---

[1] حیات عزیز، صفحہ ۳۸۔

حافظ مولانا محمد سعد اللہ خان اعوان

خاندانی پس منظر

مانگل سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی ہیں پر فضا اور خوش منظر۔ یہ شہر علمائے حق اور صوفیاء بے ریا کا گہوارہ تھا۔ مغلوں کے ابتدائی دور میں یہاں ایک اعوان خاندان آباد ہوا۔ ابتداء" اس خاندان کے چند افراد شاہی منصب پر فائز ہوکر یہاں آئے۔ قبائلی شورشوں کے پیش نظر سرحدی ریاستوں کے قریب ایک حفاظتی چوکی کی ضرورت تھی۔ یہ چوکی مانگل تھی اور اس حفاظتی چوکی کے اولین منصب داریہی امراء اعوان تھے۔ یہ لوگ مناصب و امارت کے ساتھ ساتھ علم حق اور علم جہاد سے بھی بہرہ وافر رکھتے تھے۔

بارہویں صدی کے آخر میں یہاں ایک بزرگ کا پتہ چلتا ہے جو ان منصب داروں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علم ظاہری میں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ سلوک کی منازل شاہ ابو سعید دہلوی رحمتہ اللہ کی خدمت میں رہ کر طے کیں۔ امام ولی اللہ دہلوی نے مرہٹوں کے استیصال کے لئے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی جن ذرائع سے دعوت دی تھی ان میں ایک یہ بزرگ بھی تھے۔

عام طور پر اخوند صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ معلوم نہیں ان کا اصلی نام کیا تھا۔ وہ پانی پت (۱۷۶۱ء) کی لڑائی میں موجود تھے۔ وطن واپس آنے کے بعد کچھ عرصہ مانگل میں قیام کرنے کے بعد کشمیر جانے کی غرض سے چند خدام کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل گئے۔ مگر راستے میں تلہٹہ نامی گاؤں میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا کہ آگے جانے کا ارادہ ترک کر کے گڑھی حبیب اللہ سے تقریباً آٹھ میل جنوب میں دریائے کنہار کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے اور بقیہ زندگی وہاں گزار دی۔ خواجہ گل محمد المعروف میاں کنگال کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ حضرت اخوند صاحب کے دو بیٹے تھے:

۱- محمد حنیف ۲- محمد عبید

محمد حنیف اپنے باپ کے مسلک پر ثابت قدم رہے۔ ترک و تجرید اور بلکسے کار نداشتن میں اپنے والد کا پورا نمونہ تھے لیکن محمد عبید ایک تیز طرار اور حوصلہ مند طبیعت کے مالک تھے۔ جہاں ایک بھائی کتابوں کی ورق گردانی اور ذکر و اشغال میں منہمک رہتا۔ وہاں دوسرا فرصت کے اوقات فن سپہ گری گھوڑے کی سواری اور تیراکی کی مشقوں میں گزارتا۔

حضرت اخوند صاحب کے انتقال کے بعد ان کے اقارب ان کے کنبے کو واپس مانگل لے آئے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۱۸۲۱ء میں ہری سنگھ نلوہ کی ہزارہ میں آمد ہوئی تو محمد حنیف کے بھائی محمد عبید نے سکھوں سے نبرد آزمائی کا پختہ ارادہ کرلیا تو محمد حنیف نے مانگل کے اطراف کا دورہ کیا اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔ قاضی محمود گڑھی افغاناں کے والد ماجد سے جہاد کا فتویٰ لے کر عام منادی کرادی۔ محمد عبید کی زیر قیادت اعوان' تنول اور جدون آمادہ ہوگئے۔ مانگل میں ہری سنگھ نلوہ کے خلاف مسلمانوں نے محمد عبید کی زیر کمان زبردست جنگ لڑی جس میں سکھوں کا بہت نقصان ہوا مگر آخر میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اس لڑائی میں محمد حنیف اور محمد عبید بچ گئے۔ محمد حنیف تو بعض دیگر افراد کو ساتھ لے کر شمال مشرقی پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے گڑھی حبیب اللہ کے عقب میں پہاڑی علاقہ میں روپوش ہوگئے اور محمد عبید ان سے الگ ہوکر سلطان بوئی کے پاس چلے گئے۔ اس وقت کے سلطان سے ان کے اچھے مراسم تھے۔ ان کے والد کے روحانی اثر کی وجہ سے ان کی خاطر داری بھی کرتے تھے۔ جب سکھوں کو معلوم ہوا کہ ان کا اصلی دشمن زندہ ہے تو انہوں نے سلطان بوئی پر دباؤ ڈالا کہ محمد عبید کو ان کے حوالے کردے لیکن محمد عبید اس سے پیشتر ہی وہاں سے نکل کر اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئے مگر وہاں بھی زیادہ دیر خاموش نہ ٹھہرسکے اور کسی نہ کسی طرح سکھوں سے نبرد آزمارہے۔

محمد حنیف ایک عرصہ روپوش رہنے کے بعد اپنے والد ماجد کے پاس فروکش ہوئے۔ ۱۸۶۰ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد ماجد کے مزار کے ساتھ دفن ہوئے۔

میاں محمد حنیف کی اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱- حافظ محمد سعد اللہ اعوان المعروف حافظ صاحب سموں والے۔

۲- میاں محمد عباس ۳- اخوندزادہ محمد گل

۴- میاں رحمت اللہ ۵- سائرہ بی بی

برادران

میاں محمد عباس نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہی میں حاصل کی۔ تکمیل علوم دہلی میں مفتی صدرالدین سے کی۔ اپنی آخری عمر میں وطن واپس آکر موضع سمو' علاقہ پنج کھٹہ میں اپنے بھائی کی خانقاہ میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آخر کار ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے۔[۱]

اخوند زادہ محمد گل رحمتہ اللہ علیہ بقول حافظ غلام فرید صاحب سجادہ نشین سموں شریف ضلع راولپنڈی جید عالم اور مدرس تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے مرید تھے۔ ساری زندگی درس وتدریس میں بسر کی۔ حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان سے ان کی محبت ضرب المثل تھی۔ ان کا مزار حافظ محمد سعد اللہ اعوان کے روضہ شریف سے باہر مشرقی سمت واقع ہے اور قبر کچی ہے۔

روایت ہے کہ حافظ محمد سعد اللہ خان اور اخوند زادہ محمد گل میں باہمی پیار اور محبت جنون کی حد تک تھی۔ روضہ شریف کی مشرقی سمت والی دیوار میں خلا ہے۔ بارہا یہ خلا پر کرنے کی کوشش کی گئی لیکن بے سود۔ بالآخر حافظ صاحب نے خواب میں فرمایا کہ میرے اور میرے بھائی کے درمیان دیوار فراق حائل نہ کرو۔

اخوند زادہ محمد گل کے ایک صاحبزادہ حافظ احمد دین تھے' جو عالم و فاضل تھے۔ ۱۹۱۰ء میں مدینہ منورہ جاکر علمی استفادہ کیا اور ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔[۲]

ولادت

حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان رحمتہ اللہ علیہ بمقام بانڈی پہاڑ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے:

حافظ محمد سعد اللہ خان بن میاں محمد حنیف بن ابوالوفا اخوند صاحب مانگل بن مقیم الدین

---

[۱] ڈاکٹر شیر بہادر خان نی: تاریخ ہزارہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء صفحہ ۶۷۲' ۶۷۹' ۶۸۰' ۶۸۱' ۶۸۲۔
[۲] ایضاً' صفحہ ۶۸۵۔

رحمہم اللہ تعالیٰ [1] آپ کا تعلق قطب شاہی اعوان سے ہے۔

سموں شریف

ٹیکسلا سے شمال مغرب کی طرف دریائے ہرو کا علاقہ سرسبز و شاداب اور حسن فطرت کا شاہکار ہے جسے مقامی زبان میں پنج کھٹہ کہتے ہیں۔یہاں کئی اولیاء اللہ کی زیارت گاہیں ہیں جو اپنے وقت کے متقی اور کامل ولی تھے۔

انہی دیہات میں ٹیکسلا شہر سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "سموں" واقع ہے۔ اس گاؤں میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے خلیفہ حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان کی زیارت گاہ واقع ہے۔ [2]

تعلیم

آپ قرآن مجید کے حافظ تھے اور امور دین میں آگاہی تام رکھتے تھے۔ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے ماموں کے ہاں گڑھی افغاناں (پنج کھٹہ) چلے گئے تھے۔علوم شریعت میں اپنے ماموں کے شاگرد تھے۔ [3]

قاضی محمود صاحب آف گڑھی افغاناں اپنے وقت کے عالم فاضل متقی پرہیز گار تھے۔ قاضی محمود صاحب سے دینی علوم حاصل کرنے کے بعد بھوئی گاڑ میں حضرت مولانا قاضی محمد شفیع قریشی سے علوم متداولہ کی تحصیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ [4]

سیال شریف حاضری اور بیعت

بقول حضرت مولانا اعظم شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ فاضلیہ گڑھی شریف (افغاناں)

---

[1] مہیا کردہ راجا نور محمد نظامی آف بھوئی گاڑ تحصیل و ضلع اٹک۔
[2] تاریخ اعوانان' مؤلفہ ملک پرویز احمد اعوان مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۹۲ء' صفحہ ۱۷۹۔
[3] تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۲۔
[4] تاریخ اعوانان' صفحہ ۱۷۹۔

حضرت خواجہ محمد فاضل[۱] شاہ چشتی قدس سرہ اور حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان میں بہت گہری دوستی تھی اور حضرت حافظ صاحب کو سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی خدمت معلیٰ میں بغرض بیعت آپ نے ہی بھیجا تھا۔

صاحب تاریخ اعواناں کا بیان ہے :

حافظ صاحب تمام دینی و دنیاوی علوم پر دسترس حاصل کرنے کے بعد روحانی تشنگی کو سیراب کرنے کے لئے بے چین تھے۔ آپ حقیقت و معرفت کی تلاش میں سرگرداں خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب سیالوی نے پہلی ہی نظر میں روحانیت کے پہلے درجہ پر فائز کر دیا اور سلوک و معرفت کی منازل طے کرانے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔[۲]

بقول صاحب تاریخ ہزارہ طریقت میں خواجہ شمس الدین سیالوی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔[۳]

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی۔ پیادہ پا سیال شریف تشریف لے جاتے تھے۔ بقول حافظ غلام فرید سجادہ نشین حضرت حافظ محمد سعد اللہ اعوان اور حاجی صاحب

صاحب[۱] آف کسان نزد قطبال ضلع اٹک اکٹھے سیال شریف جاتے تھے۔ حاجی صاحب بھی حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ دونوں برادران طریقت میں گہرا انس تھا۔

---

[۱] آپ کا پورا نام فاضل خان ہے۔ میرپور (علاقہ رش ایبٹ آباد) کے افغانوں سے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں قاضی محمود صاحب کے درس میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب سے ہمدرسی ہوئی۔ دوران تعلیم میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کی مجلس میں حاضری کا اتفاق ہوا تو مرید ہو گئے۔ ایک عرصہ کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد خرقہ خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ روضہ شریف گڑھی افغانان میں واقع ہے۔ (تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۳)

[۲] تاریخ اعواناں' صفحہ ۱۷۹۔

[۳] تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۲۔

عطائے خلافت

حضرت خواجہ سیالوی حافظ صاحب کے خلوص اور نیاز مندی کی بے حد قدر کرتے تھے۔ آپ پر بے پایاں شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو اجازت و خلافت کی نعمت سے سرفراز کرنے کے بعد مخلوق خدا کی بھلائی اور رشد و ہدایت کے لئے علاقہ پنج کھٹہ روانہ کیا۔

علمی و روحانی مقام

صاحب آثار الکریم حضرت حافظ محمد سعد اللہ اعوان کے بارے میں لکھتے ہیں:

حافظ صاحب سوگڑھی والے جو خاندان چشتیہ کے بزرگوں میں سے تھے علاوہ علم باطنی کے علم ظاہری میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ صاحب سوگڑھی والے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاص منظور نظر خلفاء میں سے تھے۔ [۲]

حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان اپنے خاندان میں علم و فضل اور عمل میں اپنے حلقہ میں نمایاں حیثیت کے حامل رہے۔ [۳]

---

[۱] حاجی صاحب ملتان کے خانوادۂ سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا اصل نام اکبر شاہ اور والد کا نام علی شاہ تھا۔ تجرد کی زندگی بسر کی۔ میری استدعا پر غلام سرور صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قطبال اور شیرجنگ رضوی صاحب آف ماڑی ضلع اٹک نے کسان تشریف لے جاکر جو معلومات حاصل کیں ان کا ماحصل یہ ہے: حضرت میاں جی صاحب حافظ قرآن اور بڑے عالم و فاضل شخص تھے۔ عام طور پر قرآن شریف ہی پڑھتے رہتے تھے۔ سو شریف اونٹ لاد کر جاتے تھے۔ سفر کے دوران پٹکا سے کمر کس لیا کرتے تھے۔ زندگی بھر شادی نہیں کی۔ کسان کی مسجد میں مدفون ہیں۔ شیرجنگ رضوی صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: کسان کے بزرگ معروف بہ حاجی صاحب آف کسان کا نام اکبر شاہ تھا' والد کا نام علی شاہ اور گاؤں ملتان تھا۔ خاموش طبع اور بہت کتابوں کے مالک تھے۔ جس کتاب کو کھولا جاتا' پانچ' دس اور سو روپے والے نوٹ نظر آتے۔ بظاہر آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ نہ تھا۔ (مؤلف)

[۲] آثار الکریم' صفحہ ۷' ۲۲۔

[۳] تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۲۔

درس وتدریس

علوم متداولہ سے فراغت اور اجازت بیعت و خلافت عطا ہو جانے کے بعد آپ نے علاقہ پنج کٹھہ کے موضع سمو شریف میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے دونوں بھائی میاں محمد عباس اور اخوند زادہ محمد گل آپ کے معاون و مددگار رہے۔ حضرت قاضی سلطان محمود قادری اعوان شریف نے اپنی ایک قلمی تحریر میں آپ کے درس کا ذکر فرمایا ہے۔ دور دراز علاقہ جات سے طلباء حصول تعلیم کے لئے آتے تھے۔ جنات بھی آپ کے ہاں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے غصہ سے تھپڑ رسید کیا لیکن کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مسجد کا خادم مسمی مستری فضل الٰہی ساکن گڑھی افغاناں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا باباجی! (حافظ محمد سعد اللہ) کس کو مار رہے ہیں؟ حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان نے صورتحال واضح کی۔

حضرت انگیز واقعہ

مؤلف نے بچشم خود حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان کی مسجد، چلہ گاہ، نشست اور اوراد و وظائف اور جائے درس وتدریس کی زیارت کی ہے۔ ایک دفعہ آپ کے خاندان کا ایک فرد حجرہ مبارک میں جہاں آپ محو ذکر و فکر ہوتے تھے، آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ جب دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان کے اعضائے جسمانی جدا جدا پڑے ہیں۔ خیال کیا کہ کسی نے آپ کو قتل کر کے عضو الگ الگ کر دیئے ہیں۔ حواس باختہ ہو کر پیچھے دوڑا تو حافظ صاحب نے آواز دی۔ ارے کہاں جاتے ہو؟ وہ آپ کو بخیریت دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

اخلاق و اطوار

تاریخ ہزارہ میں ہے:

حافظ محمد سعد اللہ اپنی ساری زندگی میں خانقاہی تصوف سے گریزاں رہے اور اپنے مسلک کو ہمیشہ شریعت حقہ کے تابع رکھا۔[۱]

تاریخ اعوانان کا مصنف لکھتا ہے:

---

[۱] تاریخ ہزارہ، صفحہ ۲۸۲۔

آپ نے تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے لئے زندگی وقف کر دی۔علاقے کے لوگوں میں فضول رسم و رواج اور ہندوانہ طور طریقے بری طرح رائج ہو چکے تھے۔آپ نے لوگوں کو بری رسوملت سے منع کیا۔آپ کی روحانی شخصیت سے علاقے کے بڑے بڑے رؤسا متاثر ہوئے۔

آپ کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ آج بھی اس علاقے کے لوگ خالص مذہبی' عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور توحید سے سرشار نظر آتے ہیں۔آپ متقی' پرہیز گار عالم' صوفی' فقیہ اور صاحب توکل درویش تھے۔

آپ نے ساری زندگی مجرد گزاری۔آپ کی زندگی نمود و نمائش سے پاک تھی۔آپ گونا گوں صلاحیتوں اور صفات کے مالک تھے۔غریب پرور اور بے ریا انسان تھے۔شب بیدار اور عبادت گزار تھے۔ظاہر و باطن میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع آخری عمر تک رہا۔[۱]

آپ کے شجرۂ طریقت[۲] (مطبوعہ) میں ہے۔

طوطی بوستان چشتی بلبل باغ سیال   معدن حلم و حیا' صدق و صفا کے واسطے

بلبل باغ بہشتی حافظ سمو شریف   سعد و سعید و سعد اللہ نور الہدیٰ کے واسطے

زیارت حرمین شریفین

تاریخ ہزارہ کی روایت کے مطابق آپ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی اور یہ سفر سعادت آپ نے حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کی معیت میں کیا۔[۳]

حلیہ

آپ کا قد مبارک تقریباً چھ (۶) فٹ' اکہرا بدن اور چہرہ بہت نورانی اور جلالی تھا۔ریش مبارک پر مہندی لگاتے تھے۔سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

---

[۱] تاریخ اعواناں' صفحہ ۱۸۰۔
[۲] فوٹو کاپی' عطا فرمودہ قاضی غلام فرید سجادہ نشین سمو شریف۔
[۳] تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۲۔

معاصرین

حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان کے اپنے دور کے بزرگوں سے بہت اچھے مراسم تھے اور وہ بھی آپ کی ولایت اور علوئے مرتبت کا دل سے احترام کرتے تھے۔

تاریخ ہزارہ کا مؤلف تحریر کرتا ہے:

حافظ محمد سعد اللہ کے ہم نشینوں میں حضرت پیر فاضل صاحب جن کا مزار گڑھی افغاناں میں ہے حضرت میاں بلو صاحب مجذوب' ان کا مزار بھیڑ کنڈ' ہزارہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے اور دیگر بہت سے بزرگوں کے علاوہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے خاص انس تھا۔

پیر فاضل صاحب گڑھی افغاناں کی حافظ صاحب سے انتہائی محبت تھی۔ ان کا انتقال بھی حافظ صاحب کے زانو پر ہوا [۱]

حضرت قاضی عالم الدین تحریر کرتے ہیں:

حافظ صاحب سموگڑھی والے جو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاص منظور نظر خلفاء میں سے تھے جناب قبلہ عالم حافظ عبد الکریم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ عید گاہ شریف' راولپنڈی کے بچپن کے دوست تھے۔ جب کبھی بھی اس طرف تشریف لاتے تو ہمیشہ آپ ہی کے پاس قیام فرماتے اور آپ کے فیضان صحبت سے محظوظ و متلذذ ہوتے اور آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے۔ اکثر یہ بھی کہتے تھے کہ باوجود صحبت خلق کے خلوت مع اللہ کی نعمت جس قدر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل و میسر ہے فی زمانہ اس قدر اور کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔ [۲]

حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے حافظ صاحب کو بہت محبت اور پیار تھا اور دونوں بزرگوں کی آپس میں آمد و رفت تھی۔ بقول قاضی غلام فرید سجادہ نشین جب حافظ محمد سعد اللہ خان گولڑا شریف لے جاتے تو حضرت خواجہ گولڑوی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت حاجی اکبر شاہ مدفون کسان ضلع اٹک کو حافظ صاحب سے انتہائی عقیدت و محبت

۱۔ تاریخ ہزارہ' صفحہ ۶۸۲' ۶۸۳۔
۲۔ تذکار اکابر' صفحہ ۷۔

تھی۔ آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کا عرس مبارک اپنے خرچ پر منعقد کرتے تھے۔ سیال شریف کا سفر اکٹھے کرتے تھے۔ دونوں مجرد تھے۔

اس کے علاوہ حضرت خواجہ سید مبارک شاہ جہان آبادی مدفون مریڑ چوک ریلوے لائن راولپنڈی اور حضرت خواجہ سید فضل شاہ ہتاروی سے بہت گہرے تعلقات اور مراسم تھے۔

خلفاء

آپ کے ایک خلیفہ حضرت خواجہ سید ولایت شاہ رحمتہ اللہ علیہ ساکن کوہلی شریف تحصیل و ضلع اٹک نزد حسن ابدال کا علم ہو سکا۔ شاہ صاحب موصوف عالم اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ مدفن کوہلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔

مریدین

آپ کے مریدین میں رؤساء' علماء' مدرس اور درویش سبھی لوگ شامل تھے۔

بھنگی علاقہ چھچھ کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد دین رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا روشن دین رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ دونوں باپ بیٹا درویش پابند شریعت مطہرہ اور اپنے مرشد کامل کے عاشق صادق تھے۔ سموگڑھی آیا جایا کرتے تھے۔

ملک شیر علی پٹھان جو بہت بڑا تاجر اور رئیس تھا آپ کا مرید تھا۔ اس کا کاروبار چین تک پھیلا ہوا تھا۔

ضلع اٹک اور ضلع راولپنڈی کے علاقہ جات میں آپ کے بکثرت مرید اور ارادت مند پائے جاتے ہیں۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۲۱ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۰۰ء بروز چہار شنبہ ہوا۔

مدفن پاک

جہاں آپ کا روضہ شریف ہے یہ اور اس کے اردگرد کی کافی زمین کرم خان کے والد ماجد

نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ آپ کا روضہ شریف سمو گاؤں سے باہر بسمت مغرب مالٹوں کے ایک باغ میں واقع ہے۔ کیا ہی خوبصورت اور پرفضا مقام ہے۔ مؤلف دو بار آپ کے روضہ شریف کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کر چکا ہے۔ مزار شریف پر گنبد بنا ہوا ہے۔

تعمیر روضہ شریف

آپ کا روضہ شریف ملک شیر علی خان پٹھان مرحوم نے تعمیر کروایا۔

روایت ہے کہ ملک شیر علی خان پٹھان کا چین میں بہت بڑا کاروبار تھا۔ ملک صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ ایک چین میں اور دوسری سمو شریف میں رہتی تھی۔ ایک بار سمو شریف آرہا تھا کہ جہاز سخت خطرے میں ہو گیا۔ وہاں ملک صاحب نے منت مانی کہ اگر جہاز بخیریت پہنچ گیا تو حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان کا روضہ شریف تعمیر کراؤں گا۔ گھر پہنچ کر ملک صاحب کی نیت میں فتور آگیا اور منت پوری نہ کی۔ حافظ صاحب چین میں بحالت خواب ملک صاحب کو ملے اور وعدہ ایفا کرنے کا حکم دیا۔ ملک صاحب دوبارہ چین سے سمو شریف آیا تو تینیاں گاؤں کے مستری کو بلوا کر حساب لگوایا۔ رقم ان کے حوالے کی اور اس طرح روضہ شریف کی عمارت مکمل ہوئی۔

عرس مبارک

آپ کا سالانہ سہ روزہ عرس شریف ۱۹-۲۰-۲۱ رجب المرجب کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ جب تک حضرت خواجہ حاجی اکبر شاہ مدفون موضع کسان زندہ رہے عرس پاک کے جملہ اخراجات برداشت کرتے تھے۔ آخری مجلس میں حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد چراغ چکوڑوی کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

خ

محبی و مخلصی محمد چراغ صاحب سلامت باشد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد و اپسی از سفر پنج کھنہ کہ بتقریب عرس جناب حافظ صاحب مرحوم رفتہ بودم[1]

یعنی پنج کھنہ کے سفر سے واپسی کے بعد کہ میں جناب حافظ صاحب مرحوم کے عرس پاک

---

[1] مکتوبات طیبات، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۶۱۔

کی تقریب میں گیا تھا۔

حضرت گولڑوی کے وصال شریف کے بعد حضرت خواجہ سید غلام محی الدین المعروف بابو جی صاحب کا بھی یہی معمول رہا۔عرس مبارک پر قوالی ہوتی ہے۔

سجادہ نشین

حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان قدس سرہ المعروف حافظ صاحب سمو والے کی وفات کے بعد آپ کے حقیقی بھتیجے قاضی محمد جان فرزند ارجمند حضرت مولانا میاں محمد عباس اعوان زیب سجادہ ہوئے۔ غالباً بیعت حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے تھی۔ ازاں بعد ان کے صاحبزادے حضرت قاضی حافظ غلام فرید سجادہ نشین ہوئے۔ بڑے نیک اور متقی بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ سید غلام محی الدین شاہ گولڑوی سے بیعت ہے اور انہوں نے ہی دستار خلافت باندھی ہے۔ اپنے جد امجد حضرت حافظ محمد سعد اللہ خان اعوان کا عرس شریف منعقد کرتے ہیں۔

نوٹ: حوالہ جات کے علاوہ مندرج معلومات حضرت قاضی غلام فرید سجادہ نشین اور ان کے مخلص مرید و خادم صوفی دوست محمد ساکن سمو شریف نے بوقت ملاقات فراہم کیں اور انہوں نے یہ باتیں حضرت حاجی صاحب ساکن کسان اور مولانا روشن دین ساکن بھنگی علاقہ چھچھ ضلع اٹک سے سماعت کیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خواجہ حافظ سید محمد طیب شاہ جہلمی

خاندان اور پیدائش

سلطان العارفین خواجہ حافظ سید محمد طیب شاہ رحمتہ اللہ علیہ خانوادۂ سادات کے ایک عظیم فرد تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے باکمال بزرگ ہوگزرے ہیں' جن کا تقویٰ اور علم و فضل ضرب المثل تھا۔ آپ کے اسلاف میں دو بزرگ حضرت میاں محمد تقی شاہ اور حضرت میاں محمد یوسف شاہ ہوئے ہیں جو جید عالم' متقی اور پارسا بزرگ تھے۔ ان کے مدفن پدھری شریف' تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں مرجع خلائق ہیں۔ دونوں سگے بھائی تھے۔ حصول علم کے لئے اکٹھے گھر سے روانہ ہوئے اور لاہور حضرت میاں جان محمد[۱] سہروردی رحمتہ اللہ علیہ (مدفون مسجد قصاب خانہ قدیم لاہور) کی خدمت میں چند یوم ٹھہر کر میاں محمد یوسف شاہ عازم دہلی ہوئے۔ البتہ میاں محمد تقی شاہ میاں جان محمد سہروردی لاہوری کے پاس ٹھہر گئے اور ان کی خدمت بدل و جان بجا لاتے رہے۔ خصوصاً وضو کرانے پر مامور ہوئے۔

جب میاں محمد یوسف شاہ سند فراغت حاصل کر کے لاہور اپنے بھائی کے پاس آئے تو اپنے برادر کے علوم دینیہ سے بے بہرہ رہنے پر بہت خفا اور ناراض ہوئے۔ جب اس واقعہ کا علم حضرت میاں جان محمد سہروردی کو ہوا تو آپ نے میاں محمد تقی شاہ سے فرمایا کہ نماز فجر میں پہلی صف میں دائیں جانب کھڑے ہونا۔ جب میاں جان محمد سہروردی نے سلام پھیرا تو دائیں جانب کے جملہ نمازی حافظ قرآن اور بائیں جانب والے ناظرہ خوان ہوگئے۔ بعد ازاں اپنے کتب خانہ کی جملہ کتب کی اول و آخر چند سطور پڑھائیں تو میاں محمد تقی شاہ کو ساری کتابیں ازبر ہوگئیں' سبحان اللہ۔

---

[۱] آپ کی اولاد امجاد میں سے ایک بزرگ چک حمید' تحصیل پنڈ دادنخان میں آباد ہوئے۔ آج کل ان کے سجادہ نشین حضرت مولانا حکیم میاں مختار احمد صاحب ہیں جو جید عالم' درویش اور مستند طبیب ہیں۔ علاقے میں بڑے باوقار ہیں۔ یہ روایت انہی کی بیان کردہ ہے جو سینہ بسینہ ان کے بزرگوں سے ان تک پہنچی ہے۔ حضرت میاں جان محمد سہروردی نے میاں محمد تقی شاہ کو فرمایا کہ اپنے نام کے ساتھ "میاں" کا سابقہ لگانا ہے۔ بایں سبب ان کی اولاد میاں کہلاتی ہے۔ (مؤلف)

صاحب انوار شمسیہ اور صاحب تحفۃ الابرار نے آپ کا نام بالترتیب یوں لکھا ہے :
میاں محمد طیب صاحب' حضرت سید محمد طیب[1]

آپ کے والد ماجد حضرت میاں حافظ قمر الدین رحمتہ اللہ علیہ جید عالم اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حکم پر پدھری میں خطبہ جمعہ آپ کے بزرگ دیا کرتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء کو موضع پدھری میانی' تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں ہوئی۔

شجرۂ نسب

آپ کا شجرۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ وھو ھذا[2]

حضرت خواجہ میاں محمد طیب شاہ بن حافظ قمر الدین بن محمد ہاشم بن نظام الدین بن غلام مصطفیٰ بن میاں محمد یوسف بن سید اللہ داد بن سید جلال الدین بن سید محمد حاجی بن سید عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن سید احمد بن سید ابراہیم بن سید محمد افضل بن سید حبیب اللہ بن سید بدر الدین بن سید محمد اسماعیل بن سید شاہ محمد بن سید عبد العزیز بن سید عبد النبی بن سید محمد بن سید غلام محمد بن سید نور محمد بن سید غلام مصطفیٰ بن سید حافظ عبد اللطیف بن سید رحیم اللہ بن سید [illegible] بن سید محمد مونث بن سید محمد علی بن سید محمود ثانی بن سید علیم اللہ بن سید ضیاء الدین بن سید محمد قمر الدین بن سید شمس الدین بن سید سکندر شاہ بن سید قاضی بن سید عبد اللہ شاہ بن باقر شاہ بن شاہ کبیر بن جان محمد بن شاہ حسین بن سید نور شاہ بن سید حسام الدین بن سید جلال الدین بن سکندر شاہ بن سید کبیر الدین بن سید حسن بن سید محمد بن سید محمد دین بن سید سلام الدین بن سید مومن بن سید کالا بن سید مجیب الدین بن سید ہاشم بن عبد اللہ حسین بن احمد اسحاق بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

---

[1] انوار شمسیہ' صفحہ ۱۷' تحفۃ الابرار' صفحہ ۱۳۶۔
[2] فراہم کردہ قاضی محمد حنیف شاہ بن قاضی غلام احمد شاہ ساکن پدھری شریف حال مقیم جہلم ہیچر گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول' جہلم۔ (مؤلف)

حصول علم

آپ نے قرآن مجید اپنے والد ماجد سے حفظ کیا اور ابتدائی درسی کتب کی تعلیم کے بعد جالندھر میں علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ بعد از فراغت اپنے وطن مالوف پدھری میانی تشریف لائے۔

بیعت و خلافت

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی شہرت سن کر سیال شریف حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کے زیرنگرانی سلوک و معرفت کی منازل طے کیں اور ریاضات و مجاہدات کرکے اجازت و خلافت سے مشرف ہوکر مخلوق خدا کی خدمت اور رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے۔ بے شمار مخلوق خدا کو راہ راست پر گامزن کیا۔

شیخ طریقت سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ پیدل سیال شریف حاضر ہوتے اور لنگر کے امور کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے تھے۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کے حضور درد و فراق سے بھرپور منظوم چٹھیاں لکھیں جن سے آپ کی اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی آپ پر خصوصی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

درس و تدریس

علوم متداولہ سے فراغت اور اپنے شیخ کامل سے اجازت و خلافت کے حصول کے بعد آپ نے موضع پدھری میانی میں درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ طالبان حق اور علم کے متوالے جوق در جوق آپ کے آستان پاک پر حاضر ہونے لگے۔

تلامذہ

بڑی تلاش اور جستجو کے بعد درج ذیل تلامذہ کا علم ہوا:

۱- مولانا سید فرمان علی شاہ ساکن ڈومیلی ضلع جہلم

۲- مولانا مفتی محمد خلیل ساکن چونترہ، تحصیل و ضلع جہلم

۳- مولانا مولوی محمد اسماعیل (والد ماجد مولانا محمد شریف) رحمہم اللہ تعالیٰ جلد

امامت و خطابت

آپ کے اسلاف نے پدھری میانی میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق خطبہ جمعہ کا آغاز کیا تھا۔ بعد ازاں آپ نے بھی امامت و خطابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ گردونواح کے ہزارہا لوگ شرکت کرتے اور آپ کے رشد و ارشاد سے مستفیض و مستفید ہوتے تھے۔ آپ کے وعظ میں بلا کی تاثیر تھی۔

اخلاق و اطوار

آپ نہایت ملنسار، خوش اخلاق اور پابند شریعت تھے۔ نہایت پابند متقی اور پارسا تھے۔ جید عالم اور مفتی تھے اور آپ کا فتویٰ علاقہ میں چلتا تھا۔ اپنے شیخ کے عاشق اور دیوانے تھے۔

جناب منور شاہ صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی رجسٹرار واپڈا لاہور اپنے ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

"خواجہ سید محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جلالی طبیعت تھی۔ عورت اور چھوٹے بچوں کو پاس نہیں آنے دیتے تھے۔"

شعر و شاعری

آپ عربی، فارسی اور اردو کے نغز گو شاعر تھے۔ پنجابی میں منظوم چٹھیاں مئولف کی نظر سے گزری ہیں۔ بعض اشعار قارئین ملاحظہ فرمائیں ؎

قبلہ گاہ مخدوم مکرم حضرت ابر کرم دے
کعبہ دین دنیدے مالک وارث عرب عجم دے
مصری مصر اخلاق اوتھاں تک خجلت تھیں کھل جاوے
اوہ محبوب مقرب درگاہ یوسف جاہ حشم دے

لے قاضی محمد حنیف شاہ نے فراہم کئے۔ (مئولف)

غوث ربانی قطب حقانی اقدس ذات مبارک
سر ساڈے پر برسے دائم بوند رحم چھم چھم دے
نور العین جگر دا پرزہ میرا ویر پیارا
عالم عابد عارف عاشق زاہد کان شرم دے
حسن حسین جبیں منور کی آکھاں تعریفاں
اوس ماہی دے خلق عجائب طاقت کیا شیم دے
سرو آزاد اوہدے قد تک کی جھک جھک سیس نواوے
آزادی تھیں ہووے مقید وچ زنجیر پرم دے
دو رخسار دو پھل گلابی دو لب لال عنابی
متھا وانگ مثالی روشن جھلمل جیوں انجم دے
سنبل زلفاں سنبل یارا کالی رات اندھارے
یک شعلہ جیوں نور وسایا موسیٰ ذات قدم دے
دو لب لال بناتی بیڑی دند دو لڑیاں موتی
یا جیوں سرخی لال شفق تھیں دھمکی چمک جرم دے
بس مہجور نہ ممکن ایتھی وصف محبوبانوالی
کر موصوف بوصف مساوی ہوسی دید رقم دے
شیشہ صیقل کیتا خود بتھیں عکس اپناں وچ پایا
واہ صانع جس نقش بنایا غیرت باغ ارم دے
اٹھ ہد ہد جا طرف سجن دی جلدی مار اڈاری
لے جا خط پہنچا سجن نوں قصے درد الم دے
مدت گزری وچ اڈیکاں یار نہ پھیرا پایا
وعدہ عہدے ہوئے پرانے برس بنے دم دم دے

کرامات

آپ بڑے مستجاب الدعوات سیف زبان اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

آپ کے مزار شریف پر جو نئی عمارت بنتی اگر اس میں حضور کے روئے مبارک کی طرف کھڑکی نہ ہوتی تو وہ دیوار نہیں ٹھہرتی تھی۔

طوائف کا واقعہ

عرس پاک کے موقع پر طوائف ناچ رہی تھی کہ کچھ ناجائز اور ناپسندیدہ حرکات سرزد ہوگئیں جس کے نتیجہ میں مرقد مبارک میں لرزش پیدا ہوئی۔ یہ حالت رات کو ساڑھے گیارہ بجے سے دن کو دس بجے تک رہی۔ قرآن خوانی کرائی گئی اور مرقد کو دوبارہ غسل دیا گیا۔ سوا دو بجے پھر حرکت شروع ہوگئی اور مغرب تک رہی۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ آخر کار حاجی عنایت اللہ گدی نشین جو حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین نے اور حاجی برکت علی نمبردار نے آئندہ کے لئے طوائف کا گانا مزار پر بند کرا دیا۔

ملک حاجی محمد ریاض صاحب نے بتایا کہ قبر شق تو نہیں ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ ربڑ کی کوئی چیز ہے جو پھولتی اور سکڑتی ہے۔[1]

ایک اور صاحب حکیم عبد الرحمن ساہیوالی ضلع سرگودھا نے مؤلف سے بیان کیا:

میں حضرت مولانا شریف حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (مدفون سیال شریف) کے حسب فرمان نواں کوٹ حضرت حافظ سید محمد طیب شاہ قدس سرہ کے مزار شریف پر حاضر ہوا۔ عرس مبارک پر طوائف نے گانا شروع کیا۔ شاہ صاحب کی قبر میں جنبش پیدا ہوئی۔ وہاں کے ذیلدار' مستری محمد یوسف اور چند لوگوں نے طوائف کو منع کیا۔ قوالی شروع کی۔ قرآن پاک کا ختم شروع کیا۔ ایک بزرگ نے آکر شاہ صاحب کے مزار پر سلام پڑھنے شروع کئے تب کہیں جاکر وہ قبر جنبش سے آرام میں آئی۔ ایک مجلس میں مؤلف نے حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ العالی کی زبان مبارک سے بھی مذکوہ بالا کرامت سنی۔

اس کرامت کے عینی شاہد نواں کوٹ' لاہور میں تادم تحریر موجود ہیں۔ میرے برادر خورد الحاج نذر حسین چشتی سلمہ ربہ نے حضرت خواجہ سید محمد طیب کے مزار پر انوار پر حاضری دی ہے اور اس کرامت کا چرچا لوگوں سے سنا ہے۔

---

[1] مکتوب گرامی جناب منور شاہ بنام مؤلف از غالب کالونی' سمن آباد' لاہور۔

مختلف مقامات پر قیام

آپ نے مختلف مقامات پر رشد و ہدایت اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ قائم کیا۔بقول قاضی محمد حنیف صاحب آپ نے اپنی عمر کا نصف حصہ پدھری اور نصف جالندھر میں گزارا۔تحفۃ الابرار کے مؤلف نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی فہرست خلفاء میں آپ کا نام نامی اس طرح درج کیا ہے:

"سید محمد طیب متوطن ضلع جہلم حال سکونت پذیر لدھیانہ" تحفۃ الابرار کا سنہ طباعت ۱۳۲۴ھ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لدھیانہ 'بھارت میں بھی مقیم رہے۔

الحاج ملک محمد ریاض صاحب گدی نشین 'نواں کوٹ' لاہور کا کہنا ہے کہ آپ اپنے مرشد پیر سیال کے فرمان کے مطابق ۱۸۸۵ء میں پدھری سے نواں کوٹ لاہور تشریف لائے۔واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کئے جن کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت مولانا شریف حسین شاہ

۲- حضرت مولانا فضل حسین شاہ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

مؤخر الذکر کا عین شباب میں انتقال ہو گیا۔حضرت مولانا سید شریف حسین شاہ جید عالم' ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔بیعت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ سے تھی اور خرقہ خلافت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے عطا فرمایا۔اپنی عمر مبارک کے آخری چودہ سال سیال شریف میں گزارے اور حالت جذب انہی ایام میں طاری ہوئی۔قبرستان دادا باغ سیال شریف میں مدفون ہیں۔آپ کا وصال مبارک ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۶۷ء کو سیال شریف میں ہوا۔پختہ خوبصورت چار دیواری میں قبر مبارک ہے۔

مریدین

آپ کے مریدین جالندھر' لدھیانہ (بھارت) لاہور اور جہلم میں پھیلے ہوئے تھے۔خصوصاً

جالندھر میں آپ کے ارادت مندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

علالت

بقول قاضی محمد حنیف ساکن پدھری حال مقیم جہلم جب آپ پدھری شریف میں علیل ہوئے تو آپ کے جالندھری مرید مقیم نواں کوٹ' لاہور آپ کو چارپائی پر پیدل لاہور لے گئے۔علاج معالجہ ہوا۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ جون ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ ہوا۔

مدفن

آپ کا مدفن پاک نواں کوٹ' لاہور میں مرجع خلائق ہے۔قبر مبارک ٹائلوں کی بنی ہوئی اور اوپر سے بند ہے۔

لوح مزار

آپ کے مزار شریف پر ایک تختی لگی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے ؎

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ہو

تاریخ وفات ۱۹۰۲ء
حضرت سلطان العارفین
حافظ محمد طیب صاحب
میاں حاجی برکت علی نمبردار
میاں حاجی عنایت اللہ نواں کوٹ

عرس مبارک

بھادوں کے پہلے ہفتے میں شروع ہوتا ہے۔ جمعتہ المبارک کو غسل دیا جاتا ہے۔ ہفتہ کو ختم قرآن پاک ہوتا ہے۔ اتوار کو لنگر تقسیم ہوتا ہے۔

مسجد اور درسگاہ

مزار شریف کے ساتھ ایک مسجد ہے اور ایک مدرستہ الطیب ہے جہاں بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ ایک حافظ صاحب قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔

متولی درگاہ شریف

آپ کے مزار شریف' مسجد اور مدرسہ کی تولیت اور انتظام ملک حاجی محمد ریاض صاحب کونسلر کے سپرد ہے۔ عرس مبارک انہی کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ ان کے پاس حضرت خواجہ سید محمد طیب شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک تصویر بھی ہے۔

جالندھری کی وجہ تسمیہ

چونکہ آپ نے اپنی عمر شریف کا نصف حصہ جالندھر میں بسر کیا' اس لئے آپ جالندھری کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ صاحب انوار شمسیہ نے آپ کا نام نامی خلفاء کی فہرست میں اس طرح درج کیا ہے:

"میاں محمد طیب صاحب ساکن بلبل پڑی معروف جالندھری" بلبل پڑی نواح ڈومیلی میں ایک مشہور قصبہ ہے جہاں راجہ فیملی آباد ہے۔

پدھری شریف میں حضرت خواجہ حافظ سید محمد طیب شاہ کی جائیداد اور مکانات کے واحد مالک آپ کے فرزند ارجمند مولانا شریف حسین شاہ کے سسرال ہیں۔ حافظ سید محمد طیب شاہ کی کافی زمین اور جائیداد تھی۔ پدھری شریف میں آپ کا عرس مبارک قاضی غلام احمد شاہ منعقد کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی سنجری

خاندان اور مقام پیدائش

آپ کا تعلق سادات گیلانیہ سے ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد جیلان یا گیلان (عراق) سے ہجرت کر کے پاکستان کے بعض علاقوں میں آباد ہوئے۔ خاندان کے بعض افراد بغداد ثانی نزد عبدالحکیم ضلع ملتان' پیر چھتر تحصیل کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ اور سنجر سیداں ضلع ڈیرہ غازیخان میں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد اب بھی ان علاقوں میں آباد ہے۔

حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی سنجری رحمتہ اللہ علیہ سنجر سیداں تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ سید محمد حسن شاہ گیلانی قدس سرہ جامع علوم ظاہری و باطنی اور کامل و اکمل بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے بیعت اور خلافت رکھتے تھے۔ مزار مبارک سنجر سیداں میں مرجع خلائق ہے۔ مزید حالات و کوائف پردۂ اخفا میں ہیں۔

نسب نامہ

خواجہ سید نوبہار شاہ بن خواجہ سید محمد حسن شاہ بن سید قادر بخش شاہ بن سید ہدایت شاہ بن سید فتح اللہ شاہ بن سید نور تاج عالم شاہ بن سید حبیب اللہ شاہ بن سید فتح اللہ شاہ بن سید عبدالغنی بن سید عطاء اللہ بن سید اسماعیل بن سید جہان عالم بن سید احمد ابدال الحق بن صوفی عارف باللہ بن اسحاق جمال الحق بن محمود شیخ امرار بن سید محمد شاہ بن سید برگز سلطان شاہ بن سید اسماعیل شاہ بن سید موسیٰ تاج الدین بن سید شہاب الدین بن سید محی الدین داؤد بن سید ابونصر

موسیٰ بن سید تاج محمود بن سید عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر جیلانی بن سید ابی صالح بن سید عبد اللہ جیلی بن سید یحییٰ زاہد بن سید شمس الدین زکریا بن سید ابوبکر داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبد اللہ صالح بن سید موسیٰ الجون بن سید عبد اللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ[1]

حصول علم

علوم متداولہ کی تحصیل والد ماجد اور تونسہ مقدسہ کے علماء سے کی۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا سعید احمد خطیب جامع مسجد سنجر سیدان اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جب آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ سید محمد حسن شاہ گیلانی قدس سرہ آپ کو بیعت کے لئے تونسہ مقدسہ حضرت کریم خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کی خدمت معلیٰ میں لے گئے تو خواجہ کریم تونسوی آپ کو حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے روضہ انور کے اندر لے گئے۔ خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی نے عرض کیا حضور آپ مجھے بیعت فرمائیں گے یا صاحب روضہ؟ حضرت خواجہ کریم تونسوی نے آپ کے والد ماجد خواجہ سید محمد حسن شاہ سے فرمایا کہ یہ شریعت کا پردہ فاش کرتے ہیں، انہیں حضرت خواجہ شمس العارفین کے پاس لے جاؤ۔

الغرض خواجہ سیالوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ بعد ازاں بڑے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ خواجہ سیالوی نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر وطن بھیجا۔[2]

---

[1] مہیا کردہ حضرت مولانا سعید احمد سنجر سیدان ضلع ڈیرہ غازیخان۔ (مؤلف)
[2] مہیا کردہ حضرت مولانا سعید احمد سنجر سیدان ضلع ڈیرہ غازیخان۔ (مؤلف)

شیخ سے ارادت

روایت ہے کہ آپ شیخ طریقت کے حسن و جمال اور احترام سادات کے وصف پر فریفتہ ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے انتہاء محبت، عقیدت اور ارادت تھی۔ پاپیادہ سیال شریف کی حاضری معمول تھا۔ خواجہ سیالوی بھی آپ کے حال پر بہت کرم فرماتے تھے۔

مجاہدہ و ریاضت

مولوی سعید احمد صاحب کا بیان ہے کہ آپ مجاہدہ و ریاضت میں لاثانی تھے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ ایک گدی جس میں کنکریاں بھری ہوئی تھیں پر سوتے تھے [۱۵]

لباس

آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔

کرامات

حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

قصبہ سنجر سیداں کے اردگرد بہت زیادہ سیلابی پانی ۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۰ء آتا رہا لیکن آپ کی توجہ و برکت سے اللہ تعالیٰ نے شہر کو محفوظ رکھا۔ رات کو لوگ دیکھتے کہ شہر کے اردگرد بند پر شمع اٹھائے کوئی حفاظت اور نگرانی کر رہا ہے۔ وہ کوئی غیبی امداد ہوتی تھی لیکن ۱۹۷۰ء کو جب آپ کے رشتہ داروں نے آپ کے مزار شریف کے متصل ریچھوں کی کشتی کروائی ایک اور شادی کے موقع پر طوائفوں کا ناچ کروایا تو اس سال سیلابی پانی شہر میں گھس آیا اور شہر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

---

۱۵ حضرت مولانا سعید احمد علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور آج کل سنجر سیداں کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ اپنے مکتوب میں رقمطراز ہیں: میرے والد محترم جو کہ اسی سال کے لگ بھگ ہیں انہی سے خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی کا سن وفات معلوم ہوا۔ ان سے جب میں نے اپنے دادا جان کے متعلق استفسار کیا جن کی بیعت حضرت کریم خواجہ الٰہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی جو کہ جید عالم دین، مفتی اعظم پانی پور (بھارت) کے فارغ التحصیل تھے تو ان کی ولادت ۱۲۹۶ھ بتائی۔ یعنی میرا دادا جان مرحوم و مغفور بھی حضرت پیر نوبہار شاہ صاحب کی وفات سے سات سال بعد پیدا ہوئے۔ بہرحال جو کچھ میسر ہوا حاضر خدمت ہے۔ (مکتوب محررہ ۴ ستمبر ۱۹۸۸ء بنام مولف از سنجر سیداں)

ایک صاحب نظر عورت ہندوستان سے سنجر سیدان کے مغرب میں واقع ایک گاؤں میں آئی تو اس نے پوچھا اس طرف کوئی بزرگ ہیں۔جب پانی اس شہر پر حملہ کرتا ہے تو وہ پانی کو روک دیتے ہیں۔

شادی

آپ اپنے والد ماجد کے اکلوتے فرزند تھے۔شادی کی لیکن اولاد سے محرومی رہی۔

مریدین

آپ کے مریدین اور معتقدین کثیر تعداد میں پنجاب اور سندھ میں موجود ہیں۔

وصال مبارک

آپ کا وصال شریف ۱۲۸۹ھ کو سنجر سیدان میں ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون ○

مدفن پاک

آپ کا مزار مقدس محل نما ہے اور بہت پیارا اور عمدہ ڈیزائن ہے۔مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی

خاندانی پس منظر اور ولادت

آپ کا تعلق حسینی مشہدی سادات سے ہے۔ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے حضرت سید محمود شاہ نے موضع داڑی میں قیام فرمایا۔ آپ کی اولاد امجاد میں سے حضرت سید شیر محمد غازی نے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو ریاضی، فقہ، تفسیر اور حدیث پر کامل عبور تھا۔ جید عالم، مدرس اور صوفی باصفا تھے۔ مزار شریف موضع داڑی میں مرجع خلائق ہے۔

تناول پھلڑہ کے خوانین خان مدد خان، پائندہ خان اور مانا خان آپ کے خاندانی بزرگوں کے معتقد تھے۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں علماء اور اولیاء ہو گزرے ہیں۔ آپ کا خانوادہ علم و فضل کا مخزن رہا ہے۔ آپ کے خاندان کے بیشتر افراد بیڈرہ شریف، بیلہ سیداں، شلکی اور داڑی میں آباد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء کو بیلہ سیداں نزد تربیلا علاقہ تناول (سرحد) میں ہوئی۔

شجرۂ نسب

آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

خواجہ سید ضامن شاہ بن سید شاہ جی بابا بن سید وارث شاہ بن سید دیوان شاہ بن سید گولہ شاہ بن سید برہان شاہ بن سید یار محمد بن سید شیر محمد غازی بن سید محمد بلاول شاہ بن سید محمود شاہ بن سید رکن الدین شاہ بن سید بدر الدین بن سید برہان الدین بن سید قاضی کریم بن سید عبد الخالق بن سید عبد الکریم بن سید وجیہہ الدین بن سید محمد ولی بن سید محمد ثانی غازی بن سید رضاء الدین بن سید صدر الدین بن سید محمد احمد ثابق بن سید ابو القاسم حسین مشہدی بن سید علی الامیر بلند پیر مشہدی بن سید عبد الرحمن رئیس الزمان بن سید اسحاق ثانی بن سید ابو الحسن موسیٰ زاہد بن سید

محمد عالم بن سید ابو القاسم عبد اللہ بن سید محمد اول قطب دوم بن سید اسحاق موافق قطب اول بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ[1]

حصول علم اور اساتذہ

آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد اور شاہ کوٹ میں قاضی صفی اللہ مرحوم کے والد جو مدرسہ عالیہ کے فارغ التحصیل تھے، سے حاصل کی۔ بھوئی گاڑ، کھلابٹ، رام پور اور مدرسہ اسلامیہ دہلی میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کی۔ حدیث شریف مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھی اور سند حاصل کی۔

ہمدرس طالب علم

حضرت مولانا غلام فرید چشتی فرزند کلاں حضرت خواجہ میاں حفیظ ماہی سرکی شریف اور حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی مدرسہ اسلامیہ دہلی میں ہم سبق تھے۔[2]

آپ کی تاریخ پیدائش ۱۵ رجب المرجب شب یک شنبہ ۱۲۷۲ھ، مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۵۶ء اور تاریخ وصال ۲۵ شعبان ۱۳۱۹ھ ہے۔

حضرت مولانا حافظ حاجی اعجاز علی سجادہ نشین سرکی شریف سے مدرسہ اسلامیہ دہلی کی جاری کردہ سند دستیاب ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ الذی علمنا وھدانا نور الایمان والصلوٰۃ علیٰ رسول الذی نور قلوبنا بنور الایمان وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین بلغوا الینا سنن الاسلام وعلیٰ اتباعہ وانصارہ الذین اوضحوا النا احکام الاسلام امابعد فیقول الصدیقی السنی الحنفی محمد شاہ اوصلی اللہ تعالیٰ شانہ الی ما یرضاہ ان الفاضل الکامل جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول حامی دین رسول اللہ اعنی المولوی غلام فرید قد قراء عنی کتب الصحاح الستہ والمشکوۃ وموطا الامام

---

[1] فراہم کردہ حضرت سید مبارک شاہ مشہدی سجادہ نشین دربار خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ۔ (بیدزہ شریف)

[2] انوار شمسیہ، صفحہ ۱۳۲۔

لربانی محمد بن الحسن الشیبانی فاجزت لہ ان یحدث ویعلم الناس بھذہ الکتب ومؤطا الامام مالک باسانید الائمہ معتمداً علی الشروط المعتبرۃ عند اہل الحدیث فی التصحیح والتضعیف ملحوظاً قواعد اہل السنہ والمذہب فی الترجیح والتطبیق راجعا الی الشروح واللغۃ عند الاشکال والحاجۃ... الخ

آخر پر ایک مہر ہے۔

محمد شاہ

ہست

در دو جہاں

حضرت مولانا مولوی محمد شاہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ استادِ گرامی حضرات مولانا غلام فرید چشتی اور خواجہ سید ضامن شاہ بیدڑوی نے ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ مطابق ۸ جون ۱۸۸۸ء بروز جمعہ وفات پائی۔

سراج الاخبار' جہلم نے آپ کی وفات حسرت آیات پر خبر شائع کی۔ ۲ جولائی ۱۸۸۸ء۔

دہلی کے مولوی محمد شاہ صاحب جو حنفی المذہب' بڑے متشرع عالم فاضل تھے' ۲۸ رمضان یوم جمعہ کو راہی خلد بریں ہوئے۔"[1]

سند فراغ پر کوئی تاریخ اور سنہ درج نہیں ہے۔

سیال شریف کی اولین حاضری اور بیعت

دور طالب علمی میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خواب میں زیارت ہوئی۔ پاپیادہ سیال شریف کی جانب رخت سفر باندھا اور سفر کی صعوبتیں اور مشکلات برداشت کر کے کئی دنوں کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد سیال شریف پہنچے۔ شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت خواجہ سیالوی نے انتہائی شفقت فرمائی۔ بیعت کیا اور مزید حصول تعلیم کے لئے ہندوستان جانے کا حکم فرمایا۔

صاحب انوار شمسیہ آپ کی زبانی لکھتے ہیں:

ایک دن سید ضامن شاہ صاحب نے بزبان خود بیان کیا کہ پہلے جب میں شمس دوران کی

---

[1] مجلہ تحقیق' پنجاب یونیورسٹی' [illegible]' افضل حق قرشی کا مقالہ وفیات (قسط سوم)۔

بیعت سے کامران ہوا تو آپ نے تاکید مزید سے علم کی تحصیل اور تکمیل میں ارشاد فرمایا۔ پس خاکسار پہلے جناب کے قرب و جوار میں کچھ عرصہ پڑھتا رہا اور اکثر اوقات آں ذات بابرکات کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن جناب نے عنایت بے غایت سے فرمایا کہ تم ہندوستان میں جاؤ اور وہاں کسی بڑے مدرسہ میں علم کی تحصیل اور تکمیل پوری کراؤ۔ پس حسب الفرمان یہ غلام ہندوستان رہرواں ہوا اور سہارنپور کے مدرسہ میں جاکر قیام کیا اور وہاں بڑی محبت سے تعلیم پانے لگا۔ دن اور رات کو محنت کے ساتھ بسر کرنے لگا۔[1]

شیخ طریقت سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے جنون کی حد تک محبت اور ارادت تھی۔ سیال شریف پاپیادہ حاضری دیا کرتے تھے۔ اس سفر مبارک میں حضرت خواجہ مولانا ولی احمد المعروف مولوی صاحب گلی باغ شریف آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ دونوں برادران طریقت میں انتہائی انس تھا۔

خرقہ خلافت

علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سیال شریف حاضر ہوکر عبادت و ریاضت میں مشغول رہ کر منازل سلوک طے کیں اور اجازت بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔[2]

درس وتدریس

اپنے شیخ طریقت کے حکم کے مطابق بیدڑہ شریف ضلع مانسہرہ میں درس وتدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ بے شمار مخلوق خدا کو فیض یاب کیا۔

چنانچہ مؤلف "تذکرہ علمائے ہزارہ" لکھتا ہے:

حضرت سید ضامن شاہ ۲۲-۱۹۲۱ء میں انجمن اسلامیہ پکھلی 'بفہ، ہزارہ کے رکن رہے۔ سوسل 'مانسہرہ میں کافی عرصہ درس دیا۔[3]

۱۔ انوار شمسیہ' صفحہ ۱۹۷۔

۲۔ مرآۃ السالکین' صفحہ ۱۹۵ (فہرست خلفاء نمبر ۲۸)۔

۳۔ محمد نواز خان اعوان: تذکرہ علمائے ہزارہ' مطبوعہ ۱۹۸۹ء' صفحہ ۴۸۔

تلامذہ

آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے چند یہ ہیں :

۱- حضرت مولانا سید محمد شریف شاہ بیدڑوی (فرزند)

۲- حضرت قاضی عبدالجبار پلکیروی

۳- حضرت مولانا محمد نعمان بیدڑوی وغیرھم (رحمہم اللہ تعالیٰ)

صاحب انوار شمسیہ نے بدین الفاظ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

سید ضامن شاہ صاحب متوطن بیدڑہ علاقہ ہزارہ' جو عالم باعمل اور درویش کامل ہے اور خواجہ شمس العارفین کا غلام راسخ الایقان ہے نیز حضور کے خلفاء کرام نیک نام سے ہے۔[۱]

حلیہ

آپ نہایت وجیہ اور جمیل تھے۔ دراز قامت' کشادہ بدن اور پیشانی فراخ اور نورانی تھی۔ موٹی موٹی سرگیں بادامی آنکھیں' جن میں گہری سیاہی کے گرد ہلکے ہلکے سرخ ڈورے بہت دلکش معلوم ہوتے تھے۔ ساری عمر بینائی صحیح سلامت رہی اور عینک لگانے کی نوبت نہ آئی۔ آپ کی ناک ستواں اور خوبصورت۔ ریاضت و کم خوری کے باعث بدن لاغرو ضعیف و نحیف مگر چھاتی بڑی اور کھلی تھی۔ رخسار مبارک بھرے بھرے اور خوش رنگ۔ رنگ بہت سرخ و سفید تھا۔ ریش مبارک انتہائی خوبصورت اور گھنی نیز مہندی لگاتے تھے۔ دندان مبارک سفید اور موتیوں کی مانند' ہاتھ پاؤں لطیف اور ملائم تھے۔

لباس

آپ بڑے خوش پوش تھے۔ سر پر ہمیشہ عمامہ باندھتے تھے جو عموماً سفید ململ کا ہوتا تھا۔ کبھی کبھار سیاہ رنگ کا عمامہ بھی استعمال کیا ہے۔ کلہ پر پگڑی بھی باندھی ہے۔

---

[۱] انوار شمسیہ صفحہ ۱۶۷۔

اخلاق و عادات

آپ شریعت مطہرہ کے سخت پابند اور غیر شرعی امور کے سخت مخالف تھے۔ ہمیشہ شریعت کے دائرہ کار میں رہ کر زندگی گزارنے کا درس دیا۔ نہایت فیاض مہمان نواز، خوش مزاج، ملنسار اور نفیس الطبع انسان تھے۔ آپ کی صورت و سیرت کو دیکھ کر لوگوں کے دل مسرور ہوتے تھے۔ تمام عمر خدمت دین کے لئے وقف رکھی۔ سادگی پسند تھے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا۔ خوف خدا سے ہمہ وقت خائف رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر اور صابر تھے۔

اپنے شیخ طریقت کے عاشق صادق اور جانثار تھے۔ گوشہ نشینی بہت پسند تھی۔ کم گوئی کے عادی تھے۔

مریدین

آپ اپنے مریدین کو ان کی باطنی استعداد کے مطابق اوراد و وظائف اور نوافل کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے مریدین ہزارہ، شبیلہ، پلوئی، ڈاور، پانوڈھیری، اوگی، اگرور، کھن علاقہ تناول، کھتائی، پاوا، ایبٹ آباد، ڈھونڈاں، بانڈی، قلندر آباد، جلو، کالا ڈھاکہ، شیر گڑھ اور پھلڑہ کے علاقوں میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

کرامات

آپ بڑے سیف زبان اور کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار بیکیروی[1] راوی ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا شہاب الدین فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائیں۔ آپ نے

---

[1] حضرت مولانا عبدالجبار بیکیروی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت پیر مبارک شاہ پیر روڈی سجادہ نشین کا بیان ہے آپ خواجہ پیر شاہ مشہدی کے خلیفہ ہیں۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ مرشد کامل کی خدمت بابرکت میں گزارا۔ سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ رہے۔ عابد و زاہد متقی اور عالم باعمل تھے۔ آپ کو بیعت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ مسائل تصوف پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اپنے شیخ کامل کے عاشق صادق تھے۔ ساری عمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گزاری۔ (مولف)

ان کو حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کی بارگاہ بے کس پناہ میں روانہ کردیا۔ چنانچہ سیال شریف کی حاضری سے مشرف ہوئے اور اپنا مدعا عرض کیا۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے آپ کو حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ بیدڑہ شریف پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ جی بابا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع بیلہ سیداں تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں سے پتہ چلا کہ شاہ صاحب پڑہنہ چلے گئے ہیں۔ آپ بھی پیچھے چل پڑے۔ شاہ صاحب پڑہنہ کے قریب نماز عصر ادا کررہے تھے کہ حضرت مولانا شہاب الدین پہنچ گئے۔

مولانا عبدالجبار پلکیہوری فرماتے ہیں کہ میں شاہ صاحب کے ہمراہ تھا' آپ کئی بار پیچھے مڑکر دیکھتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد شاہ صاحب نے آپ کو گلے لگا لیا۔ بعد ازاں اپنا مدعا شاہ صاحب کے حضور بیان کیا۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ نے فرمایا کہ مجھ میں اتنی طاقت کہاں؟ آپ سیال شریف حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر اپنا مدعا عرض کریں۔ جواباً کہا کہ حضرت ثانی لاثانی نے ہی بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے فرمایا: آپ سیال شریف سے ہوکر آئے ہیں؟ مولانا صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔

مولوی صاحب! آپ دیدار کے متمنی ہیں؟ بس یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب وجد میں آگئے اور زیارت رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوئے۔

خواجہ سید ضامن شاہ نے فرمایا: مولوی صاحب پڑہنہ آگیا ہے۔ مولوی صاحب ہوش میں آگئے اور کہنے لگے: پڑہنہ کو خدا غارت' تو آپ نے فوراً مولوی صاحب کے منہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: بس مولوی شہاب الدین' آگے کچھ نہ کہنا' یہ میرا علاقہ ہے۔

خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے مولانا شہاب الدین اور مولانا عبدالجبار سے عہد لیا کہ میری زندگی میں یہ راز افشاء نہ کرنا۔ آپ کے وصال شریف کے بعد مولانا پلکیہوری نے یہ واقعہ بیان کیا۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کے ایک مخلص مرید المعروف بابا چشتی ساکن شبیلہ نے بیان کیا۔

ایک دفعہ خواجہ ضامن شاہ مشہدی نے گندم کی کٹائی کے لئے طلب فرمایا۔ بابا چشتی اور

غلام محمد شبیلہ بڑی تعداد میں آدمی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ گندم کاٹتے کاٹتے دوپہر کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ شاہ صاحب نے اپنے صاحبزادے مولانا سید محمد شریف مشہدی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جاؤ' پانی لاؤ' پانی کا کنواں کچھ فاصلے پر تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور آج پانی اسی جگہ کا پئیں گے۔ دیگر حضرات نے بھی تائید کر دی۔

خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے فرمایا: بیٹے تنگ نہ کرو مگر صاحبزادہ صاحب کہاں ماننے والے تھے۔ بالآخر شاہ صاحب نے اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا اور پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ فرمایا کہ اس کے گرد حلقہ ڈال دو۔ بس وہ دن اور آج کا دن' موسم گرما میں پورے علاقہ میں پانی خشک ہوجاتا ہے لیکن وہ پانی خشک نہیں ہوتا۔

ایک بار ایک مجذوب بیدڑہ شریف آنکلا۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی اپنے کھیت میں ہل چلا رہے تھے۔ جب مجذوب آپ کے پاس سے گزرا تو شور مچانا شروع کیا کہ لوگو! اتنا بڑا ولی اللہ' آپ میں موجود ہے' ہل چلا رہا ہے اور آپ کو علم تک نہیں؟

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے مجذوب کے پاس جاکر اظہار خفگی کیا اور کچھ کہا۔ مجذوب شاہ صاحب کی بات سن کر ایسا غائب ہوا کہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ہم نے مجذوب کو کہیں جاتے نہیں دیکھا۔ اسی مقام پر غائب ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی پلوئی (ڈاور) قیام فرماتے تھے کہ لوگوں نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا۔ حضور! یہاں بندر بہت زیادہ ہیں اور ہمیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ ہماری روٹیاں تک چرا کر لے جاتے ہیں۔ لوگوں کے شدید اصرار پر آپ کے دست مبارک دعا کے لئے اٹھے۔ یا اللہ! بندر پلوئی سے چلے جائیں۔ یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلنے کی دیر تھی کہ بندر بستی سے یوں بھاگ رہے تھے گویا ان کو کوئی مار کر نکال رہا ہے۔ آج تک پلوئی میں کوئی بندر نہیں ہے۔

نواب پھلڑہ کی آمد

نواب عطا محمد خان والی پھلڑہ ہمہ وقت مارفیا کے نشہ میں مدہوش رہتے تھے۔ خان عمر خان والی خیل نے نواب پھلڑہ کی شکایت وائسرائے ہند سے کی اور درخواست کی کہ عطا محمد خان کو نوابی سے معزول کیا جائے کیونکہ یہ ہمہ وقت نشہ میں مدہوش رہتا ہے۔

وائسرائے نے نواب عطا محمد خان کو دہلی طلب کر لیا۔ جب نواب کی والدہ کو اس بات کا

علم ہوا تو اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور انتہائی افسردہ اور غمگین ہوئی۔

قاضی عزیز الرحمن[1] نے نواب کی والدہ کو مشورہ دیا کہ آپ خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کی خدمت معلیٰ میں حاضر ہوکر درخواست پیش کریں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے فرزند کو شفایاب کر دے گا۔ نواب کی والدہ قاضی عزیز الرحمن کی معیت میں بیدڑہ شریف حاضر ہوکر شاہ صاحب کے قدموں میں گر پڑی اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ حضور میرے لخت جگر کے لئے دعا فرمائیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے فرزند کو یہاں لاؤ۔ بعد میں نواب عطا محمد خان' قاضی عزیز الرحمن کے ہمراہ بیدڑہ شریف حاضر ہوئے۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نواب عطا محمد خان کو ساتھ لے کر معظم آباد شریف حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ معظم آبادی کو ہمراہ لے کر سیال شریف حاضر ہوئے۔

روضہ شریف کی حاضری کے وقت حضرت شاہ صاحب نے خواجہ معظم آبادی سے کہا: حضرت میں دعا کرتا ہوں' آپ آمین کہیں۔ یا آپ دعا فرمائیں میں آمین کہتا ہوں۔

حضرت خواجہ معظم الدین نے فرمایا: آپ دعا فرمائیں میں آمین کہوں گا۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ نے دعا فرمائی۔

یا اللہ! نواب عطا محمد خان کو نشہ والی بیماری سے نجات دے۔ حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین نے آمین کہی۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے نماز عشاء کے بعد پھر نواب عطا محمد خان کے لئے دعائے خیر کی۔ حضرت خواجہ محمد معظم الدین اس وقت تسبیح پڑھ رہے تھے۔ پچانوے دانے پڑھ چکے تھے' پانچ ابھی باقی رہتے تھے کہ وہاں انگوٹھے کا نشان رکھ کر پھر دعا کرنے لگے۔ حضرت شاہ صاحب نے کہا:

یا اللہ! نواب عطا محمد خان کو اولاد عطا فرما۔

حضرت خواجہ محمد معظم الدین نے آمین کہی اور ایک تسبیح کا دانہ لڑھکا دیا اور کہا عبداللطیف' پھر ایک دانہ لڑھکا کر فرمایا عبدالستار' پھر ایک دانہ لڑھکا کر فرمایا عبدالغفور' پھر دانہ

---

[1] حضرت مولانا قاضی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ بزرگ عالم تھے' حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کے مرید خاص اور نواب عطا محمد خان والی بھلڑہ کے وزیر باتدبیر تھے۔ (بیان حضرت سید مبارک شاہ مشہدی مدظلہ سجادہ نشین بیدڑہ شریف)۔ (مؤلف)

لڑھکایا اور فرمایا محمد خان' پھر دانہ لڑھکایا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا احمد خان۔ حضرت خواجہ معظم الدین نے آمین کہی۔

نواب عطا محمد خان کی طبیعت میں ایسا انقلاب آیا کہ نشہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسے تائب ہوئے کہ پھر عمر بھر منہ نہ لگایا۔

نواب عطا محمد خان والی پھلڑہ کی دو تکلیفیں تھیں۔ ایک تو وہ مارفیا کا نشہ کرتے تھے دوسرے ان کے ہاں اولاد نہ تھی۔

اللہ تعالٰی نے نواب عطا محمد خان کو پانچ فرزند عطا کیے جن کے نام حسب بشارت رکھے گئے۔ اس طرح نواب صاحب کو اس موذی مرض سے نجات مل گئی اور نوابی بھی بحال ہوئی۔

بعد ازاں نواب عطا محمد خان والی پھلڑہ شاہ صاحب کے معتقد رہے اور مذہبی معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے رہے۔ بیدڑہ آمدورفت رکھی اور آپ کا نہایت عقیدت مند رہا۔

سبحان اللہ! ایک درویش خرقہ پوش کی خدمت میں ایک والی ریاست سائل بن کر آیا۔ پھر طبیعت میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نشے والی بوتل انہوں نے سیال شریف ہی کے ایک چھپڑ میں پھینک دی اور حضرت شاہ صاحب کی توجہ اور برکت کے صدقے نشے سے تائب ہوئے۔

علالت اور وصال

آپ ۱۹۲۴ء میں بیدڑہ شریف سے جہانیاں تشریف لے گئے اور اپنے فرزند ارجمند مولانا سید محمد شریف شاہ کے پاس قیام فرمایا۔ وہاں سے سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین کے عرس مبارک میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ عرس مبارک کے بعد تونسہ مقدسہ کی حاضری دی۔ بعد ازاں جہانیاں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ علیل ہوگئے اور ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء بروز شنبہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

مدفن

آپ کو خانیوال ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی قبرستان میں امانتاً" دفن کیا گیا۔ چھ ماہ کے بعد آپ کا تابوت مبارک بیدڑہ شریف پہنچا تو علاقہ کے لوگ جوق در جوق آپ کے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے۔ بیمار لوگ آپ کے تابوت مبارک کے نیچے سے گزرے تو اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے شفایاب ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

کوائف بعد از وصال

آپ کے وصال مبارک کے بعد ایک شخص بیدڑہ شریف میں آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا اور گوشت نذر کیا۔ اس شخص نے اپنا واقعہ کچھ یوں بیان کیا:

میں سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ طوفان کی صورت پیدا ہوئی۔ میں نے تمام بزرگان دین کو یاد کیا۔ اس کے بعد مجھے کچھ علم نہیں کیا ہوا؟ البتہ جب میں ایک غار کی طرف گیا تو اندر چار بزرگ تشریف فرما تھے۔ میں انہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوا پانی میں بہتا جا رہا ہوں۔ اتنے میں غار میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے مجھ ہاتھ دیا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور غار میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جس گراں والے باباجی صاحب بیٹھے ہیں' چونکہ میں ان کا مرید تھا۔ انہوں نے میرا تعارف دیگر تین بزرگوں سے کرایا۔ وہ بزرگ جنہوں نے مجھے ہاتھ دیا تھا حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی تھے۔ دوسرے خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی اور تیسرے خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی تھے۔

میں نے وہاں منت مانی تھی کہ میں ایک مینڈھا ذبح کر کے خدا کے نام پر دوں گا۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں صبح کے وقت سمندر کے کنارے پر تھا۔ وہاں سے سیدھا جسگراں شریف پہنچا۔ جسگراں شریف والے باباجی زندہ تھے انہوں نے مجھے اوپر ہی سے کہنا شروع کر دیا کہ تو کدھر آیا ہے؟ چلا جا' بیدڑہ شریف چلا جا' چلا جا' بیدڑہ شریف چلا جا۔ لہٰذا میں مینڈھا جسگراں میں ذبح کر کے گوشت یہاں لایا ہوں۔

جنوری ۱۹۸۸ء میں امریکہ سے ایک میجر صاحب تشریف لائے' ان کے والد ماجد حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کے مرید تھے۔ میجر صاحب ۱۹۸۷ء میں حویلیاں آرڈیننس فیکٹری کے انچارج تھے۔ ایک کورس کے سلسلے میں امریکہ گئے ہوئے تھے۔ چند مشکلات درپیش تھیں۔ میجر صاحب کہتے ہیں کہ میں امریکہ میں تھا کہ ایک دن خواب میں حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کی زیارت سے مشرف ہوا۔

شاہ صاحب نے فرمایا تم اب پاکستان واپس آ جاؤ' تمہارا کام بن چکا ہے۔ خواب ہی میں مجھے مانسہرہ اور بیدڑہ شریف کا نقشہ سمجھا دیا۔ لہٰذا میں امریکہ سے پاکستان پہنچا تو واقعی میرا کام جو ایک مشکل میں پھنسا ہوا تھا' ہو چکا تھا۔ میں نے بیدڑہ شریف حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی

کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور دعا کی۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد کافی ہے۔چند معروف نام یہ ہیں :

۱۔ حضرت قاضی مولانا عبد الجبار پلکیروی

۲۔ حضرت مولانا محمد نعمان' بیدڑہ شریف

۳۔ حضرت قاضی مولانا عبد اللطیف ساکن گلی بدر ال (رحمہم اللہ تعالیٰ)

تینوں خلفاء عالم و فاضل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آٹھ فرزند اور سات دختر عطا کیں۔تین فرزند اور چار دختر بچپن ہی میں انتقال فرما گئیں۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد شریف شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ حضرت صاحبزادہ سید محمد جلال شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ حضرت خواجہ سید محمد مبارک شاہ مشہدی مدظلہ

۵۔ حضرت صاحبزادہ سید مہتاب احمد شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۱۰' ۱۱' ۱۲ ربیع الاول شریف کو بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے۔

سجادہ نشین

آج کل آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سید محمد مبارک شاہ مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ اپنے والد ماجد کا عرس پاک سہ روزہ پابندی اور اہتمام سے منعقد کرتے ہیں۔ اس وقت عمر مبارک نوے (۹۰) سال ہے۔ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں۔ صحیح العقیدہ اہل سنت وجماعت ہیں۔

حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی فتح جنگی المعروف سوہنے شاہ

خاندان اور پیدائش

شرافت پناہ[1] حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی رحمتہ اللہ علیہ خانوادۂ سادات ہمدانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت سید کرم شاہ اور جد امجد کا نام نامی حضرت سید بزرگ شاہ قدس سرہما ہے۔ آپ کی پیدائش فتح جنگ ضلع اٹک (پنجاب) میں تخمیناً ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء کو ہوئی۔

تعلیم اور اساتذہ

آپ نے ابتدائی درسی کتب موضع نکہ ضلع اٹک میں مولانا غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ فقہ و حدیث کی تعلیم میرا شریف میں حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ سے حاصل کی۔[2]

میرا شریف میں قیام اور خواجہ میروی سے عشق

جن ایام میں آپ بسلسلہ تعلیم نکہ میں مقیم تھے تو حضرت خواجہ احمد میروی کا شہرہ سن کر اپنے استاد مکرم حضرت مولانا غلام محی الدین کی معیت میں میرا شریف حاضر ہوئے اور بعد ازاں میرا شریف ہی کو اپنا مسکن بنالیا۔ مولانا غلام محی الدین حضرت خواجہ میروی کے مخلص مرید تھے۔

حضرت خواجہ احمد میروی سے آپ کو جنون کی حد تک محبت اور عشق تھا۔ خواجہ احمد

---

[1] انوار شمسیہ، صفحہ ۲۰۰۔

[2] مکتوب حضرت سید محمد شاہ بنام مؤلف مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۸۸ء از فتح جنگ (آستانہ عالیہ چشتیہ فتح جنگ)۔

میروی بھی آپ کو بہت چاہتے تھے اور آپ کو سوہنے شاہ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت خواجہ احمد میروی کے پاس اگر کوئی شخص بغرض بیعت حضرت شاہ صاحب کی موجودگی میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے: شاہ جی اسے بیعت کریں۔ اگر کوئی دعا کے لئے عرض کرتا تو آپ فرماتے سوہنے شاہ جی ان کے لئے دعا فرمائیں لیکن حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی عرض کرتے کہ میں آپ کی موجودگی میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا یعنی شاہ صاحب حضرت خواجہ احمد میروی کے احترام کی خاطر میرا شریف بیعت نہیں کرتے تھے۔ ؎۱

حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی کا بیان ہے:

حضرت خواجہ سید احمد شاہ صاحب قبلہ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ مگر غریب نواز میروی سے جب مواجہ ہوا تو انہی کے ہو کر رہ گئے اور ساری زندگی حضرت خواجہ غریب نواز میروی قدس سرہ کے ہمراہ بسر کی۔ حضرت غریب نواز آپ کو سوہنے شاہ سے خطاب فرماتے تھے۔ جب حضرت خواجہ میروی کا انتقال ہوا تو بقیہ ایام گزارنے کے متعلق یہی فیصلہ فرمایا کہ میرا شریف ہی قیام رہے۔

متعلقین حضرت خواجہ میروی کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد حضرت کے مزار شریف پر حاضری دیتے مگر حضرت شاہ صاحب مزار پر حاضری دینے سے معذور تھے۔ مزار پر حاضر ہوتے تو بے ہوش ہو جاتے اور انہیں چارپائی پر اٹھا کر قیام گاہ پر لایا جاتا۔ اس لئے آپ مزار اقدس پر حاضری دینے سے عمر بھر قاصر رہے اور حاضری سے معذور تھے۔ اگر کبھی مجبوراً تشریف لاتے تو بے ہوش ہو جاتے اور کئی گھنٹہ تک ان پر حالت طاری رہتی۔ ؎۲

قاضی نور حسین فتح جنگی مصنف بشارت الابرار (فارسی) کا بیان ہے:

حضرت سید احمد شاہ صاحب خواجہ میروی صاحب کے سچے محبین میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت سیال شریف تھا مگر اپنی عمر کا ایک کامل حصہ خواجہ صاحب کی صحبت میں اور آپ کے قدموں میں گزارا۔ ؎۳

؎۱ مکتوب قاری عبدالوارث خان صاحب خطیب آستانہ عالیہ میرا شریف' بنام مؤلف محررہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء از میرا شریف ضلع اٹک۔

؎۲ مکتوب محررہ ۱۹ نومبر ۱۹۸۸ء بنام مؤلف از میرہ شریف۔

؎۳ بحوالہ خزینہ حق مؤلفہ مفتی محمد ریاض الدین چشتی قادری مطبوعہ پشاور' صفحہ ۸۴۔

حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی نے کشمیر کا سفر حضرت خواجہ احمد میروی کی معیت میں کیا۔[1] خواجہ احمد میروی نے حضرت سید احمد شاہ فتح جنگی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

اس راستہ میں صبر سے کام لینا چاہئے۔ پہاڑ کی طرح پختہ رہنا چاہئے تب جاکر دروازہ کھلتا ہے۔ کم کھانا' کم پینا اور ورد و وظائف پر محکم رہنا' درس دینا' چھوٹے بچوں کے درس سے اجتناب کرنا' رات کو جاگنا' دنیاداروں کی طرف نہ جانا اور کسی سے نذر نہ مانگنا اگر بلا مانگے کوئی دے تو انکار نہ کرنا۔ ورد و وظائف کے وقت دروازہ بند رکھنا اور نہ کھولنا اگرچہ کوئی کتنا ہی واویلا کرے۔ اگر شغل کا غلبہ ہو تو ورد و وظائف چھوڑ کر فرض اور سنت مؤکدہ پر محکم رہے۔ تیز پیاس سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا۔ کھانے کی چیز کو حاصل کرنا۔ اگرچہ اپنی کوشش سے ہو۔ اچھے عشق سے خالی نہ رہنا مگر چھوٹے لڑکوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اگر کوئی ورد و وظیفہ پوچھے تو اس کو ورد و وظیفہ بتلانا۔ جائز تعویذ لکھنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا' نرم بسترے پر سونا اور سخت سردیوں میں پاخانہ حجرہ کے اندر پھرنا اور روٹی وغیرہ کھاتے وقت حاضرین کو حصہ دار کرنا تاکہ اس کھانے وغیرہ کی زکوۃ نکلتی رہے اور پس خوردہ خدام کو دینا چاہئے اور ضروری چیزوں کے لئے قرض اٹھانا مضائقہ نہیں۔[2]

بیعت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔

شیخ طریقت سے عشق

حضرت خواجہ سیالوی سے آپ کو یک گونہ عشق تھا۔ پاپیادہ سیال شریف حاضری دیتے تھے۔

علامہ عنایت اللہ چشتی کلیاں ہے۔

حضرت خواجہ سید احمد شاہ کی بیعت سیال شریف تھی اور آپ ہر سال چالیس نمازیں سیال شریف جاکر ادا فرماتے تھے۔ ایک طالب علم کو بھی سیال شریف اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

---

[1] ایضاً' صفحہ ۸۳۔

[2] سید کرم حسین شاہ چشتی میروی' مولانا: ذکر ولی مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور (بار اول)' صفحہ ۲۶' ۲۷۔

شیخ کی عنایات

حضرت خواجہ سیالوی کی آپ پر انتہائی نظر شفقت تھی۔ ایک بار آپ ایک ہندو ساہوکار کے ایسے مقروض ہوئے کہ اس سے نجات کی کوئی بظاہر صورت نظر نہ آتی تھی۔ بایں حالت آپ حضرت خواجہ سیالوی کے حضور حاضر ہوئے تو آپ نے بڑے الطاف اور اعطاف سے سب حال احوال حضرت شاہ صاحب سے استفسار فرمایا اور شفقت دلی اور عنایت قلبی سے دعا طلبی فرمائی کہ شاہ صاحب کا قرض گرانبار سے چھٹکارا ہو گیا۔

صاحب انوار شمسیہ نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے:

غلام شمس از قرض گرانبار شدہ غمگین — بخدمت حضرت انور بگفت آنحال تے ہمگین

دعا نمود آنحضرت کامے نیز فرمودش — ادا شد قرض آں یکدم ہمہ در وقفہ چندین ؎۱

عطائے خلافت

آپ نے مختلف مجاہدات و ریاضات کر کے منازل سلوک طے کیں۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو اجازت بیعت و خلافت کی نعمت ارزانی فرمائی۔

درس و تدریس

حضرت ثانی مولانا احمد خان میروی قدس سرہ کے زمانے میں میرا شریف میں سات الگ الگ درس قرآن تھے اور دوسرے علوم مثلاً نظم فارسی، فقہ اور صرف و نحو کے الگ درس جاری کیے۔ اس زمانے میں کم و بیش تین صد افراد کا کھانا لنگر میں پکتا تھا اور خالص خدا یاد درویش الگ تھے۔ ؎۲

حضرت علامہ چشتی آپ کے انداز تدریس اور علمی کمال کو بدین الفاظ بیان کرتے ہیں:

فارسی نظم زلیخا، سکندر نامہ ان سے پڑھا۔ آپ تمام علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور فارسی نظم کے تو اتنے ماہر تھے کہ سکندر نامہ کے اشعار کے تین تین معنے بیان فرماتے تھے اور ان پر

؎۱ انوار شمسیہ، صفحہ ۱۹۹-۲۰۰۔

؎۲ قلمی یادداشتیں از علامہ عنایت احمد چشتی میروی نوشتہ ۲۸ جنوری ۱۹۹۰ء مملوکہ مؤلف کتاب ہذا، صفحہ ۲۰۱۔

تصوف کا رنگ غالب ہوتا تھا۔[۱]

تلامذہ

آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے چند نام یہ ہیں :

۱۔ حضرت علامہ مولانا عنایت اللہ چشتی میروی ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی

۲۔ حضرت مولانا سید محبوب[۲] شاہ تلہ گنگی ساکن تلہ گنگ، ضلع چکوال

۳۔ حضرت مولانا محمد حسین ہزاروی' ہزارہ

۴۔ مولانا نور محمد علاقہ پنڈی گھیب

حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی مؤلف کے نام اپنے مکتوب شریف میں لکھتے ہیں :

جس زمانے میں یہ عاجز حضرت والا کی زیر تربیت تھا اس زمانے میں کوئی دس عدد طالب علم ہمارے ساتھ پڑھتے تھے۔ مجھے صرف دو کے علاوہ کسی کا نام بھی اب یاد نہیں آتا۔ حتیٰ کہ وہ مخصوص درویش جو حضرت کے ساتھ رہا کرتا تھا مجھے اس کا نام بھی اب یاد نہیں آتا۔ صرف دو طالب علموں کے نام یاد ہیں۔ جن سے ہماری آنکھ مچولی ہوا کرتی تھی۔ ان میں سے ایک کا نام سید محبوب شاہ تھا وہ تلہ گنگ کا رہنے والا تھا اور ایک رئیس گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ اس کا والد فوت ہو گیا اور بوڑھا عمر رسیدہ دادا موجود تھا۔ وہ محبوب شاہ کو حضرت ثانی مولانا احمد خان کے پاس لے آیا اور ملتجی ہوا کہ حضرت ہمارے خاندان کا صرف یہ ایک بچہ ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ دشمن اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کے بغیر کہیں امن نظر نہیں آتا۔ آپ ازراہ نوازش یہ ذمہ داری قبول فرماویں تو مجھے اطمینان ہو گا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ ذمہ داری قبول ہے۔ ان کو یہاں چھوڑ کر آپ بے فکر ہو کر گھر چلے جائیں اور حضرت نے محبوب شاہ کو حضرت شاہ صاحب کے حوالے کیا۔ اس وقت محبوب شاہ میری عمر کا تھا۔ ۱۸۔ ۱۹ برس کی۔ گورا چٹا رنگ اور نہایت خوبصورت نوجوان تھا۔ محبوب شاہ نے ابتدائی فارسی نظم شروع کی اور میں زلیخا' سکندر نامہ پڑھ کر چلا گیا۔

دوسرا ایک ہزارے کا رہنے والا طالب علم محمد حسین نامی تھا۔ کوئی بیس بائیس کی عمر چہرے پر کچی ریش مبارک' سنا ہے محبوب شاہ نے حضرت شاہ صاحب کے وصال تک رابطہ رکھا اور فتح

---

[۱] ایضاً' صفحہ ۳۔
[۲] گورنمنٹ ہائی سکول تلہ گنگ میں مدرس تھے' بڑے خوش طبع اور لطیفہ گو (میری داستان حیات' صفحہ ۱۵۶)۔

جنگ میں تعمیر روضہ کے لئے بھی امداد کرتا رہا۔ اب محبوب شاہ بھی اس دنیا میں نہیں ہے بلکہ یوں کہو کہ ہمارے ہم عصروں میں کوئی ایک بھی زندہ نہیں اور صرف میں دکھ سہنے کو ابھی سسک رہا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ ان نامساعد حالات میں آپ کی خواہش کو میں کیسے بجالا سکتا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔ للہ مجھ غریب پر ناراض نہ ہونا۔ میری اقتصادی حالت اچھی ہے۔ مجھے بڑھاپے اور اس کے تقاضوں کے بغیر کوئی تکلیف نہیں۔

حلقہ درس میں جنات کی شمولیت

حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی صاحب علم شخصیت تھے۔ کافی عرصہ میرا شریف میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جنات بھی کافی تعداد میں آپ کے حلقہ درس میں شامل تھے۔

ایک مرتبہ ملک شیر محمد ساکن میرا شریف جو کہ خادم خاص تھا' شام کے بعد حاضر ہوا۔ اچانک اس نے دروازہ کھول دیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ کمرہ جنات سے بھرا ہوا ہے اور اپنی اصل شکل میں جنات حلقہ درس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ فوراً غائب ہوگئے تو ملک شیر محمد کے استفسار پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان جنات نے ہمارے ایک رشتہ دار سید صاحب جو کہ آسیب زدہ لوگوں کا علاج کرتے تھے ان کو شہید کر دیا۔ جب میں ان سید صاحب کے پاس گیا تو ان کو معلوم ہوا کہ وہ سید صاحب میرے رشتہ دار تھے تو بڑے نادم و شرمسار ہوئے اور کہنے لگے 'ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ آپ کے رشتہ دار تھے ورنہ ہم ان کو تکلیف نہ دیتے۔ اس وجہ سے جنات کا بہت بڑا خاندان میرے زیر تصرف ہے۔

دو جن جو کہ انسانی شکل میں آپ کے پاس کافی عرصہ زیر تعلیم رہے ایک مرتبہ حضرت سید احمد شاہ نے ان کو کچھ رقم دی اور فرمایا کہ تھوڑی سی مجیٹھ دوا کے لئے درکار ہے۔ دکان سے فوراً لاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب نے دیکھا وہ جن طلبہ کے سامنے پھر رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی تک تم مجیٹھ نہیں لائے۔ عرض کیا کہ حضور ہم لائے ہیں' اندر کمرے میں دیکھو۔ موجود پڑی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کمرے کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھلتا۔ اتنے مختصر وقت میں جن طلباء نے پورا کمرہ مجیٹھ سے بھر دیا کہ دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔

حضرت شاہ صاحب ان کو سخت ناراض ہوئے کہ میں نے تو دکان سے تھوڑی سی مجیٹھ دوا کے لئے کہی تھی تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ آپ نے فرمایا: فوراً کمرہ خالی کر دو اور جہاں سے لائے ہو

وہیں چھوڑ آؤ اور آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی [۱]

حلیہ

حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی کا بیان ہے :

حضرت مرشدنا مولانا احمد خان میروی نے مجھے ایسے بزرگ کے حوالے کیا کہ وہ مجھے نظم فارسی پڑھائیں جنہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ کمزور جسم، دودھ کی طرح سفید چہرہ اور اس پر خوبصورت ریش مبارک جو بالکل سفید تھی مگر چہرہ پر اس طرح جچی تھی کہ انسان چاہتا تھا کہ ہر طرف سے منہ پھیر کر اس ریش کے چہرے کی طرف دیکھتا رہے۔ واللہ آپ کی زیارت سے یہی تصور جمتا تھا کہ ماھذا بشرا، ان ھذا الا ملک کریم ○

اس عمر تک میں نے جن انسانوں کو دیکھا تھا یہ بزرگ اس نوع انسان سے نہیں تھے بلکہ یہ تو ایک ملک، فرشتہ تھے، بشرہ چہرہ اتنا خوبصورت کہ نظر کسی دوسری طرف اٹھتی ہی نہ تھی اور یہی خواہش ذہن نشین ہو جاتی تھی کہ اسے دیکھتا ہی رہوں اور جب کبھی گفتگو کے لئے زبان کھولتے تو یہی تصور جمتا کہ پھول جھڑ رہے ہیں اور علم و دانش کا بے پایاں سمندر۔[۲]

بقول ایک عینی شاہد حضرت علامہ محمد عثمان غنی چشتی میروی راقم الحروف میرا شریف کے اعراس کے موقع پر ان کی زیارت سے مستفید ہوتا رہا ہے۔ ان کے چہرے پر نظر ڈالنے سے نور کی شعاعیں اٹھتی معلوم ہوتی تھیں۔ ”سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود“۔[۳]

علامہ عنایت اللہ چشتی میروی مزید لکھتے ہیں :

گویا حضرت قبلہ میرے سامنے موجود ہیں اور میں آپ کو برای العین مشاہدہ کر رہا ہوں۔ کمزور نحیف جسم، سفید گندمی رنگ، ماتھے سے نور کی لاٹ شعلہ زن ہے اور آہستہ آہستہ مخاطب کی استعداد کے مطابق گفتگو۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ دہن مبارک سے گلاب کی پتیاں جھڑ رہی ہیں۔[۴]

---

[۱] راوی حضرت مولانا قاری عبدالوارث خان خطیب جامع مسجد دربار میرا شریف، ضلع اٹک۔
[۲] قلمی یادداشتیں، صفحہ ۲۔
[۳] بدر منیر مطبوعہ گلستان پریس، ۱۹۸۶ء، صفحہ ۴۴۔
[۴] مکتوب بنام مؤلف مرقومہ ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء از چکڑالہ ضلع میانوالی۔

مولانا قاری عبدالوارث خان کا بیان ہے :

شاہ صاحب اکثر استغراق میں رہتے تھے اور چہرہ مبارک اتنا نورانی تھا کہ جن لوگوں نے دیدار کیا وہ کہتے ہیں زیادہ دیر تک آدمی ان کے چہرہ مبارک پر نظر نہیں جما سکتا تھا۔

لباس و خوراک

آپ کے لباس کے متعلق علامہ عنایت اللہ چشتی کا بیان ہے :

سر مبارک پر سفید کھدر کی گول ٹوپی' استرے سے سر کے بال صفا' گلے میں سفید رنگ کا کرتہ' کمر میں نیل دھولی سے رنگا ہوا نیلے رنگ کا ازار بند' بعض اوقات نیل سے رنگا ہوا کھدر کندھے پر دیکھنے میں آتا تھا' ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم ارضی جنت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے نور مجسم اپنی شان ولایت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔[۱]

حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ سجادہ نشین کا بیان ہے :

آپ کا قد میانہ' سرخ و سفید رنگ' چہرۂ مبارک ہمیشہ جھکا ہوا ہوتا تھا۔ سردیوں میں کھادی کپڑے اور گرمیوں میں سفید کرتا' نیلی لنگی اور سر پہ نیلے رنگ کا صافہ ہوتا جو سر پر اس قدر جھکا ہوا ہوتا کہ چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔

آپ نہایت سادہ خوراک استعمال فرماتے تھے۔ دوران مراقبہ صرف ایک وقت مٹھی بھر چنے کھاتے تھے۔

اخلاق و اطوار

حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ سجادہ نشین فرماتے ہیں۔ آپ کے عادات و اطوار سنت نبوی ﷺ کے موافق تھے۔ بڑی خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے۔ زبان مبارک سے جو فرما دیتے وہ ہو کر رہتا۔ غریب پروری اور سخاوت و فیاضی میں اپنی نظیر آپ تھے۔

نماز' روزہ اور شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔ ہمہ وقت اللہ کا ورد جاری رہتا یہاں تک کہ سوتے ہوئے بھی اللہ کا نام ورد زبان رہتا۔ ہر شخص سے اچھا میل جول تھا اور جو شخص آپ کی محفل میں کسی غرض سے آیا ہوتا آپ اس کی تمنا پہلے سے جان لیتے تھے اور اس کے کہے بغیر اس

۱؎ مکتوب محررہ ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء بنام مؤلف از چیز الہ۔

کا مقصد پورا کر دیتے۔ تکبر اور غرور سے سخت نفرت تھی۔

صاحب "بدر منیر" آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ چنانچہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی المعروف سوہنے شاہ بے مثل زہد و تقویٰ کے مالک تھے۔ شریعت کی پابندی اور سنت نبوی ﷺ پر پورا عمل تھا۔ سن رشد و تمیز (ہوش سنبھالتے وقت) سے وصال تک ان کی ایک نماز بھی جماعت سے فوت نہیں ہوئی۔ راقم الحروف میرا شریف کے اعراس کے موقع پر ان کی زیارت سے مستفید ہوتا رہا ہے۔ ان کے چہرے پر نظر ڈالنے سے نور کی شعاعیں اٹھتی معلوم ہوتی تھیں۔ سیماهم فی وجوههم من اثر السجود۔ شاہ صاحب پوری زندگی فراق محبوب میں روضہ مبارک حضرت خواجہ احمد میروی میں داخل نہ ہوئے[۱]

علامہ عنایت اللہ چشتی میروی کا بیان ہے:

میں نے ولی کامل حضرت سید احمد شاہ فتح جنگی سے فارسی نظم سکندر نامہ تک پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ فارسی نظم کے امام تھے کہ سکندر نامہ کے ہر شعر کے کئی کئی معانی بیان کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ ولی کامل اور باخدا بزرگ تھے۔

آپ جب کبھی اچھے موڈ میں ہوتے تو ہمیں اپنی شیریں کلامی سے مسرور فرمایا کرتے تھے تو ان کی گفتگو میں تصوف کے مسائل یا بعض اولیاء اللہ کے واقعات بیان ہوا کرتے تھے[۲]

وجد و سماع

آپ کو سماع کا اعلیٰ ذوق ودیعت ہوا تھا۔ صاحب وجد بزرگ تھے۔ جب کوئی برادر طریقت سیال شریف کا ذکر کرتا تو وجد میں آجاتے۔ اس مصرع پر آپ کو بڑا وجد ہوتا تھا[۱]

جس عشق میں سر نہ دیا، دو جگ میں جیا تو کیا ہوا

صاحب ذکر ولی لکھتے ہیں:

اکثر اوقات فقیر حسین قوال اٹک سے آکر میرا شریف چند روز ٹھہرا کرتا اور ساز سے قوالی کیا کرتا اور اس مصرع پر اکثر مجلس والوں کو وجد ہوا کرتا[۲]

---

[۱] بدر منیر: صفحہ ۴۴۔

[۲] مکتوب علامہ عنایت اللہ چشتی میروی بنام مولف مرقومہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء از میرا شریف۔

جس عشق میں سر نہ دیا دو جگ میں جیا تو کیا ہوا

خاص کر شاہ صاحب کا چہرہ زرد ہو جایا کرتا اور ہر دو آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو جایا کرتے اور اکثر اوقات خاص کر جمعہ کی رات کو سحری کے وقت میاں فیض اللہ اور گل محمد قوالان حضوری عشقیہ وحدانیہ غزلیں سچے عاشقوں کی مثلاً جامی' بلھے شاہ' حافظ وغیرہ کہا کرتے۔[1]

معمولات' رہائش اور خوراک

آپ کی رہائش گاہ آبادی سے بالکل الگ تھی۔ ڈیڑھ دو کنال اراضی کو خار دار کانٹوں سے گھیر رکھا تھا اور اندر جانے کا صرف ایک دروازہ تھا جو عموماً اندر سے بند رہتا تھا اور وقت مقررہ پر کھلتا تھا اور اندر جانے والوں کو اجازت ہوتی تھی۔ جہاں سے اندر جانے کا دروازہ تھا اس کے بیرون ایک تھڑا سا بنا ہوا تھا۔

ہم لوگ صبح سات' ساڑھے سات بجے جاکر اس تھڑے پر انتظار میں جاکر بیٹھ جاتے تھے اور معمولات سے فارغ ہوکر آپ کوئی آٹھ بجے اندر سے دروازہ کھولتے تھے۔ میں عموماً بالکل دروازے کے قریب بیٹھا انتظار کرتا تھا۔ آپ اپنے تسبیح خانے سے چل کر دروازے پر آتے اور دروازہ کھولتے تو اس وقت آپ کا مسکراتا محبت بھرا چہرہ' برف کی طرح سفید رنگت اور اسی طرح چہرے پر سفید ریش مبارک اتنی خوبصورت محسوس ہوتی تھی کہ اب بھی میں جب وہ منظر یاد کرتا ہوں تو فرط محبت اور پھر فرقت سے دل اندر ہی اندر سہم کر بیٹھ جاتا ہے۔

اس باڑ دار حویلی کے اندر ایک کمرہ تھا اور اس کے متصل ایک کوٹھڑی تھی جس کا دروازہ کمرے کے اندر سے کھلتا تھا اور صحن میں ایک چھپر گھاس پھوس ڈال کر بنایا گیا تھا۔ عموماً اس میں ایک چٹائی بچھی رہتی تھی اور ساتھ ہی ایک چارپائی بچھی رہتی تھی۔ موسم گرما میں آپ دن کے وقت اس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تھے اور غالباً فرصت کے وقت چارپائی پر استراحت فرماتے ہوں گے۔

گرمیوں میں اس چٹائی پر بیٹھ کر طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ چٹائی پر کوئی دری یا قالین یا کوئی اور بچھونا کبھی نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی کوئی تکیہ یا سرہانہ وغیرہ سامان آسائش و آرائش کبھی نہیں دیکھا

---

[1] ذکر ولی' صفحہ ۲۳' ۲۴۔

گیا اور سردیوں میں آپ کے کمرے کے ساتھ چٹائی بچھی ہوتی تھی اور سورج نکلتے ہی اس پر وہ اپنی کرنیں اور دھوپ کا مظاہرہ کرتا تھا۔ نو دس بجے آپ اس چٹائی پر بیٹھ جاتے اور سبق پڑھاتے۔

کوئی گیارہ بارہ بجے کے درمیان آپ کا کھانا آتا اور عموماً ہمارے سامنے آجاتا تھا۔ کھانا کیا ہوتا تھا؟ ایک خمیری روٹی کپڑے میں لپٹی ہوئی آتی۔ آپ اسے کھول کر ایک تھالی میں رکھ دیتے اور روٹی کے درمیان میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اس میں گڑھا جیسا بنا لیتے اور گھی کی ڈولی پاس پڑی ہوتی۔ گھی روٹی پر ڈال کر چار یا پانچ لقمے تناول فرماتے اور بقایا روٹی طلبہ کو دے دیتے۔ یہ تھا آپ کا دن کا کھانا۔

آپ عموماً دو بکریاں پال رکھتے تھے ان کے دودھ کی لسی بناتے تھے۔ دودھ بھی پیتے ہوں گے مگر میں نے آپ کو دودھ پیتے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ دن کے کھانے کے ساتھ لسی ہوتی تھی اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ گرمیوں میں ایک مٹی کے لوٹے میں جس پر گیلی ریت ہوتی تھی آپ کے چھپر میں وہ لوٹا لٹکا ہوتا تھا اور بوقت ضرورت وہ لسی آپ پیا کرتے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ روٹی پکانے والا خادم ایک پلیٹ میں گرم گرم سویاں لایا۔ آپ نے گھی والی ڈولی سے سویوں میں گھی ڈالا اور اس میں سے دو تین لقمے تناول فرمائے اور بقایا سویاں طلبہ کے حوالے کر دیں۔

آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے تھے۔ گرمیوں' سردیوں میں مٹی کے لوٹے وضو کے مقام پر پانی سے بھرے پڑے رہتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ کے ہاں جانا بہت کم ہوتا تھا۔ ایک رات کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ خدا معلوم کیا معاملہ تھا؟ ہم عشاء کی نماز کے بعد آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے اور بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی۔ خادم دو مٹی کے گرم ابلتے ہوئے لوٹے لایا۔ ایک لوٹا آپ نے ایک پرانے گرم کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا اور ایک لوٹے سے آپ نے وضو فرمایا تو ہم نے یہی محسوس کیا کہ آپ دن رات باوضو ہوتے ہیں۔ آپ کے کمرے کے ایک کونے میں دودیان تھا اور چولہا بنا ہوا تھا جس کے پاس جلانے کی لکڑیاں موجود رہتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سردیوں میں آپ آگ جلایا کرتے تھے۔

ہم میں سے ایک طالب علم کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی کہ وہ ہر نماز کے لئے حضرت سجادہ نشین صاحب جب نماز کے لئے وضو کی خاطر وضو کی جگہ وضو کے لئے بیٹھیں تو وہ طالب علم دوڑ کر حضرت شاہ صاحب کو اطلاع دے کہ حضرت سجادہ نشین صاحب نے وضو کرنا شروع کر دیا ہے کیونکہ حضرت سجادہ نشین صاحب مرحوم ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے اور وضو کے بعد فوراً مسجد تشریف

لے جاتے تھے۔ اس طالب علم کی اطلاع پر حضرت شاہ صاحب بھی ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے اور مسجد جاکر نماز باجماعت ادا فرماتے۔ مجھے اپنے قیام میرا شریف میں یاد نہیں کہ کبھی آپ نے اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھی ہو۔ نہ بلا عذر اور نہ ہی کبھی بہ سبب کسی عذر کے آپ دوام نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے۔ البتہ عصر کی نماز آبادی سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ باہر تشریف لے جاتے۔ ایک طالب علم آپ کے ہمراہ ہوتا جس کے پاس پانی کا لوٹا اور ایک موٹا نیلے رنگ کا کپڑا ہوتا اور ڈیوٹی والے طالب علم کے بغیر کوئی طالب علم عصر کی نماز کے لئے آپ کے ہمراہ جانا چاہتا تو اجازت ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی نہ کوئی زائد طالب علم بھی وہاں پہنچ جاتا۔

آپ وہاں جاکر وادی کے اندر پیشاب کرتے اور پھر تازہ وضو فرماکر خود جماعت کراتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔ راقم کو بھی وہاں جاکر آپ کے ہاں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ حضرت قبلہ استاذی المکرم نے جہاں ایک طویل مدت تک نماز عصر ادا فرمائی وہ اونچا ٹیلا تھا اور اس کے اردگرد وادیاں تھیں جو درختوں سے اٹی تھیں۔ وہ مقام ایک خوشنما مقام تھا جہاں اب بھی جاکر طبیعت کو سکون میسر ہوتا ہے۔ حضرت غریب نواز میروی نے اس ڈھیری یا ٹیلے کو ہموار کراکر وہاں ایک کچا بنگلہ تعمیر فرمایا تھا اور جب کبھی آبادی سے دل گھبراتا تھا آپ وہاں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن تک وہاں تشریف فرما ہوتے۔

اس ٹیلے کے دامن میں آپ نے ایک وادی میں بند بندھوایا تھا تاکہ بارش کا پانی وہاں جمع ہو اور لوگ پانی سے فائدہ اٹھائیں۔ قدرت نے اس وادی کو کچھ ایسی برکت سے نوازا کہ اس وادی کے بند میں جو بارش کا پانی جمع ہوتا وہ پورا سال وہاں موجود رہتا اور گاؤں کے لوگ وہاں سے پینے کے لئے پانی لاتے۔ آپ نے وہاں مٹی کے لوٹے رکھوا دیئے تھے تاکہ کوئی اس پانی سے استنجا یا کپڑے نہ دھوئے۔ پانی بھرنے کے لئے گھڑے اور لوٹے رکھوا دیئے تھے اور کنارے پر پتھر کی سلیں رکھوا دی تھیں کہ ضرورت مند خود گھڑوں یا لوٹوں سے پانی بھر کر کنارے پر استعمال کرے اور وہ مستقل پانی وادی میں چلا جائے اور صاف پانی میں نہ آئے۔

راقم الحروف نے حضرت غریب نواز میروی کا تعمیر کردہ بنگلہ صحیح و سالم دیکھا تھا۔ اب وہاں بنگلہ موجود نہیں مگر سجادہ نشین صاحب نے بطور علامت ایک چھوٹی سی عمارت بنادی ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ دائما" نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔ آپ کو اس کار خیر سے کسی بیماری یا

علالت نے بھی روکنے کی کبھی کوشش نہیں کی اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت شاہ صاحب نے کبھی کسی عذر سے بھی کوئی نماز جائے قیام پر ادا کی ہو۔

نماز فجر باجماعت پڑھ کر قیام گاہ پر تشریف لاتے اور اندر سے دروازہ بند کر کے عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اشراق' اوابین اور حفظ الایمان دوانا پڑھتے۔ اس کے بعد سلسلہ چشتیہ اور دیگر اوراد و وظائف چشتیہ پڑھتے یعنی دلائل الخیرات وغیرہ۔

چائے کا ان دنوں رواج نہ تھا اور کوئی بھی چائے نہیں پیتا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کیا ناشتہ فرماتے تھے؟ یا نہیں اور اگر ناشتہ فرماتے تو کیا خوراک نوش جان فرماتے؟

آپ ہمیشہ شیرِدار بکریاں پالا کرتے تھے۔ ممکن ہے صبح کچھ دودھ نوش جان فرماتے ہوں لیکن کوئی شہادت نہیں' واللہ اعلم۔ صبح نو بجے کے قریب سردیوں اور سات آٹھ بجے گرمیوں میں دروازہ کھلتا تو تدریس میں مشغول ہوتے۔ اسباق کے بعد ہلکا سا قیلولہ فرماتے اور سورج ڈھلے وضو فرما کر عبادت میں مشغول ہوتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے۔ واپس تشریف لاتے تو سبق پڑھاتے۔ کوئی ملنے والا آتا تو اس کی دلجوئی فرماتے۔ ابھی سورج اونچا کھڑا ہوتا کہ ایک طالب علم کے ہمراہ غلی بنگلہ تشریف لے جاتے لیکن عموماً یہ مسافت اکیلے طے فرماتے۔ طالب علم پانی کا لوٹا اور نیلا کپڑا لے کر پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر چلتا۔ وہاں جا کر وادی میں پیشاب کر کے وضو توڑتے اور نماز عصر کی جماعت خود کراتے۔ واپسی پر طالب علم کو حکم ہوتا کہ وہ لوٹا اور کپڑا لے کر ڈیرے پہنچ جائے اور خود آہستہ آہستہ شام کی آذان سے صرف اتنی دیر پہلے پہنچتے کہ وضو کر کے شام کی نماز کے لئے وضو فرما کر مسجد روانہ ہو جاتے۔

نماز مغرب ادا کر کے جب قیام گاہ پر تشریف لاتے تو اندر سے پھر دروازہ بند کر دیتے اور کسی خادم کو بھی اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ کافی دیر بعد دروازہ کھولتے اور خادم روٹی لاتا اور ہم لوگوں کو بھی اندر جانے کی اجازت ہوتی اور نہایت عمدہ علمی مجلس آراستہ ہو جاتی اور آپ بزرگان دین کے واقعات بیان فرماتے رہتے۔

اس زمانے میں رواج تھا کہ نماز عشاء کے لئے ایک منادی والا منادی کرتا۔ منادی کے الفاظ یہ ہوتے جو مجھے اب تک یاد ہیں ''جماعت تیار معرکہ''۔ یہ منادی اذان کے کچھ دیر بعد ہوتی۔ جب حضرت سجادہ نشین مرحوم وضو شروع کرتے۔ جب یہ آواز کانوں میں پہنچتی تو یہ مجلس و محفل مبارک برخاست ہو جاتی اور ہر شخص وضو کی تیاری میں مصروف ہو جاتا اور حضرت قبلہ شاہ

صاحب تازہ وضو فرماتے اور مسجد کی جانب تشریف فرما ہوتے اور پورا محلّہ جہاں صرف درویش ہی قیام پذیر ہوتے، حرکت میں آجاتا اور ہر درویش اپنے حجرے سے نکل کر مسجد کا رخ کرتا۔

سالکنان میرا شریف کا دستور و معمول تھا کہ ہر شخص وضو کرکے مسجد آتا اور چار رکعت نماز سنت ادا کرتا اور حضرت سجادہ نشین مرحوم حضرت مولانا احمد خان صاحب بھی تازہ وضو فرما کر مسجد آجاتے اور چار رکعت نماز سنت ادا کرتے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب سنت ادا کرنے کے بعد درس کے اساتذہ کی طرف متوجہ ہو کر مدرس کا نام لے کر فرماتے: حافظ صاحب آپ کی امت سب آگئی؟ تو وہ ہاں میں جواب دیتا۔ آپ مزید اطمینان کے لئے اس درس کے طلباء میں سے ایک دو کا نام لیتے اور وہ حاضر ہوتا تو حاضر جناب کہتا۔ اس کے بعد تمام حاضرین تین تین بار اذان دیتے اور تکبیر ہو جاتی اور لوگ عموماً سنت نفل اپنے ڈیرے پر ادا کرتے۔

حضرت قبلہ استاذی المکرم شاہ صاحب قدس سرہ بھی قیام گاہ پر تشریف لے آتے اور سنت، نفل قیام گاہ پر ادا فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد شاذ ہی کوئی طالب علم آپ کی قیام گاہ پر جاتا۔ راقم الحروف سارے دور میں شاید ایک دو دفعہ ہی حضرت کی قیام گاہ پر گیا ہوگا۔[1]

ترکیب استخارہ

آپ نے کسی طالب کو ترکیب استخارہ کی اجازت بدین الفاظ عنایت فرمائی جو درج ذیل ہے:

ترکیب استخارہ

از اجازت احمد شاہ صاحب سید سکنہ فتح جنگ

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحیکم ہفت بار برکف راست تف زدہ کف زیر گوش راست نہادہ رو بقبلہ کردہ شب چہار شنبہ بعد نماز عشاء خاموش بخسپید انشاء

[1] قلمی یادداشتیں، صفحہ ۳ تا ۱۲۔

نوٹ: حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی میروی مدظلہ نے ۱۷-۱۹۱۶ء دو سال حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی فتح جنگی قدس سرہ سے فیض حاصل کیا۔ یہ یادداشتیں اسی دور کی یادگار ہیں۔ (مؤلف)

اللہ تعالیٰ حال مطلب معلوم شود۔[1]

کرامت

آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ چند کرامتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

چودھری نور محمد فتح جنگی کا بیان ہے کہ ہم تقریباً تیرہ آدمی میرا شریف کو روانہ ہوئے تو ساتھیوں نے کہا کہ آج اگر حضرت خواجہ سید احمد شاہ دودھ پلائیں تو مانیں چنانچہ جب وہاں پہنچے تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ پیر بھائیو! آپ تھکے ہوئے ہوں گے لہٰذا پہلے دودھ پی لو۔ آپ نے سارے ساتھیوں کو دودھ پلایا گویا کہ آپ کے نور باطن کا یہ عالم تھا کہ جو بات ساتھیوں نے فتح جنگ میں اپنی جگہ کہی اس کا جواب حضرت شاہ صاحب نے ان کے پہنچتے ہی دے دیا۔[2]

ملک حاجی غلام محمد المعروف ملک کالا خان ساکن میرا شریف راوی ہیں کہ سلطان محمد ساکن شاھیا ضلع میانوالی حضرت خواجہ سید احمد شاہ صاحب کا خاص مرید تھا۔ اس کے گاؤں میں چوری ہوگئی جس آدمی کی چوری ہوئی اس نے محض عداوت کی بنا پر سلطان محمد کے خلاف کیس درج کرا دیا کہ میری چوری سلطان محمد نے کی ہے۔ چنانچہ پولیس پکڑنے آگئی۔ سلطان محمد کو جب بھی ہتھکڑی لگائی جاتی تو فوراً ٹوٹ جاتی۔ بالآخر سلطان محمد کو بغیر ہتھکڑی کے تھانہ لے گئے اور پولیس بڑی حیران ہوئی کہ ہم نے زندگی میں کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا۔ جب شاہ صاحب کو علم ہوا کہ سلطان محمد تھانہ میں ہے تو فرمایا: جھوٹا الزام لگانے والا آدمی تین روز میں ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ عنایت نامی شخص جو کہ میرا شریف کا باشندہ تھا' ذریعہ معاش کے سلسلہ میں سرگودھا میں مقیم تھا کہ اس کی بیوی اغوا ہوگئی۔ وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آیا اور بیوی کے بارے میں دعا کے لئے عرض کیا اور خوب رویا۔ کافی پریشان تھا۔ حضرت خواجہ سید احمد شاہ نے دعا فرمائی اور تسلی دی کہ تمہاری بیوی آجائے گی۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی بیوی اونٹ پر سوار ہوکر حضرت شاہ صاحب کے دروازے پر آگئی۔ اس نے بتایا کہ میں دور دراز علاقہ میں تھی اور تنور پر

---

[1] اس تحریر کی فوٹو سٹیٹ جناب عابد حسین شاہ صاحب ساکن جھمبی تحصیل چوآسیدن شاہ ضلع چکوال نے فراہم کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (مؤلف)

[2] مکتوب شریف حضرت علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری چشتی مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام (رجسٹرڈ) اٹک بنام مؤلف مورخہ ۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ۔

روٹی پکا رہی تھی۔ ایک بلی نے میری روٹی چرانی چاہی' میں اس کے پیچھے دوڑی' اچانک دیکھتی ہوں کو چھب اسٹیشن پر موجود ہوں اور سامنے ایک شتربان اونٹ پکڑے کھڑا ہے۔ جیسا کہ میری انتظار کر رہا ہے۔ اس نے مجھے اونٹ پر سوار کیا اور سیدھا میرا شریف حضرت شاہ صاحب کے دروازے پر جاکر اونٹ کھڑا کیا۔ فوراً حضرت شاہ صاحب نے اس کے خاوند کو بلایا اور خوشخبری سنائی کہ تمہاری بیوی آگئی ہے[1]

حضرت شیخ الاسلام کی نظر میں

سیال شریف میں اکثر ثقہ حضرات سے سنا کہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے :

اگر دنیا میں کسی نے جنتی آدمی کی زیارت کرنی ہے تو وہ حضرت خواجہ سید احمد شاہ صاحب فتح جنگی کی زیارت کرے۔

ملک محمد امیر مردوالوی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے سیال شریف ایک ملاقات میں بیان فرمایا :

جب حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی المعروف سوہنے شاہ سیال شریف حاضری دیتے تو حضرت شیخ الاسلام سیالوی آپ کو روضہ شریف کے اندر لے جاکر دعائیں منگواتے کہ مجھ پر پیر سیال کے غلام راضی ہوں اور ان کی خدمت کروں۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے فرمایا کہ میں نے شاہ صاحب کے مزار پر انوار پر فاتحہ پڑھا۔ جب دعا و سلام سے فارغ ہوا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاہ صاحب میرے ساتھ آرہے ہیں۔ پھر دوبارہ فاتحہ پڑھا۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی سے یہ بھی سنا کہ حضرت خواجہ سید احمد شاہ صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ دو دفعہ ہما میرے سر سے گزرا۔ کہتے ہیں کہ جس کے سر سے ہما گزرے یا تو وہ غوث الاعظم ہوتا ہے یا وقت کا بادشاہ۔

حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی حضرت شیخ الاسلام سیالوی کے بارے میں فرماتے تھے :

---

[1] مکتوب مولانا قاری عبدالوارث خان خطیب جامع مسجد دربار عالیہ میرا شریف ضلع اٹک بنام مؤلف مورخہ مارچ ۱۹۹۰ء۔

نوٹ : راوی ملک حاجی غلام محمد المعروف کالا خان صاحب میرا شریف میں بقید حیات ہیں۔ (مؤلف)

آج کل گدی نشین نوجوان ہیں۔تونسہ شریف' میرا شریف'مہار شریف'پاک پتن شریف اور گولڑہ شریف سب جگہ نوجوان ہیں لیکن ہمارے سجادہ نشین صاحب عالم' فقیر اور خوبصورت ہیں۔ ہرجگہ سجادہ نشین جھگڑے میں مصروف ہیں۔ہمارے سجادہ نشین متحمل مزاج ہیں۔غلاموں کی نازبرداری فرماتے ہیں۔

آپ اپنے شیخ کا بڑا ادب اور احترام کرتے تھے۔ بیعت کرنا بے ادبی سمجھتے تھے۔ اگر راستے میں کوئی عرض کرتا تو اس کو بیعت کر لیتے۔آپ کے صحبتی پیر حضرت خواجہ احمد میروی تھے اور آپ نے ساری زندگی میرا شریف گزاری۔

سلسلہ رشد وہدایت

شرافت پناہ حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی فتح جنگی نے ساری عمر میرا شریف میں بسر کی۔ مجاہدات وریاضات اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔باوجود حضرت خواجہ سیالوی سے اجازت وخلافت ہونے کے کسی کو بیعت نہ کرتے تھے۔بالآخر حضرت مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ کے پر زور ارشاد پر چند خوش نصیبوں کو حلقہ ارادت میں شامل فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی کا ارشاد گرامی ہے :

سید احمد شاہ صاحب فتح جنگی جو زیادہ عرصہ میرا شریف میں مقیم رہ کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے اسی لئے میروی مشہور ہیں۔حضرت خواجہ شمس العارفین نے آپ کو خلافت عنایت فرمائی لیکن آپ کسی کو بیعت نہ کرتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے حکم فرمایا کہ شاہ صاحب! فیض کو بند نہ کرو لیکن کسی کو بیعت نہ کیا۔حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی بھی اصرار فرماتے رہے بعد میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے فرمایا: شاہ صاحب! اپنے شیخ کامل کا حکم مانو۔فرمان شیخ کے تارک ہو رہے ہو۔اسی وقت آپ نے چار پانچ مرید کئے۔

نیز ارشاد فرمایا: حضرت شاہ صاحب فتح جنگی نے ایک دفعہ میرا شریف جانے کا عزم کیا تو میں نے پوچھا شاہ صاحب کس طرح جاؤ گے؟

جواب دیا: پیدل۔

یہاں سے چل کر ساہیوال رات بسر کروں گا۔پھر خوشاب رات گزار کر ریل پر سوار ہو جاؤں گا۔میں نے کہا اگر میں ابھی ابھی خوشاب پہنچا دوں تو میرے لئے دعا کرو گے۔

خوش ہو کر فرمایا: کتنی مہربانی ہے؟
چنانچہ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ شاہ صاحب کو خوشاب پہنچا آؤ۔ وہ موٹر پر اسی وقت چھوڑ آیا۔ اب ارمان ہوتا ہے اگر میرا شریف پہنچا دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا؟

وصال شریف

حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی اپنی یادداشتوں میں تحریر فرماتے ہیں:
میں نے آپ کو بیمار بہت کم دیکھا ہے۔ جس دن آپ کا وصال ہوا اچھے بھلے چنگے تھے میل پون میل پیدل چل کر بنگلہ پہنچے اور وہاں آپ کو غشی کا دورہ پڑا۔ خبر ہونے پر وہاں بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور حضرت شاہ صاحب کو چٹائی پر لٹا کر قیام گاہ پر لے آئے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ اذان مغرب سے پہلے اللہ کو پیارے ہوگئے۔
آپ کا وصال مبارک ۲۴ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء بروز دو شنبہ ہوا۔

تدفین

ایک بڑا عالیشان لکڑی کا صندوق تیار کیا گیا۔ حضرت ثالث فقیر عبداللہ صاحب سجادہ نشین حین حیات تھے 'کچھ دیر نہ لگی کہ سب کچھ تیار ہو گیا۔ آپ کو اپنے حجرے میں جہاں آپ نے زندگی بھر خدا کو یاد کیا تھا' سپرد خاک کر دیا گیا۔

فتح جنگ میں دوبارہ تدفین

قاضی محب النبی فتح جنگی فرزند ارجمند قاضی نور حسین مصنف بشارات الابرار[۱] (فارسی) کا بیان ہے:
حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی کی تدفین پہلی مرتبہ میرا شریف میں ہوئی اور جب فتح جنگ کے لوگ آپ کو سپرد خاک کر کے واپس آئے تو اہل فتح جنگ نے کہا کہ سونے کی چڑیا تم وہاں میرا شریف ہی میں چھوڑ آئے ہو تو تمہیں کیا حاصل؟ شاہ صاحب تو ولی اللہ تھے گویا یہاں لاتے تو

---

[۱] حضرت خواجہ احمد میروی متوفی ۵ محرم الحرام ۱۳۴۰ بروز چہار شنبہ کی سوانح عمری فارسی میں قاضی نور حسین فتح جنگی نے قلمبند کی تھی۔ (مؤلف)

آپ کی برکت سے اہل فتح جنگ مستفید ہوتے۔[1]

آپ کو میرا شریف میں امانتاً" دفن کیا گیا۔ تقریباً تین ماہ مدفون رہے۔ اس کے بعد آپ کے خاندان کے لوگ میرا شریف سے فتح جنگ لے گئے۔

حضرت مولانا قاری عبدالوارث خان خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ میرا شریف کے بیان کے مطابق جب قبر مبارک کو کھولا گیا تو قبر مبارک معطر تھی۔ چہرہ مبارک نہایت تروتازہ، شگفتہ اور نورانی تھا۔ نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ دیدار عام کے لئے تابوت مبارک رکھا گیا۔ میرا شریف کے تمام مرد و زن نے دیدار کیا۔ میرا شریف سے پیدل جنازہ فتح جنگ لایا گیا۔ کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

روضہ شریف

بندہ نے آپ کے روضہ شریف کی زیارت کی ہے۔ پختہ قبر پر سبز گنبد بہت خوبصورت اور عالیشان بنا ہوا ہے۔ روضہ مبارک کے چہار طرف برآمدہ ہے۔ روضہ شریف کے متصل شرقی جانب بہت خوبصورت جامع مسجد ہے جس میں چار صد نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ روضہ شریف اور مسجد شریف کے گرد کشادہ چار دیواری ہے۔ بہت خوبصورت اور دل آویز منظر ہے۔

روضہ شریف میں حاضری کے دوران میں دل ٹھنڈا ہوا۔ دوسرے روز علی الصبح حاضری دی تو بہت کیف و سرور اور اطمینان قلبی حاصل ہوا۔

برادران

آپ کے جد امجد حضرت سید بزرگ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت سید کرم شاہ
۲- حضرت سید لطیف شاہ
۳- حضرت سید شاہ نواز

---

[1] مکتوب مفتی محمد ریاض الدین قادری چشتی بنام مؤلف مورخہ ۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ از اٹک۔

حضرت سید کرم شاہ کے تین صاحبزادے تھے :

۱- سیدن شاہ
۲- بہادر شاہ
۳- حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی

سیدن شاہ کے صاحبزادے لعل شاہ تھے۔ بہادر شاہ لاولد فوت ہوئے۔ حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی مجرد تھے۔

سجادہ نشین

حضرت لعل شاہ کے اکلوتے فرزند حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ (حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی کے بھتیجے) سجادہ نشین ہیں۔ نہایت وجیہ و جمیل' خوش پوش اور خوش خلق ہیں۔ درمیانہ قد' سرخ و سفید رنگ اور چہرے پر ریش مبارک عجیب بہار دے رہی ہے۔ غائبانہ تعارف ہی تھا۔ ملاقات پر بے اختیار گلے لگا لیا۔ بہت عمدہ چائے پلائی۔ بڑے مہمان نواز اور فیاض ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین!

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۲۲- ۲۳- ۲۴ رجب المرجب کو سہ روزہ ہر سال بڑے اہتمام سے سجادہ نشین کی زیر نگرانی منعقد ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱- ۲۲ رجب المرجب کو فتح جنگ کے لوگ عرس کرتے ہیں اور عرس کا سارا خرچ برداشت کرتے ہیں۔
۲- ۲۳ رجب کو اجو والہ نواحی فتح جنگ کے عقیدت مند عرس کا اہتمام کرتے ہیں۔
۳- ۲۴ رجب المرجب کو کوٹ صلابت نواحی فتح جنگ کے ارادت مند عرس پاک مناتے ہیں۔ لنگر کا وسیع انتظام ہوتا ہے۔ قوالی ہوتی ہے۔ علمائے کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔

مریدین

بقول حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ ہمدانی فتح جنگی سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ احمدیہ فتح جنگ ضلع اٹک (پنجاب) فتح جنگ' تلہ گنگ اور میانوالی کے علاقہ میں آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری

پیدائش اور خاندان

حضرت خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۵۰ء کو پشاور، صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید میرمحی الدین شاہ جو "سلطان المشائخ" اور گورگھٹڑی والے "آغاصاحب" کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت محدث اعظم سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

حضرت سید میرمحی الدین شاہ کے دو فرزند تھے۔

۱۔ حضرت خواجہ سید سکندر شاہ، ۲۔ حضرت سید میراسحاق شاہ[1]

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے:

سید سکندر شاہ بن سید میرمحی الدین بن سید قطب الدین شاہ بن سید موسیٰ شاہ بن سید محمد عابد شاہ بن سید شاہ محمد غوث قادری لاہوری بن سید حسن شاہ پشاوری بن سید عبداللہ شاہ بغدادی ٹھٹھوی بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید بدر الدین حسن بن سید علاؤ الدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین احمد یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید ابوالصالح نصر بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانی بن ابوالصالح موسیٰ بن ابوعبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن حضرت محمد بن حضرت داؤد بن حضرت موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن سید

---

[1] محمد امیر شاہ قادری، مولانا: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (جلد اول)، صفحہ ۱۹۸۔

حسن مثنیٰ بن امام حسن بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ[1]

تعلیم و تربیت

آپ نے دینی تعلیم کے حصول کے لیئے بہت ہی محنت شاقہ اٹھائی اور ریاست جموں و کشمیر کے اساتذہ سے بھی دینی تعلیم حاصل کی۔ پشاور میں حضرت مولانا میاں نصیر احمد بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے کافی سفر کرکے دینی تعلیم کو مکمل کیا اور علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرکے عالم و فاضل ہوگئے۔

سیال شریف کی اولین حاضری اور بیعت

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی حضرت مولانا محمد امین نکوچی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی ہیں:

حضرت خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری کو غوث وقت کی زیارت کی آرزو رہتی تھی۔ ایک روز خواب میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا اشارہ ہوا۔ کلکتہ جانے والے ایک قافلہ کے ہمراہ ہوگئے اور جب قافلہ خوشاب پہنچا تو ایک مسجد میں سیال شریف کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ قافلہ کو الوداع کہا اور اس خوشابی مرید کی رفاقت میں سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت ہوئے۔

شیخ کامل سے محبت

اپنے شیخ طریقت سے والہانہ عشق اور محبت تھی۔ پیدل سیال شریف آتے جاتے تھے۔ شیخ کامل کے وصال شریف کے بعد حضرت ثانی لاثانی سیالوی اور حضرت مجاہد اعظم سیالوی کے دور ہمایوں میں بھی کمال نیازمندی سے حاضر ہوتے رہے اور اپنا دامن فیوض و برکات سے مالامال کرتے رہے۔

---

[1] محمد امیر شاہ قادری مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ مطبوعہ حاجی ... پشاور۔ (...)

خرقہ خلافت

مختلف مجاہدات کر کے منازل سلوک طے کیں اور اپنے شیخ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حلیہ

ایک عینی شاہد شیخ عبدالحمید سابق جج ہائیکورٹ و سابق سیکرٹری و رکن وزارت قانون رو فیسر ایمریٹس پشاور لکھتے ہیں :

جناب سید سکندر شاہ صاحب کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ کوہ مری کی مال روڈ پر مسلمان کیا ہندو بھی بہت دیر تک کام اور چلنا پھرنا چھوڑ کر ان کو دیکھتے رہتے تھے[1]

اخلاق و اطوار

لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ سفر میں وہ خود بھی سامان کی چھوٹی سی چیز اٹھانے پر اصرار فرماتے تھے اور اپنے مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ خبردار کسی کو نہ کہنا کہ میں پیر ہوں اور تم مرید ہو' مجھے زیارت بنا کر نہ رکھو اور جب موقع آتا تو لوگوں سے یہی فرماتے کہ میرے ہمسفر میرے دوست ہیں۔ آپ کے باطنی فیوض کا دروازہ ہر اس شخص کے لئے کھلا رہتا تھا جو ان کا صحیح طالب تھا۔ رواداری' سخاوت اور اتباع سنت رسول اللہ ﷺ آپ کا خاصہ تھا۔ بلند اخلاق اور عشق الٰہی کے روحانی اثرات سے تسخیر قلوب فرماتے تھے۔ "اکل حلال اور صدق مقال" آپ کا سیف تھا۔ آپ کا فرمان تھا: "دل بایار و دست باکار"۔[2]

آپ انتہائی درجے کے متورع' زاہد مرتاض' عالم و فاضل اور عارفین کاملین سے تھے۔ اگرچہ آپ عزلت پسند تھے اور شہرت سے نفرت کرتے تھے مگر آفتاب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا' اس آفتاب ولایت کی شعاعیں خود ہی بتا رہی ہیں کہ آفتاب موجود ہے۔[3]

---

[1] ایضاً (پیش لفظ) صفحہ ۷۔
[2] ایضاً (پیش لفظ) صفحہ ۷' ۸' ۹۔
[3] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (جلد اول) صفحہ ۱۹۹۔

معمولات و اشغال

آپ کی مجلس میں علماء، فقراء، صلحاء اور امراء کا ہروقت اجتماع رہتا اور کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر گفتگو رہتی۔ تمام بزرگان دین کے عرس نہایت ہی اہتمام اور ادب و احترام کے ساتھ منعقد کرتے اور خصوصاً ربیع الثانی شریف کی گیارہویں تاریخ کو حضور غوث اعظم قطب ربانی محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کو بہت ہی شان اور عظمت سے کرتے۔ تمام دن لنگر تقسیم ہوتا اور تمام رات ذکر الٰہی کے حلقے رہتے۔ الحمدللہ کہ آج تک آپکی خانقاہ قائم ہے اور اسی طرح عرس ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک میں سنت تراویح میں قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ سید ولایت حسین شاہ بہت خوش الحانی اور صحت قرات سے قرآن پڑھتے تھے۔ اکثر حضرات کو وجد ہوجایا کرتا تھا۔

ہر جمعہ کو نماز مغرب کے بعد حدیث شریف کا بیان ہوتا تھا۔ نماز، نوافل اور اوراد و وظائف پابندی سے ادا فرماتے تھے۔

کشش صحبت

آپ توجہ کاملہ کے مالک تھے۔ جب مریدین پر توجہ فرماتے تو مرغ بسمل کی طرح مریدین تڑپتے رہتے تھے۔ آپ کے مریدین پر "حال" اور "جذبہ" بہت غالب تھا۔

صاحب اسرار التصوف کا بیان ہے:

آپ کی توجہ باطنی میں کچھ ایسی کشش اور تاثیر ہے کہ کیسا ہی منکر ہو ایک ہی توجہ میں اپنی طرف کھینچ لیتے۔ اپنے فیوض باطنی میں سے مالا مال کر دیتے۔ اسی کشش دلی و جذب باطنی سے بے شمار مرید صاحب سیر سلوک ہوگئے ہیں[۱]

قیام خانقاہ اور سلسلہ رشد و ہدایت

آپ نے پشاور میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہ قائم کر کے رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا بڑے پیمانہ پر کام کیا۔ پشاور میں آپ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس نے سلسلہ چشتیہ کو روشن کیا اور حلقہ

---

[۱] اسرار التصوف، صفحہ ۱۶، بحوالہ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، (جلد اول) صفحہ ۲۰۰۔

ارادت قائم کیا۔ آپ کے وجود سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو صوبہ سرحد میں اس دور میں کافی ترقی ہوئی۔ اس وقت اس علاقہ میں اس مبارک سلسلہ کا کوئی شیخ نہیں تھا جو اس سلسلہ کی تبلیغ و ترویج کرتا اور اس سلسلہ کی اشاعت اس علاقہ میں ایک بہت ہی مشکل اور کٹھن کام تھا۔ اس علاقہ پر طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ کا انتہائی اثر و نفوذ تھا۔ خصوصاً سلسلہ سوات صاحب جو اپنے آپ کو ''قادریہ نقشبندیہ زاہدیہ'' سے نسبت کرتے تھے سماع کا سننا انتہائی گمراہی اور بے دینی سمجھتے تھے۔ آپ نے اس ماحول میں (جبکہ پرائے تو تھے ہی دشمن' اپنوں سے بھی بحث و مباحثہ اور بسا اوقات مناظرہ تک کی نوبت آتی) ہمت و استقلال اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ اس سلسلہ کو گھر گھر پہنچایا اور وجد و حال کی مجالس کو قائم رکھا۔

حلقہ مریدین

آپ کی ذات والا صفات پشاور' لاہور' چونیاں' قصور اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جو آپ کے ہزارہا کی تعداد میں مریدین تھے کے لئے باعث رحمت و افتخار تھی۔

پشاور شہر اور لاہور میں آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ہر طبقہ کے افراد آپ سے عقیدت رکھتے اور آپ سے اصلاح پذیر ہوتے۔

اصلاح و تربیت

آپ مریدین کی اصلاح اور تربیت کی طرف خاص توجہ دیتے۔ جہاں آپ فقراء اور متوسط طبقہ کی اصلاح فرماتے وہاں پر آپ امراء اور حکام کی بھی اصلاح فرماتے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے اعلیٰ حاکم کرنیل محمد اسلم خان آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھتے اور خان بہادر غلام صمدانی خان آپ کے اتنے معتقد تھے کہ انہوں نے اپنی دو صاحبزادیاں آپ کے ہر دو صاحبزادگان کے حبالہ عقد میں دیں۔ اسی طرح پشاور کے سردار خیل' قاضی خیل اور دوسرے کئی خاندان آپ کے حلقہ مریدین میں داخل ہوئے۔

وجد و سماع

آپ کے تصرفات کا یہ عالم تھا کہ ادھر آپ نے توجہ فرمائی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے وہ کام پورا فرما دیا۔ آپ کے روحانی کمالات کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا

ہو۔ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجلس سماع میں جس وقت آپ توجہ فرماتے تو سالک سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ میں مصروف ہو جاتے اور یہ تمام آپ کی نظر کرم اور توجہ کاملہ کی طفیل ہوتا۔

توجہ باطنی کا واقعہ

پشاور کے سادات میں یہ قاعدہ ہے کہ جب ان سادات میں میت ہو جائے تو جنازے کے آگے ذکر الٰہی کے حلقہ کرتے ہوئے میت کو شہر کے دروازے تک پہنچا کر دعا کر دیتے ہیں۔

چنانچہ آپ کے خاندان میں ایک بزرگ حضرت سید بزرگ شاہ گنج والے کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ جنازہ گور کھٹڑی کے سامنے پہنچا۔ میت کے آگے آپ کا حلقہ ذکر' ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔ آپ حلقہ کے وسط میں مراقب تھے۔ حلقہ میں چیف جسٹس شیخ عبدالحمید صاحب کے والد شیخ غلام رسول مرحوم وجد و حال میں مصروف تھے۔ تحصیل کے دروازے پر ایک پولیس کا سپاہی ڈیوٹی پر تھا۔ وہ شیخ صاحب کے وجد و رقص پر مذاق اور ہنسی کر رہا تھا۔ آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر اس سپاہی کی طرف دیکھا۔ اس ہنسی اور مذاق کو دیکھا۔ آپ نے اس پر توجہ فرمائی۔ آپ کے دیکھنے کے ساتھ ہی وہ سپاہی مع بندوق اور وردی کے حلقہ ذکر میں وجد و حال میں مصروف ہو گیا اور روتا پیٹتا رہا۔ آپ نے اس کو حلقہ سے باہر نکلوا دیا۔ سپاہی کے ہوش و حواس بجا نہ رہے اور وہ تھانہ میں بدستور روتا پیٹتا رہا۔ آخر پولیس افسران اس کو لے کر دوبارہ حلقہ ذکر میں لائے۔ اس وقت میت چوک قصاباں کے قریب پہنچ چکی تھی۔ آپ نے اس کی طرف نظر کرم سے دیکھا اور وہ شخص ہوش میں آ گیا اور اس سے وہ کیفیت جاتی رہی۔ آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ اللہ والی مخلوق پر مت ہنسا کرو اور فرمایا ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

خوارق

آپ کرامات کے اظہار کرنے میں بہت ہی محتاط تھے اور اگر آپ سے کوئی کرامت صادر ہو جاتی تو بھی اس کی نسبت اپنی طرف نہ فرماتے اور اولیاء اللہ کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔ ہزاروں مکشوفات اور کرامات آپ کے مشہور ہیں۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب کی

صورت بن جاتی ہے۔ آپ کی اکثر کرامات اصلاح حال پر مبنی تھیں۔

سیر و سیاحت

آپ نے بہت سفر کیے۔ حج کا سفر حضرت آغا سید پیر جان قادری کے ہمراہ کیا۔ اور جس جگہ اور جس شہر میں بھی سنا کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے آپ وہاں جاتے اور اس شخص کی ملاقات کرتے۔ آپ نے سنا کہ گوالیار میں ایک فقیر ہے۔ آپ نے رخت سفر باندھ کر گوالیار کی راہ لی اور اس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ جب آپ اس کو ملے تو وہ بہت ہی خوش ہوئے۔

حکیم حسن محمد چونیوی لکھتے ہیں:

"چنانچہ حضرت قبلہ عالم خواجہ سید سکندر شاہ قدس سرہ خود فرماتے ہیں کہ بس دنیا میں صرف ایک شخص یعنی فقیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ہے جو بالکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر چل رہے ہیں"۔ اور فقیر صاحب نے آپ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ "سید صاحب آپ کی ہستی کا کوئی بزرگ ہندوستان میں نہیں ہے اور نہ ہی کوئی آپ کی تسلی کر سکتا ہے"[1]

آپ نے ان سے خوب فیض باطنی حاصل کیا۔ حضرت شیخ المشائخ میاں شیر محمد شرق پوری بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے بلکہ آپ کو ایک بار شرق پور شریف آنے کی دعوت دی اور آپ تشریف بھی لے گئے۔ جلال پور شریف میں آپ محبوب سبحانی حضرت خواجہ غلام حیدر علی شاہ سے ملے۔ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بھی آپ کی اکثر ملاقات رہتی۔ لاہور میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور حضرت مولانا مولوی سراج الدین چشتی جو کہ لاہور کے اکابر علماء میں سے تھے آپ کے پاس آیا کرتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے۔

کشمیر کی سیاحت کی۔ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہوئے اور بزرگ شخصیتوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ دہلی' لاہور' آگرہ اور اجمیر شریف بھی گئے۔ حکیم حسن محمد چونیوی لکھتے ہیں:

قاضی فضل حق چونیوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم سید سکندر شاہ نے ایک مرتبہ مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ قاضی صاحب آدمی کو ایسا ہونا چاہئے کہ ستر صوفیوں کے درمیان بیٹھا ہو تو

---

[1] انوار الشیخ فی تذکرۃ الشیخ (قلمی)' صفحہ ۷۸ بحوالہ تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد (جلد اول)' صفحہ ۲۰۳۔

ہر ایک کے باطن پر نظر ہو اور ہر ایک کے دل کی گہرائی دیکھ رہا ہو اور اس کے دل کو وہ ستر صوفی نہ دیکھ سکیں۔

چنانچہ اس بات کے ثبوت میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری فرماتے ہیں کہ قاضی صاحب تمہارے دل کو میں اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ہتھیلی لیکن حضرت قبلہ عالم کے قلب کی طرف جب خیال کرتا ہوں تو میرے دل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے کہ میری نظر باطنی وہاں پہنچ ہی نہیں سکتی۔[1]

قاضی فضل حق چونیوی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں پشاور میں حاضر ہوا کہ ایک مولوی یا صوفی صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور انہوں نے توحید کے بارے میں عرض کیا کہ اولیاء اللہ کے اندر جب اللہ تعالیٰ کا نور روشن ہو جاتا ہے تو بندہ بندہ نہیں رہتا بلکہ خدا ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم نے ذرا تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر کے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! ذرا سوچ کر کلام کرو۔ یہ مقام توحید ہے۔ آپ اس کی کیفیت نہیں سمجھ سکتے اور آپ نے فرمایا غور کرو کہ جب بندہ' بندہ ہے تو خدا کیسے ہو گیا؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور جب کسی مکان میں چراغ روشن کر دیا جائے تو روشنی ہو جاتی ہے۔ یہی حالت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ آپ نے فوراً فرمایا مولانا صاحب جب چراغ بجھا دیا جاتا ہے تو پھر اندھیرا کہاں سے آجاتا ہے؟ گویا اندھیرا اندر ہی موجود تھا۔ کہیں نکل نہیں جاتا۔ مطلب یہ ہوا کہ بندہ' بندہ ہے اور خدا خدا ہے۔ اگر نورانیت پیدا ہو جائے تو پھر بھی بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔[2]

درس و تدریس

آپ نے خانقاہ کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کیا جس میں دور دراز سے طالبان علم و معرفت حاضر ہو کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی نے لکھا ہے:

حضرت سید سکندر شاہ پشاوری نے پشاور میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس میں طالبان علم و معرفت کو تعلیم دی جاتی تھی اور ہزار ہا لوگوں نے اس مدرسہ سے دینی تعلیم اور اسلامی علوم کی

---

[1] ایضاً' صفحہ ۶۹' بحوالہ ایضاً' صفحہ ۲۰۴۔
[2] ایضاً' صفحہ ۶۹۔

تحصیل کی ۔[1]

علمی تبحر

آپ تبحر عالم، مناظر اور کامل بزرگ تھے۔ معاصر علمائے ربانی آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور علمی مناظرات و مباحث میں آپ کو شامل فرماتے تھے۔

ایک دفعہ سوات کے علماء نے فتویٰ دے دیا کہ محراب کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔ یہ فتویٰ شیخ العلماء حضرت مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی قدس سرہ کی نظر سے گزرا تو آپ آقا پیر جان قادری، خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری اور مولانا سراج الدین لاہوری کو ساتھ لے کر تحقیق حق کے لئے سوات تشریف لے گئے۔ تین دن کی گفتگو کے بعد علمائے سوات نے پہلے فتویٰ پر نظر ثانی کی اور دوسرا فتویٰ جاری کیا۔ حضرت مولانا اخوند عبد الغفور صاحب سوات قدس سرہ نے ان حضرات کو بڑی قدر و منزلت کے ساتھ رخصت کیا۔[2]

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۱۳ء بروز دو شنبہ ہوا۔ آپ کے انتقال پر تمام پشاور کے بازار بند کیے گئے۔ ہر شخص اشکبار نظر آتا تھا۔ جنازہ پر اتنا ہجوم تھا کہ بہت مشکل سے کندھا دینے کا موقع ملتا۔

مدفن

آپ کا مزار مبارک حضرت قدوۃ السالکین حضرت سید حسن گیلانی قادری کے احاطہ میں (پشاور) مرجع خلائق ہے۔

اولاد امجاد

آپ کے دو صاحبزادے حضرت سید محمد سعید جان اور حضرت خواجہ سید تجمل حسین شاہ

---

[1] خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، صفحہ ۳۰۶۔
[2] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، حصہ اول، صفحہ ۲۰۵۔

تھے۔

خلفاء

آپ کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں :

۱- حضرت قاضی فضل حق چونیوی، چونیاں ضلع قصور

۲- حضرت مولانا عزیز گل چشتی

آپ سفید ڈھیری (پشاور) کے باشندہ تھے۔ آپ کے خاص خادم محبوب خلیفہ اور مرید تھے۔ سردار عبدالرب نشتر مرحوم اپنے تعلیمی ایام میں مولانا عزیز گل چشتی کی بیٹھک میں قیام پذیر رہے اور ان کی امداد سے اسلامیہ کالج پشاور سے بی اے کیا تھا۔[۱] حضرت مولانا عزیز گل چشتی، حضرت قاضی محمد حمید فضلی ساکن شیرگڑھ ضلع مانسہرہ کے پھوپھا تھے۔

عرس شریف

پشاور میں آپ کا عرس بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے۔

---

[۱] مکتوب قاضی محمد حمید فضلی بنام مؤلف مرقومہ ۱۸ فروری ۱۹۸۹ء از آستانہ عالیہ شیرگڑھ، ضلع مانسہرہ، سرحد۔

حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی

پیدائش

آپ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت قاضی میاں غلام حسین رحمتہ اللہ علیہ ہے' جو عالم و فاضل بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کئے۔

۱- حضرت میاں غلام محمد

۲- حضرت قاضی میاں محمد

تعلیم و تربیت

حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی رحمتہ اللہ علیہ نے کھائی ضلع جہلم' اخلاص' میکی ڈھوک اور مکھڈ شریف ضلع اٹک میں منطق و کلام 'فقہ و فلسفہ اور قرآن و حدیث کی تعلیم مکمل کی۔

دور طالب علمی

حصول علم کے لئے آپ نے انتہائی مشکلات کا سامنا کیا۔ مگر دل گرفتہ نہ ہوئے۔ والد ماجد گھر سے جو خرچ ارسال کرتے وہ استاد مکرم اپنے پاس رکھ لیتے اور کتابیں خرید کر دیتے جو خطوط گھر سے جاتے وہ بغیر پڑھے گھڑے میں ڈال دیتے۔

ایک دفعہ مسلسل چار روز تک فاقہ رہا اور کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہوئی تو جسم میں نقاہت پیدا ہوگئی۔ بیٹھ کر مطالعہ کرنا مشکل ہوگیا تو کہنیوں کے بل بیٹھ کر مطالعہ کرتے یہاں تک کہ کہنیاں زخمی ہوگئیں اور خون رسنے لگا۔ اسی دوران آپ کے والد ماجد میکی ڈھوک تشریف لے گئے۔ شام کا وقت تھا۔ اپنے لخت جگر کو دیکھا کہ انتہائی کمزور ہوگیا ہے مگر باوجود اس کے مطالعہ میں مصروف ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

صبح روانگی کے وقت اس عزم و وفا کے پتلے کا امتحان لینے کے لئے کہا کہ کافی عرصہ ہوگیا ہے

اگر تم چاہو تو چند دن رخصت لے لو۔ والدہ سے مل لو گے اور گھر میں رہ کر طبیعت بھی کچھ سنبھل جائے گی تو آپ نے والد ماجد کی خدمت میں عرض کیا کہ رخصت لینے میں میرا تعلیمی نقصان ہو گا اور ان طلباء کا بھی جو مجھ سے سبق پڑھتے ہیں۔ رہا طبیعت کے سنبھلنے کا مسئلہ تو بعد از فراغت حصول علم آرام ہی آرام ہے۔ لہٰذا میں گھر نہیں جا سکتا۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں نیاز عرض کر دینا اور دعا کے لئے کہنا۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کرام میں درج ذیل بزرگ شامل ہیں :

۱- حضرت مولانا نور احمد ساکن کھائی تحصیل و ضلع جہلم
۲- حضرت مولانا نور محمد کھیڑا ساکن گروٹ ضلع خوشاب
۳- حضرت مولانا محمد افضل ساکن میکی ڈھوک ضلع اٹک
۴- حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی مکھڈ شریف ضلع اٹک
۵- حضرت مولانا حسن دین ساکن اخلاص ضلع اٹک

حضرت مولانا نور احمد ساکن کھائی فوت ہوئے تو سراج الاخبار جہلم نے ایک تعزیتی نوٹ شائع کیا۔

نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ضلع جہلم کے فاضل اجل استاذ الکل جناب مولانا نور احمد صاحب کھائی والہ ایک سو سال سے زیادہ کی عمر میں ۱۹ اپریل ۱۸۹۵ء یوم جمعہ کو ۲ بجے دوپہر کے راہگرائے عالم جاودانی ہوئے اور دوسرے دن دفن کئے گئے۔ جنازہ پر چھ سات سو آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ بہت لوگ دور دور سے آئے تھے۔[1]

بیعت و خلافت

بعد از حصول علم سیھوال تشریف لائے۔ اساتذہ کرام نے ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی خوب کی تھی اور سلوک و معرفت کی جو آگ اساتذہ کرام نے فروزاں کی تھی اسے حضرت خواجہ سیالوی نے جلا بخشی اور حلقہ ارادت میں قبول فرما کر خرقہ خلافت سے سرفراز

---

[1] سراج الاخبار' جہلم' مجریہ ۲۲ اپریل ۱۸۹۵ء بحوالہ مجلہ تحقیق' پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

فرمایا۔

شیخ سے محبت

اپنے شیخ سے از حد قلبی تعلق اور لگاؤ تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال شریف کے بعد حضرت ثانی لاثانی سیالوی کے عہد مبارک میں مختلف اعراس میں شمولیت کے علاوہ بھی سیال شریف حاضری معمول رہا اور فیوض و برکات سے دامن بھرتے رہے حتیٰ کہ حضرت مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کا دو سالہ دور ہمایوں بھی نصیب ہوا اور یہی سلسلہ جاری رہا۔

حضرت ثانی لاثانی کی محفل میں

حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی بھیروی نے آپ کی محفل میں حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی کی حاضری کا ایک جگہ ذکر فرمایا ہے۔

۱۳۲۱ھ مورخہ ۵ شوال بتقریب عرس حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ علیہ خاکسار حضرت قبلۃ السالکین کعبۃ العاشقین مرشدنا ادام اللہ برکاتھم کی قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ مقیمان آستان عالی شان اور مولانا قاضی محمد نوشہروی و مولانا مولوی محمد سبھر الوی وغیرہ خلفاء و درویشان باصفا حاضر مجلس گرامی تھے ۔وقت بہت ہی باراحت تھا۔عشاق حضور کے چہرۂ مبارک سے جمال الٰہی اور کمال نامتناہی کا مشاہدہ کر رہے تھے ۔آپ کی حق بین آنکھیں سوزش عشق میں سرور وصل کی صورت میں جلوہ گر تھیں۔[1]

درس وتدریس

عطائے خلافت کے بعد رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے شیخ کی اتباع میں ایک مدرسہ کی بنا ڈالی۔ دور دور سے شائقین علم حاضر ہوتے اور سیراب ہوکر واپس جاتے۔تمام عمر شریعت و طریقت کا درس جاری رکھا۔

---

[1] ماہنامہ صوفی پنڈی بہاؤالدین بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ مطابق اگست ۱۹۱۰ء، صفحہ ۲۹،۳۰۔

تلامذہ

آپ سے علمی فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد کافی ہے۔ بڑی تحقیق اور تلاش کے بعد جن تلامذہ کا علم ہو سکا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا غلام فرید ساکن سرکی شریف ضلع خوشاب
۲۔ مولانا سراج الدین ساکن سرکی شریف ضلع خوشاب
۳۔ مولانا محمد لطیف ساکن سرکی شریف ضلع خوشاب
۴۔ قاضی غلام مصطفیٰ ساکن سبھرال ضلع خوشاب
۵۔ مولانا میاں کمال دین ساکن سبھرال ضلع خوشاب
۶۔ مولانا غلام محمد ساکن مردوال ضلع خوشاب
۷۔ مولانا نور محمد ساکن مردوال ضلع خوشاب
۸۔ قاضی کلیم اللہ ساکن کفری ضلع خوشاب
۹۔ مولانا عبدالحکیم ساکن کفری ضلع خوشاب
۱۰۔ قاضی منظور الحق ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۱۔ قاضی فضیل احمد ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۲۔ مولانا محمد عارف ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۳۔ پیر ولایت حسین شاہ ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۴۔ قاضی فیض احمد ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۵۔ قاضی طفیل احمد ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۶۔ قاضی گل محمد ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب
۱۷۔ مولانا محمد حیات ساکن سوہدی ضلع خوشاب
۱۸۔ مولانا حاجی احمد ساکن سوہدی ضلع خوشاب
۱۹۔ مولانا حافظ غلام رسول ساکن سوہدی ضلع خوشاب
۲۰۔ مولانا قمر الدین ساکن چکرالی ضلع خوشاب

۲۱- مولانا گل محمد ساکن جبی شریف ضلع خوشاب
۲۲- مولانا محمد شاہ ساکن چوکھنڈی ضلع خوشاب
۲۳- مولانا قاضی عبد الرسول ساکن انگہ ضلع خوشاب
۲۴- مولانا مہر محمد ساکن انگہ ضلع خوشاب
۲۵- مولانا محمد نور عالم ساکن عاقل شاہ ضلع خوشاب
۲۶- قاضی رکن عالم ساکن کھبیکی ضلع خوشاب
۲۷- مولانا محمد امان ساکن موسیٰ خیل ضلع خوشاب
۲۸- مولانا برہان الدین ساکن دودھیال ضلع خوشاب
۲۹- مولانا احمد نور ساکن دودھیال ضلع خوشاب
۳۰- مولانا حمید الدین ساکن دودھیال ضلع خوشاب
۳۱- مولانا نور حسین ساکن دودھیال ضلع خوشاب
۳۲- مولانا نور المصطفیٰ ساکن دھدھڑ ضلع خوشاب وغیرھم

معمولات

سحری کے وقت بیدار ہوکر نماز تہجد سے نماز اشراق تک قرآن پاک، نوافل، مرقع شریف اور دلائل الخیرات کے وظائف میں مشغول رہتے۔ بعد ازاں طلبہ کے اسباق کا سلسلہ شروع ہوتا جو سارا دن جاری رہتا۔

نماز ظہر کے بعد ختم خواجگان، دلائل الخیرات شریف اور مرقع شریف پڑھتے۔ بعد از فراغت حاضرین کو تبلیغ حق کرتے اور ان کی حاجات سن کر دعائے خیر فرماتے۔ بعد از نماز عشاء مطالعہ کتب اور نوافل میں مشغول ہو جاتے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا۔ روزانہ نماز فجر اور جمعہ المبارک کو قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔

دوران تعلیم اوقات فرصت میں مختلف کتب کی کتابت اور حواشی لکھنے میں مصروف رہتے تھے۔

سیرت و کردار

آپ کی ایک ایک ادا اپنے اندر بیسیوں سبق لئے ہوئے ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ اتباع سنت

کا فقید المثال نمونہ تھا۔ باطن عشق رسول مقبول ﷺ سے روشن، مثل مہر اور ظاہر شریعت کا مرقع جمیل۔ باطل کے بالمقابل تیغ براں اور حلقہ یاراں میں باران رحمت۔ بقول اقبال

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کا دل جس سے دہل جائے وہ طوفان

آپ علم کے بحرزخار اور ولی کامل تھے۔ خطاطی میں بے مثال تھے۔

رسوم بد کو دور کرنے کی کوشش

آپ بری رسوم کے سخت مخالف تھے اور ان کے ازالہ کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ سبھر ال میں کسی شخص نے شادی کے موقع پر ایک رقاصہ کے رقص کا بندوبست کیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ ایسا ناممکن ہے کہ سبھر ال میں قاضی میاں محمد بھی ہو اور رقاصہ بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرے۔ ایک بات ہوگی میں چلا جاؤں گا یا وہ نہیں آئے گی۔ غرضیکہ صبح ان لوگوں نے اچانک رقاصہ کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ سبھر ال کے دو گروپوں میں لڑائی شروع ہوگئی اور دونوں گروہ نالہ میں موجود تھے اور ایک دوسرے پر پتھر برسا رہے تھے۔ آپ کو علم ہوا تو چلتے ہوئے دونوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور دونوں طرف سے پتھروں کو پکڑ کر نیچے گرا دیتے۔ جب دونوں گروپوں کو علم ہوا تو سخت نادم و شرمسار ہوئے۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۱۱ء بروز شنبہ ہوا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا میاں محمد شریف آف سرکی شریف نے پڑھائی۔ قاضی غلام مصطفیٰ سبھر الوی اور حضرت مولانا میاں محمد شریف نے تجہیز و تکفین کی۔

قطعہ تاریخ وصال

قاضی غلام مصطفیٰ سبھر الوی نے قطعہ تاریخ وفات رقم کیا ہے

بست و پنجم ماہ رمضان در سحر
یک ہزار و سہ صد ہجری شمر

ہم براں بست و نہم ازاد بود
کز پئے رخت سفر بستہ کمر

آپ کا مزار شریف سبھرال میں مرجع خلائق ہے۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت قاضی عبدالرحمن کی عمر مبارک چونکہ کم تھی اس لئے مسند نشینی کے فرائض حضرت مولانا قاضی غلام مصطفیٰ سبھر الوی نے انجام دیئے۔ جب مولانا عبدالرحمن نے حصول تعلیم سے فراغت کے بعد سیال شریف سے خلافت و اجازت حاصل کی تو مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔سیال شریف ان کی زیارت ہوتی رہتی تھی۔بہت کم گو' بلند اخلاق اور ہمہ وقت محویت و استغراق کے عالم میں رہتے تھے۔

اب ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مشتاق احمد سیالوی صاحب مسند نشیں ہیں۔ بڑے ہونہار' عالم و فاضل اور خوش اخلاق ہیں۔مؤلف کے بہت مہربان ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات کی فراہمی میں سب سے پہل کی۔ سیال شریف دوران ملاقات اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شاد و آباد رکھ کر اپنے اسلاف اور بزرگوں کا صحیح امین اور جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین!

عرس شریف

آپ کا عرس مبارک ہر سال بڑے اہتمام سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

اولاد امجاد

حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند ارجمند عطا کئے۔

۱- قاضی عبدالرؤف

۲- قاضی عبدالرحمن

حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری

ولادت اور خاندان

غوث زمان قطب المدار حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ۲۵ صفر المظفر ۱۲۵۶ھ مطابق ۷ مئی ۱۸۴۰ء بروز دوشنبہ چکوڑی شریف ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔

کریری سیدان علاقہ پونچھ آزاد کشمیر کے خانوادہ سادات کے ایک فرد حضرت سید نظام الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ گجرات کے ایک گاؤں بھملہ نواح کھاریاں میں تشریف لائے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ کافی لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

روسائے بھملہ نے ۱۲ بیگھہ زرعی زمین، بارہ مانی غلہ اور سات گائیں نذر گزاریں اور باصرار مستقل سکونت اختیار کرنے کے لئے عرض کیا جسے آپ نے منظور فرمالیا۔

بھملہ میں سادات ہمدانیہ کی ایک عفیفہ سیدہ سے نکاح کیا۔ جن کے بطن سے سات لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چار کی اولاد پنجاب میں موجود ہے اور تین لاولد فوت ہوئے۔

۱۔ سید محمود حسین شاہ
۲۔ سید امیر علی شاہ
۳۔ سید مہتاب علی شاہ
۴۔ سید امیر حسین شاہ
۵۔ سید احمد شاہ
۶۔ سید جمال شاہ
۷۔ سید حیدر شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت سید احمد شاہ نے چکوڑی شریف میں رہائش اختیار کی۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ مزار شریف موضع شکریلہ میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔
۱- حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری
۲- حضرت سید سید علی شاہ بخاری

نسب نامہ

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے:
خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری بن سید احمد شاہ بن سید نظام الدین بن سید محمد اعظم شاہ بن سید حسین شاہ بن سید محسن معصوم شاہ بن سید عبد الرحمن شاہ بن سید میراں حیدر شاہ بخاری بن سید محمد مراد بن سید فخر الدین شاہ بن سید علاء الدین شاہ بن سید محمود نوز ناصر الدین بن سید مخدوم جہانیاں بن سید سلطان احمد کبیر بن سید جلال الدین بخاری بن سید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید ابو القاسم عبد اللہ بن امام جعفر الثانی بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سید احمد شاہ بخاری سے قرآن اور دیگر علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔

شکریلہ میں قیام

آپ کے والد ماجد چکوڑی شریف کی اقامت ترک کرکے موضع شکریلہ میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت سید سید علی شاہ کی اولاد چکوڑی شریف میں موجود ہے۔
شکریلہ شریف سرائے عالمگیر سے نہر اپر جہلم کی پٹڑی پر میر پور روڈ کے کنارے تقریباً ۱۸-۲۰ کلو میٹر پر واقع ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے اس کا محل وقوع ایک انوکھا اور دلچسپ منظر پیش کرتا ہے۔

سیال شریف کی اولین حاضری اور بیعت

آپ نہایت حسین 'بہادر اور شہ زور نوجوان تھے۔ فن کشتی سے خاصہ شغف اور لگاؤ تھا۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں سیال شریف حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کو بھولی بھالی شکل و صورت دیکھ کر پیار آگیا اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو' یہاں کیوں اور کیسے آئے ہو؟

عرض کیا حضور سید ہوں۔ علاقہ گجرات سے آیا ہوں۔ کشتی لڑنے کا شوق ہے' مجھے تعویذ عطا فرمایئے کہ جس کی برکت سے ہر پہلوان بالمقابل پر فتح پالیا کروں۔

حضرت خواجہ سیالوی نے مسکرا کر فرمایا: شاہ جی! سب سے بڑا بالمقابل دشمن پہلوان نفس اور شیطان ہے اس کو زیر کرنے کا تعویذ لے جاؤ۔ عرض کیا حضور یہی دے دو۔ آگے بڑھے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے سینے سے لگا کر عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

مرشد سے عقیدت

سیال شریف کی حاضری پاپیادہ اور ہر سال ہوا کرتی تھی۔ آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔

مراۃ العاشقین میں ذکر

مراۃ العاشقین (فارسی) کے صفحہ ۲۸ پر آپ کا ذکر ملتا ہے۔

"و سید رسول شاہ جہلمے بطرف سر و سیدی دیگر جانب پایاں آنحضرت نشستہ بودہ۔"

ترجمہ: اور سید رسول شاہ جہلمی سر کی طرف اور ایک اور سید آپ کی پائنتی کی طرف بیٹھا تھا۔

خرقہ خلافت

آپ تقریباً عرصہ چار سال سیال شریف بطور خدمت مصروف و مشغول رہے۔ سلوک و تصوف کے اعلیٰ منازل طے کر کے بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت خواجہ سیالوی نے خرقہ خلافت اور اجازت بیعت ارزانی فرما کر نہایت شفقت کے ساتھ رخصت کیا۔

شیخ کی نوازشات

حضرت خواجہ سیالوی نے بوقت رخصت چند تبرکات عنایت فرمائے۔

۱- سنگ مرمر کی ایک سفید تختی
۲- مصلیٰ (جائے نماز)
۳- تسبیح
۴- کوزہ
۵- عصا

یہ تبرکات ہنوز شکریلہ شریف میں محفوظ ہیں۔

مجاہدہ و ریاضت

آپ مجاہدہ و ریاضت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ حضرت قاری غلام نبی للہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کے برابر ریاضت کرتے کسی کو نہیں دیکھا؟ آپ فرض نمازوں کے علاوہ ایک ہزار رکعت نفل بلاناغہ ادا فرماتے تھے۔ قرآن پاک کی منزل بھی باقاعدہ پڑھتے تھے۔ دیگر وظائف و اوراد چشتیہ بھی ادا کرتے تھے اور سال بھر میں دو تین مرتبہ پندرہ پندرہ دن کا روزہ رکھتے یعنی پندرہ دن رات متواتر کھاتے اور نہ پیتے تھے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرتے تھے[۱]

اخلاق

آپ نہایت پارسا، متقی، پرہیز گار، متشرع، عابد اور زاہد عالم تھے۔ آپ پر اکثر استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ توکل باللہ فکر معاش سے آزاد تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے:

لا ملک الا اللہ[۲]

حضرت خواجہ سید ملک علی شاہ بخاری فرماتے ہیں: ؎

۱- یادداشتیں (قلمی) نوشتہ قاری نور حسین للہی مملوکہ صاحبزادہ حکیم سید صفدر حسین شاہ صابر شکریلہ شریف، ضلع گجرات۔
۲- ایضاً۔

نام غلام رسول بخاری فیض جنہاں دا ہویا جاری
وچ عبادت عمر گزاری رنگ پیر سیال نے لایا
معراجہ! کیسریاں رنگ لایا [1]

حلیہ

آپ طویل القامت جسم دبلا اور لاغر تھا۔ چہرہ بشاش 'شگفتہ اور زردی مائل تھا۔ مئولف نے آپ کی شبیہ مبارک کی زیارت کی ہے۔

روحانی مقام

آپ کمالات باطنی میں یکتا اور توحید میں لاثانی تھے۔ آپ کو نسبت جذب حاصل تھی۔ قطب المدار اور مرتبہ غوثیت پر فائز تھے۔[2]

لباس و خوراک

آپ کرتہ اور تہبند استعمال کرتے تھے۔ سر پر کلاہ قادری اور اوپر سفید ململ کی چادر اوڑھتے تھے۔ غذا سادہ اور معمولی استعمال کرتے اور بعض اوقات بٹیر کی یخنی سے روزہ افطار کرتے تھے۔[3]

خلفاء

آپ کے خلفاء مشہور و معروف یہ ہیں:

۱۔ خواجہ سید محمد شاہ بخاری (پسر)
۲۔ خواجہ سید ملک علی شاہ بخاری (پسر)
۳۔ خواجہ سید سید علی شاہ ساکن گرساہی علاقہ پونچھ 'کشمیر

---

[1] سوہان ایمان مطبوعہ ۱۹۸۴ء' صفحہ ۷۰۔
[2] یاد داشتیں (قلمی)۔
[3] ایضاً۔

۴- خواجہ سید حیدر علی شاہ ساکن مظفر آباد، کشمیر
۵- مولانا قاری حافظ غلام نبی للہی ساکن للہ شریف، ضلع جہلم

اولاد امجاد

آپ کی اولاد میں چار فرزند یادگار ہیں :

۱- صاحبزادہ سید مردان علی شاہ
۲- صاحبزادہ سید محمد شاہ
۳- صاحبزادہ سید گل حسین شاہ
۴- صاحبزادہ سید ملک علی شاہ

اول الذکر تینوں صاحبزادوں کو اپنی حیات مبارک میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بیعت کرا دیا تھا۔ البتہ صاحبزادہ سید ملک علی شاہ کو مرشد کی تلاش کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری سے بیعت ہو کر خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

وصال شریف

آپ کا وصال مبارک ۱۳ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۱۰ء بروز چہار شنبہ ہوا۔

مدفن پاک

آپ کا مزار شکریلہ شریف سے متصل مشرقی جانب ایک بلند ٹیلے پر واقع ہے۔ روضہ بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی نہر اپر جہلم گزر رہی ہے اور مغربی سمت تھوڑے فاصلے پر دریائے جہلم بہہ رہا ہے۔ شمالی جانب کچھ دور علاقہ آزاد کشمیر کی سرخ، سیاہ اور سفید پہاڑیاں دکھائی دے رہی ہیں اور رات کو منگلا ڈیم کی بجلی کی رنگا رنگ قمقمے ستاروں سے مزین آسمان کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

آپ کے مزار شریف پر عالیشان گنبد ہے۔ چند دیگر خاندانی مزارات بھی ہیں۔ روضہ شریف کے مغربی سمت ایک خوبصورت مسجد ہے۔ مزار شریف کے چہار طرف پھلواڑی لگی ہوئی ہے۔ بہت حسین و جمیل اور پر فضا مقام ہے۔

آپ کی درگاہ تکمیل حاجات کے لئے مرجع خلائق ہے۔

دوبارہ تدفین

آپ کے وصال شریف کے سات سال بعد آپ کے وجود اطہر کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا تو چار صد افراد نے زیارت کی۔ کفن اور وجود مسعود صحیح سالم تھا۔

عرس مبارک

آپ کا سالانہ عرس پاک حضرت صاحبزادہ سید عاشق حسین شاہ بخاری سجادہ نشین کی زیر سرپرستی بڑے اہتمام و انصرام سے ہوتا ہے۔

ملفوظات

آپ کے چند ملفوظات اور ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱- میں نے اپنے مرشد برحق کی توجہ سے' حبس دم سے ریاضت کا آغاز کیا جس سے تھوڑے عرصہ میں میں خورد و نوش کی خواہش سے آزاد ہو گیا۔

۲- جو مرید اپنے پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے جو پیر اپنے مرید سے دور رہے وہ پیر بھی ناقص ہے۔

۳- مرید صادق کی پہچان یہ ہے کہ وہ پیر کی بارگاہ کو ہر نقص سے پاک سمجھتا ہے۔

۴- مرید کی کامیابی اس کے پیر کی عنایت پر موقوف ہے۔

۵- مرید کا مرکز تسلیم و محبت ہے' جو اس سے ہٹ گیا وہ خراب ہوا' جو قائم رہا وہ کامیاب ہوا۔

۶- فی الحقیقت مرید وہ ہے جس کی مراد اس کا پیر ہو۔

۷- مرید اپنے پیر سے اس طرح ملے جس طرح قطرۂ آب دریا میں مل جاتا ہے۔[1]

حافظ غلام نبی للہی کی شکریلہ شریف حاضری

حضرت قاری نور حسین للہی اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں:

---

[1] ایضاً۔

[2] حالات کے لئے ملاحظہ ہو' مؤلف کا مضمون' حضرت مولانا قاری غلام نبی للہی' مطبوعہ رسالہ "سالٹ رینج" پنڈدادنخان۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا قاری حافظ غلام نبی للہی رحمتہ اللہ علیہ یہ جنون لئے پھرتے تھے کہ کوئی اللہ والا مل جائے اور ایسا وظیفہ بتائے کہ مصلیٰ کے نیچے سے دس روپے یومیہ مل جائیں اور اطمینان سے بیٹھ کر درس قرآن پڑھائیں۔ کسی نے شکریلہ شریف کا پتہ دیا۔ آپ حاضر ہوگئے۔ حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری نے سورۃ یٰسین کا چلہ فرمایا اور وہاں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ ابھی چلہ ختم نہ ہوا تھا کہ آپ کی توجہ سے قاری صاحب کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے بیعت بھی فرمایا نیز ارشاد فرمایا: ظاہری بیعت میرے لخت جگر غلام رسول شاہ سے کرلو۔ اس خواب کے بعد والد محترم کے دل میں ایک عشق کی لہر دوڑ گئی۔ دل میں درد، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! دس روپیہ چاہئے یا بیس روپیہ؟ روتے ہوئے آپ کے قدموں میں گر گئے اور عرض کیا:

حضور! اب تو دل ماسوائے اللہ سے بیزار ہوچکا ہے۔ جس بارگاہ معلیٰ میں رات کو پیش فرمایا اس در کی حضوری اور آپ کی غلامی کی ضرورت ہے۔ آپ نے ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لیا اور بیعت فرماکر خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[1]

مولوی نور عالم ساکن چکوڑی شریف کا خواب

مولوی نور عالم چکوڑوی کا بیان ہے کہ ایک بار میں دربار گنج شکر بر موقع عرس مبارک حاضر ہوا۔ مخلوق کا انبوہ کثیر تھا۔ لوگوں نے مجھے بہشتی دروازہ کے قریب تک نہ جانے دیا۔ آخر مجبور ہوکر ایک دیوار سے تکیہ لگاکر سوگیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت باوا فرید الدین گنج شکر اور خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری تشریف لاتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری مجھے فرماتے ہیں: باوا جی کو ذرا دبا دے اور آپ پاس ہی بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں حیران تھا کہ سبحان اللہ، کیسا کرم ہے۔ جب میں شکریلہ شریف واپس آیا تو آپ نے فرمایا: نور عالم! باوا جی کی خواب میں خوب زیارت کی۔ اب

---

[1] ایضاً۔

تو پکے بہشتی ہو گئے نا۔[1]

مولوی غلام اعظم جہلمی کا خواب

صاحبزادہ سید صفدر حسین شاہ صابر شکریلوی نے مؤلف سے بیان کیا:

مولانا غلام اعظم مرحوم اکثر اپنا خواب تقاریر میں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں کیا دیکھتا ہوں کہ سید باغ علی شاہ ساکن چک دولت ضلع جہلم حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری کی خدمت معلّٰی میں حاضر ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی عدالت منعقد ہوتی ہے۔ آپ کے حضور ایک قدسی جماعت بھی تشریف فرما ہے۔ آپ کے حضور سید باغ علی شاہ کا مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ آپ ایک پنچایت مقرر کرتے ہیں جس کے سینئر جج خواجہ غلام رسول شاہ بخاری ہیں۔

پنچایت نامہ حضرت خواجہ بخاری کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ سید باغ علی شاہ کی سزا میں ایک سال کم کر دینے کا حکم فرماتے ہیں۔ جب مولانا غلام اعظم مرحوم بیدار ہوئے تو علی الصبح شکریلہ شریف روانہ ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سید باغ علی شاہ حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری کی خدمت میں حاضر ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔

حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری، سید باغ علی شاہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: شاہ صاحب مولوی صاحب سے دریافت کر لو۔ بعد ازاں مولانا صاحب نے خواب کا پورا واقعہ بیان کیا۔[2]

سجادہ نشین

آج کل آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ سید عاشق حسین شاہ بخاری سجادہ نشین ہیں۔ لنگر خانہ مسجد اور عالیشان گنبد کی تعمیر و تزئین انہی کی مساعی جمیلہ کا ثمر ہے۔ مؤلف ۱۳ دسمبر ۱۹۸۸ء کو

---

[1] ایضاً۔

نوٹ: مؤلف حضرت قاری نور حسین للہی کی زیارت سے مشرف ہوا جب للہ شریف مولانا غلام محمد للہی کے کوائف کی فراہمی کے سلسلہ میں گیا۔ (مؤلف)

[2] مولانا غلام اعظم مرحوم عالم اور خطیب تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری سے حاصل کی۔ اکثر شکریلہ شریف حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ان کی اولاد جہلم شہر میں موجود ہے۔ (مؤلف)

شکریلہ شریف حاضر ہوچکا ہے۔ سجادہ صاحب موصوف عالم و فاضل، درویش منش، مہمان نواز، سخی اور متشرع بزرگ ہیں۔

آستانہ عالیہ جلال پور شریف سے بیعت و خلافت رکھتے ہیں۔

حضرت قاضی ولی احمد میروی
المعروف مولوی صاحب گلی باغ شریف

پیدائش اور نسب

آپ ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء کو تنول بانڈہ داخلی گلی باغ شریف تحصیل و ضلع مانسہرہ (سرحد) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا عنایت اللہ خان (متوفی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ) ہے۔ آپ تربیلا ڈیم کے نزدیک واقع "ڈھیری" نامی گاؤں کے باشندہ تھے۔ والدین سے چھپ چھپا کر حصول علم کے لئے نکلے کیونکہ ان کے والدین پٹھان قوم جدون تھے اور دینی علوم کی تعلیم کی طرف بہت کم رجحان تھا۔ مولانا عنایت اللہ خان کے دادا گندھف علاقہ گدون امازئی سے تربیلہ آئے تھے۔

حضرت مولانا عنایت اللہ خان شال نزد بانڈہ میں ایک عالم سے پڑھتے رہے۔ علاوہ ازیں گلی باغ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ گلی باغ میں ہی شادی کی۔ آپ کے تین فرزند تھے:

۱- عبد الجبار متوفی ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

۲- مولانا ولی احمد

۳- مولانا محمود احمد

عبد الجبار والدین کی خدمت کے لئے گھر میں رہے۔ قاضی ولی احمد اور مولانا محمود احمد نے علوم متداولہ حاصل کئے۔

حضرت قاضی ولی احمد میروی کا نسب نامہ اس طرح ہے:

قاضی ولی احمد بن مولانا عنایت اللہ خان بن امیر خان بن زیارت خان بن ایوب خان بن کالو خان بن امیر خان بن مدت خان۔

تذکرہ علمائے ہزارہ کا مؤلف لکھتا ہے:

نسبا" پٹھان تھے۔ ان کے بزرگ سمہ ضلع مردان سے آکر ڈھیری تربیلہ میں آباد ہوئے۔

تحصیل مانسہرہ میں یہ بزرگ آئے۔ اولاً گلی گاہ اپر پکھلی میں رہائش پذیر رہے۔ پھر یہاں آ بسے[۱]

تعلیم اور اساتذہ

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بعد ازاں ٹانڈہ علاقہ حسن ابدال ضلع اٹک میں حضرت مولانا محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ جو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے کے ہاں رہ کر دینی حاصل کی۔ پھر آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا محمد غوث چشتی رحمتہ اللہ علیہ[۲] کے پاس کالوپنڈ شریف ضلع اٹک تشریف لے گئے اور وہاں کافی عرصہ رہ کر علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اور ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی مشغول رہے۔

اساتذہ کی خدمت

حضرت قاضی محمد حمید فضلی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت صاحب گلی باغ شریف والوں نے مختلف درسوں میں ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ خانپور اور ہری پور کے مختلف گاؤں میں اس وقت کے صلحاء اور نیک بندگان کے زیر سایہ رہے۔ ایک گاؤں کے امام و فاضل کے ہاں دو سال رہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل آپ کو دوسرے فاضل کی طرف رہنمائی کی۔ آپ اس کی خدمت میں رہے۔ اسباق کے ساتھ ساتھ ان کی گائیں بھی چراتے تھے۔

ایک بار قحط کی وجہ سے چارہ کی قلت تھی۔ شیوان کے علاقہ لورَ تناول تحصیل ایبٹ آباد کے ایک طالب علم نے اپنے استاد سے گائیں اپنے ہاں لے جانے کا کہا۔ حضرت مولوی صاحب گلی باغ بھی ساتھ تھے۔ تقریباً چالیس پچاس میل کا سفر آپ نے طے کیا۔ شیوان کے علاقہ میں پہنچے تو وہ طالب علم روپوش ہو گیا۔ آپ اس علاقہ سے نابلد وہاں گائیں چراتے رہے اور خود جنگل کے میوے وغیرہ کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ ایک خدا ترس شخص نے آپ کو دیکھا تو پھر آپ کی رہائش کا بندوبست کیا۔ وہ طالب علم عمر بھر پھر دکھائی نہ دیا۔ تقریباً گرمیوں کے چار پانچ ماہ گزار کر استاد کے

---

[۱] محمد خواص خان اعوان: تذکرۂ علمائے ہزارہ مطبوعہ ۱۹۸۹ء، صفحہ ۹۰، ناشر: تحقیقاتی اکیڈمی ادب و ثقافت بفہ۔

[۲] حضرت مولانا محمد غوث چشتی متوفی ۲۵ رجب ۱۳۰۲ھ حضرت خواجہ نور محمد اذہ شریف کے خلیفہ مجاز تھے اور خواجہ نور محمد حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی قدس سرہ سے مجاز تھے۔ قاضی ولی احمد میروی نے بھی مولانا محمد غوث چشتی سے فیض حاصل کیا۔ (مؤلف)

بلاوے پر آپ ان کی گائیں واپس لے گئے[1] ٹانڈہ والے استاد کی خدمت اور ان کے گھریلو کام کاج کرتے تھے۔ حصول علوم کے لئے زیادہ عرصہ ٹانڈہ میں گزارا۔ مولانا محمد شریف نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے آپ کو اپنا خط دے کر کالوپنڈ شریف بھیجا۔

سیال شریف روانگی اور بیعت

کالوپنڈ شریف کے دوران قیام میں اپنے استاد گرامی حضرت مولانا محمد غوث چشتی کے حکم پر سیال شریف حاضر ہوکر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

عطائے خلافت

بیعت سے مشرف ہونے کے بعد واپس کالوپنڈ شریف تشریف لائے۔ چونکہ مولانا محمد غوث صاحب چشتی لاولد تھے آپ ان کے گھر کے ایک فرد ہوگئے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ کرکے اپنے شیخ طریقت کے زیرنگرانی سلوک کی منزلیں طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے عقیدت

اپنے شیخ کامل سے انتہائی عقیدت تھی۔ پیدل سیال شریف حاضری دیتے تھے اور یہ سفر سعادت حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی معیت میں ہوتا تھا۔

قاضی محمد شمس الدین ساکن درویش ہری پور ہزارہ کابیان ہے۔

حضرت صاحب گلی باغ شریف اور حضرت خواجہ سید ضامن شاہ بیدڑوی دونوں اعلیٰ حضرت سیالوی کے خلفاء میں سے تھے اور مانسہرہ سے پیدل چل کر دونوں سیال شریف حاضر ہوا کرتے تھے[2]۔

---

[1] مکتوب قاضی محمد حمید فضلی بنام مئولف مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء از خانقاہ نقشبندیہ' شیرگڑھ ضلع مانسہرہ۔
[2] مکتوب گرامی قاضی محمد شمس الدین بنام مئولف مرقومہ ۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء از درویش ہری پور۔

مولانا محمد غوث چشتی کا وصال

جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے قاضی ولی احمد میروی سے فرمایا میرے گھر والے اکیلے ہوں گے۔ تمہارا فرض ہو گا کہ میری وفات کے بعد تین سال میرے گھر رہنا اور میری والدہ ماجدہ اور بیوی کی خدمت کرنا نیز فرمایا:

۱۔ کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔

۲۔ کسی برتن سے ڈھکنا نہ اٹھانا۔

آپ نے مسلسل تین سال اپنے استاد گرامی کے گھر والوں کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں اشیاء ضرورت گھر سے پوری ہوتی رہیں۔ تین سال کے اندر اندر آپ کی والدہ ماجدہ اور بیوی دونوں کا انتقال ہو گیا۔ کفن دفن سے فارغ ہو کر اپنے استاد گرامی حضرت مولانا محمد غوث چشتی کی وصیت کے مطابق سیال شریف حاضری دی۔ یہ حضرت ثانی لا ثانی سیالوی کا سنہری زمانہ تھا۔

درس و تدریس

سیال شریف حاضری کے بعد اپنے وطن مالوف لوٹے۔ اولاً کلی گاہ داخل تڑہال تحصیل مانسہرہ تھانہ شنکیاری میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ایک قلمی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۲۰ھ میں آپ کلی گاہ میں مصروف درس و تدریس تھے۔ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ کو کلی گاہ سے ہجرت کر کے موضع لال بانڈہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ کلی گاہ کی مسجد میں امامت بھی کی۔

قیام خانقاہ

بعد ازاں آپ نے اپنے برادر گرامی مولانا محمود احمد سے مل کر تنول بانڈہ اور گلی باغ کے درمیان ایک قطعہ زمین خریدا۔ اس جگہ کا نام میرا شریف ہے۔

آپ کی خانقاہ بہت جلد مرجع خاص و عام بن گئی۔ خانقاہ کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے ہوتے تھے۔ علماء، وزراء اور والیان ریاست حاضر خدمت ہونے لگے۔ آپ ہر ایک سے اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپ کی صحبت میں بلا کی کشش تھی۔ بہت جلد آپ کی مقبولیت اور شہرت دور و نزدیک تک پھیل گئی۔

لنگر

آپ ہر وارد و صادر کو کھانا مہیا فرماتے تھے۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے۔

حضرت کی نشست گاہ گھر کی طرف کھلنے والی ایک کھڑکی کے پاس ہوتی تھی۔ جتنے مہمان آئیں اور ان کی جس نوعیت کی خاطر تواضع کرنی ہوتی ذرا سی کھڑکی کھول کر صرف ہاتھ مبارک اندر کرکے کچھ اشارہ فرمادیتے اور گھر سے فوراً تعمیل ہو جاتی۔ گھر میں بھتیجے اور ان کی مستورات تھیں' یہ سب لنگر کی خدمت کرتے تھے۔[۱]

حلیہ

آپ کا قد درمیانہ' رنگ گورا مائل بسرخی وجاہت باوقار۔[۲]

آپ دبلے پتلے چھریرے بدن کے تھے۔ گندمی رنگ تھا۔ چہرے پر معمولی چیچک کے داغ بھی شاید تھے۔[۳]

لباس

آپ کا لباس سفید اور سر پر سفید ہی عمامہ ہوتا تھا۔[۴]

اخلاق

آپ بہت کم گو بزرگ تھے۔ آواز صاف' لہجہ واضح اور زبان فصیح تھی۔ مگر صرف ضرورت کی بات فرماتے تھے۔[۵]

آپ عالم و فاضل بزرگ تھے اور آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ اپنی شہرت بالکل پسند نہیں تھی لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ علمائے کرام کا بہت زیادہ احترام اور قدر

۱۔ مکتوب قاضی محمد شمس الدین مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۸۹ء۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ مکتوب قاضی محمد حمید فضلی بنام مؤلف مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۸ء۔

۴۔ مکتوب قاضی محمد شمس الدین مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۸۹ء بنام مؤلف۔

۵۔ ایضاً۔

کرتے تھے۔خاص کر جمعرات اور جمعہ علمائے کرام کا زیادہ ہجوم ہوتا تھا۔آپ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔دن رات اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔

بڑے مہمان نواز'سخی'فیاض اور غریب پرور تھے۔بلند اخلاق کے مالک تھے۔پابند شریعت مطہرہ اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔

آپ لاولد تھے۔اپنے بھتیجوں اور ان کی مستورات کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

والیان ریاست

نواب محمد فرید خان والی ریاست انب دربند کو اپنے والد ماجد خان محمد زمان خان مرحوم نے کسی وجہ سے گھر سے نکال دیا۔نواب محمد فرید خان کی رہائش ہنگو ضلع کوہاٹ میں تھی۔چونکہ ان کے والد ماجد خان محمد زمان خان مرحوم حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید تھے اس وجہ سے نواب محمد فرید خان ہنگو سے گولڑا شریف حاضر ہوئے تو حضرت گولڑوی نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا کام حضرت صاحب گلی باغ شریف والے کریں گے۔وہ سیدھا گلی باغ شریف حاضر ہوا اور اس کا کام ہو گیا۔

بعد ازاں گلی باغ شریف آمد و رفت رکھی۔اگر کبھی خود حاضر نہ ہو سکتا تو اپنے قاضی صاحب کو ضرور بھیجتا۔ہر روز ایک نہ ایک آدمی ضرور آتا تھا۔

حضرت قاضی ولی احمد میروی کے وصال کے بعد بھی نواب محمد فرید خان کی عقیدت و محبت برقرار رہی اور مشکل اوقات میں ان کے سجادہ نشین اور بھتیجے حضرت مولانا غلام محمد صاحب مدظلہ کی طرف رجوع کرتا۔

ایک مکتوب ملاحظہ ہو۔

دربند'ریاست انب

۴۷-۱-۱۶

بخدمت مہربان مکرم جناب صاحبزادہ غلام محمد صاحب سجادہ نشین حضرت صاحب میرا شریف مدظلہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ ـــــــ آپ سے مخفی نہیں ہے کہ میں حضرت صاحب مرحوم علیہ الرحمتہ کے خاص عقیدت مندوں میں سے ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ بزرگوں اور نیکو کاروں

کی برکات ان کے جانشینوں پر پرتو افگن ہوا کرتی ہیں اور ان کی توجہات و کرامات بعد از وفات بھی اپنے معتقدین پر جلوہ ریز ہوتی ہیں۔ اس لئے میں قاضی صاحب پھگوڑہ کو آپ کی خدمت میں بہ غرض دعاخواہی روانہ کرتا ہوں تاکہ آپ میری صحت کامل اور خیریت دارین کے لئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ پاک حضرت صاحب مرحوم اور دنیا کے سارے صالح بندوں کے طفیل مجھے موجودہ درد گاؤٹ سے نجات و آرام نصیب کرے اور آئندہ زندگی بھی بخیرو عافیت گزرے۔

خداوند کریم آپ کی یہ سجادہ نشینی ہمارے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لئے عموماً مبارک اور موجب فیض و راحت بنائے۔ والتسلیم

محتاج دعا

دستخط بحروف انگریزی

نواب میجر سر محمد فرید خان والی ریاست امب[1]

قاضی محمد شمس الدین ساکن درویش حضرت قاضی ولی احمد میروی کے حضور اپنی حاضری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کے بعد دوسری مرتبہ فقیر خود حاضر ہوا۔ اس رات جناب منشی غلام سرور خان صاحب وزیر ریاست امب دربند بھی مہمان تھے۔ اس بار حضرت صاحب کے حکم کے مطابق صبح کی نماز فقیر نے پڑھائی اور اتنا خوب یاد ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ البروج پڑھی تھی۔[2]

نواب عطا محمد خان والی پھلڑہ بھی آپ کا بہت معتقد تھا۔

معمولات

آپ کا معمول تھا کہ زیادہ تر کتب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ کتب تفسیر و فقہ وغیرہ کے حواشی پر کچھ نہ کچھ لکھتے تھے اور اکثر کتابوں کی جلد کے ساتھ دونوں طرف سادہ کاغذ لگا دیتے تھے اور ان سفید کاغذوں پر کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے تھے۔ (یہ سارا ذخیرہ آپ کے سجادہ نشین کے پاس محفوظ ہے۔

---

[1] مکتوب کی فوٹو اسٹیٹ مؤلف کے پاس محفوظ ہے۔ یہ کاپی قاضی عبدالرشید بن قاضی غلام محمد سجادہ نشین میرہ شریف کی وساطت سے ملی۔ (مؤلف)

[2] مکتوب قاضی محمد شمس الدین بنام مؤلف مورخہ ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۹ء از درویش ہری پور ہزارہ۔

اور اد و وظائف پابندی سے ادا فرماتے تھے۔

خوارق

آپ مستجاب الدعوات اور صاحب کشف کرامت بزرگ تھے۔چند خوراق وکرامات لکھی جاتی ہیں۔

قاضی محمد شمس الدین کا بیان ہے :

حضرت صاحب گلی باغ شریف رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ۱۹۳۳ء میں ہوئی تھی۔ فقیر اس وقت موضع بیدڑہ تحصیل مانسہرہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا محمد نعمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھتا تھا۔ استاذ محترم گاہے گاہے گلی باغ شریف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ استاذ مکرم نے ایک دفعہ مجھے بھی ارشاد فرمایا کہ تم بھی چلو۔حسب ارشاد ان کے ساتھ جانا ہوا۔بیدڑہ سے گلی باغ شریف ۱۵یا ۲۰ میل ہو گا۔بعد مغرب وہاں پہنچے۔فقیر نے راستہ میں استاد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت صاحب گلی باغ شریف والوں کی کرامت تو تب ہو کہ مرغ کا سالن اور پراٹھے ملیں۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ رات کو تو سالن کے ساتھ روٹی ہوتی ہے۔پراٹھے اگر ہوں بھی تو صبح چائے کے ساتھ ہوتے ہیں۔جب گلی باغ شریف پہنچے تو روٹی آگئی۔وہی مرغ کا سالن' پراٹھے اور ساتھ حلوہ بھی۔ سبحان اللہ 'مولانا روم نے سچ فرمایا ہے کہ ع

لوح محفوظ است پیش اولیاء

استاد صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ لو جی تمہارا مرغ سالن اور پراٹھے تو آگئے اور حلوہ زائد ہے [1]

صاحب "تذکرۂ علمائے ہزارہ" لکھتا ہے :

یہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ان کی کرامات کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اپنے زمانہ میں مرجع خاص و عوام تھے۔ ہر جمعرات جمعہ کو علماء آپ کے ہاں حاضری دیتے تھے۔مولانا عبد اللطیف تمرکھولہ اور مولانا محمد نعمان بیدڑہ گاہ بگاہ حاضر ہوتے۔ ایک بار میں اور قاضی عبد الحنان تمرکھولہ بھی وہاں گئے تھے۔میں نے بوجہ بھوک کے

---

[1] مکتوب قاضی محمد شمس الدین بنام مئولف مورخہ ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ۔

راستے میں کہا فلاں فلاں غذا ملے تو خوب پیٹ بھرلوں گا۔گرمی کے ایام تھے۔ پہنچتے ہی پہلے ہمیں وہی روٹی ملی اور سیر ہوکر کھایا۔مجھے یہ بات آج بھی اچھی طرح یاد ہے۔اگرچہ زمانہ دراز گزر گیا۔[1]

حاجی عبدالجلیل مالک نیو ہزارہ ہوٹل کراچی نمبر ۸۔ ۷ اگست ۱۹۴۶ء کو حضرت قاضی ولی احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوکر مرید ہوئے۔حاجی صاحب نے اپنی چشم دید باتیں اور واقعات مؤلف کے استفسار پر قلمبند کرکے ارسال فرمائے۔

میرے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا قد تقریباً چھ فٹ تھا۔مختلف علوم و فنون کی بہت سی کتابیں میں ان کے کتب خانہ میں دیکھا کرتا تھا۔

میں نے تمرکھولا والے مولوی صاحب سے پوچھا کہ ہمارے حضرت صاحب کا کیا مقام اور مرتبہ ہے؟ ایک دن مولوی صاحب نے بڑے اصرار سے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا درجہ ہے؟کیونکہ لوگ ہمیں تنگ کرتے ہیں لہٰذا آپ بتائیں۔

حضرت صاحب نے فرمایا سمندر سے اس طرف کے ولی اللہ ہیں۔وہ مجھ جیسے سے بھی پوچھ لیتے ہیں کہ کیا کیا جائے؟ یہ میرے سامنے کی بات ہے جو حضرت صاحب نے مولوی صاحب تمرکھولہ والوں کو جواب دیا تھا۔

ہمیشہ آپ کی گھاس مرید آکر کاٹتے تھے۔ایک دفعہ بہت زیادہ مرید اکٹھے ہوکر آئے کہ جلدی جلدی گھاس کی کٹائی سے فارغ ہوکر واپس آجائیں گے۔لیکن وقت مقررہ سے لیٹ ہوکر آئے۔ حضرت صاحب نے وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ آدمی زیادہ اکٹھے کرنے کی وجہ سے دیر ہوگئی ہے۔بہرحال حضرت صاحب نے عصا (نیزہ) زمین میں گاڑ دیا۔لوگوں نے گھاس کی کٹائی کرلی لیکن ابھی وقت وہی تھا جس وقت پر انہوں نے گھاس کی کٹائی شروع کی تھی۔بعدازاں جب کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر رخصت ہونے لگے تو حضرت صاحب نے فرمایا: بچو! روشنی کا بندوبست کرلو۔انہوں نے عرض کیا حضور ابھی کافی وقت ہے' ہم پہنچ جائیں گے۔

جب لوگ رخصت ہوکر چلے گئے تو حضرت صاحب نے عصا زمین سے نکال لیا تو صبح کا وقت تھا اور مرغ اذان دے رہے تھے۔

آپ کے کمالات کوئی بیان کرسکتا ہے وہ تو خدا کے ولی اللہ تھے۔[2]

---

[1] تذکرہ علمائے ہزارہ' صفحہ ۹۰۔
[2] مکتوب حاجی عبدالجلیل بنام مؤلف مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۹۰ء از ہزرگ روڈ' کینٹ بازار' کراچی نمبر ۸' (سندھ)

لوگوں نے آپ کو کئی بار بیک وقت متعدد مقامات پر موجود دیکھا ہے۔

علمی و روحانی مقام

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور غوث وقت تھے۔

حضرت صاحب گلی باغ شریف وقت کے غوث تھے۔ اگر اس علاقے کا کوئی آدمی گولڑہ شریف حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے پاس جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے تم لوگ مجھ سے فیض نہیں لے سکتے، تمہارے پاس گلی باغ شریف میں غوث ہے اس کے پاس جایا کرو۔[1]

قاضی ولی احمد میروی اور خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی

آپ کو حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی سے خاص انس تھا۔ بیدڑہ شریف گاہے گاہے تشریف لے جاتے تھے۔ قاضی محمد حمید فضلی سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ شیرگڑھ ضلع مانسہرہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

بیدڑہ اور گلی باغ میں تقریباً پندرہ بیس میل کا فاصلہ تھا۔ آپ عموماً عصر کی نماز کے بعد شاہ صاحب کو ملنے جاتے تھے اور مغرب کو اپنے مقام پر موجود ہوتے۔ لوگوں میں آپ کی طی ارض کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ حضرت سید ضامن شاہ صاحب سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔[2]

علمی ذوق

آپ نہایت اعلیٰ علمی ذوق کے مالک تھے۔ زیادہ وقت مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ کتابیں حاصل کرنے اور جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔

تذکرۂ علمائے ہزارہ کا مؤلف لکھتا ہے:

یہ عالم فاضل تھے۔ ان کا ایک کتب خانہ بھی تھا۔ جواب خلیفہ صاحب کے تصرف میں ہے۔[3]

---

[1] مکتوب عبدالستار خان (ابن خان بہادر عطا محمد خان والی ریاست پھلڑہ) بنام مؤلف مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۸۹ء از پھلڑہ۔
[2] مکتوب قاضی محمد حمید فضلی بنام مؤلف مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔
[3] تذکرۂ علمائے ہزارہ' صفحہ ۹۰۔

جمعرات اور جمعہ کو علمائے کرام آپس میں مسائل پر بحث فرمایا کرتے تھے۔ آپ علمائے کرام کو کوئی کتاب دے دیتے اور فرماتے یہ مسئلہ فلاں صفحے پر ہے۔ آپ بلند آواز سے پڑھیں اور باقی تمام حضرات خاموشی سے سماعت فرمائیں۔

خواجہ غلام فخر الدین سیالوی اور قاضی ولی احمد میروی

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ نے ایک مجلس میں میری خصوصی درخواست پر حضرت قاضی ولی احمد میروی المعروف مولوی صاحب گلی باغ شریف والوں سے اپنی ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔ یہ الفاظ تقریباً آپ ہی کے ہیں:

گلی باغ میں ایک شاہ صاحب جو غالباً گولڑہ شریف کے مرید تھے انہوں نے ہماری چائے کی پر تکلف دعوت کی۔ کسی نے بتایا کہ گلی باغ شہر میں ایک بزرگ رہتے تھے لیکن اب انہوں نے جنگل میں ڈیرہ کر لیا ہے۔ ایک برساتی نالہ عبور کر کے ان کی قیام گاہ پر پہنچے۔ میرے متعلق کسی نے انہیں بتا دیا ہو گا۔ قیام گاہ سے نکل کر بڑے احترام اور محبت سے ملے اور میری قدمبوسی کی۔ میں نے کہا حضرت میں تو آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں؟ فرمانے لگے حضرت میں آپ کا غلام ہوں۔ میں نے پوچھا کس طرح؟

فرمایا میری بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اپنے کسی درویش کو کھانا تیار کرنے کے لئے فرمایا۔ میں نے کہا ہماری دعوت مانسہرہ میں ہے۔ فرمانے لگے کچھ بھی ہو کھانا تو کھانا پڑے گا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے مرغ ذبح کروا کر پکوائے اور چاول، مرغ کا سالن ایک بڑے برتن میں ڈال کر تمام درویشوں نے اکٹھے مل کر کھایا۔

بعد ازاں مجھے تنہائی میں ایک حجرہ میں لے گئے۔ بڑے صفائی والے بزرگ تھے۔ ہمارے سفر کے تمام حالات اور واقعات ایک ایک کر کے بیان کرتے رہے گویا آپ ہمارے ہمراہ تھے۔

اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ میں یہاں سے راولپنڈی جاتا تھا۔ وہاں سے پیر صاحب گولڑا شریف مل جایا کرتے تھے اور اکٹھے سیال شریف کی حاضری سے مشرف ہوا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے ایک بار فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ دور کے رہنے والے ہیں۔ لہذا نہ آیا کریں۔ اس کے بعد ایک دفعہ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں سیال شریف حاضر ہوا۔

مجھ سے داداجی‘ خواجہ محمد شعاع الدین اور خواجہ محمد فضل الدین سیالوی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا وہ تو وصال فرما گئے ہیں اور میں نے ان کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ ادھر اس طرح باخبر کہ ہمارے سفر کے جملہ واقعات ایک ایک کر کے بیان فرمائے اور ادھر اس طرح بے خبر۔ واپسی پر ایک لوئی (شال) مجھے تحفۃً دی کہ وظائف کے دوران میں اپنے اوپر لے لیا کریں۔ میں نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ ثالث غریب نواز سیالوی سے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ سیالوی غریب نواز کے مرید تو بہت ہیں جن کی زیارت کی ہے لیکن میں حضرت اعلیٰ غریب نواز کے ایک خلیفہ کی زیارت کر آیا ہوں۔ آپ نے بھی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا اور تیار بھی ہوتے رہے لیکن نہ جا سکے۔

وصال اور مدفن

آپ کا وصال شریف ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۴۶ء بروز یکشنبہ بوقت دس بجے صبح ہوا۔ دوسرے دن بروز دوشنبہ بوقت ظہر حضرت مولانا محمد نعمان بیدڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

آپ کا مزار شریف میرا شریف میں مرجع خلائق ہے اور قبر کچی ہے۔

خلفاء

آپ کے دو خلفاء کا علم ہو سکا۔

۱۔ حضرت قاضی عبدالقیوم شیرگڑھی‘ شیرگڑھ ضلع مانسہرہ

۲۔ حضرت قاضی صبغتہ اللہ فضلی‘ شیرگڑھ ضلع مانسہرہ

قاضی صبغتہ اللہ فضلی بن قاضی عبداللہ فضلی ریاست امب کے مشہور علمی خاندان کے فرد تھے۔ نواب آف امب کی گولڑہ شریف میں بیعت تھی۔ حضرت گلی باغ والوں کے سلسلہ میں وہاں کے اکابر نے نواب صاحب کو حضرت گلی باغ والوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ نواب کی سفارت حضرت قاضی صبغتہ اللہ فضلی فرمایا کرتے تھے۔ یہ سفارت حضرت سے روحی تعلق کا باعث ہوئی۔ حضرت صاحب کو ان سے انتہائی محبت تھی۔

آپ بے پناہ علمی صلاحیتوں کے مالک تھے اور پر مغز و پر جوش خطیب بھی۔ روحی شغل میں

انتہائی پابند تھے۔ حضرت کے تبرکات کا وافر حصہ ان کے پاس ہے [1]

مریدین و معتقدین

بڑے بڑے امرا و رؤسا آپ کے مریدین اور حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مثلاً عبد الحق سواتی، عبد الحنان سواتی ساکنان شنکیاری ضلع مانسہرہ اور شاہ پیر میاں آپ کے مرید تھے۔

آپ کے ارادتمندوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا۔ علاقہ پکھلی، تناول کے تمام علمائے کرام اور خوانین آپ کے ارادتمند اور معتقد تھے۔ مانسہرہ کے مشہور و معروف عالم دین حضرت مولانا حمید الدین، بیڑہ شریف کے مولانا محمد نعمان اسی طرح ترکھولہ تربا پائیں اور سلسلی گلی کے قاضی صاحب، خاکی، گڑھوال، علاقہ تناول اور شیرگڑھ وغیرہ کے اکثر علمائے کرام کا تعلق آپ سے تھا۔

علاقہ چھچھ کی ایک پارسا خاتون جو مائی صاحبہ کے نام سے معروف تھی اور ولیہ کاملہ تھی۔ اس کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ باطنی طور پر آپ کے ہاں اس کی آمدو رفت تھی۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۱۵ اور ۱۶ ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔ ارادت مند ۱۵ ذو الحجہ کو آجاتے ہیں اور ۱۶ ذی الحجہ کو دعائے خیر ہوتی ہے۔

سجادہ نشین

حضرت مولانا محمود احمد کے ایک فرزند ارجمند مولانا غلام محمد صاحب ہیں جو آج کل سجادہ نشین ہیں اور صاحب فراش ہیں۔ حضرت قاضی ولی احمد میروی کے وصال شریف کے بعد علمائے کرام نے آپ کے بھتیجے حضرت مولانا غلام محمد کو آپ کے سجادہ پر بٹھایا۔ سجادہ نشین صاحب جید عالم اور ماہر حکیم ہیں۔ آج کل ان کے صاحبزادے قاضی عبد الرشید صاحب کے زیر نگرانی خانقاہی امور انجام پارہے ہیں۔ ایک مرتبہ مئولف کے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔

قاضی صاحب موصوف فاضل آدمی ہیں۔ خوبصورت اور سرخ و سفید رنگت، آنکھیں کرنجی

---

[1] مکتوب قاضی محمد حمید فضلی بنام مئولف مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۸۹ء۔

اور متوسط بدن ہیں۔ سردیوں کی رات آنکھوں میں کاٹی اور اپنے جد امجد حضرت قاضی ولی احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں حالات و واقعات سناتے رہے۔ مؤلف قلمبند کرتا رہا۔

شادی اور اولاد

آپ نے شادی کی لیکن اولاد نہ ہوئی۔ زوجہ کا نام حبیب جی (متوفی ۱۵ شعبان ۱۳۴۱ھ) ہے۔ دیگر دونوں برادران کی اولاد تھی۔ جن کی کفالت آپ خود کرتے تھے۔ مولانا گل محمد بن مولانا عبدالجبار آپ کے تمام امور خانگی کے ذمہ دار خادم تھے۔ بہت قابل آدمی تھے۔ آپ کی زندگی میں فوت ہوگئے۔

شاعری

آپ فارسی، پنجابی اور ہندکو زبان کے صوفی منش شاعر تھے۔ مؤلف نے آپ کا شعری کلام دیکھا ہے اور اپنا نام ولی احمد بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ آپ کے کتب خانہ میں کلام محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی قلمی کتب و رسائل اور فتاویٰ بھی محفوظ ہیں۔

مہر کا سجع

آپ کی مہر کا سجع خدا بخش بہاولپوری کا تصنیف کردہ ہے۔ جو یہ ہے :

سالار جملہ نبی و ولی احمد ست

رقیمہ نیاز خدا بخش بہاولپوری برائے ہدیہ پیش میاں ولی احمد نہادہ شد۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن افسوس کہ کافی تلاش و جستجو کے باوجود کامیابی نہ ہوسکی۔

آپ کے تلمیذ ایک اور سفر و حضر کے ساتھی کا علم ہوا ہے لیکن ان کا اصل نام معلوم نہ ہوسکا۔ یہ "صوفی صاحب ترنائی والے" کے عرف سے مشہور تھے۔ ترنائی ضلع ایبٹ آباد میں ایک گاؤں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا عبد العزیز بگوی بھیروی

خاندان اور ولادت

خاندان بگویہ کے مورث اعلیٰ مولانا عبد الرحمٰن بن صالح ہیں۔ جنہوں نے نقل مکانی کے ذریعے آٹھویں صدی عیسوی میں پنجاب میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا سلسلہ نسب بیس واسطوں سے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت عکرمہ کے پوتے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان میں کئی جنگوں میں حصہ لیا اور پھر وہیں آباد ہوگئے۔ پنجاب اور سندھ میں ان کی نسل سے کئی ہندو قبائل نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن صالح کی اولاد سے گیارھویں صدی میں مولانا محمد ہاشم نے دریائے جہلم کے کنارے موضع بگہ میں سکونت اختیار کی۔ ان کی اولاد میں استاذ الکل مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی نے دنیائے علم و فضل میں بڑا نام پیدا کیا۔[1]

ہمارے موصوف حضرت مولانا عبد العزیز بگوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ سن ولادت ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء ہے اور جائے پیدائش بگہ ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت حضرت علامہ مولانا احمد الدین بگوی رحمتہ اللہ علیہ نے خود فرمائی اور علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل انہی سے کی۔

مسند نشینی اور درس و تدریس

حضرت علامہ احمد الدین بگوی نے اپنی زندگی ہی میں قائم مقام مقرر فرما کر مسند بھیرہ پر درس

---

[1] ماہنامہ شمس الاسلام' بھیرہ' بابت ماہ رجب ۱۴۰۲ھ' صفحہ ۴۔

وتدریس اور اصلاح و ارشاد کا حکم دیا۔ آپ نے بھیرہ میں حضرت علامہ مولانا احمد الدین بگوی کے جاری کردہ اور پھر جامع مسجد بگویہ میں منتقل کردہ مدرسہ کو مزید ترقی دی۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا غلام رسول چاوی قدس سرہما کو استاد مقرر فرمایا۔ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۵ میں آپ نے جامع مسجد کی مرمت کرائی اور دو خوبصورت میناروں کا اضافہ فرمایا جس پر قطعہ تاریخ مولانا حکیم عبدالرسول بکھروی نے موزوں کیا: ؎

جنوبی شد بنا پیش از شمالی ندا آمد چہ خوش مینار عالی
۲۱ ۱۳ ھ

شد چو مینار در شمال تیار گفت دل زیب و خوشنما مینار [1]
۲۳ ۱۳ ھ

تلامذہ

ممتاز مؤرخ و ادیب حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

مولانا عبدالعزیز بگوی بھیرہ کی جامع مسجد کے خطیب اور دینی درسگاہ کے مہتمم رہے۔ یہ وہ مدرسہ تھا جہاں سے پاک و ہند کے جلیل القدر مدرس، عالم، مفتی اور خطیب تربیت پا کر نکلے۔ [2]

آپ کے چند معروف تلامذہ یہ ہیں:

۱- مولانا محمد ذاکر بگوی (پسر)
۲- مولانا نصیرالدین بگوی (پسر)
۳- مولانا محمد یحییٰ بگوی (پسر)
۴- مولانا محمد سعید بھیروی مصنف جذبات سعید ساکن زین پور میانی بھیرہ
۵- مولانا حافظ سید لعل شاہ دوالمیالوی، ضلع چکوال

سیال شریف حاضری اور بیعت

تصوف اور اہل تصوف سے اس خاندان کو ہمیشہ قریبی تعلق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ

---

[1] ایضاً، صفحہ ۹۔
[2] تذکرۂ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور، مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور ۱۹۷۵ء، صفحہ ۲۳۷۔

دیر تک چشمہ فیض کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ آخر کار قدرت کاملہ نے منزل مراد حضرت خواجہ سیالوی کا آستانہ قرار پایا۔ پھر وہیں کے ہو رہے۔ جمال یار اور دیدار خاص کے حسین اثرات اور جمیل خدو خال ہمہ وقت قلب و نظر سے مترشح تھے۔ اگرچہ آپ حضرت خواجہ سیالوی کے مجاز خلیفہ تھے مگر لوگوں کو ہمیشہ سیال شریف لے جاکر بیعت کرایا کرتے تھے۔[1]

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے انتہائی درجہ کا عشق اور محبت تھی۔ اکثر سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔

برکات سیال میں ہے:

لاہور میں کسی بزرگ کی مزار پر حاضر ہوئے اور ذکر میں مشغول ہوگئے۔ صاحب مزار جو قلندرانہ وضع کے تھے نے فرمایا کہ ذکر چھوڑ دو۔ مذکور کے ہوتے ذکر سے کیا کام؟ عرض کیا ہمارا گزر۔ ہماری ہمت جب اتنی بلند نہیں تو ذکر سے کیوں محروم رہیں؟ اس پر پھر ارشاد ہوا اگر یہی بات ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ کہہ کر میں آپ کی کسی چیز کا بھوکا نہیں اور میرے لئے میرے پیر کا سایہ کافی ہے۔ اٹھ کر آگئے اور پھر وہاں نہیں گئے۔[2]

عنایات شیخ

سیال شریف اکثر حاضر ہوتے ہی تھے۔ ایک دفعہ جو گئے تو روضہ شریف سے آواز آنے لگی۔ آؤ جان من! یہ حیران تھے کہ اس دفعہ یہ کیا نئی بات ہو رہی ہے۔ شرم و دہشت کے عالم میں اندر گئے۔ فاتحہ پڑھی، حکم ہوا جاؤ جلد حضرت ثانی کی خدمت میں۔ یہ گھبرا کر خائف و ترساں کہ شاید کوئی قصور ہوگیا ہے۔ آپ کے پاس بنگلہ میں حاضر ہوئے۔ فرمانے لگے۔ مولوی صاحب! ہم تو حکم کے بندے ٹھہرے۔ جو کچھ ارشاد ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ پھر مرقع وغیرہ عنایت کیا اور دعا فرمائی۔[3]

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۰۔
[2] برکات سیال صفحہ ۳۵، ۳۶۔
[3] ایضاً صفحہ ۳۵۔

حضرت مولانا عبد العزیز بگوی کے وصال کے بعد آپ کے عرس کے موقع پر حضرت ثانی غریب نواز سیالوی نے قوالوں کو رخصت کرتے وقت جو تلقین فرمائی۔وہ پیرو مرشد کی عظمت، تقدیس اور مقام کی دلیل ہے۔فرمایا"ان کے مزار پر قطعاً مزامیر اور تالی وغیرہ استعمال نہ کرنا۔وہ حامل شریعت اور سچے متبع سنت تھے۔وہاں احترام کو ملحوظ رکھنا کیونکہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی مولانا سے حیا فرماتے تھے۔"[۱]

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی نظر میں

حضرت ثانی لاثانی سیالوی بھی آپ کا بے حد احترام فرماتے تھے اور شفقت و کرم کی نظر رکھتے تھے۔مؤلف جذبات سعید لکھتے ہیں:

مولانا عبد العزیز بگوی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ اسی رنگ کی مجلس میں آپ سے نظر بچا کر میں پچھلی طرف سے حاضرین کے مجمع میں چٹائی پر بیٹھ گیا۔آپ نے فوراً گفتگو کے دوران ہی میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "مولانا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تحت و فوق اور آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں مگر آداب شریعت کے لحاظ سے بزرگوں کا ادب ضروری ہے لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ادھر آیئے اور چارپائی پر تشریف رکھئے۔"[۲]

مزارات مقدسہ پر حاضری

اجمیر شریف، دہلی شریف، تونسہ شریف اور لاہور کے مزارات مقدسہ پر حاضری دیا کرتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔

صاحب برکات سیال کا بیان ہے:

دہلی حضرت محبوب الٰہی کے مرقد مبارک پر حاضر ہوئے۔محبوب پاک دروازہ تک لینے آئے۔ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

"خاک در گشتہ ام ——— پائیمال مردم کن یا مرتفع ساز"۔گورے گورے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر فرمانے لگے: "خاک ترا مرتفع خواہم کرد"۔فرماتے تھے: اپنے پیران عظام میں سے

---

[۱] ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، بابت ماہ رجب ۱۴۰۲ھ، صفحہ ۱۰۔
[۲] جذبات سعید، صفحہ ۱۱۹۔

ایسا پاکیزہ صورت اور نازک اندام میں نے کوئی نہیں دیکھا۔
ایک مرتبہ اجمیر شریف کے عرس پاک پر حاضری کا ارادہ تھا لیکن پھر ملتوی ہو گیا۔ خود خواجہ اجمیری نے قدم رنجہ فرمایا اور فرمایا: تم ہمارے عرس پر کیوں نہیں آئے؟ عرض کیا: بوڑھا اور کمزور ہوں۔ وہاں خلقت کا اژدھام ہوتا ہے اور مجاور دق کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ کسی قسم کی تکلیف تمہیں نہیں ہوگی 'ضرور آؤ' فوراً تیار ہو کر پہنچ گئے۔ کہتے تھے کہ کسی مجاور نے پوچھا تک نہیں اور ہجوم سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ سیدھا درگاہ شریف چلا جایا کرتا تھا۔ ؏
غلام نرگس مست تو تاجدار انند[1]
مولوی عبد العزیز بگوی نے جب کہ آپ حضرت ثانی لا ثانی سیالوی کے ہمرکاب پاک پتن شریف سے واپس لاہور آئے فرمایا میں بر مرقد مبارک جناب بلوا صاحب حاضر ہوا لیکن ادھر کمال بے رغبتی دیکھ کر میں مغموم سا آپ کے پاس نظامی برج واپس آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے مولوی صاحب چلو تو مجھے بھی زیارت کرالاؤ۔ چنانچہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خراماں خراماں ادھر کو روانہ ہوئے۔ صاحبزادہ محمد امین صاحب نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ غریب نواز! مولوی صاحب تو بہت کمزور اور ضعیف ہیں۔ آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ لیں۔ یہ سن کر آپ نے مجھے زور سے لپٹا لیا اور فرمایا "ان کو تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔" چنانچہ اسی طرح بر سر مزار مبارک پہنچ کر مجھے فرمایا کہ یوں اور یوں قدم بوسی کرو میں نے ویسے ہی کیا۔ پھر تو ایسی عنایات کا ظہور جناب بلوا صاحب کی طرف سے ہوا کہ زبان اس کے بیان سے عاجز ہے اور اب تک وہ توجہ شامل حال ہے۔[2]

سیرت اور معمولات

بقول مصنف برکات سیال عالم باعمل اور فقیہ کامل تھے۔[3] شکل و شباہت سے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا اور مفتی و عالم ہیں یا صوفی و صافی۔ مرتے دم تک اپنی سادگی پر قائم رہے۔ آخری عمر میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خطابات شروع ہو جاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اب تو نماز پڑھنی بھی

---

[1] برکات سیال' صفحہ ۳۶۔
[2] محبوب سیال الموسوم بہ اشرف الاولیاء مطبوعہ مطبع مفید عام لاہور' ۱۳۴۳ھ' مطابق ۱۹۲۵ء' صفحہ ۷۹۔
[3] برکات سیال' صفحہ ۳۵۔

دشوار ہو رہی ہے۔ مگر اس مرد خدا نے نماز نہیں چھوڑی۔ مولوی صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ کئی دفعہ جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت رسول اکرم ﷺ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔[۱]

مؤرخ لاہور حضرت میاں محمد الدین کلیم لکھتے ہیں :

آپ کو بچپن سے ہی عبادات و ریاضات سے محبت تھی۔ شب بیداری اور نوافل تہجد کے پابند تھے۔ خدمت خلق کے لئے ہروقت تیار رہتے تھے۔ نماز فجر کے بعد معمولی اوراد و وظائف کے بعد اشراق کے نفل پڑھتے تھے اور پھر قال اللہ، قال الرسول کا چرچا ہوتا تھا۔ استفسار مسائل کے لئے دور دراز سے لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے۔ اتباع سنت نبوی اور شریعت کی پابندی میں بے نظیر تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بے پناہ محبت تھی۔[۲]

وجد و سماع

آپ کو سماع مرغوب خاطر تھا۔ بھیرہ شریف کے عہد تدریس میں مجالس سماع منعقد کروایا کرتے تھے اور آپ کی مجالس سماع میں حافظ خزانہ قوال داد خوش الحانی دیا کرتا تھا اور بہت سے اہل اللہ حضرت ممدوح کی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔[۳]

والی افغانستان کی لاہور میں آمد آمد تھی کہ ادھر سے والی مملکت قلوب[۴] پاک پتن شریف سے مراجعت فرماتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور ورود مبارک بر مزار مقدس حضرت شاہ محمد غوث ہوا۔ صاحبزادگان عالی تبار اور درویشان صدق شعار ہمرکاب تھے۔ شام کو آپ مزار مبارک کی چار دیواری کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں یکایک مولانا مولوی عبد العزیز بگوی کو عین مزار کے سرہانے کھڑے وجد ہو گیا۔ دوسرے روز خود ہی انہوں نے مولوی صاحب قبلہ سے بیان فرمایا کہ وجہ یہ ہوئی کہ میں نے دیکھا حضرت غوث صاحب دست بستہ حضرت اشرف الاولیاء محمد الدین سیالوی کے سامنے کھڑے ہیں اور کمال نیاز برت رہے ہیں۔[۵]

ایک بار بنگلہ شریف میں محفل سماع منعقد ہوئی۔ حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی مولانا

---

[۱] ایضاً، صفحہ ۳۵، ۳۶، ۳۷۔
[۲] لاہور کے اولیائے چشت مطبوعہ پنجاب پریس، لاہور ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷۔
[۳] جذبات سعید، صفحہ ۲۱۔
[۴] خواجہ ثانی لاثانی محمد الدین سیالوی۔ (مؤلف)
[۵] محبوب سیال، صفحہ ۵۲، ۵۳۔

عبدالعزیز بگوی سے فرمانے لگے کہ آپ اپنے ڈیرے جائیں۔ یہاں مزامیر و چنگ و رباب کی محفل ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ غریب نواز! ہم بندگان درگاہ ٹھہرے، ہمیں بھی اجازت ہونی چاہئے۔ فرمانے لگے آپ مفتی و متشرع و متدین عالم ہیں۔ لوگوں پر آپ کی روش کا برا اثر پڑے گا[1]

علالت اور وصال

آپ نے اپنے وصال سے ۲۱ یوم پہلے اپنے مزار اور تجہیز و تکفین کے لئے وصیت فرما دی۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں عید الاضحیٰ کے دوسرے دن بیمار ہوئے۔ شیخ پور کے نامور طبیب حکیم اللہ دین مرحوم، حکیم محمد الدین مرحوم، حکیم فضل احمد مرحوم اور دوسرے اطباء علاج کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "مرض موت کا کوئی علاج نہیں ہوا۔" ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔[2]

مدفن

آپ کا مزار شریف جامع مسجد بگویہ بھیرہ شریف کے جنوب شرقی گوشہ میں مرجع خلائق ہے۔ مؤلف تین چار دفعہ مزار شریف پر حاضری دے چکا ہے۔ بہت لطف اندوز ہوا۔

اولاد

زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی قدس سرہ کے چار صاحبزادے تھے:

۱۔ مولانا محمد ذاکر بگوی

۲۔ مولانا محمد یحییٰ بگوی

۳۔ مولانا نصیر الدین بگوی

۴۔ مجاہد ملت مولانا ظہور احمد بگوی

---

[1] ایضاً، صفحہ ۸۸۔

[2] ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ بابت ماہ رجب ۱۴۰۲ھ، صفحہ ۱۰۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی سجادہ نشین ہوئے۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۱۴ ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔

حضرت پیرا میر شاہ بھیروی

خاندان اور ولادت

حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام بہاء الحق ابو محمد زکریا ملتانی قدس سرہ کے خاندان کے ایک باکمال فرد حضرت دیوان پیر فتح شاہ رحمتہ اللہ علیہ آج سے تقریباً تین صدیاں پہلے بھیرہ شریف تشریف فرما ہوئے اور اپنی مسیحا نفسی سے ہزاروں مردہ دلوں کو حیات جاوید عطا فرمائی۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے برگزیدہ اور خدا رسیدہ اولیاء کرام پیدا ہوئے۔

امیر السالکین حضرت پیرا میر شاہ بھیروی قدس سرہ بھیرہ شریف میں حضرت پیر شاہ رحمتہ اللہ کے ہاں تقریباً ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۰ میں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ

آپ کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے :

امیر السالکین پیرا میر شاہ بھیروی بن حضرت پیر شاہ بن شمس الدین بن عبد اللہ شاہ بن محمد غوث بھیروی بن غلام محمد حسین بن شیخ محمد بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس الدین لاہوری بن شیخ صدر الدین بادشاہ بن شیخ بن شیر اللہ صاحب سجادہ بن شیخ یوسف بن شیخ عماد الدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن شیخ صدر الدین حاجی بن شیخ اسماعیل بن شیخ الاسلام حضرت مولانا صدر الدین عارف باللہ فرزند اکبر و خلیفہ الشیخ الکبیر المنیر غوث العالمین شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا الہاشمی الاسدی السہروردی ملتانی قدس سرہ العزیز۔

تعلیم و تربیت

قرآن پاک اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل بھیرہ شریف میں کی۔

مجاہدہ وریاضت

زمانہ طفولیت ہی میں آپ کا رجحان خدا کی یاد اور عبادت و ریاضت کی طرف تھا۔ کچھ عرصہ خانوادۂ غوثیہ کے عارف کامل حضرت پیر بہادر شاہ گیلانی بھیروی کی خدمت میں گزارا۔ سلسلہ قادریہ کا فیض ان سے حاصل کیا۔

بیعت وخلافت

جب قدرت کی گرم گستریوں نے سیال شریف کے مقدس خطہ کو مہبط انوار بنا دیا اور قطب العارفین حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے بادہ نوشان توحید کو صلائے عام دی اور اس ساقی میخانہ وحدت کے جود و کرم کی دھوم مچی۔ اطراف و اکناف سے طالبان حق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کی شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہونے لگے تو طالع بیدار نے آپ کی رہنمائی کی اور اس پاک خطہ میں پہنچا دیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے شرف بیعت بھی بخشا اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بقیہ عمر سیال شریف کے راستے پر ہی بسر ہوئی اور اس خسرو اقلیم فقر نے بھی ہمیشہ اپنی گوناں گوں عنایات سے بہرہ اندوز فرمایا۔

حلیہ اور لباس

اللہ تعالیٰ نے امیر السالکین کو حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ کا قد درمیانہ، جسم دبلا، چہرہ کشادہ اور گل گلاب سے زیادہ شگفتہ اور شاداب تھا۔ جسے صوری اور معنوی دلفریبیوں نے نظارہ گاہ عالم بنا دیا تھا۔ آپ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے جو سادگی میں اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔

اخلاق و اطوار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خصائل حمیدہ اور کمالات عجیبہ سے سرفراز فرمایا اور خلق عظیم سے جو حظ وافر بخشا تھا اس کا احاطہ یہاں آسان نہیں۔ آپ دن بھر روزہ رکھتے، عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد دریائے جہلم کے کنارے پر رات بسر کرتے۔ ہر شب اللہ تعالیٰ کی یاد میں سحر آشنا ہوتی۔ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا یا طوفان باد و باراں ہو، حضر کی حالت میں آپ نے شاید ہی کبھی اس

معمول کو ترک کیا ہو۔ دسمبر اور جنوری کی طویل اور ٹھنڈی راتیں دریا کے کنارے پر ہی بیت جاتیں۔ کوئی حجرہ یا چھتر آپ نے نہیں بنوایا تھا۔ ایک سرکنڈے کی اوٹ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرتے۔ نہ گرمی کی پروا اور نہ سردی کا اندیشہ۔ سوز محبت اور گداز عشق جن کو بخشا جاتا ہے عالم اسباب سے ان کی بے نیازی اور مشاہدۂ حق میں ان کے استغراق کا یہی عالم ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی کی حرارت کے باعث سردی کے موسم میں رات کے وقت دریا کے یخ بستہ پانی سے کئی کئی بار غسل فرماتے اور کافی دیر تک کبھی کبھی کسی نیاز مند کو بھی اپنی رفاقت کا شرف بخشتے اور اسے اپنے پاس شب باشی کا موقع دیتے۔

دریائے چناب کے کنارے واقع کوٹ محبت نامی گاؤں کے مولوی صاحب حضرت امیر السالکین سے بیعت تھے۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حاضر ہوا۔ جب نماز عصر کے بعد حسب معمول حضرت دریا پر جانے لگے تو مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ ایک لکڑی کی گیلی جو دریا میں بہہ کر آئی تھی کنارے پر پڑی تھی۔ اس پر مصلیٰ بچھایا اور مصروف عبادت ہو گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد مجھے حکم دیا کہ تم سو جاؤ لیکن مچھر اس طرح کاٹ رہے تھے کہ کسی پہلو قرار نہ آتا اور رات پہلو بدلتے گزر گئی لیکن حضرت بڑے انہماک سے یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ دوسری رات بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ تیسری رات جب میں بے چینی میں کروٹیں بدل رہا تھا تو حضرت نے فرمایا کیا نیند نہیں آرہی؟ میں نے عرض کیا کہ مچھر بری طرح کاٹ رہے ہیں۔ ایسے میں نیند کیوں کر آئے؟ مولوی صاحب کہتے ہیں میری بات سن کر حضرت نے فرمایا کہ "اے مچھرو! ہم اپنے رب کی یاد کے لئے یہاں آئے ہیں اور تم پھر بھی ہمیں ڈستے ہو!" آپ کے اس ارشاد کے بعد پھر کوئی مچھر میرے نزدیک نہ آیا۔

غریبوں سے محبت' مسافروں کی خاطر مدارات' ہمسایوں کا خیال' بچوں سے پیار' آپ کی عادت مبارک تھی۔ عصر کے بعد جب آپ کے دریا پر جانے کا وقت ہوتا تو محلّہ کے بچے راہ گزر پر جمع ہو جاتے۔ آپ کو دیکھتے تو باوا جی باوا جی کہتے ہوئے دوڑ کر آتے اور ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ آپ ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے اور انہیں دعائیں دیتے۔

آپ کی ایک پڑوسن اکثر کوڑا کرکٹ آپ کے گھر کے صحن میں ڈال دیتی اور طرح طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کرتی لیکن آپ نے اسے گلہ تک نہ دیا اور ہمیشہ اپنے احسانات سے اس کو نوازتے رہے۔ رات کے کسی حصہ میں اگر کوئی مہمان آجاتا تو بڑی خوش دلی سے اس کی خاطر

تواضع کرتے۔ ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا۔ عشاء کی نماز کے قریب پٹھانوں کا ایک قافلہ مسجد میں آگیا۔ آپ نے اسی وقت ان کے کھانے کا انتظام کیا۔ باورچی کو بلاکر حلوہ تیار کروایا اور ان کی خوب خاطر مدارت کی۔ آپ سے کسی کی تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو عداوت اور اذیت رسانی پر کمربستہ رہتے تھے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کی حد کر دیتے۔ گالیاں نکالنے والے کو نیک دعاؤں سے نوازا کرتے۔

ایک دفعہ چوروں نے رات کے وقت گھر کی چار دیواری میں نقب لگائی اور کچھ سامان چرا لے گئے۔ دوسرے روز وہ چور پکڑے گئے۔ تھانیدار آپ کا نیاز مند تھا۔ وہ ان کو گرفتار کر کے تھانہ میں لے آیا۔ آپ کو پتہ چلا۔ آپ نے تھانیدار کو تاکید کی کہ ان پر جبر و تشدد نہ کیا جائے۔ جتنے دن حوالات میں رہے دونوں وقت کا مکلف کھانا آپ بھجواتے رہے۔ کبھی کسی سائل کو آپ نے خالی ہاتھ واپس نہیں جانے دیا۔

احکام شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرائض و واجبات تو کجا نوافل کی ادائیگی میں بھی تساہل روا نہ رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے۔

ختم غوثیہ

آپ کو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ہر ماہ بڑے اہتمام سے گیارہویں شریف کا ختم دلاتے۔ حلوہ پکایا جاتا اور نماز عشاء کے بعد خود تقسیم فرمایا کرتے۔ حفاظ اور طلباء پر خصوصی مہربانی فرماتے اور عام حصہ کے علاوہ حلوہ کا ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے ان کے منہ میں ڈالتے اور بفضلہ تعالیٰ یہ معمول اب بھی جاری ہے۔

انداز تبلیغ و ارشاد

اپنے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کو اتباع شریعت کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کے مریدین کی اکثریت صوم و صلوٰۃ کی پابند ہے۔

عرصہ دراز تک خلق خدا کی اصلاح اور اپنے مریدین کی تربیت اور ان کے نفوس کے تزکیہ میں سرگرم عمل رہے لیکن آپ کی اصلاح و تربیت کا انداز بالکل نرالا اور جداگانہ تھا۔ بھاری بھرکم پند و نصائح کے بجائے آپ کی زبان فیض سے نکلا ہوا ایک سادہ سا جملہ انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا تھا۔

موضع میانہ گوندل کا ایک زمیندار میاں محمد بھوڑ مرحوم حضرت کی بیعت ہوا لیکن وہ پابندی سے نماز ادا کرنے میں سستی سے کام لیا کرتا۔ کسی نے آکر شکایت کی کہ یا حضرت! میاں محمد بھوڑ آپ کا مرید ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا۔ آپ نے اسے ایک خط لکھا جو صرف ایک سطر پر مشتمل تھا کہ "میاں محمد دیکھنا کہ قیامت کے روز میں اور تم شرمندہ نہ ہوں۔" اس سادہ سے جملے کا یہ اثر ہوا کہ پنجگانہ نماز کے علاوہ وہ تہجد بھی پابندی سے ادا کرنے لگا۔ پھر عمر بھر مرنے کے دن تک اس کی نماز تہجد قضا نہ ہوئی۔ جس کو آپ ایک مرتبہ فرما دیتے کہ نماز پڑھا کرو۔ وہ خواہ کتنا بے نمازی کیوں نہ ہوتا؟ پکا نمازی بن جاتا۔ پھر اس کی نماز قضا نہ ہونے پاتی۔

آپ کے رخ انور کی نورانیت' آپ کا حسن عمل لوگوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں چور' راہزن' بدکار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرکے مجلس عشاق سے رخصت ہوئے۔

کرامات

آپ سے کرامات کا ظہور یوں بے ساختہ اور کثرت سے ہوتا تھا جیسے سورج سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ کئی میخوار آئے' حضرت نے نظر شفقت ڈالی' ہمیشہ کے لئے شراب سے متنفر ہوگئے۔ اگر پرانے یاروں نے بادۂ گلفام کا چھلکتا ہوا جام لبوں سے زبردستی لگایا بھی تو انہیں طبعی نفرت کے باعث قے آگئی۔ صدہا چور اور فاسق حاضر خدمت ہوئے تو تائب ہوکر محفل سے باہر نکلتے۔ جو لوگ پنجگانہ نماز بھی ادا کرنے سے محروم تھے آپ کی توجہ باطنی کی برکت سے ایسے تہجد گزار بن گئے کہ پھر کبھی قضا نہ کی۔ جس پر مہربانی فرمائی اس کو بفضلہ تعالیٰ جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا نصیب ہوگئی۔ یہاں ازراہ اختصار حضرت امیر السالکین کی ایک کرامت بیان کی جاتی ہے۔

آپ کا ایک نیازمند ولی محمد گورایہ رخصت لے کر حج پر گیا۔ حاجی صاحب اپنا یہ واقعہ خود بیان کیا کرتے کہ جب ہم بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے تو ایک دن میں جہاز کی بالائی منزل پر جاکر لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے سو گیا اور آہستہ آہستہ نیچے کی طرف لڑھکنا شروع کر دیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر السالکین فرما رہے ہیں: "ولی محمد' جاگ"۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو بالکل جہاز کے کنارے پر پایا۔ اگر کچھ دیر میری آنکھ نہ کھلتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ میں لڑھک کر سمندر میں گر جاتا اور زندگی کا چراغ یوں ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا۔ حاجی صاحب کہا کرتے تھے کہ میں

حج سے فارغ ہوکر واپس آیا تو حضرت کی دست بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا ولی محمد کوئی واقعہ سناؤ۔ میں نے اور حالات بیان کئے۔ حضرت پھر فرماتے نہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو عرشہ جہاز پر میرے ساتھ پیش آیا تھا۔

وصال شریف

حضرت امیر السالکین نے ایک طویل عرصہ تک ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرمانے کے بعد ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء بروز سہ شنبہ اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف رخت سفر باندھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○

قطعہ تاریخ وصال

اہل سنت کے نامور بزرگ اور عالم دین مولانا پروفیسر اصغر علی روحی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا قطعہ تاریخ وصال اس طرح تحریر کیا:؎

گرامی گوہر دریائے عرفان چراغ دودۂ نور تجلی
جناب شاہ امیر عارف حق گزیدہ مظہر اسماء حسنیٰ
گل خندان بستان رسالت فروغ شمع بزم اہل معنی
چو پا بیروں کشید از دار دنیا مقامے یافت در فردوس اعلیٰ
۴۶ ھ ۱۳

یہ قطعہ آپ کے روضہ مبارک کے مشرقی دروازہ پر کندہ ہے۔

روضہ شریف

آپ کے مزار اقدس پر بہت خوبصورت اور عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند اور سجادہ نشین حضرت پیر محمد شاہ بھیروی رحمتہ اللہ علیہ نے تعمیر کروایا۔

عرس مبارک

آپ کا عرس پاک ۸، ۹، ۱۰ جمادی الثانی کو منایا جاتا ہے۔ قوالی، علمائے کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔ لنگر کا بہترین انتظام ہوتا ہے۔ مؤلف کئی بار حاضر ہوا ہے۔

اولاد امجاد

آپ کے تین فرزند تھے۔

۱- حضرت پیر صدیق شاہ بھیروی

۲- حضرت امیر جند اللہ پیر محمد شاہ بھیروی

۳- حضرت پیر فتح شاہ بھیروی (رحمھم اللہ تعالیٰ)

سجادہ نشین

آج کل آستانہ عالیہ چشتیہ شمسیہ امیریہ کے سجادہ نشین ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ العالی ہیں۔موصوف کی ذات محتاج تعارف نہیں۔

انجمن غوثیہ ہاشمیہ کا قیام

شمالی پنجاب میں آباد حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی کی اولاد امجاد نے انجمن غوثیہ ہاشمیہ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تو آپ اس کے اہم ارا کین میں سے تھے۔

انجمن غوثیہ ہاشمیہ کا ایک اہم اجلاس ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۲۴ء،۱۷چیت ۱۹۸۱بکرمی زیر صدارت حضرت مخدوم مرید حسین قریشی رحمتہ اللہ علیہ بھیرہ شریف میں منعقد ہوا تو حضرت امیر السالکین پیرامیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی شرکت فرمائی۔ایک عینی شاہد کا بیان ہے:

ہمارا [1] ڈیرہ جناب حضرت پیرامیر شاہ صاحب کے مکان عالیشان میں تھا۔حضرت پیر صدیق شاہ ولد حضرت پیرامیر شاہ صاحب ہماری خدمت کے لئے ہر ایک چیز باتمیز بسترہ وغیرہ لے کر حاضر ہوئے۔خوش رو نوجوان نے ہر طرح سے پرلطف گفتگو فرمائی۔اثناء گفتگو میں فرمایا کہ اس جلسہ کا ہر ایک خرچ حضرت پیرامیر شاہ صاحب نے اپنے ذمہ کر لیا تھا کہ برادری کی سخت مجبوری

---

[1] حضرت پیر عبدالواحد شاہ صاحب المعروف پیر دھمن شاہ رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۳ھ مدفون زند شریف تحصیل راجوروی (آزاد کشمیر)۔ آپ اپنے دور کے عالم اور درویش کامل تھے۔ قادری سلسلہ میں حضرت قاضی سلطان محمود اعوان شریف سے بیعت تھے۔ (مؤلف)

ضروری سے سب صاحبان برادری بھیرہ کو خرچ میں شامل کرنا پڑا اگر جناب پیرا میر شاہ صاحب اس بلت سے ناخوشی ظاہر فرماتے ہیں اور عمدہ عمدہ مسائل اور گفتگو سے حاضرین مجلس کو خوش کیا۔ آخری آپ کا جملہ یہ تھا کہ پیر صاحب نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ سب میرا جان و مال اس کار خیر پر خرچ کیا جائے تو میرے حق میں عین سعادت ہے۔ غوث پاک کے نام پر میری جان بھی قربان ہو تو بہتر ہے۔ اللہ پاک ایسی جلیل القدر، ذیشان، خوش رو، پاک دل، خلیق اور حمیدہ خصال کو سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین![1]

---

[1] روئیداد انجمن غوثیہ ہاشمیہ (قلمی) مرتبہ پیر دھمن شاہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ۔

نوٹ: یہ قلمی روئیداد صاحبزادہ عابد حسین شاہ ساکن جھمبی چوآسیدن شاہ ضلع چکوال کی لائبریری بہاء الدین زکریا لائبریری میں موجود ہے۔ (مؤلف)

حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی

خاندان اور ولادت

حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی قدس سرہ خانوادۂ سادات گردیزیہ کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلہ نسب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ایک بزرگ حضرت علی قسور بن سید ابی عبد اللہ بغداد سے غزنی افغانستان کے قریب گردیز تشریف لائے۔ اس وقت سلطان محمود غزنوی کی حکومت تھی۔ سلطان محمود غزنوی نے آپ کو ایک بڑی جاگیر عطا کی۔ آپ کی اولاد کے ایک بزرگ سید مخدوم شاہ یوسف گردیز سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں ہی افغانستان سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار کی۔

سید مخدوم شاہ یوسف گردیز (مدفن ' ملتان) کی اولاد کے ایک بزرگ سید مخدوم عبد الصمد صاحب کے فرزند سید محمد ' شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ملتان سے پوٹھوار (دھان گلی) تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار کی۔ آپ کی اولاد کے حضرت شاہ منور سچیار ' وان گلی ' سے پھل گراں (راولپنڈی) تشریف لائے۔ آپ کا مزار مقدس بھی راولپنڈی کے نزدیک "بھارہ کہو" کے قریبی گاؤں پھلگراں میں مرجع خلائق ہے۔ سید محمد سادات گردیزیہ پونچھ کے مورث اعلیٰ بھی کہلاتے ہیں۔

حضرت شاہ منور سچیار اپنے والد گرامی کے ہمراہ کشمیر (پونچھ) تشریف لائے۔ اس زمانے میں اس علاقہ میں جہالت ' توہم پرستی اور سرکشی کا دور دورہ تھا۔ آپ اکثر اس علاقے میں آتے اور لوگوں کو دین کی تبلیغ کرتے۔ آپ نے رحلت کے وقت اپنی اولاد کو اس علاقے میں دینی و علمی خدمات اور مکمل سکونت اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ آپ کی نصیحت پر آپ کے فرزند سید منصور شاہ ' سید عین الملک شاہ اور سید نظام شاہ نے عمل کیا اور کشمیر (پونچھ) میں آباد ہوئے۔ اس طرح آپ کی اولاد پونچھ میں پھیلی اور سادات گردیزیہ ' پونچھ میں آباد ہوئے۔

حضرت قطب زمان استاذ العلماء خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی حضرت منور سچیار کے صاحبزادے حضرت سید نظام شاہ کی اولاد میں سے ہیں۔ سید نظام شاہ کے پوتے سید مالک شاہ کے چھ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام سید جنگ ولی شاہ تھا۔ آپ ان کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت سید جنگ ولی شاہ اپنے دور کے صاحب کمال' ولی کامل اور عالم دین تھے۔ ضلع باغ اور ضلع راولاکوٹ کے درمیان میں نالہ کہن واقع ہے۔ اس کے دونوں طرف دو قبائل سدھن اور ملدیال (مغل) آباد تھے۔ جن کا باہم ہمہ وقت تنازعہ رہتا تھا اور جنگ و جدال کی کیفیت ہوجاتی۔ دونوں قبائل نے متفقہ طورپر حضرت جنگ ولی شاہ کو ثالث مقرر کیا اور بعد میں فیصلہ کرکے نالہ کہن کا ملحقہ علاقہ حضرت کے حوالے کر دیا اور یہ کہہ کر دونوں قبیلے دستبردار ہوگئے کہ ہمارے درمیان ایک بزرگ آباد ہوجائیں تو بہتر ہو گا۔ سید جنگ ولی شاہ نے فرمایا:

"اب جنگ نہیں ہوگی۔"

اس کے بعد دونوں قبائل میں جنگ نہ ہوئی۔ آپ نے نالہ کہن ملحقہ گاؤں کیلر ضلع راولاکوٹ میں سکونت اختیار کی اور ایک درسگاہ قائم کی۔ آپ کچہری بھی لگاتے تھے اور عوام کے مقدمات سنتے اور فیصلے صادر کرتے تھے کسی کو آپ کے فیصلہ کے خلاف بولنے کی ہمت تک نہ ہوتی تھی۔ خاندان سادات گردیزیہ میں آپ کی بہادری' شجاعت' دلیری' علمی اور روحانی حیثیت میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ کا مزار شریف کیلر' تحصیل راولاکوٹ میں ہے۔ درس گاہ کی عمارت کی جگہ ابھی تک موجود ہے۔

آپ حضرت سید جنگ ولی شاہ کی اولاد کے ایک بزرگ حضرت سید فقیر شاہ کے ہاں ۱۳۳۸ ھ مطابق ۱۸۲۳ء کو ڈھنڈی کیاٹ جو نالہ کہن کے کنارے واقع ہے' راولاکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والدگرامی حضرت سید فقیر شاہ اپنے عہد کے باکمال بزرگ' ولی کامل اور صاحب کرامت تھے۔

نسب نامہ

آپ کا خاندانی شجرہ اس طرح ہے۔

خواجہ سید نیاز علی شاہ بن سید فقیر شاہ بن سید امیر شاہ بن سید اعجاز شاہ بن سید فیروز شاہ بن سید طلاقی شاہ بن سید ارشاد علی شاہ بن سید چہاری شاہ بن سید شیر علی شاہ بن سید علی شاہ بن سید جنگ ولی شاہ بن مالک شاہ بن احمد شاہ بن نظام شاہ بن سید شاہ منور سچیار بن سید شاہ محمد بن سید

عبد الصمد بن سید احمد بن سید شاہ یوسف گردیزی بن سید ابوبکر بن سید شاہ قسور گردیزی بن سید ابو عبد اللہ بن سید احمد بن سید عیسیٰ بن سید حسین بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ بن سید حمزہ بن سید ابوشظ بن سید احمد شعرانی بن سید علی عریض بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ حدیث و فقہ کی کتب بھی والد ماجد سے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیش بہا ذہانت عطا کی تھی۔ جو کچھ پڑھتے فوراً ازبر ہو جاتا۔ اس زمانہ میں رسل و رسائل اور ذرائع آمد و رفت کی شدید کمی تھی۔ غربت اور جہالت زیادہ تھی۔ لوگ سادہ لوح تھے۔ کشمیر میں ڈوگرہ راج تھا۔ لوگ پیدل سفر کر کے ضروریات زندگی خرید کر لاتے تھے۔ آپ کو حصول علم کا ازحد شوق تھا۔ بالآخر درس نظامی کی تکمیل کا قصد فرمایا اور پاپیادہ اپنے جد امجد حضرت شاہ منور سچیار کے مزار مقدس پر تشریف لے گئے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لئے دعا کی۔ بعد ازاں آپ حویلیاں (ہزارہ) میں حضرت مولانا محمد گل چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولانا محمد گل چشتی ایک شہرہ آفاق' فاضل دوراں اور صاحب نظر بزرگ تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں طلباء مختلف علاقوں سے آتے اور علم کی پیاس بجھاتے۔ آپ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے محبوب خلیفہ تھے۔ بہت قلیل عرصہ میں آپ نے حدیث' فقہ' تفسیر اور دیگر مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ ایک دن حضرت مولانا محمد گل چشتی نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

شاہ جی! علم تو قدرت نے آپ کے سینہ میں رکھا ہے بہتر ہے کہ آپ اب طلباء کو پڑھایا کریں۔

آپ نے اپنے استاد گرامی کے حکم کی تعمیل میں درس نظامی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے استاد گرامی سے اپنے علم و فیض میں اضافہ کرتے رہے۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے باوجود آپ کے دل کی پیاس نہ بجھی لہٰذا آپ اپنے استاد سے اجازت لے کر سہارنپور (بھارت) تشریف لے گئے اور سہارنپور کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے لیکن یہاں بھی آپ کا دل نہ لگا اور دل کی پیاس نہ بجھی کیونکہ دل کی پیاس بجھانے

کے لئے آپ کو ایک مرشد کامل کی تلاش تھی اور اس تلاش و جستجو میں آپ سہارنپور سے تونسہ شریف تشریف لائے۔ یہاں کچھ عرصہ درس و تدریس میں مصروف رہے۔

بیعت و خلافت

تونسہ شریف سے عازم سیال شریف ہوئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضر ہو کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ان دنوں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی بھی سیال شریف موجود تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ گولڑوی اور آپ کی تعلیم و تربیت اور کمالات باطنی کا نکھار ایک ساتھ ہوا۔ حضرت خواجہ سیالوی نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو خرقہ خلافت اور دستار فضیلت عطا فرمادی تھی۔

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ پیدل سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ مراۃ العاشقین میں تین بار نیاز درویش نام آیا ہے۔ شاید اس سے مراد آپ ہی ہوں۔ دیکھئے صفحات ۴۹' ۱۶۲' ۱۷۸' وغیرہ۔

درس و تدریس

آپ اپنے شیخ طریقت کے وصال کے بعد حضرت خواجہ گولڑوی کے حسب ارشاد ان کے ہمراہ گولڑہ شریف تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے اس دور کے تلامذہ میں مولانا محبوب عالم ہزاروی اور حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابوجی شامل ہیں۔ خواجہ گولڑوی کو آپ سے خاص محبت تھی اور ہمیشہ حضرت کی محبت اور چشم التفات آپ پر رہتی۔

آپ گولڑہ شریف میں مزید قیام فرماتے لیکن کشمیری طلبہ' عوام کے اصرار اور حضرت خواجہ گولڑوی کے مشورہ سے آپ اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے اور اپنے آبائی گاؤں ڈھنڈی کیاٹ میں ایک عظیم درسگاہ قائم کی اور باقاعدہ دینی و باطنی علوم کی تدریس شروع کر دی۔ اطراف و جوانب سے لوگ پروانہ وار آپ کے حلقہ تلمذ میں آنے شروع ہوئے۔ جن میں پاکستان کے علاقہ جات رووات' جہلم' ہزارہ اور کشمیر کے دور دراز کے علاقے اور ضلع مظفر آباد کے طلبہ شامل تھے

جبکہ نواحی علاقوں میں پا چھیوٹ' باغ' سرسیداں اور دیگر مواضعات کے طلبہ کثیر تعداد میں شامل تھے۔

آپ کے فیض یافتہ افراد سے روایت ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں جنات بھی کثیر تعداد میں شامل رہتے تھے۔

مشہور و معروف محقق سید محمود آزاد کلیاں ہے :

آپ نے تدریسی سلسلہ میں موضع سرسیداں میں سکونت اختیار کی اور اس پورے علاقہ میں گراں بہا دینی خدمات انجام دیں۔ آپ بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ولی اللہ اور عارف باللہ بزرگ ہوگزرے ہیں۔ آپ کی سینکڑوں کرامات اس پورے علاقے میں مشہور ہیں۔ حضرت پیر سید نیاز علی شاہ صاحب کا دینی فیضان ایک مدت تک جاری رہا اور اس پورے علاقہ کے ہزاروں طلبہ نے ان کی درسگاہ سے دینی فیض حاصل کیا۔[1]

پیر سید احمد شاہ گردیزی اپنی کتاب تاریخ سادات گردیزیہ میں رقمطراز ہیں :

مولانا مولوی سید نیاز علی شاہ صاحب موضع سرسیداں میں بڑے متبحر عالم ہوگزرے ہیں۔ آپ کی تمام عمر درس و تدریس میں گزری۔[2]

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے نام یہ ہیں :

۱۔ مولانا محمد سعید احمد رواتی سابق خطیب جامع مسجد راولپنڈی

۲۔ خواجہ عطاء اللہ شاہ سوہاوی' سوہاوہ شریف ضلع باغ

۳۔ مولانا فیض رسول ساکن رتنوئی ضلع باغ

۴۔ مولانا محمد حسین ساکن ملالدرہ' ضلع باغ

۵۔ مولانا عالم دین ساکن کفل گڑھ' ضلع باغ

۶۔ مولانا عتیق اللہ شاہ المعروف حافظ جی سرچھ شریف' ضلع راولاکوٹ

---

[1] تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ' صفحہ ۲۰۲' ۲۰۳۔
[2] تاریخ سادات گردیزیہ' صفحہ ۳۱۔

۷۔ مولانا سخی محمد ساکن سرسیداں، ضلع باغ
۸۔ سید محمد یٰسین چشتی، پسر حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی
۹۔ سید محمد سوار شاہ پسر حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی
۱۰۔ سید برکت اللہ شاہ پسر حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی وغیرھم

سرسیداں میں قیام

باغ کے نواحی قصبات سرسیداں، ہلڑ سیداں، پدر سیداں اور کنہ موھری کے سادات گردیزیہ کے افراد آپ کے عقیدت مند تھے اور اکثر آپ کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ آپ سادات گردیزیہ میں علمی اور روحانی لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ سادات گردیزیہ سرسیداں نے آپ کو سرسیداں میں مکمل سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سرسیداں باغ شہر سے بالکل قریب تھا اور شہر کے قریب رہ کر آپ زیادہ علم و فیض جاری کر سکتے تھے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دینی تعلیم سے مستفید کر سکتے تھے۔

چنانچہ سرسیداں کے لوگوں نے خالصہ سرکار، جو ان کی چراگاہ تھی حضرت کو آباد کرنے کو کہا اور وہاں مکان بنوا کر دیا۔ بعد ازاں بندوبست کے موقع پر وہ اراضی آپ کے نام منتقل ہوئی۔ سرسیداں میں رہائش اختیار کرنے کے بعد آپ نے ایک مسجد تعمیر کی اور ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔

فتویٰ نویسی

آپ کے فتاویٰ اردو، فارسی اور عربی میں ہوتے تھے۔ ان زبانوں پر پوری مہارت تھی۔ فتاویٰ جاری کر کے آپ عوام کے مقامی مقدمات کا فیصلہ فرماتے تھے۔

ایک عربی فتویٰ جو نکاح و طلاق سے متعلق ہے۔ مؤلف (چشتی) کی نظر سے گزرا ہے۔ اس فتویٰ پر حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی کے دستخط بھی ہیں۔ ایک دستخط کسی اور عالم کے ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔

حقوق مسلم کی پاسداری

پونچھ ریاست میں راجہ کی حکومت تھی اور عوام ٹیکسوں اور بیگاروں کے بوجھ تلے پسے

جارہے تھے۔ خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا اور پونچھ میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود مسلمان مٹھی بھر ہندوؤں کے رحم وکرم پر تھے۔ چنانچہ پونچھ کے بہادر اور غیور عوام نے ایک وفد راجہ کے پاس بیگار معاف کروانے کے لئے بھیجا۔ اس وفد میں آپ بھی شامل تھے۔

آپ نے مسلمان قوم کو اتحاد و اتفاق کی تلقین فرمائی۔ سادات گردیزی جن سے پونچھ کے ڈوگرہ حکام "بیگار" لیتے تھے مہاراجہ کے دربار میں جاکر آپ نے ان کی بیگار معاف کروائی۔ آپ نے مسلمان قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی۔ آپ کا سیاسی علماء کے ساتھ رابطہ رہتا تھا اور سیاسی بصیرت کے حامل حضرات (جن میں اکثر ان پڑھ تھے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے سیاسی معاملات پر گفت و شنید کرتے تھے۔

انداز تبلیغ و ارشاد

آپ کا انداز بیان مدلل اور واضح ہوتا تھا۔ اکثر وعظ و تبلیغ فرمایا کرتے تھے اور پورے حلقہ میں شعلہ بیان مقرر سمجھے جاتے تھے۔ آپ اکثر واضح اور موقع و محل کے مطابق تقریر فرماتے تھے۔

آپ نے ایک مدت تک سرسیداں میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور باغ کے نواحی قصبات سیر سیداں 'کنہ موہڑی' کیاٹ 'ہلڑ سیداں' پدر سیداں 'کوٹیڑہ مست خان' کفل گڑھ' پنیالی' جگلڑی 'بنی پساری' رتنوئی' پدر گلیشر اور دیگر علاقہ جات کے لوگوں کو روحانی و باطنی فیض عطا کیا۔ سرسیداں میں آپ کی تعمیر کردہ مسجد آج بھی موجود ہے۔ اس مسجد کے باہر میدان میں آپ وعظ و تبلیغ فرماتے۔ جمعہ و عیدین کی نماز پڑھاتے۔ اس وقت مسلمانوں کو تبلیغ دین کی اشد ضرورت تھی اور مسلمانوں کے اندر بے جا ہندوانہ رسومات شامل تھیں۔ آپ کے آستانہ پر جو بھی آتا خواہ مسلمان ہو یا ہندو اپنا ہو یا پرایا کبھی اسے خالی ہاتھ جانے نہیں دیا۔ اکثر غریب ہندو بھی خوراک حاصل کرنے آتے تو آپ ان کو بھی کبھی خالی نہ لوٹاتے تھے۔

حلیہ اور لباس

آپ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ سر پر اکثر پگڑی پہنتے تھے۔ قمیض اور شلوار زیب تن فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک چادر آپ کے پاس ہوتی تھی۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جاتا تو وہ چادر بچھا کر نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ نحیف و نزار متوسط قد و قامت کے مالک تھے۔ ریش مبارک تھوڑی پر لمبی اور رخسار پر بال کم تھے۔ نہایت خوبصورت اور رنگ سرخ و سفید تھا۔

اخلاق

شریعت کے پابند تھے۔ مسلمان قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بڑے سخی، فیاض، غریب پرور اور عالم و فاضل بزرگ تھے۔ بڑی سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔ آپ کو لیلتہ القدر بھی نصیب ہوئی تھی۔ کامیاب مدرس اور مقرر تھے۔

وصال شریف

وصال شریف سے دو روز قبل عید الفطر کے دن آپ نے نماز عید پڑھائی۔ قبل ازیں ماہ رمضان المبارک میں آپ کی صحت بالکل درست رہی اور آپ باقاعدگی سے نماز تراویح پڑھاتے رہے اور جمعتہ المبارک پر وعظ و ارشاد فرماتے رہے۔ نماز عید کے موقع پر مسلمانوں کے ایک جم غفیر اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطبہ میں معاشرتی برائیوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور ۳ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء بروز پنجشنبہ بمقام سرسید ال اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○

وصال شریف کے وقت حضرت اعلیٰ گولڑوی اپنے طلباء کو درس دے رہے تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے بے اختیار یہ کلمات ادا ہوئے:

"آج پہاڑوں کا چراغ بجھ گیا۔"

آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہرسو پھیل گئی اور عقیدت مند اور سادات خاندان کے لوگ آپ کے گھر پہنچنا شروع ہوگئے۔ آپ کے رشتہ دار اور عقیدت مند راولاکوٹ میں بھی تھے۔ ان کو آدمی بھیج کر اطلاع کی گئی اور ۴ شوال المکرم بروز جمعتہ المبارک آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی۔

مدفن

سرسید ال میں آپ کو دفن کیا گیا۔ مزار مقدس مسجد شریف کے مشرقی جانب چند میٹر کے فاصلے پر ہے۔ جہاں ہمہ وقتی زائرین اور معتقدین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ ابتدا میں مزار شریف کی عمارت اور مقبرہ پختہ نہیں تھے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سید محمد یسین شاہ اور حضرت خواجہ سید ثناء اللہ شاہ خطیب جامع مسجد باغ نے مزار مقدس کی تعمیر و توسیع فرمائی۔

آپ کے مقبرہ تک اب پختہ سڑک جاتی ہے۔قبل ازیں مزار شریف کی عمارت پتھر سے تعمیر کی گئی تھی اور اس پر گنبد بنایا گیا۔

۱۹۸۰ء میں آپ کے پوتے اور سجادہ نشین خواجہ سید شبیر احمد شاہ نے حضرت سید محمد یٰسین شاہ اور پیر سید ثناء اللہ شاہ کی نگرانی میں مزار مقدس کی از سر نو تعمیر و توسیع فرمائی اور اس پر نیلے رنگ کا گنبد بنایا گیا۔مزار شریف کے اندر بجلی لگی ہوئی ہے۔قبر انور کو سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے۔جس پر آیتہ الکرسی اور قرآنی آیات کندہ ہیں۔روضہ مبارک کے اندر دو قبریں ہیں۔ایک قبر آپ کی صاحبزادی صاحبہ کی ہے اور ایک قبر کی جگہ خالی ہے اور روضہ شریف کے اندر دیواروں پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات جلی حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔

لوح مزار

لوح مزار سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔جس پر شجرۂ نسب اور مختصر حالات زندگی کندہ ہیں۔ عبارت درج ذیل ہے:

آرامگاہ غوث زمان پیر طریقت شہباز معرفت سراج العلماء حضرت پیر سید نیاز علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ تاریخ سفر آخرت ۳ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء بروز جمعرات۔

اعلیٰ حضرت ڈھنڈی کیاٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد سید فقیر شاہ صاحب ایک درویش کامل تھے۔آپ نے اوائل عمر میں علم فقہ، اصول تفسیر اور حدیث کی تکمیل کی۔ آپ خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ اور مرید تھے۔جن کی توجہ باطنی نے آپ کو انوار و برکات سے مالا مال کر دیا۔آپ تادم زیست احیائے سنت رسول اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔بے شمار علمائے کرام اور اولیائے کرام نے آپ سے علم اور روحانی فیض حاصل کیا۔

عرس مبارک

ہر سال ۳ شوال المکرم کو آپ کا عرس مبارک سہ روزہ بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔یہ سہ روزہ تقریب سعید حضرت پیر سید محمد یٰسین شاہ کے گھر پر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی لیکن ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں نے آپ کے گاؤں کے تمام گھروں کو جلا دیا۔جس میں آپ کا گھر بھی شامل تھا۔آپ کی اولاد گھر سے بے گھر ہو گئی اور آپ کا کتب خانہ گھر سے ملحقہ مسجد جو آپ نے گھر کے قریب تعمیر کی تھی بھی شہید ہو گئی۔

ہر سال ۳ شوال المکرم کو آپ کا عرس مبارک سہ روزہ بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ یہ سہ روزہ تقریب سعید حضرت پیر سید محمد یٰسین شاہ کے گھر پر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی لیکن ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں نے آپ کے گاؤں کے تمام گھروں کو جلا ڈالا۔ جس میں آپ کا گھر بھی شامل تھا۔ آپ کی اولاد گھر سے بے گھر ہوگئی اور آپ کا کتب خانہ گھر سے ملحقہ مسجد جو آپ نے گھر کے قریب تعمیر کی تھی بھی شہید ہوگئی۔

آج کل آپ کا ایک روزہ عرس مبارک مئی کے آخری ہفتہ میں ہلڑ سیداں میں منعقد ہوتا ہے۔ صبح قرآن خوانی ہوتی ہے۔ بعد از نماز ظہر باقاعدہ جلسہ عام منعقد ہوتا ہے۔ عرس مبارک میں ہزاروں زائرین شرکت کرتے ہیں۔ جید علمائے کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔ جلسہ کی صدارت پیر سید ثناء اللہ شاہ فرماتے ہیں اس کے بعد عام لنگر تقسیم ہوتا ہے اور پیر سید ثناء اللہ شاہ کی دعا پر عرس مبارک اختتام پذیر ہوتا ہے۔

شادی اور اولاد امجاد

آپ کی شادی پیر سید فضل شاہ صاحب کوٹیڑی سیداں ضلع راولاکوٹ[1] کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے جن کے اسمائے گرامی ترتیب وار یہ ہیں:

۱۔ حضرت پیر سید محمد یٰسین شاہ متوفی ۱۹۸۰ء' جید عالم' ولی اللہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اجازت و خلافت حضرت خواجہ گولڑوی سے تھی۔

۲۔ حضرت پیر سید محمد سوار شاہ متوفی ۱۹۷۵ء' متبحر عالم' کامل بزرگ اور حضرت خواجہ گولڑوی کے خلیفہ مجاز تھے۔

۳۔ حضرت پیر سید برکت اللہ شاہ مدفون روات ضلع راولپنڈی' عالم و فاضل اور بہترین خطیب تھے۔

---

[1] حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب بھی بڑے پایہ کے عالم دین اور ولی کامل ہو گزرے ہیں۔ جن کے عقیدتمندوں کا حلقہ وسیع تھا اور جنہوں نے اس پورے علاقے میں شاندار تبلیغی اور تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے درس میں دور دور سے طالب علم دینی علوم حاصل کرنے آتے تھے اور قرب و جوار میں لوگوں کے امام بھی تھے۔ انہوں نے یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی اور دینی و دنیاوی معاملات میں لوگ ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ (سید محمود آزاد: تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ مطبوعہ راولپنڈی' ۱۹۸۵ء' صفحہ ۱۴۸۔

۴۔ حضرت پیر سید محمد ثناء اللہ شاہ مدظلہ' عالم و فاضل بزرگ ہیں۔ آج کل جامع مسجد باغ میں خطیب ہیں۔ تعلیم القرآن کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس میں تعلیم و تدریس جاری ہے۔ حضرت خواجہ گولڑوی سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ اس وقت عمر شریف چھتر برس ہے۔

حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور نبیرگان نے تحریک پاکستان' جہاد کشمیر اور دیگر ملی تحاریک میں شاندار کام کیا۔

کرامات

مشہور سماجی کارکن اور بزرگ شخصیت جناب محمد یعقوب خان کیانی مرحوم ساکن پانیولہ تحصیل راولاکوٹ راوی ہیں اور اس کی تصدیق دوسرے زعماء نے بھی کی ہے کہ پونچھ میں ڈوگرہ راج مہاراجہ بلدیو سنگھ میں عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ تھا۔ عوام حقوق ملکیت سے محروم تھے اور بیگار لیا جاتا تھا۔ پونچھ کے چند معززین مسلمان زعماء جن میں حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ بھی شامل تھے پونچھ کے مہاراجہ کے پاس تشریف لے گئے اور راجہ سے کہا کہ آپ بیگار معاف کر دیں۔ راجہ حکومت کے نشے میں چور تھا۔ مطالبات سننے کی بجائے دھمکی دی اور دھونس سے کام لیتے ہوئے مسلمان زعماء سے کہا کہ "طاقت ہے تو کچھ کر کے دکھاؤ"۔ ایک روز بعد جب راجہ کے وزیر کی سواری بڑی دھوم دھام سے رواں دواں تھی تو آپ سواری کے جلوس کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک جلتی ہوئی مشعل میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال دیئے۔ راجہ کے وزیر نے کہا: "راستہ چھوڑ دو۔" آپ نے اسے جواب دیا "یہ آگ ہے' یا تجھ کو جلائے گی یا مجھے" آپ کے ہاتھ تو نہ جلے لیکن اس واقعہ کے تیسرے روز مہاراجہ کی طرف سے وزیر کو معزولی کا حکم مل گیا اور ابھی تک یہ وفد پونچھ میں ہی تھا کہ راجہ پابجولاں جیل کی طرف جا رہا تھا۔ آپ کے ساتھی بھی آپ کی یہ حرکت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ مہاراجہ نے خاندان سادات گردیزیہ کی بیگار معاف کر دی اور اس کے لئے باقاعدہ احکامات جاری کئے گئے اور آپ سب لوگ معافی کا حکم لے کر وطن واپس آ گئے۔

سید حسن شاہ گردیزی مرحوم متوفی ۱۹۸۸ء باغ کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہو گزرے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر میں ان کا کردار نمایاں ہے۔ سیاسی حلقوں میں آپ کا نام جانا پہچانا ہے۔ ان کی روایت ہے کہ ایک بار باغ کے نواحی قصبات ہلڑ سیداں' سرسیداں اور دیگر مواضعات

میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور لوگ مرنے لگے ۔ روزانہ تین چار اموات ہو جاتیں اور بیماری کے ڈر اور خوف سے لوگ گاؤں چھوڑ کر بھاگنے لگے ۔ سید حسن شاہ مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے میرے والد ماجد کو کہا کہ آپ لوگوں کی تجہیز و تکفین فرمائیں ۔ آپ محفوظ و مامون رہیں گے ۔ چنانچہ حسن شاہ گردیزی کے والد ماجد حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ کے حکم کے مطابق لوگوں کی تجہیز و تکفین کرتے رہے اور بالکل محفوظ و مامون رہے ۔

سید حسن شاہ ہی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ٹائیں تحصیل راولا کوٹ کے چند زعماء کے ساتھ حضرت سید نیاز علی شاہ کا کسی بات پر تنازعہ ہو گیا۔ مخالف فریق معاملہ عدالت میں لے گئے اور پونچھ میں مہاراجہ کے پاس مقدمہ پیش ہوا ۔ حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ باغ میں ہی تھے اور پونچھ میں آپ کے خلاف فیصلہ ہونے سے قبل مخالفین کے کیمپ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی اور چند اموات واقع ہو گئیں ۔ مہاراجہ نے مقدمہ سنا اور ہیضہ سے اموات کی خبر بھی سنی تو اس نے کہا :

"پرمیشور نے خود فیصلہ دے دیا۔"

سرسیداں کے ایک بزرگ جن کا نام سید علی شاہ تھا ان کی روایت کردہ ایک کرامت ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت صاحب کا معتقد تھا۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت کے حضور حاضری دیتا۔ ان دنوں ڈوگرہ حکومت تھی اور گائے ذبح کرنا اور درخت کاٹنا سخت منع تھا۔ میں نے ایک گائے ذبح کی تھی اور درخت بھی کاٹا ہوا تھا۔ اس کی کڑیاں اور بالے بنوا کر مکان کی چھت تیار کر دی تھی۔ کسی نے میرے خلاف شکایت کر دی کہ علی شاہ نے درخت کاٹا ہے۔ چنانچہ باغ سے جنگلات کے اہلکار اور پولیس سرسیداں مجھے گرفتار کرنے آ گئی ۔ سرسیداں میں اس وقت سرکاری اہلکار حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ کے گھر پر ہی آ کر آرام کرتے تھے۔ میں نے ان کی آمد سے قبل حضرت صاحب سے عرض کیا اور اہلکاروں کے پہنچنے سے قبل روپوش ہو گیا۔ جب اہلکار سرسیداں حضرت صاحب کے گھر پہنچے تو انہوں نے موقع دیکھنے کے لئے حضرت صاحب سے گزارش کی کہ ہمیں سید علی شاہ کا گھر اور مکان بتلا دیں۔ چنانچہ دو تین آدمی ان کے ہمراہ میرے گھر چلے گئے اور جب موقع پر پہنچے تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ میں نے جو گائے ذبح کی تھی اس کا گوشت ایک صندوق میں بند کیا تھا اور وہ بھی اس مکان میں تھا جو آپ نے بالکل نیا تعمیر کیا تھا اور صرف چھت بنی تھی۔ لکڑی کا بکس سامنے تھا' جنگلات کے اہلکاروں اور پولیس کو وہاں سے کچھ بھی نہ ملا اور ناکام لوٹے ۔ علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ حضرت کی کرامت سے ہوا ۔

معاصرین

حضرت مولانا فقیر اللہ بکوئی' حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی' حضرت خواجہ سید سید علی شاہ سوہاوی' حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ اور حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بڑے گہرے مراسم تھے اور ایک دوسرے کے پاس آمدورفت تھی۔

سجادہ نشین

آج کل سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ سید خلیل احمد شاہ ہیں۔

حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پڑپوتے سید فرید احمد شاہ صاحب ایم اے (اسلامیات) نے حضرات سید نیاز علی شاہ' سید محمد مخدوم شاہ اور سید رستم علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات و کوائف کی فراہمی میں بہت دلچسپی کا ثبوت دیا۔ ان کا یہ جذبہ قابل تحسین ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی

خاندان اور ولادت

حضرت سید شاہ منور سچیار کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے تین فرزند سید منصور شاہ' سید عین الملک شاہ اور سید نظام شاہ ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی قدس سرہ سید عین الملک شاہ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت سید عین الملک شاہ کے فرزند ارجمند حضرت سید جنید شاہ تھے۔سید عین الملک شاہ شہنشاہ جہانگیر کے دور میں کشمیر تشریف لائے۔باغ خاص کے نزدیک مشرقی جانب ایک گاؤں سیری کتھی میں سکونت اختیار کی اور دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا۔آپ کی پر تپاک با اثر تقاریر اور مواعظ سے متاثر ہوکر ہزارہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس وقت یہاں ہندو معاشرہ کا غلبہ تھا اور حالت یہ تھی کہ نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔عوام مردہ کو امانتا" دفن کرتے اور جب کوئی مولوی یا امام میسر آتا تو مردہ کو قبر سے نکال کر نماز جنازہ پڑھی جاتی۔

حضرت سید عین الملک شاہ نے باغ سیری کتھی میں سکونت اختیار کی اور دین کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے جابجا مدارس قائم کئے اور سیری کتھی میں ایک عظیم درسگاہ کی بنیاد رکھی اور باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ اپنے مدرسہ سے طلباء کو فارغ کرکے ان کے علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے روانہ کرتے اور وہ طالب علم اپنے اپنے علاقوں میں جاکر دین کی تبلیغ کرتے اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے۔

حضرت سید عین الملک شاہ اپنے مدرسہ میں طلباء کو تعلیم بھی دیتے اور اردگرد کے علاقوں میں تحصیل حویلی میں تبلیغی دورہ بھی فرماتے۔ آپ اپنے زمانے کے ایک مبلغ اور جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔ آپ کا مزار اقدس وہاں ہی ہے جہاں آپ کا مدرسہ تھا۔ اسجگہ آج کل درخت اگ گئے ہیں اور درختوں کا ایک جھنڈ بنا ہوا ہے لیکن اس احاطہ میں کوئی شخص ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتا کیونکہ ایسی جسارت کرنے والے کو ضرور کوئی نقصان

اٹھانا پڑتا ہے۔

حضرت سید عین الملک شاہ کے صاحبزادے سید جنید شاہ کے ایک فرزند سید سید شاہ تھے۔ آپ کی اولاد میں ایک بزرگ سید باقر شاہ تھے۔ ان کے پڑپوتے حضرت سید فیض علی شاہ تھے۔ ان کے صاحبزادے سید سید علی شاہ تھے۔

قطب زمان خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی ۱۲۷۳ھ میں غوث زمان حضرت خواجہ سید سید علی شاہ کے ہاں سوہاوہ شریف میں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے:

خواجہ سید محمد مخدوم شاہ بن سید سید علی شاہ بن سید فیض علی شاہ بن سید سوہنا شاہ بن سید محمد نور شاہ بن سید باقر شاہ بن سید بہاء الدین شاہ بن سید ملوک شاہ بن سید مومن شاہ بن سید سید شاہ بن سید جنید شاہ بن سید عین الملک شاہ بن سید شاہ منور سچیار بن سید شاہ محمد بن سید عبد الصمد بن سید احمد بن سید شاہ یوسف گردیز بن سید ابوبکر بن سید شاہ قسور گردیزی بن سید ابو عبداللہ بن سید حمزہ داعی بن سید ابوشطہ بن سید احمد شعرانی بن سید علی عریض بن سید امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

سوہاوہ شریف کا محل وقوع

سوہاوہ شریف تحصیل دھیر کوٹ ضلع باغ کے مغرب میں دریائے جہلم کے کنارے مری (پاکستان) کے مشرقی جانب بھگواڑی کے بالکل سامنے واقع ہے۔ مظفر آباد سے کوہالہ کے مقام سے ایک سڑک ڈھل کوٹ کی طرف جاتی ہے۔ ڈھل کوٹ سڑک پر ایک مقام دریائے جہلم کے کنارے سیری بانڈی ہے جہاں سے ایک سڑک سوہاوہ شریف جاتی ہے اور باغ سے راولپنڈی جانے والی سڑک سے غازی آباد کے مقام سے ایک سڑک چیڑالہ جاتی ہے جسے اب سوہاوہ شریف سے منسلک کیا جا رہا ہے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور بعد ازاں پاک پٹن شریف، تونسہ

شریف اور سیال شریف میں علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی۔

بیعت و خلافت

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد وطن واپس آئے اور اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی سلوک و طریقت کی منازل طے کیں۔بعد ازاں سیال شریف تشریف لے گئے۔حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ وطن جاکر دین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیں۔

درس و تدریس

عطائے خلافت کے بعد آپ نے اپنے مرشد کامل کے حکم پر سوہاوہ شریف میں ہی تعلیم و تدریس اور تبلیغ کا کام شروع کردیا۔والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے نقش قدم پر قائم رہے۔ آپ نے ضلع پونچھ 'مظفرآباد' مری اور پنجاب کے مسلمانوں میں دین کی خدمت کی۔آپ کی ساری زندگی ریاضت 'مجاہدات اور درس و تدریس و تبلیغ دین میں گزری۔آپ طالبان حق کو تصوف 'تزکیہ نفس کی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دیتے تھے۔

تلامذہ

آپ کے پاس مریدین اور طلبہ کا ایک جم غفیر ہوتا تھا جن کی رہائش و طعام کا بندوبست خود فرماتے تھے۔چند طلبہ کے نام یہ ہیں :

۱- مولانا عبدالرحیم ساکن کھٹل 'تحصیل دھیرکوٹ ضلع باغ

۲- مولانا خلیل احمد قادر آبادی 'باغ

۳- مولانا محمد سعید رواتی ساکن روات نزد مری ضلع راولپنڈی وغیرھم

مزارات پر حاضری

آپ اجمیر شریف 'پاک پتن شریف اور حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے مزار پر انوار پر حاضر ہوتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔

علمی وروحانی مقام

آپ اپنے زمانہ کے ولی کامل اور قطب ہونے کے علاوہ بیک وقت شیخ التفسیر، شیخ الحدیث اور شیخ الفقہ بھی تھے۔ علوم فقہ پر آپ کو دسترس اور عبور حاصل تھا۔ آپ اکثر فرماتے کہ اگر دنیا میں علوم فقہ کی کتب غائب ہو جائیں تو میں فقہ کی تمام کتب کو نئے سرے سے تدوین و تالیف کر سکتا ہوں۔

ممتاز محقق اور قلمکار سید محمود آزاد لکھتے ہیں:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت سے بھی حصہ وافر عطا کیا تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور کلامی علوم پر کامل دستگاہ رکھتے تھے اور اسی وجہ سے ان کا شمار اس وقت کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا۔

[1]

بیگار کا حکم امتناعی اور بحالی

سادات گردیزیہ سے سکھوں کے عہد میں بیگار لی جاتی تھی جو معاف ہو چکی تھی لیکن معافی کے بعد درمیانی وقت میں اس پر عملدرآمد روک دیا گیا چنانچہ آپ نے سابقہ فرامین کو دوبارہ بحال کروایا۔

پیر سید احمد شاہ گردیزی چمن کوئی کا بیان ہے:

حضرت سید مخدوم شاہ صاحب ہمہ صفت موصوف ہونے کے علاوہ بالخصوص اس لئے قابل ذکر ہیں کہ آپ نے سادات کے لئے کار بیگار معافی کے متعلق بہت کوشش فرمائی اور الحمد للہ کہ آپ کامیاب ہوئے۔ گو ارشاد نامہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ سادات گردیزیہ پہلے سے بھی کار بیگار سے مستثنیٰ تھے مگر عمل درآمد آپ کی سعی بلیغ سے ہوا۔ درحقیقت آپ نے اپنی برادری پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔[2]

آپ نے ڈوگرہ حکومت سے بیگار معافی بحال کروائی لیکن ہنوز تحریری حکم نامہ نہیں ملا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ بعد ازاں یہ حکم نامہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت پیر سید حمید اللہ شاہ نے

---

[1] تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ، صفحہ ۱۹۳۔
[2] تاریخ سادات گردیزیہ، صفحہ ۳۰، ۳۱۔

حاصل کیا۔

ارشاد نامہ کی نقل حسب ذیل ہے :

اجرائے نمبر ۱۴۸۱ از پیشگاہ سری سرکار والا حکم ہوا

صحیح سرکار

آج یہ درخواست پیر حمید اللہ شاہ و جعفر شاہ وغیرہ سائلان نے پیش کی۔ کاغذات مشمولہ سے پایا جاتا ہے کہ بروئے ارشادات سابقہ بھی ان کو کار بیگار معاف ہے اور بروئے حکم حاکم اعلیٰ صاحب مال میں بھی مثل باضابطہ مرتب ہو کر صاف ہوچکی ہے اور عملدر آمد بھی ہوچکا ہے جس کی نقل شامل ہے۔ لہٰذا ارشاد ھذا حسب استدعا سائلان صادر فرمایا جاتا ہے کہ سنداً اپنے پاس رکھیں اور کوئی شخص نسبت کار بیگار مداخلت نہ کرے۔ تین ساون ۶۶ مکرر یہ کہ اقوام سیدان تحصیل باغ محکمہ بندوبست سے بھی کار بیگار سے مستثنیٰ رکھے گئے ہیں۔ اس لئے ارشاد ھذا بعد اندراج رجسٹر سائلان کو دیا جاوے۔

تحریر صدر سنہ صدر صحیح سرکار حضور راجہ سری بلدیو سنگھ صاحب بہادر

(کے۔ سی۔ آئی۔ ای)[1]

حلیہ

آپ کا چہرۂ انور چمکدار اور درخشاں تھا۔ بدن نحیف اور لاغر تھا۔

خوراک

آپ چائے زیادہ پسند فرماتے تھے اور کھانے میں سادہ غذا' جس میں مکئی کی روٹی اور دودھ شامل ہوتا مرغوب خاطر تھی۔

اخلاق

آپ پابند شریعت مطہرہ تھے۔ اخلاق نبوی ﷺ کا نمونہ تھے۔ ساری عمر تبلیغ دین میں گزری اور خود دین اسلام کے پابند رہے۔ آپ بوقت عصر گھر سے باہر سیر کے لئے نکلتے اور گھر سے روانہ

---

[1] ایضاً' صفحہ ۳۴۔

ہونے سے قبل جو بھی رقم گھر میں ہوتی یا جیب میں ہوتی راستے میں بچوں' یتامی اور بیوگان میں تقسیم کر دیتے تھے۔بقول محمد الدین فوق سید محمد مخدوم شاہ مرحوم جو بہت بڑے عالم اور فقر و قناعت کا مجسمہ تھے۔[1]

استغراق

آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوتی تو زبان مبارک پر یہ کلمات ہوتے :

اللہ کھڑا ہے' بٹھائیں

نبی پاک ہیں' بٹھائیں

کرامات

حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی بلاشبہ اپنے دور کے مرد کامل اور قطب تھے۔ آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ آپ کی کرامات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔چند کرامات نذر قارئین ہیں۔

جناب سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد جموں و کشمیر کے بارے میں جب آپ بچے تھے حضرت خواجہ سوہاوی نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ملک کا سربراہ ہو گا۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب سردار عبدالقیوم خان کے والد ماجد سردار عبداللہ خان آپ کے مرید تھے اور ایک بار آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ سردار عبدالقیوم خان بچے تھے اور مٹی سے کھیل رہے تھے۔ سردار صاحب کے والد گرامی نے حضرت خواجہ سوہاوی سے استدعا کی کہ میرے لڑکے کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا ملک کا سربراہ ہو گا۔

حضرت خواجہ عبدالعزیز قادری المعروف حضرت صاحب ڈفرہ والے[2] متوفی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے راوی ہیں کہ میں موضع تمروٹہ تحصیل باغ حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ سوہاوی کی مجلس مبارک میں تھا کہ ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میرا لڑکا بارہ سال سے غائب ہے دعا فرمائیں کہ وہ گھر آجائے۔ حضرت صاحب ڈفرہ والے فرماتے ہیں کہ میں نے اس بڑھیا کو مشورہ دیا کہ تم حضرت صاحب سوہاوی کا دامن پکڑ کر اصرار کرو

---

[1] تاریخ اقوام پونچھ' صفحہ ۱۰۰۔

[2] سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد جموں و کشمیر کے پیر و مرشد۔ (مؤلف)

کہ دامن تب چھوڑوں گی جب لڑکا آ جائے گا چنانچہ بڑھیا نے ایسا ہی کیا۔ حضرت سوہاوی نے فرمایا کہ بڑھیا دامن چھوڑ' لڑکا آ ئے گا۔ بڑھیا گھر گئی تو دیکھا لڑکا پہنچ چکا تھا۔

لاہور[1] میں ایک ہندو وکیل ساگر چند تھا اور شادی لال چیف جسٹس تھا۔ دونوں ہندوستانی تھے۔ ساگر چند وکالت کی ڈگری حاصل کر کے لاہور میں وکالت کرنے لگا۔ ساگر چند کے پاس ضلع باغ کی ایک شخصیت سید گل احمد شاہ جو حضرت خواجہ سوہاوی کے مرید تھے ملازمت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ سوہاوی لاہور تشریف لے گئے اور گل احمد شاہ انہیں اپنے ہمراہ ساگر چند کے مکان پر لے گئے۔ حضرت کا معمول تھا کہ شام کے وقت بعد از عصر تھوڑی سیر فرمایا کرتے تھے۔ حسب معمول آپ اس دن بھی سیر کے لئے باہر نکلے اور ساگر چند کے بنگلہ کے باہر باغیچہ میں ٹہلنے لگے کہ ساگر چند نے دیکھ لیا۔ اس نے گل احمد شاہ کو بلاکر آپ کے بارے میں پوچھا۔ گل احمد شاہ نے اسے بتایا کہ یہ میرے پیرو مرشد ہیں۔ ساگر چند نے حضرت سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے تو آپ نے انکار فرمایا لیکن بعد میں راضی ہو گئے۔ ساگر چند کہنے لگا کہ میری پریکٹس نہیں چلتی حضرت نے اسے پڑھنے کے لئے چند کلمات بتائے اور فرمایا کہ غسل کر کے یہ کلمات پڑھیں۔ چنانچہ اس نے غسل کر کے وہ کلمات پڑھے تو رات کو حضرت نبی کریم ﷺ کا خواب میں دیدار ہوا۔ حضرت خواجہ سوہاوی تو وہاں سے چلے آئے۔ ساگر چند کی وہاں آپ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی۔ ساگر چند شرقپور شریف حضرت میاں شیر محمد شرق پوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوری داستان بیان کی۔ ساگر چند نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ نیز آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نے اس کا نام محمد امین رکھا۔ ساگر چند شادی شدہ تھا اور صاحب اولاد بھی تھا۔ بچے اس کے سسرال دہلی میں تھے۔ جب ساگر چند نے اسلام قبول کیا تو چیف جسٹس نے اس کی وکالت کا لائسنس منسوخ کر دیا۔ محمد امین پریشانی کے عالم میں پھر شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ حضرت شرقپوری نے آپ کا رشتہ جسٹس ظہیر الدین احمد کے گھر کروایا۔ چیف جسٹس نے ظہیرالدین احمد کا لائسنس بھی منسوخ کر دیا۔ ادھر محمد امین کی بیوی بھی فوت ہو گئی اور بچوں کو ان کے سسرال والوں نے دینے سے انکار کر دیا۔

---

[1] راوی سید عبداللطیف شاہ نبیرہ حضرت خواجہ سوہاوی۔

محمد امین پریشانی کے عالم میں حضرت خواجہ سوہاوی کی تلاش میں مری تشریف لائے۔ محمد امین کو آپ کے گھر کا پتہ نہیں تھا۔ مری میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد محمد امین نے حضرت کے بارے میں ہوٹل کے مالک سے دریافت کیا۔ہوٹل کا مالک بھی حضرت خواجہ سوہاوی کا مرید تھا۔ ہوٹل کے مالک نے کہا کہ حضرت خواجہ سوہاوی اجمیر شریف تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کچھ دن انتظار کریں۔ محمد امین سے صبر نہ ہوسکا اور اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔ اس دوران میں حضرت خواجہ سوہاوی واپس تشریف لے آئے۔ محمد امین اجمیر شریف سے واپسی پر اسی ہوٹل میں آئے اور ہوٹل کے مالک سے اپنی کہانی بیان کی۔ہوٹل کا مالک محمد امین کو ہمراہ لے کر راولپنڈی آیا جہاں حضرت خواجہ سوہاوی قیام فرما تھے۔

جب محمد امین کی ملاقات آپ سے ہوئی تو حضرت خواجہ سوہاوی محمد امین کو ہمراہ لے کر سوہاوہ شریف تشریف لے گئے اور سوہاوہ شریف میں محمد امین نے ۱۸ یوم قیام کیا۔جب محمد امین نے اپنی پریشانی بیان کی تو حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کی وکالت بھی چلے گی۔ شادی لال (چیف جسٹس) یہاں سے چلا جائے گا اور آپ کے بچے بھی مل جائیں گے۔ محمد امین واپس چلے گئے تو حضرت والا کے فرمان کے مطابق شادی لال جاچکا تھا۔بعد ازاں آپ کی پریکٹس بھی خوب چلی' شادی بھی ہوگئی اور بچے بھی مل گئے۔

حضرت والا کے فرمان کے مطابق بچے اس طرح مل گئے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ محمد امین کے بچوں کے دو ماموں ایک پولیس آفیسر تھے اور دوسرے ڈاکٹر وہ بچوں کو محمد امین کے حوالے نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن نامعلوم کس طرح بچے محمد امین کے پاس لاہور پہنچ گئے۔

وصال شریف

آپ ایک ماہ بیمار رہ کر ۱۹ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۳۰ء بروز چہار شنبہ اس دار فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون○

جنازہ

جس روز آپ کا وصال ہوا رات کو حضرت مولانا محمد سعید رواتی کو خواب میں بشارت ہوئی کہ حضرت خواجہ سوہاوی کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ سوہاوہ شریف جاکر ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت مولانا موصوف اس رات راولپنڈی میں تھے۔ صبح بیدار ہونے کے بعد روانہ ہوئے۔

چونکہ پھگواڑی سے پیدل روانہ ہوئے اور سہ پہر تین بجے سوہاوہ شریف پہنچے تو جنازہ تیار تھا۔ حضرت والا کے صاحبزادے پیر سید حمید اللہ شاہ کے حکم کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں عقیدتمندوں اور مریدوں نے شرکت کی۔ غسل کے وقت جو پانی آپ کے جسم اطہر پر ڈالا گیا تمام مریدین اور معتقدین نے پی لیا۔

مدفن پاک

آپ کے گھر کے بطرف مشرق ایک کھلے میدان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ روضہ شریف میں پانچ قبور ہیں۔ ایک قبر آپ کے صاحبزادے سید حمید اللہ شاہ' دوسری سید ہدایت اللہ شاہ (پسران)' تیسری سید شمشاد حسین شاہ (پوتا) اور چوتھی سید منور حسین شاہ (پوتا) کی ہے۔ مزار شریف پتھر کا ہے۔ قبل ازیں مزار شریف پر گنبد تھا لیکن بعد میں گنبد ہٹا کر ترچھی چھت ڈالی گئی ہے۔

سنگ بنیاد

مزار شریف کے باہر سنگ مرمر کی تختی نصب ہے جو مزار کے سنگ بنیاد کے وقت تیار کی گئی۔ سنگ بنیاد سردار عبد القیوم خان صدر آزاد جموں وکشمیر نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت سید حمید اللہ شاہ

۲۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ

۳۔ حضرت سید امیر علی شاہ

۴۔ حضرت سید ہدایت اللہ شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

خلفاء

آپ کے خلفاء میں سے درج ذیل حضرات کا علم ہو سکا:

۱۔ حضرت سید حمید اللہ شاہ (پسر)

۲۔ حضرت سید ثناء اللہ شاہ (سرسیدا ں شریف)

معاصرین

آپ کے معاصر بزرگان میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے آپ کے گہرے تعلقات استوار تھے۔ آپ اکثر ان کے پاس حاضر ہوتے۔ ان کے علاوہ حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ سرسیداں شریف بھی آپ کے معاصر بزرگ تھے۔ آپ ان کے پاس بھی سرسیداں تشریف لے جاتے۔ آپ کی حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ کے ساتھ قریبی رشتہ داری بھی تھی۔ حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ سرچھہ شریف اور گڑھی افغانان کے خلفاء کے ساتھ آپ کے خصوصی مراسم تھے۔

عرس مبارک

ہر سال ۱۶۔۱۷۔۱۸ نومبر کو آپ کا عرس مبارک موجودہ سجادہ نشین حضرت سید الطاف حسین شاہ کی زیر سرپرستی ونگرانی منعقد ہوتا ہے جس میں ہزاروں عقیدتمند دور دراز علاقوں سے شرکت کرتے ہیں۔ آپ کے مریدین پاکستان اور آزاد کشمیر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حکومت آزاد کشمیر کے سربراہان' وزرائے کرام اور دیگر اعلیٰ حکام بھی عرس پاک کی تقریب میں شرکت فرماتے ہیں۔ آپ کے مکان کے متصل ایک سرائے بھی ہے جہاں مسافر اور دیگر مہمان ہمہ وقتی موجود رہتے ہیں۔

حضرت قاضی حافظ محمد حسن کالسی

ولادت اور خاندان

آپ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں خان پور ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت قاضی شرف علی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ کے خانوادہ میں بڑے بڑے علماء اور صلحاء ہوئے ہیں۔ آپ کے والد ماجد قاضی شرف علی ایک متبحر عالم باعمل تھے۔ اکثر یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ شب بیدار بزرگ تھے اور دن کو اکثر روزہ رکھتے تھے۔ شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔ ساری عمر درس وتدریس اور مخلوق خدا کی خدمت میں بسر ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی عالمہ' عابدہ اور شب بیدار خاتون تھیں۔ موضع ہو تھلہ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کی رہنے والی تھیں۔

حضرت قاضی محمد حسن والد بزرگوار کی طرف سے قریشی صدیقی اور والدہ محترمہ کی جانب سے قریشی ہاشمی ہیں۔ ننھیالی سلسلہ نسب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

نسب نامہ

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

قاضی محمد حسن بن قاضی شرف علی بن حافظ غلام مصطفیٰ بن قاضی رکن عالم بن حافظ غلام محمد بن محمد اسلم بن شیخ جان محمد بن شیخ عنایت اللہ بن شیخ فیض اللہ بن رحمت اللہ بن شاہ نعمت اللہ بن قطب الدین بن شیخ نجم الدین شہید بن شیخ بدر الدین بن شیخ صدر الدین بن محمد اکرم بن محمد افضل بن محمد اشرف بن شاہ رکن عالم ثانی بن ضیاء الدین بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ غلام محی الدین بن برہان الدین بن شیخ ہاشم بن شیخ یحییٰ بن صدر الدین بن شیخ قیام الدین بن شیخ سلطان عارفین بن شیخ محمد شریف بن احمد علی کبیر بن نظام الملک بن شیخ محمود بن شیخ غلام مصطفیٰ بن شیخ نجیب اللہ بن شیخ عباس بن حضرت سعید بن حضرت عثمان بن حافظ تاج الدین بن شیخ زین العابدین بن

سلطان اکرم الدین بن شیخ یوسف بن شیخ ابراہیم بن حضرت معروف بن شیخ باسط بن شیخ عمر بن عبدالرحمن بن شیخ قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کالس میں قیام

حضرت قاضی حافظ محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ کی کمسنی میں ہی آپ کے والد ماجد حضرت قاضی شرف علی اہالیان موضع کالس شیرخان کے شدید اصرار پر تبلیغ دین کی خاطر کالس تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔حفظ قرآن مجید کے بعد ابتدائی درسی کتب والد ماجد سے پڑھیں۔ ازاں بعد مزید تعلیم کے لئے بھوئی ضلع اٹک میں حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمتہ اللہ علیہ اور انگہ ضلع خوشاب میں حضرت مولانا سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔ ہردو بزرگوں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس نظامی کی تکمیل کے لئے ہندوستان کے مدارس کا سفر اختیار کیا۔کچھ وقت حضرت مولانا احمد حسن کانپوری متوفی ۱۳۲۲ھ سے درس لیا۔بعد ازاں انہی کے حکم کے مطابق حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۵ھ)کی خدمت میں زانوائے تلمذ تہہ کیا۔

چونکہ آپ کا تعلق ایک علمی و روحانی خانوادہ سے تھا اور آپ کی تعلیم و تربیت بھی خالص دینی و روحانی ماحول میں ہوئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اپنے بزرگوں کی نظر شفقت و عنایت اور محنت شاقہ کے سبب بہت جلد علوم متداولہ میں مہارت حاصل کر لی۔حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد رام پور اور سہارنپور کے مدارس میں بھی اجل علماء و فضلاء وقت سے استفادہ فرمایا۔سند حدیث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری متوفی ۱۲۹۷ء سے حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تخمیناً ۲۲ برس تھی۔

بیعت و خلافت

چونکہ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا سلطان محمود انگوی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۹۰۲ء حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حلقہ ارادت و بیعت میں داخل تھے اور اکثر سیال شریف

حاضری دیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے بھی (جبکہ آپ انگہ میں زیر تعلیم تھے) اولاً اپنے استاد محترم کی معیت میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضری دی۔ بعد ازاں جب تک آپ انگہ میں زیر تعلیم رہے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت بابرکت میں زیارت و حاضری کے لئے حضرت مولانا سلطان محمود انگوی کے شریک سفر رہے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب آپ وطن واپس آئے تو حضرت مولانا سلطان محمود انگوی کی زیارت و ملاقات کے لئے انگہ تشریف لے گئے تو آپ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضری کے لئے آمادۂ سفر پایا۔ قبل ازیں بمعیت استادِ محترم حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں اکثر حاضری نے قلب میں ارادت و عقیدت کی جو آگ سلگا دی تھی اس نے آپ کو چین نہ لینے دیا۔ چنانچہ آپ بھی اپنے استادِ محترم کے ہمراہ سیال شریف روانہ ہوگئے اور حضرت خواجہ شمس العارفین کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

مؤلف آثار الکریم کا بیان ہے:

قاضی محمد حسن صاحب مرحوم ساکن موضع کالس جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء سے تھے[1]

شیخ سے عقیدت

اکثر سیال شریف کی حاضری آپ کا معمول رہا۔ احترام شیخ میں آپ کالس سے سیال شریف تک کا سفر پاپیادہ طے فرماتے تھے۔ آپ کو اپنے شیخ سے ازحد محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ پر بڑی مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔

درس و تدریس

عطائے خلافت کے بعد بحکم شیخ طریقت کالس میں تعلیم و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ دور دراز علاقہ جات مثلاً کشمیر، پھوار، سرحد اور یاغستان سے طالبان حق کسب فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے ہاں بیک وقت پندرہ بیس طلباء زیر تعلیم رہتے تھے۔ خوراک کا

---

[1] آثار الکریم، صفحہ ۲۹۱۔

انتظام گاؤں کے ذمہ تھا۔

آپ کو درسی کتب حفظ تھیں۔ طلباء سے اسباق سنتے اور کتاب سے دیکھے بغیر انہیں سبق پڑھا دیا کرتے تھے۔ مؤلف نے آپ کی مسجد شریف کی زیارت کی ہے جہاں آپ امامت اور درس وتدریس فرمایا کرتے تھے۔

ایک عینی شاہد صوفی محمد حسن نقشبندی مجددی[۱] کا بیان ہے: دور دراز کے لوگ علم دین پڑھنے آتے تھے۔ خود کاشتکاری کرتے تھے۔ ہل چلانے کے دوران میں ایک طالب علم آتا اور وہ اپنا سبق سناتا، آپ سبق سن کر کتاب سے دیکھے بغیر سبق پڑھا دیا کرتے تھے۔ دیگر طلباء کھیت کی منڈیر پر بیٹھے سبق یاد کرنے میں مصروف رہتے اور باری باری سبق سنا کر اپنا سبق لیتے تھے۔

تلامذہ

بڑی جدوجہد اور سعی و کوشش کے بعد درج ذیل چند طلباء کا علم ہو سکا۔

۱- مولانا دوست محمد ساکن موضع سہر رتبہ اخروٹہ تحصیل سدھنوتی، ضلع پونچھ (آزاد کشمیر

۲- مولانا لعل حسین ساکن پلندری، آزاد کشمیر

۳- مولانا فضل حسین ساکن لنگاہ تحصیل و ضلع چکوال

۴- مولانا قاضی فضل حسن (پسر)

۵- قاضی محمد رضا (پسر)

آپ کے پاس جنات بھی پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ قاضی محمد حسن کو زعفران کی ضرورت پڑی۔ تو آپ نے طلباء کو مغرب سے پہلے اسباق پڑھائے تاکہ صبح شہر جاکر زعفران حاصل کیا جائے۔ جب نماز مغرب کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو ساری مسجد خوشبو سے معطر تھی۔ جب مصلی اٹھایا تو نیچے زعفران کی ایک ڈلی موجود تھی۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ ایک طالب علم جو جن ہے نے آناً فاناً زعفران لا دیا تاکہ صبح استاذ گرامی کو حصول زعفران کے لئے سفر کی صعوبت نہ ہو۔

---

[۱] صوفی حاجی محمد حسن نقشبندی کاس کے باشندہ ہیں۔ بہت نیک آدمی ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالکریم نقشبندی مجددی عیدگاہ شریف راولپنڈی کے مرید ہیں۔ ۱۷ مارچ ۱۹۹۰ء کو کاس ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ صوفی حاجی محمد حسن کی تاریخ ولادت ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء ہے۔ (مؤلف)

مراۃ العاشقین میں ذکر

مراۃ العاشقین (فارسی) میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔

بعد ازاں روی سوئے حافظ محمد حسن آوردہ' فرمود سالک را باید کہ چوں ارادہ ذکر جہر کند' اول صورت پیر خود را پیش حاضر کند و جمیع ماسوی اللہ را نفی کند و بعد ازاں یک صفت از صفات اسمای سبع صفاتی باری تعالیٰ در دل خود تصور کند یعنی داند کہ سماعت من از پرتو سمیع ست و بصارت من از پرتو اسم بصیر و علم من از پرتو اسم علیم و حیاتی من از پرتو اسم حی و قدرت من از پرتو اسم قدیر و ارادت من از پرتو اسم مرید و کلام من از پرتو اسم متکلم ست و اگر صورت مختلفہ در خیال می آئیند' داند کہ ایں ہمہ پرتو ذات اند و تشکل اوست و اگر خطرات بر ذاکر غالب شوند' صورت شیخ پیش خود حاضر و ناظر داند تا بہ برکت این تصور رہای یابد۔[1]

ترجمہ: بعد ازاں حافظ محمد حسن کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا سالک کو چاہئے کہ جب ذکر جہر کا ارادہ کرے تو پہلے عالم تصور میں اپنے پیر کی صورت اپنے سامنے متمثل کرے اور ماسوی اللہ کی نفی کرے پھر خدا تعالیٰ کے اسمائے صفاتی میں سے ایک ایک صفت کا اپنے دل میں تصور باندھے یعنی یہ سمجھے کہ میرا سننا اسم سمیع کے پرتو سے ہے' میرا دیکھنا اسم بصیر کے پرتو سے ہے' میرا جاننا اسم علیم' میری زندگی اس کے اسم حی' میری طاقت اس کے اسم قدیر' میرا ارادہ اس کے اسم مرید اور میرا بولنا اس کے اسم متکلم کا پرتو ہے اور اگر اس دوران میں مختلف صورتیں خیال میں آئیں تو سمجھے کہ یہ سب کچھ اسی کی ذات کا پرتو ہے۔ اس کے علاوہ اگر ذاکر کے دل پر خطرات غالب آجائیں تو اپنے شیخ کی صورت کو اپنے سامنے حاضر و ناظر سمجھے تاکہ اس کی برکت سے اسے رہائی حاصل ہو۔[2]

حلیہ اور لباس

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن باطنی کے ساتھ کمال درجہ کے حسن ظاہری سے متصف فرمایا۔ آپ بے حد وجیہ و جمیل تھے۔ کثرت عبادت و ریاضت کے باعث آپ کا بدن نحیف تھا۔ قد لمبا' سینہ

---

[1] مراۃ العاشقین (فارسی)' صفحہ ۶۶۔
[2] مراۃ العاشقین (مترجم)' صفحہ ۹۷' ۹۸۔

کشادہ اور رنگ سفید' آنکھیں سرگیں اور نور معرفت سے لبریز تھیں۔ ابرو مبارک باریک ملی ہوئی تھیں۔ سربڑا اور آپ کے عالی دماغ ہونے کا شاہد تھا۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال نہایت باریک' ملائم اور چمکدار تھے۔ ریش مبارک بہت گنجان اور نہایت خوبصورت تھی۔ سر کے بال بالعموم کان کی لو تک رہتے تھے۔ دانت مبارک ہر قسم کی آلائش سے پاک اور موتیوں کی طرح دمکتے تھے۔ چہرہ کتابی اور ناک ستواں تھا۔ رخسار مبارک سرخ مانند شاب اور ہونٹ نہایت پتلے اور دل آویز تھے۔ جب بات کرتے تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ ہتھیلیاں کشادہ اور نرم تھیں۔ چہرۂ مبارک پر نور برستا تھا۔ الغرض آپ شریعت کا جلال' طریقت کا جمال' حقیقت کا کمال اور معرفت کا وصال تھے۔

چادر' کرتہ اور پگڑی سفید رنگ کی استعمال کرتے اور پاؤں میں سادہ جہلمی طرز کا جوتا ہوتا تھا۔

بقول صوفی محمد حسن نقشبندی مجددی' قاضی محمد حسن صاحب انتہائی خوبصورت تھے۔ چہرہ نورانی اور یمن والا تھا۔ قدو قامت طویل اور ہلکا وجود تھا۔ پاؤں میں سادہ جہلمی طرز کا جوتا پہنتے تھے۔

معمولات

فرائض' واجبات' سنن اور نوافل نیز تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے۔ وظائف چشتیہ اور دلائل الخیرات شریف پڑھتے تھے۔ درس و تدریس اور مسائل وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حاجت مندوں کی حاجات سنتے اور دعائے خیر سے نوازتے تھے۔

علاوہ ازیں فارغ اوقات میں قرآن مجید اور دینی کتب اپنے دست مبارک سے لکھتے تھے۔ حضرت حافظ عبد الکریم نقشبندی مجددی عید گاہ شریف (متوفی ۱۳۵۵ھ) کی فرمائش پر کافی تعداد میں قرآن مجید انہیں لکھ کر دیئے۔ عید گاہ شریف میں مقیم رہ کر مکتوبات شریف کی تین ضخیم مجلدات مع اصل فارسی اور اردو ترجمہ کتابت کیا۔[1]

---

[1] آثار الکریم' صفحہ ۲۹۱۔

اخلاق و اطوار

حضرت قاضی حافظ محمد حسن کالسی بلند اخلاق و اطوار کے مالک تھے۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے خود کاربند تھے اور عوام کو بھی اس کی تلقین و تاکید فرماتے تھے۔ عوام الناس آپ کے گرویدہ اور عاشق تھے۔ آپ میں تکبر' غرور اور خود پسندی نام کو نہ تھی۔ بڑی بارعب اور دبدبہ والی شخصیت تھے۔ نہایت نرم دل اور سراپا شفقت و عنایت تھے۔ مساکین' غربا اور یتامی کی دلجوئی آپ کا خاص وصف تھا۔

اپنے شیخ کامل کا بہت احترام کرتے تھے۔ خدمت دین اور اشاعت سلسلہ میں بہت خدمات انجام دیں۔ آپ کے فیض صحبت سے بے شمار مخلوق مستفیض ہوئی۔ نہایت ملنسار' رحمدل' سخی اور غریب پرور تھے۔ سادگی و انکساری کا پیکر تھے۔

شرعی مسائل میں حق بیانی آپ کا شیوہ تھا۔ کسی مسئلہ یا تنازعہ میں لحاظ یا ریاکاری ہرگز نہ کرتے تھے۔ خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض حق گوئی و بے باکی آپ کا شعار تھا۔ آپ بہت بڑے مفتی تھے۔ آپ کا فتویٰ علاقہ بھر میں تسلیم شدہ تھا۔ مرزائیت کے خلاف آپ مولانا محمد کرم الدین دبیر رئیس بھیں چکوال کے معین و مددگار رہے۔ مقدمہ گورداسپور میں آپ بطور گواہ استغاثہ طلب کئے گئے تھے۔ تحصیل جہلم کے قاضی تھے [1]

آپ کا مطالعہ اور علم بہت وسیع تھا۔ اپنے شیخ کامل کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے۔ سادات اور علماء کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ فقہی جزئیات میں بھی کامل ملکہ رکھتے تھے۔

قاضی محمد حسن کالسی کا احترام اور وقار علاقہ میں بہت زیادہ تھا۔ اس کا بین ثبوت اس وقت آپ کی اولاد کے عزت و وقار سے ظاہر ہے۔ پردہ کے سختی سے پابند تھے۔ اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

آپ اکثر عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے تھے۔ شب زندہ دار اور زہد و تقویٰ میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔

---

[1] تازیانہ عبرت مطبوعہ ۱۹۹۰ء' صفحہ ۱۹۹۔

ذریعہ معاش

ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ کھیتوں میں خود ہل چلاتے تھے۔ آپ بہت خوش نویس تھے۔ بندہ مؤلف نے آپ کا خاندانی شجرہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔

علمی و روحانی مقام

آپ متدین عالم اور بہت بڑے مفتی تھے۔ مؤلف آثار الکریم کا بیان ہے:

قاضی محمد حسن صاحب مرحوم ساکن موضع کالس جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء سے تھے اور ایک عالم اجل ہونے کے علاوہ بڑے خوش نویس اور کاتب تھے۔[1]

حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق ساکن چک عمر، ضلع گجرات نے آپ کو "فاضل روزگار" کہا ہے۔

حضرت حافظ عبد الکریم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ عید گاہ شریف، راولپنڈی آپ کے معتقد اور مداح تھے۔ نیز آپ کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے۔ آپ اکثر اس علاقہ کی طرف سے حاضر خدمت ہونے والوں کو کہا کرتے تھے:

"آپ کالس میں حضرت قاضی حافظ محمد حسن صاحب کے پاس جایا کریں، وہاں چراغ روشن ہے، میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔"

شادی اور اولاد

حضرت قاضی حافظ محمد حسن قدس سرہ کی شادی خانہ آبادی اپنے ننھیالی گاؤں موضع ہو تھلہ میں اپنے ماموں جان کی دختر نیک اختر مسماۃ سید نور صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند اور ایک دختر عطا کی جن کے اسمائے گرامی اور مختصر کوائف یہ ہیں:

۱۔ قاضی فضل حسن: آپ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ قرآن مجید والد ماجد سے حفظ کیا۔ ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں۔ بعد ازاں ہندوستان کا رخ کیا۔ مختلف مقامات پر پڑھتے رہے۔

---

[1] آثار الکریم، صفحہ ۲۹۱۔

آخر کار ریاست بیکانیر میں دوران تعلیم فوت ہوگئے۔ استاد گرامی نے وہاں امانتا" دفن کر دیا۔ حضرت قاضی محمد حسن کو اطلاع ہوئی' آپ وہاں تشریف لے گئے۔قبر سے نکالے گئے تاکہ وطن واپس لایا جائے۔آپ کی چیچک بالکل تازہ ہوگئی۔وجود مسعود اور چہرہ بالکل صحیح و سالم ہوگیا اور آپ بات کرنے لگے اور وجود کا یہ عالم تھا کہ شاید اعضاء جدا ہو جائیں کیونکہ چھ ماہ گزر چکے تھے آپ چیچک کی بیماری میں فوت ہوئے تھے۔

آخر کار وہاں کے اساتذہ کے مشورہ اور رائے سے حضرت قاضی حافظ محمد حسن نے نعش مبارک واپس لانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

حضرت قاضی فضل حسن رحمتہ اللہ علیہ بڑے ذہین و فطین اور محنتی تھے۔تعلیم کی طرب بہت توجہ دیتے تھے۔اناللہ وانا الیہ راجعون○

۲۔ قاضی محمد رضا: آپ کا بچپن کھیل کود میں گزرا۔کبڈی کھیلا کرتے تھے اور مگدر ہلاتے تھے۔تعلیم کی طرف طبیعت کا میلان ہرگز نہ تھا۔آخر اپنے ایک خاندانی بزرگ مسمی عباس علی رحمتہ اللہ علیہ کی کوشش سے تعلیم کی طرف رغبت ہوئی اور دن رات حصول علم میں لگ گئے۔ بڑے ذہین اور قابل تھے۔والد ماجد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیوبند چلے گئے اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آئے۔درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔

آپ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید و خلیفہ تھے۔بڑے فاضل بزرگ اور زہد وتقویٰ میں بے مثل تھے۔بہت بڑے مفتی تھے۔

آپ کا انتقال ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء اور ۲۸ کتک ۲۰۰۸ب بروز یکشنبہ بوقت عشاء ہوا۔بوقت رحلت عمر مبارک ۸۳ برس تھی۔اناللہ وانا الیہ راجعون○

۳۔ فیض نبی صاحبہ: آپ نے علوم متداولہ اپنے والد ماجد حضرت قاضی حافظ محمد حسن سے حاصل کئے۔آپ عالمہ' فاضلہ اور ولیہ تھیں۔بعض اوقات والد ماجد کی عدم موجودگی میں ان کے تلامذہ کو پردہ میں پڑھایا کرتی تھیں۔

آپ نے اپنے وصال کی خبر ایک ہفتہ قبل دے دی تھی حتیٰ کہ دن اور وقت بھی بتا دیا تھا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ راز کی بہت سی باتیں بتا دی تھیں۔آپ کا وصال مبارک ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۶۳ء کو ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون○

وصال مبارک

آپ نے ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۲۶ء بروز جمعۃ المبارک وصال فرمایا۔

کوائف وصال

آپ کی نماز جنازہ حضرت قاضی محمد رضا (پسر خورد) رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ دوسرے روز شنبہ کو جسد اطہر تابوت مبارک میں رکھ کر دفنایا گیا۔ لاتعداد مخلوق خدا جنازہ میں شریک ہوئی۔

' بقول مولانا محمد عالم ولد شرف علی ساکن چک قادہ تحصیل و ضلع چکوال 'میں حضرت قاضی محمد حسن قدس سرہ کے جنازہ میں شامل تھا۔ جنازہ سے فراغت کے بعد میں نے زیارت کی تو آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے اور جس طرح انگلیوں پر وظیفہ پڑھا جاتا ہے انگلیوں کی حرکت ہو بہو اسی طرح تھی۔

قطعہ تاریخ وصال

لوح مزار پر درج ذیل قطعہ کندہ ہے۔ یہ قطعہ حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق ساکن چک عمر ضلع گجرات کا طبع زاد ہے: ؎

بجنت محمد حسن رفت و گفت   بتاریخ او شائق خاکسار

دگر بار آمد بگو شم ندا   بشائش بگو "فاضل روزگار"

۱۳۴۵ھ

مدفن پاک

مؤلف نے دو بار حضرت قاضی حافظ محمد حسن کالسی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی ہے۔ قبرستان میں ایک پختہ چار دیواری میں آپ کی قبر شریف ہے۔ اسی چار دیواری میں آپ کے والدین ماجدین' اولاد اور دیگر خاندانی بزرگوں کی چند قبور ہیں۔ حاضری کے وقت روحانی کیف و سرور اور قلبی سکون حاصل ہوا۔ طبیعت از حد خوش رہی۔

عرس مبارک

آپ کا سالانہ عرس مبارک منایا جاتا ہے۔قرآن خوانی اور علماء کی تقاریر ہوتی ہیں۔

خلفاء

آپ کے ء کرام میں سے صرف ایک کا پتہ چل سکا جن کا نام نامی یہ ہے:
حضرت مولانا دوست محمد ساکن سہر رقبہ اخروٹہ تحصیل سدھنوتی ضلع پونچھ، آزاد جموں وکشمیر
مولانا موصوف جید عالم اور فاضل بزرگ تھے۔

کتب خانہ

آپ کا ایک بہت بڑا قیمتی اور نادر کتب خانہ تھا جو بارش کی نذر ہو گیا۔کتب خانہ کا کچھ حصہ محفوظ ہے جس میں قلمی قرآن مجید، احادیث مبارکہ، تفسیر، فقہ، تصوف، فتاوٰی، تاریخ اور سوانح پر کتب موجود ہیں۔آپ کی سندات فراغ، منظوم کلام اور دیگر مخطوطات ضائع ہو گئے۔
مؤلف ناچیز نے آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا خاندانی شجرہ دیکھا ہے جو خطاطی کا نادر نمونہ ہے۔

معاصرین

آپ کے حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت خواجہ حافظ محمد عبد الکریم نقشبندی مجددی عید گاہ شریف، حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق چک عمر، مولانا محمد کرم الدین دبیر رئیس بھین ضلع چکوال اور دیگر علماء و مشائخ سے گہرے روابط استوار تھے

شعر و شاعری

آپ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے نغز گو شاعر تھے۔تاریخ گوئی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

سجادہ نشین

آپ کے وصال مبارک کے بعد حضرت قاضی محمد رضا رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے اور آج کل حضرت حکیم حاذق قاضی عبد اللطیف نقشبندی قاسمی مدظلہ آپ کے جانشین ہیں۔عالم و

متقی اور بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ بڑے سادہ مزاج اور شہرت سے نفور ہیں۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ امامت اور طبابت شغل ہے۔ مستند طبیب ہیں۔ فرق باطلہ کا خوب رد فرماتے ہیں۔ عشق رسول مقبول ﷺ سے سرشار ہیں۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے حضرت مولانا قاضی فضل حسن صاحب ہیں۔ فاضل آدمی ہیں۔ آج کل گورنمنٹ فیض الاسلام ہائی سکول نمبر ۲، راولپنڈی میں سروس کرتے ہیں۔

مولانا غلام محمد للہی

ولادت اور خاندان

استاذ العلماء مولانا حافظ غلام محمد للہی بن فیض احمد بن شمس دین بن محمد اکبر بن عطاء اللہ تخمیناً ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں للہ شریف تحصیل پنڈدادنخان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔

آپ کا شجرۂ نسب کتھہ سگھرال ضلع خوشاب کے بزرگ ثناء اللہ سے جاملتا ہے۔ ان کے نام کی وجہ سے اس خاندان کو شادھہ کا عرف ملا اور اس خاندان کی شاخیں تلی 'ناڑی' جسوال' منگوال ضلع خوشاب 'کندوال' کہانہ اور للہ شریف ضلع جہلم میں آباد ہوئیں۔ آپ کا شجرۂ نسب آگے چل کر قطب شاہ اعوان اور پھر باب مدینتہ العلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم تک جا پہنچتا ہے۔ اسی مناسبت سے خاندان کی شاخیں اپنے آپ کو علوی اور ملک کے لقب سے ملقب کرتی ہیں۔

اس خاندان میں بڑی بڑی بزرگ ہستیاں ہوگزری ہیں۔ مثلاً للہ شریف میں ہی حضرت خواجہ فیض بخش للہی 'مولانا حافظ ناصر الدین للہی 'مولانا غلام نبی للہی نقشبندی مجددی اور قاری غلام نبی للہی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا حافظ غلام محمد للہی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک حقیقی برادر حافظ عطا محمد رحمتہ اللہ علیہ تھے جن کی اولاد للہ شریف میں موجود ہے۔

تعلیم

آپ نے جملہ علوم متداولہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے سایہ عاطفت میں تحصیل کیے اور سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے تعلیم و تعلم سے لے کر تادم وفات پوری زندگی سیال شریف میں گزاری۔ سال میں ماہ رمضان المبارک وطن مالوف للہ شریف میں گزارتے تھے۔

بیعت و خلافت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ آپ کی نگرانی میں سلوک کی منزلیں طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اور یہی وجہ ہے کہ اپنی تمام زندگی سیال شریف میں بسر کی۔ آپ کا وصال شریف بھی سیال شریف کی مقدس سرزمین میں ہوا اور دادا باغ میں مدفن پاک بنا۔ لنگر کی خدمت کرتے تھے۔

درس و تدریس

آپ نے اپنی ساری عمر درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے بابرکت عہد میں آپ دارالعلوم سیال شریف میں مدرس تھے۔

ڈاکٹر تسخیر احمد پی ایچ ڈی لکھتے ہیں۔

مولانا غلام محمد للہ شریف ضلع جہلم اور مولانا قاضی عبدالباقی کرسالوی اور گاہے گاہے مولانا حافظ جمال الدین گھوٹوی جیسے فضلائے دہر و علماء عصر اس دارالعلوم کے مسند درس کی زینت تھے۔[۱]

''محبوب سیال'' کے مؤلف مولانا غلام دستگیر خان بیخود جالندھری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی مجالس مبارکہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ہر وقت سوائے دولت سرائے میں تشریف لے جانے کے وقت کے دربار عام رہتا تھا۔ علماء کا جمگھٹا، زائرین کا ہجوم، درویشان کا اپنے اپنے کام میں لگے رہنا، ایک پر لطف نظارہ تھا۔ باہر سرائے میں حافظ صاحب قرآن کریم بچوں کو پڑھاتے تھے اور روضہ مبارک کے قریب مولوی

---

[۱] دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی ۱۲۵ سالہ خدمات، صفحہ ۶۔

صاحب للوی کتب عربیہ کا درس دیتے تھے ؎۱

تلامذہ

آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے صرف چند کا علم ہو سکا۔

۱- حضرت مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی

۲- مولانا فضل حسین للہی خلیفہ حضرت خواجہ محمود تونسوی قدس سرہ

۳- مولانا محمد نصیر الدین بگوی بھیروی

۴- مولانا قاری غلام نبی للہی خلیفہ خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری شکریلہ شریف

علمی تبحر

آپ اپنے دور میں تین صفات میں منفرد تھے : بے مثل کاتب' متبحر عالم' ولی کامل و درویش باصفا۔

حضرت مولانا حافظ غلام محمد للہی کی علمی استعداد کے متعلق حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی کا مستند قول تھا کہ مولانا غلام محمد للہی کا علم سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں ؎۲

اخلاق

آپ جید عالم' کامل درویش اور بہترین مدرس تھے۔ درس و تدریس میں اپنی مثال آپ تھے۔ بہترین اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ اخلاق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندہ نمونہ تھے۔ عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ طلباء پر بہت شفقت و مہربانی فرماتے تھے۔ ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے۔

مولانا منشی امیر بخش رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب مستطاب انوار شمسیہ کی تالیف اور تصنیف جناب فضائل ماب مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی اور مخدوم مکرم مولوی غلام محمد صاحب

؎۱ محبوب سیال مطبوعہ مطبع مفید عام' لاہور ۱۳۴۳ھ (بارہ اول) صفحہ ۳۹۔
؎۲ مکتوب محمد زاہد چشتی بنام مؤلف محررہ ۱۱ نومبر ۱۹۸۶ء از للہ شریف۔

للوی قدس سرہما کے شدید اصرار پر کی [1]

علمی ذخیرہ

آپ کے کتب خانہ میں نادر کتب تھیں جو زیادہ تر قلمی تھیں۔ آپ کی جملہ کتابیں اور علمی ذخیرہ بطور نذر بفہائش حضرت شیخ اسلام سیالوی قدس سرہ سیال شریف کے کتب خانہ میں داخل کر دیا گیا۔

وصال شریف

آپ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۱۵ء بروز سہ شنبہ بوقت عصر اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

قطعہ تاریخ وصال

حضرت مولانا امیر بخش رحمۃ اللہ علیہ منشی آستانہ عالیہ سیال شریف کی طبع زاد تاریخ وصال درج ذیل ہے:

زہے مولوی صاحب استاد اعظم — غلام محمدؐ مکرم و معظم
بہر وصف و تحسین موصوف بودہ — کہ ہر کس بہ اوصاف اورا استودہ
ہمہ عمر در شغل علم و عبادت — بجاں صرف کردہ بہ زہد و ریاضت
چوں در عصر سہ شنبہ آں در جناں شد — زماہ ربیع الاخر پانزدہ بہ
پے سید احمدؐ چو تاریخ ہجرت — کہ باشد در اوصاف آں نیک فطرت
زاں گفت منشی چنیں پیش احمد
ہے نیک پے بد غلام محمد
۱۳۳۳ھ [2]

---

[1] انوار شمسیہ، صفحہ ۳۔

[2] منقول از بیاض مولانا حافظ غلام فرید ساکن ہڈی تھل تحصیل پنڈدادنخان بوساطت محمد زاہد چشتی نبیرہ مولانا حافظ غلام محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔

مرقد مبارک

آپ کی مرقد مبارک سیال شریف میں حضرت حافظ میاں شیر کرم علی قادری قدس سرہ کے روضہ شریف کے باہر دروازے کے جنوب میں پکی شکل میں موجود ہے۔

شادی اور اولاد

آپ نے شادی کی لیکن اولاد نہ ہوئی۔

مراۃ العاشقین میں ذکر

مراۃ العاشقین میں آپ کا اسم گرامی کئی بار آیا ہے۔صاحب مراۃ العاشقین نے آپ کا نام نامی اس طرح لکھا ہے:

غلام محمد درویش[1]

مراۃ العاشقین میں ہے:

سخن در تعلیم علم افتاد روی سوئے مولوی غلام محمد آوردہ فرمود کہ مسمے نور محمد حدا دچہ میخواند گفت تا ہنوز قرآن ختم نکردہ است۔فرمود طفل را باید کہ در خورسالی برائے خواندن سعی نماید ولا محروم ماند۔مولوی صاحب عرض داشت از خوف زد و کوب استاد از مدرسہ برخواستہ نزد فلاں میخواند۔آں گاہ ایں مصرع بر زبان مبارک راند ع

جور استاد بہ ز مہر پدر

آں گاہ فرمود حق استاد از حق والدین فائق ترست ازیں جہت کہ والدین جسم را پرورش کنند و استاد روح را پرورش کند۔بعد ازاں خواجہ شمس العارفین فرمود درویش را علم می باید خواند کہ بدون او سلوکش بانجام رسیدن محال ست۔[2]

ترجمہ: تحصیل علم کا ذکر چھڑا۔آپ نے مولوی غلام محمد سے پوچھا: "نور محمد لوہار کیا پڑھتا ہے؟" مولوی غلام محمد نے جواب دیا اس نے ابھی قرآن ختم نہیں کیا۔آپ نے فرمایا آدمی کو

---

[1] مراۃ العاشقین (فارسی) صفحہ ۲۳، ۷۰، ۷۳، ۹۳، ۹۸، ۱۰۷، ۱۲۲، ۱۳۳، ۲۲۷۔

[2] ایضاً صفحہ ۴۴۔

چاہئے کہ بچپن ہی سے کسب علم میں جدوجہد کرے ورنہ وہ محروم رہتا ہے۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ نور محمد استاد کی پٹائی کے خوف سے مدرسے سے اٹھ کر فلاں شخص کے پاس پرائیویٹ پڑھتا ہے۔آپ نے یہ مصرع پڑھا : ؏

جور استاد بہ زمہر پدر

اور فرمایا : استاد کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے اس لئے کہ والدین جسم کی پرورش کرتے ہیں اور استاد روح کی تربیت کرتا ہے۔نیز فرمایا : درویش کو علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ اس کے بغیر تکمیل سلوک ناممکن ہے [1]

قصیدہ و مرثیہ بر وصال حضرت خواجہ غلام مرتضٰی بربلوی قدس سرہ

صاحب انوار مرتضوی نے حضرت زبدۃ العلماء عمدۃ الاذکیاء مولانا غلام محمد للہی قدس سرہ کا ایک فارسی قصیدہ لکھا ہے جو آپ نے حضرت خواجہ غلام مرتضٰی بیربلوی قدس سرہ کے وصال مبارک پر تحریر فرمایا تھا : وہو ھذا [2]

الٰہی اندریں حیں ایں چہ حال است — کہ بینم جملہ عالم پر ملال است
زہر سو نالہ و زاری برآید — کہ ہوش مستمع راے رباید
زمین و آسماں نوحہ کنانند — زدیدہ اشکہائے خوں فشانند
شدہ جن و بشر آشفتہ حالاں — ملائک بر سما با درد نالاں
زگیتی عیش و عشرت رخت بستہ — ہمہ عالم بکنج غم نشستہ
زدہ مہ حلقہ در ماتم گزاری — شدہ رخ زرد خور از بے قراری
فلک زیں بار غم خم پشت گردید — ز چشم نجم خون ناب بچکید
سر سنبل پریشان از جنون شد — تن لالہ سراپا غرق خوں شد
نہاں شد غنچہ در کنج نواری — فتادہ سبزہ اندر خاک خواری
شد آسائش زگیتی گم ازیں رو — شدہ کو کو زناں قمری بہر سوء

---

[1] مراۃ العاشقین (مترجم) صفحہ ۶۳۔
[2] انوار مرتضوی مطبوعہ دین محمدی پریس، صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶۔

بعالم ایں ہمہ آثار غمہا — ہجوم آہ و افواج المہا
درد فرقت شیخ عظام است — ز ہجر حضرت عالی مقام است
کہ ذاتش منشاء فیض و ہدیٰ بود — بر اطراف جہاں ظل خدا بود
چہ سیف قاطع اعداء دیں بود — خصوصاً فرقہ نجدیہ مردود
ز علم ظاہرش صد کردہ تحصیل — ہزاراں از سلوکش یافت تکمیل
جبینش مطلع نور الٰہی — رسیدش فیض از مہ تا بماہی
عدیم المثل کان جودو الطاف — جمالش شدعیاں از قاف تا قاف
سہیل نو باوج ہند تاباں — جہاں زو گشت بود رنگ یاباں
ستون دیں و شمع اہل ایماں — ملاذ عاجزاں شاہ کریماں
جناب نائب غوث معظم — جنید وقت خود قیوم عالم
جناب مرشد اہل طریقت — جناب سند اصحاب حقیقت
جناب شارب اقداح وحدت — جناب ساقی کاس محبت
چو ایں دار فنا را کرد پدرود — برد شور قیامت گشت
بشد زیں حادثہ دلسوز جانکاہ — ہمہ آفاق پر از نالہ و آہ
چو شعراء ایں خبر ناگہ شنیدند — با خراج تواریخش دویدند

غلامی را ندا از ہاتف ایں شد
کہ "او جلوہ کن خلا بریں شد"

۱۳۲۱ھ

حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم چشتی جہلمی

پیدائش اور نسب

آپ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۲۳ء کڑی شریف علاقہ سنگھوئی ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد علم و فضل اور روحانیت میں بلند مقام کے مالک تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں تیرہویں پشت میں ایک بزرگ حضرت سروانی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے ہیں جو سب سے پہلے سرزمین پنجاب میں داخل ہوئے۔ ان کا مزار گجرات میں ہے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ المعروف حافظ جی بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ یہ بزرگ مغل بادشاہ اکبر اعظم کی درخواست پر دریائے اٹک کے کنارے پہنچے اور ان کی دعا سے قلعہ تعمیر ہوا۔ پھر آپ وہیں رہ گئے۔ مزار پر انوار دریائے اٹک کے کنارے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت حافظ جی رحمتہ اللہ علیہ ضلع گجرات کے ایک گاؤں خواص پور کے مکین تھے۔

اسی خانوادہ کی ایک عظیم بزرگ ہستی حضرت علامہ حافظ روح اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے کڑی شریف کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں زیادہ تر قادری سلسلہ سے منسلک تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام علی قادری رحمتہ اللہ علیہ متبحر عالم اور کامل صوفی تھے۔ ان کا مزار مبارک موضع دبدڑ ضلع گجرات میں ہے۔

خاندانی شجرہ یوں ہے:

مولانا حافظ محمد نور عالم ولد حافظ غلام علی ولد حافظ فتح دین بن حافظ میاں خان بن حافظ محمد اسلم بن حافظ روح اللہ حضوری بن حافظ سلیمان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تعلیم اور اساتذہ

بچپن میں آپ کے والد ماجد وفات پا گئے۔ آپ کے برادر کلاں حافظ غلام مصطفیٰ آپ کو ملوانہ ضلع گجرات میں حافظ ہست ملوانوی کے پاس چھوڑ آئے۔ جہاں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا

اور چند ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

بعد ازاں اپنے عم زاد حافظ اللہ دین ساکن سود نواحی ڈنگہ ضلع گجرات کے ہمراہ بڑی محنت و مشقت سے دہلی پہنچے۔وہاں تھوڑا عرصہ قیام کیا کہ آپ کو پتہ چلا۔ میکی ڈھوک ضلع اٹک میں مولانا عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا مدرسہ ہے جہاں صرف و نحو اور اصول حدیث وفقہ پر خوب محنت کی جاتی ہے تو آپ اپنے اساتذہ کی اجازت سے میکی ڈھوک تشریف لائے۔میکی ڈھوک میں آپ کی تشنگی علم تسکین نہ پاسکی۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ کرسال شریف ضلع چکوال میں حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی رحمتہ اللہ علیہ نے مسند درس وتدریس بچھائی ہوئی ہے تو آپ باجازت استاذ گرامی میکی ڈھوک سے کرسال شریف پہنچے اور بارہ سال کے عرصہ میں علوم متداولہ پر دسترس حاصل کی۔سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد قاضی احمد الدین کرسالوی کے ارشاد کے مطابق چار سال آپ کے مدرسہ میں درس دیا اور آپ کے خصوصی مشیر رہے۔

حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم چشتی قدس سرہ کے نواسے مولانا غلام جیلانی ساکن ڈھلیان متصل ڈنگہ ضلع گجرات کی سند حدیث اس طرح ہے:

غلام جیلانی (عن) حقیقی ماموں مولانا عبد الرحیم قاضی تحصیل جہلم ساکن کڑی شریف (عن) والد خود قاضی محمد نور عالم (عن) قاضی احمد الدین ساکن کرسال ضلع چکوال (عن) مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (عن) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (عن) شاہ ولی اللہ محدیث دہلوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

کوائف دور طالب علمی

جب آپ میکی ڈھوک سے کرسال شریف کے لئے روانہ ہوئے تو دوران سفر حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی کی علالت اور بینائی سے محرومی کا سن لیا لیکن آپ شوق زیارت لے کر قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ قاضی صاحب ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرماہیں اور بینائی سے محروم ہیں۔ آپ نے بصد ادب سلام عرض کیا۔ آپ کے استفسار پر طالب علم ہونا اور حصول علم کی تڑپ کا اظہار اپنے الفاظ میں عرض کیا۔

حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی نے بینائی کی محرومی اور آنکھوں کے درد شدت کی وضاحت فرمائی تو آپ نے عرض کیا: حضور! میں نے راستہ میں آپ کے تفصیلی حالات سے آگاہی

حاصل کر لی تھی لیکن شوق زیارت کشاں کشاں آپ کی خدمت معلیٰ میں لے آیا۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: کیا نام ہے؟ آپ نے اپنا نام بتایا۔ پھر تعلیم کے متعلق پوچھا۔ آپ نے حفظ القرآن اور باقی تعلیم کے بارے میں وضاحتا" عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: حافظ! تم بہت نیک لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ تم ہی دم کرو شاید اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادے۔

حافظ محمد نور عالم نے قرآن مجید کی سات منازل کے مطابق تلاوت کی اور ہر منزل کے اختتام پر پھونک مارتے رہے۔ ساتویں منزل کے اختتام پر قاضی احمد الدین کی آنکھوں کا مرض کافور ہو گیا اور بینائی عود کر آئی بلکہ پہلے سے بینائی تیز ہو گئی۔ قاضی صاحب آپ کی اس کرامت سے بہت مسرور ہوئے۔

قاضی احمد الدین کرسالوی کے ہمراہ سفر سیال شریف

یہ وہ دور تھا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا شہرہ پنجاب کے گوشہ گوشہ میں اور باقی علاقوں میں دور دراز تک پھیل چکا تھا۔ علماء' سادات اور امراء و روسا کا ایک طبقہ آپ کے علم اور ولایت سے فیض یاب ہو رہا تھا۔

دونوں استاذ' شاگرد عازم سیال شریف ہوئے۔ سیال شریف کے قیام کے دوران میں قاضی احمد الدین کرسالوی کو بائیں طرف شدید درد شروع ہو گیا۔ قاضی صاحب نے اپنے محبوب شاگرد کو حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت معلیٰ میں بھیجا۔ آپ نے لنگر شریف کے ماہر طبیب کو حکم فرمایا کہ قاضی صاحب کا علاج معالجہ کریں۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھنا چاہی تو قاضی صاحب نے فرمایا: حکیم صاحب! حضرت خواجہ سیالوی سے عرض کریں کہ اس درد کا علاج دہلی کے نامور حکماء سے کروا چکا ہوں۔ اگر آپ کے پاس روحانی علاج ہے تو کریں۔

حکیم صاحب نے حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ساری بات بیان کی۔ حضرت اپنی مسند سے اٹھ کر قاضی احمد الدین کے پاس تشریف لائے۔ قاضی صاحب درد کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا: قاضی جی درد کہاں ہے؟ قاضی صاحب نے درد کی جگہ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا: یہاں تو کوئی درد نہیں ہے۔ یہ ارشاد فرمانا تھا کہ درد ایسا گیا کہ پھر ساری زندگی یہ درد نہ ہوا۔

بیعت و خلافت

قاضی احمد الدین کرسالوی کا جام عقیدت لبریز ہو گیا۔ بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ سیالوی نے بیعت سے مشرف فرمایا۔ حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم نے بھی نہایت انکساری سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا حافظ صاحب! آپ تو ہمارے پہلے ہی مرید ہیں۔ چنانچہ آپ کو بھی بڑی شفقت سے بیعت فرمایا۔

قاضی احمد الدین کرسالوی کو تو چالیس دن رکھا اور خرقہ خلافت عطا فرما کر الوداع کیا اور حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم کو چار سال بعد خلافت و اجازت سے نوازا۔

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے شیخ کامل سے کمال درجہ کی عقیدت اور محبت تھی۔ پاپیادہ سیال شریف تشریف لے جاتے۔

شیخ کی عنایات

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی بھی آپ پر بے حد نوازش فرماتے تھے۔ جب بھی آپ کی محافل پاک میں حضرت مولانا حافظ نور عالم کا ذکر ہوتا تو حضرت خواجہ سیالوی آپ کے ورع و تقویٰ اور عملی قوت کا ذکر فرمایا کرتے۔

لباس و خوراک

آپ سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے اور آپ کی خوراک بھی سادہ ہوتی تھی۔

سیرت و کردار

آپ منکسر المزاج اور عاجزی پسند تھے۔ اپنے تلامذہ اور مریدین کو ہمیشہ سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور خود بھی نمود و نمائش سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ مختلف کتب پر جو مختلف مضامین کی تھیں آپ نے اپنے دست مبارک سے بہت سے مشکل مقامات کی تشریح لکھی ہے۔ بے نفسی کا یہ عالم ہے کہ نام تک درج نہیں۔

بلند اخلاقی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ہر مخالف و موافق سے مفید انداز میں پیش آیا کرتے تھے۔ جس سے وہ بے حد متاثر ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے آپ کو یوں سند اعتماد عطا فرمائی:

"مولوی نور عالم متورع و متقی صوفی اور عالم باعمل ہیں۔"[1]

آپ جید حافظ اور قاری قرآن مجید تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ جید عالم باعمل اور حافظ الحدیث تھے۔ علم کا غلبہ کچھ ایسا تھا کہ اس میں محویت کا درجہ تھا۔ آپ کے درس میں ہروقت علمی و روحانی محفلیں رہا کرتی تھیں۔ معاصرین علماء و مشائخ سے روابط کا یہ عالم تھا کہ ضلع گجرات، جہلم اور دیگر اضلاع کے علماء و فضلاء کی اکثر آپ کے پاس آمد و رفت رہتی تھی۔ صاحب نفحات المحبوب (فارسی) نے آپ کو اس لقب سے ملقب کیا ہے:

"استاذ الکل فی الکل مولانا مولوی محمد نور عالم مرحوم و مغفور۔"[2]

نفحات المحبوب میں ہے:

فرمودند کہ مولوی صاحب بسا مسکین طبع بود کہ ہروقت از خوف دہشتناک بودے۔ یک عمل اوشان کہ صدق و صحت آں از راستی فطرت باشد، نہایت کامل بود یعنی ہرگاہ استخارہ از بہر کارے می کرد، مطلب راست در خواب مکشوف شدی، باری مولوی صاحب مذکور پیش ما اظہار کردند کہ من در خواب حضرت سجادہ نشین سیال شریف را بر سر ایں کہ گرجاکھ نشستہ دیدہ ام۔ اندر تعبیر ایں خواب حیران بودیم۔ ناچار بعد از مدت چند ماہ اتفاقاً سجادہ نشین صاحب مذکور در ینجا تشریف آوردند و تفرج کناں بر کوہ مذکور بر آمدند و در ینجا کہ مولوی صاحب نور عالم مرحوم کڑی والہ گفتہ بود بہ نشستند و چوں آفتاب نزدیک غروب رفت پس زیر آمدند۔

باری مولوی صاحب مرحوم کڑی والہ را برای استخارہ در بارہ کیفیت میراں شاکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گفتیم، پس ایشاں بوقت صبح بیان کردند کہ میراں صاحب در خواب می فرمائند کہ شاہ صاحب گاہ گاہ نزد ما می آمدند و از مدت باز تشریف دریں جا نیاوردہ اند و در واقعہ ہم چنیں بود کہ بعد از بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین ہرجانب را ترک کردیم و نرفتیم و استخارہ

---

[1] مکتوب قاضی فضل حسین بنام مؤلف مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء، از بلال ٹاؤن، جہلم۔
[2] نفحات المحبوب (فارسی)، صفحہ ۲۹۔

مولوی صاحب راست بود۔[۱]

ترجمہ: فرمایا (حضرت محبوب سبحانی جلالپوری) کہ مولوی صاحب[۲] بڑے مسکین طبع تھے اور ان کا دل ہروقت خوف خدا سے دہشت انگیز رہتا تھا۔ ان کا ایک عمل جس کے صدق اور صحت کی وجہ انسان کی فطرت کی راستی ہوتی ہے' بڑا کامل تھا۔ وہ جب کبھی کسی کام کے متعلق استخارہ کرتے تھے رات کو خواب میں درست کشف ہو جاتا تھا۔ یک بار مولوی صاحب نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں حضرت سجادہ نشین سیال شریف کو گرجاکھ پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے دیکھا ہے۔ ہم اس خواب کی تعبیر میں حیران تھے۔ آخر چند ماہ کے بعد اتفاقاً حضرت سجادہ نشین صاحب یہاں تشریف لائے اور سیر و تفریح کے لئے اس پہاڑی پر گئے اور جہاں مولوی صاحب نے کہا تھا وہاں جا بیٹھے اور جب آفتاب غروب ہونے لگا تو نیچے اترے۔

ایک بار ہم نے مولوی صاحب کڑی والہ کو کہا کہ میراں شاکر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کیفیت کے بارے میں کچھ معلوم کریں۔ پس انہوں نے اگلی صبح ہمیں بتایا کہ میراں صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ شاہ صاحب پہلے کبھی کبھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے لیکن اب کافی مدت سے یہاں تشریف نہیں لائے۔ ان کا استخارہ درست تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سے بیعت کرنے کے بعد ہم نے ہر طرف جانا ترک کر دیا تھا۔[۳]

انداز تربیت

آپ کا انداز تبلیغ و ارشاد ہمیشہ فاضلانہ اور حلم پر محمول نظر آتا ہے۔ جس نے عامتہ الناس کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ ایسے سادہ اور مؤثر انداز میں ارادت مندوں اور دیگر شناسا لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے کہ وہ نہی عن المنکر پر صرف کاربند نہ ہوئے بلکہ امر بالمعروف کے مظہر بن گئے۔

آپ جلال پور شریف سے پیدل تشریف لا رہے تھے کہ موضع بھمبر کی مزروعہ زمینوں میں دو آدمی ماہ رمضان المبارک میں حقہ پی رہے تھے۔ ان آدمیوں نے جب آپ کو دیکھا تو حقہ کو لات مار کر گرا دیا۔ منہ نیچا کر کے کن انکھیوں سے دیکھنے لگے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک کا پردہ ان کی

---

[۱] نفحات المحبوب (فارسی)' صفحہ ۱۸۱۔
[۲] حضرت مولانا حافظ محمد نور عالم چشتی ساکن کڑی شریف۔ (مؤلف)
[۳] ملفوظات حیدری' صفحہ ۳۳۱' ۳۳۲۔

طرف کرتے ہوئے آہستہ سے فرمایا: پردہ ہونا چاہئے۔ ان دونوں پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ کافی دیر روتے رہے۔ آخر فیصلہ کیا کہ آئندہ ہم بھی اور گھر والوں کو پابند صوم و صلوٰۃ بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی انہوں نے کیا اور اس طرح کئی گھروں نے ان سے ہدایت حاصل کی۔

درس وتدریس

بعد از بیعت و خلافت حضرت خواجہ سیالوی کے ارشاد کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ کرسال شریف سے فراغت کے بعد کڑی شریف میں تعلیم و تدریس کی مسند بچھائی۔ بعد ازاں موضع جانی چک متصل ڈنگہ ضلع گجرات کے رؤساء اپنے پاس لے گئے اور آپ نے وہاں درس وتدریس اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ بقول مولانا غلام جیلانی ساکن ڈھلیان ضلع گجرات حافظ اللہ دین ولد حافظ غلام مرتضٰی ساکن کوٹ بلوچ نزد منڈی بہاء الدین نے جانی چک میں آپ سے درس لیا اور علوم درسیہ کی تکمیل کی۔

اس کے بعد جلالپور شریف حضرت محبوب سبحانی جلال پوری کے مدرسہ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ اس دوران حضرت مولانا نور الدین چکوڑوی نے اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی کی تعلیم کے لئے چند اشخاص بھیج کر بلوایا لیکن آپ نے معذرت کردی۔

بعد ازاں کڑی شریف میں بھی سلسلہ درس وتدریس جاری رکھا۔

تلامذہ

چند معروف تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت صاحبزادہ سید محمد قائم الدین شاہ جلال پوری[۱]

۲۔ حضرت قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی[۲]

۳۔ حضرت مولانا محمد عبد الرحیم ساکن کڑی شریف (پسر کلاں)

---

[۱] نفحات المحبوب (فارسی) صفحہ ۱۸۰ پر ہے: مولوی صاحب نور عالم مرحوم عرصہ چندیں سال در خدمت حضرت محبوب سبحانی ماندہ بودند و بتعلم حضرت قائم الدین شاہ مرحوم مشغول بودہ اند و چند کتب فقہ و صرف و نحو صاحبزادہ صاحب مرحوم را تعلیم دادہ بودند۔

[۲] مکتوب علامہ محمد عثمان غنی چشتی میروی بنام مؤلف محررہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء از جامع حنفیہ غوثیہ چکوال (پنجاب)۔

۴- حضرت مولانا سید نیک عالم شاہ ساکن کوٹلی شہانی ضلع جہلم
۵- حضرت مولانا محمد عالم ساکن سنگھوئی تحصیل و ضلع جہلم
۶- حضرت مولانا حافظ اللہ دین ساکن کوٹ بلوچ ضلع گجرات
۷- حضرت مولانا محمد امین ساکن کھر کا تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
۸- حضرت مولانا عبد اللہ ساکن جانی چک ضلع گجرات
۹- حضرت مولانا احمد شاہ ساکن دیالی علاقہ پٹھوار' راولپنڈی
۱۰- حضرت مولانا محمد امین ساکن کڑی شریف (فرزند)[۱]

اولاد امجاد

آپ کی شادی ایک مجذوب صفت بزرگ حضرت مولانا حافظ اللہ دین موضع ڈھلیان نواحی ڈنگہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن کے بطن سے تین فرزند اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ جن کے نام بلحاظ عمر اس طرح ہیں:

۱- مولانا محمد عبد الرحیم فارغ التحصیل ۱۳۰۹ھ
۲- عائشہ بی بی
۳- مولانا محمد امین متوفی ۱۹۰۷ء
۴- مولانا حافظ عبد المجید
۵- فضل بیگم

آپ کے تینوں فرزند عالم و فاضل تھے۔ مؤخر الذکر پنجابی کے نغز گو شاعر تھے۔

وصال شریف

آپ کا وصال مبارک ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۸۹۴ بروز شنبہ ہوا۔ آپ کے وصال شریف پر معاصرہ تاریخ گو حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق رئیس چک عمر ضلع گجرات اور مولانا غلام جیلانی ساکن کڑی شریف نے پر درد مرثیے رقم کئے۔

---

[۱] مکتوب مولانا غلام جیلانی بنام مؤلف محررہ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۰ء از ڈھلیان علاقہ ڈنگہ ضلع گجرات۔

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف کڑی شریف سے جانب جنوب ایک پختہ چار دیواری میں موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک آپ کے لائق اور قابل پوتے ہر سال مناتے ہیں۔

کتب خانہ

آپ کا ایک بہت ہی قیمتی اور نادر کتب خانہ تھا جس میں ہر نوع کی کتب موجود تھیں۔ اس کتب خانہ کے واحد مالک حضرت مولانا حافظ نذر حسین شاہ فاروقی مدظلہ ہیں۔ حافظ صاحب موصوف عالم و فاضل اور شعبہ تصنیف و تالیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ خطیب بھی چوٹی کے ہیں۔ مؤلف نے آپ کی ایک بہت مؤثر اور دلنشین تقریر عرس مبارک حضرت محبوب سبحانی جلال پوری قدس سرہ پر سماعت کی ہے۔ جو حضرت خواجہ سیالوی کا اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ تونسوی کے ادب اور احترام کے موضوع پر تھی۔ سبحان اللہ، صل علیٰ۔

جانشین

حضرت مولانا حافظ عبد المجید رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا قاضی فضل حسین مدظلہ ریٹائرڈ خطیب اعلیٰ آرمی پاکستان اور حضرت مولانا حافظ نذر حسین شاہ فاروقی مدظلہ جید عالم اور درویش منش بزرگ ہیں۔ اول الذکر بلال ٹاؤن جہلم میں قیام پذیر ہیں اور مؤخر الذکر کڑی شریف اپنے بزرگوں کی جگہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت قاضی نور عالم مانسہوی

پیدائش اور خاندان

حضرت قاضی نور عالم مانسہوی قدس سرہ کی پیدائش موضع برٹ ضلع مانسہرہ (سرحد) میں ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۱ء کو ہوئی۔ آپ کا خاندان قطب شاہی اعوان ہے۔ اس خاندان میں اکثریت علماء اور قضاۃ کی رہی ہے۔

نسب نامہ

آپ کا خاندانی شجرہ اس طرح ہے:

قاضی نور عالم بن قاضی نور محمد نقشبندی اویسی بن قاضی کرم دین بن قاضی شاہ ولایت بن قاضی محمد عنایت بن قاضی محمد ولایت بن قاضی محمد اکبر بن قاضی مظہر الحق بن قاضی عبدالحق بن قاضی فضل حق بن قاضی عبداللہ بن قاضی احمد خان بن قاضی رب نواز بن قاضی حق نواز بن قاضی شاہ محمد بن قاضی محمود بن پنوں خان بن میاں شاہ بن کالانہ شاہ بن کامل شاہ بن خلیل شاہ بن امان شاہ (حضرت قطب شاہ) بن انحیا شاہ بن محمود شاہ بن فقیر شاہ بن سلطان شاہ بن حیدر شاہ بن اکبر شاہ بن بقا شاہ بن تراب شاہ بن حضرت شاہ بن تراب شاہ بن انت شاہ بن سکندر شاہ بن فیروز شاہ بن حیدر شاہ بن بقا شاہ بن حمید شاہ بن احمد شاہ بن شاہ شمس تبریز بن حضرت محمد بن حنفیہ بن حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت قاضی نور محمد نقشبندی اویسی رحمتہ اللہ علیہ کنڈ عمر خان، حضرو ضلع اٹک سے ہجرت کر کے عہد سکھا شاہی میں برٹ میں آکر آباد ہوئے۔ ولادت کنڈ عمر خان میں

بچپن میں ہی تحصیل علم کے سلسلہ میں کابل، بلخ اور بخارا تشریف لے گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد افغانستان میں ایک بزرگ سے بیعت ہوئے اور نقشبندی اویسی سلسلہ میں خرقہ خلافت حاصل کرکے طلبہ کی ایک کثیر تعداد کے ہمراہ مانسہرہ تشریف لائے اور موضع برث میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرکے سلسلہ درس وتدریس کا آغاز کیا۔ افغانستان اور کشمیر تک کے طلباء حصول علم کے لئے آتے اور فیض یاب ہوکر اپنے وطن واپس جاتے۔ علمی دنیا میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ افغانستان میں آپ کو فیضی ملا کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کی شادی حویلیاں (سرحد) میں حضرت خواجہ محمد گل رحمتہ اللہ علیہ کی ہمشیرہ سے ہوئی جو جید عالم اور ولی کامل تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید و خلیفہ تھے اور ہر سال اپنے شیخ طریقت کو اپنے مکان پر دعوت دیا کرتے تھے۔

قاضی نور عالم مانسہوی کی ولادت سے ایک ماہ قبل قاضی نور محمد نقشبندی اویسی کا انتقال ہوگیا۔ والدہ ماجدہ نے فیض احمد نام تجویز کیا۔ اتفاق سے چودھویں رات کی چاندنی میں قاضی نور محمد بنفس نفیس گھر کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اور دروازے پر دستک دے کر اپنی زوجہ کا نام لے کر پکارا کہ میں اپنے فرزند کا نام خود رکھنے آیا ہوں اور اس کا نام "نور عالم" تجویز کرتا ہوں۔ یہ بچہ جید عالم اور عارف کامل ہوگا۔ آپ کی والدہ نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو واقعی قاضی نور محمد تھے۔ دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا چونکہ میں اس دنیا سے رخصت ہوچکا ہوں' اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے لہذا دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح آپ کا نام نامی فیض احمد کی بجائے نور عالم رکھا گیا۔

برادران

آپ کے دو برادر اور دو خواہر تھیں۔ دونوں بھائی آپ سے بڑے تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت قاضی فضل احمد

۲۔ حضرت قاضی نور احمد

کبکہ میں قیام

قاضی نور عالم مانسہوی نے جب ہوش سنبھالا تو اپنی خالہ کے پاس موضع کبکہ' ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے اور اپنی خالہ کے مویشی چرانے لگے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گھر میں ایک کتاب پڑی دیکھی تو خالہ سے پوچھا یہ کتاب کس قسم کی ہے؟ خالہ نے جواب دیا بچے تمہیں اس کتاب کے بارے میں علم نہیں ہے۔ تم ایک بہت بڑے عالم کے بیٹے ہو جنہیں افغانستان میں "فیضی ملا" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

حصول تعلیم

خالہ کے اس جواب کا آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ پوری رات نیند نہ آئی۔ دوسرے روز حسب معمول مویشی چراگاہ میں لے گئے اور دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ میں آج شہر جارہا ہوں، جب آپ شام کو گھر جائیں تو میرے مویشی بھی گھر پہنچا دینا۔ بس اپنے ساتھیوں سے رخصت ہوکر حصول علم کے لئے پھرتے پھراتے اٹک جا پہنچے۔ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور ہندوستان کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بالاخر مولانا احمد علی سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

مشاہیر علمائے دیوبند کا مؤلف لکھتا ہے:

اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔[1]

درس وتدریس

حصول علم کے بعد ہندوستان سے مراجعت فرمائی اور لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں ایک مدرسہ میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ اس مدرسہ میں آپ کے دیرینہ دوست حضرت مولانا امیر اللہ ساکن شنکیاری ضلع مانسہرہ رحمتہ اللہ علیہ بھی مدرس تھے۔

"مشاہیر علمائے دیوبند" میں ہے۔ واپسی پر برٹ آئے۔ پھر وہاں سے لبرکوٹ اور لبرکوٹ سے مانسہرہ آگئے۔ جمعہ خان سواتی کے اصرار پر میاں والی مسجد میں امام اور خطیب ہوئے اور ساتھ ہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور زندگی تدریس میں گزار دی۔[2]

---

[1] فیوض الرحمن جدون: مشاہیر علمائے دیوبند، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، صفحہ ۶۵۵۔
[2] ایضاً، صفحہ ۶۵۵۔

سیال شریف کی اولین حاضری اور بیعت و خلافت

چونکہ آپ کے والد ماجد ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ یہ روحانی خاندانی کشش آپ کے سینہ میں موجزن تھی۔ مرشد کامل کی تلاش میں ہمہ وقت فکرمند رہتے تھے۔ چنانچہ ایک رات حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا: اے نور عالم! میرے پاس سیال شریف آجاؤ اور سیال شریف کا پورا نقشہ اور پتہ دیا۔ آپ علی الصبح دیوانہ وار عازم سیال شریف ہوئے۔ جب سیال شریف پہنچے تو حضرت خواجہ سیالوی کو اسی حالت میں پایا جیسے خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت خواجہ سیالوی نے استفسار فرمایا کہ سیال شریف کی تلاش میں کوئی دقت تو پیش نہیں آئی؟ عرض کیا جہاں آفتاب روشن ہو وہاں اندھیرے یا راستہ نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے چند یوم اپنے پاس ٹھہرایا اور بیعت و خلافت سے نواز کر واپس کیا۔ نیز سلسلہ درس و تدریس کے جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔

وطن واپسی اور سلسلہ رشد و ہدایت کا اجراء

کچھ عرصہ لاوہ میں قیام کے بعد بحکم مرشد کامل عازم وطن ہوئے۔ آپ کی معیت میں قبائلی علاقہ جات اور کشمیر کے تقریباً میں طلباء کی جمعیت تھی۔ کئی ایام کی مسافت طے کرنے کے بعد مانسہرہ پہنچے تو موسلا دھار بارش شروع تھی۔ آپ ایک برساتی نالہ جو مانسہرہ شہر کے درمیان سے گزرتا ہے عبور کر کے ایک حجرہ نما مکان کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ بارش تھمنے تک وہاں ٹھہر جانا چاہئے۔ جب آپ مع طلباء حجرہ میں داخل ہوئے تو ایک مجذوب دیکھا۔ مجذوب نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور اپنے بالکے سائیں کترا کو حکم دیا کہ برادر طریقت آئے ہیں ان کے لئے حلوہ اور سبز چائے تیار کرو۔ مجذوب حضرت قاضی نور عالم کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حلوہ اور چائے نوش کرنے کے بعد قاضی نور عالم سے مخاطب ہوئے کہ اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ طلباء کشمیر جانے کے لئے مجبور کر رہے ہیں کہ وہاں کے مہاراجہ نے کہا ہے کہ اگر قاضی نور عالم یہاں آجائیں تو ان کی خوب پذیرائی کی جائے گی۔ مدرسہ کے ساتھ ایک بڑی جاگیر بھی دی جائے گی۔ مجھے جاگیر وغیرہ کی تو قطعاً حاجت نہیں البتہ یہ خواہش ہے کہ طلباء کو درس دیتا رہوں تاکہ ان کے علم کی تکمیل ہو جائے۔

مجذوب نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بڑی سرکار نے ہمارا یہاں سے تبادلہ کر دیا ہے۔ہم عازم کشمیر ہوں گے اور آپ اس علاقہ کے سردار ہوں گے۔دوران گفتگو جمعہ خان سواتی نمبردار مانسہرہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ایک عالم کو مع طلباء دیکھ کر سلام ونیاز کے بعد عرض گزار ہوا کہ آپ مانسہرہ قیام فرمائیں۔طلباء کے قیام وطعام اور درس وتدریس کا انتظام ہمارے ذمہ ہوگا اور آپ کو اس قدر مجبور کیا کہ آپ کو اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

آپ نے مٹیاں والی مسجد میں درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔کچھ عرصہ کے بعد وہ مجذوب عازم کشمیر ہوئے اور مظفرآباد جاگزین ہوئے۔یہ مجذوب بعد میں سائیں سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔

بعد ازاں آپ مسجد خان بہادر محمد حسین خان نمبردار مانسہرہ میں منتقل ہوگئے اور آخری دم تک اس مسجد میں درس وتدریس' امامت وخطابت اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

تلامذہ

مانسہرہ کے علاوہ کشمیر اور افغانستان تک آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے جو اپنے وقت کے متدین علماء میں شمار ہوتے ہیں۔چند تلامذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مولانا حمید الدین مانسہوی
۲- مولانا محمد اسحاق مانسہوی
۳- مولانا عبدالحق آف سرپنہ ضلع ہزارہ' سرحد[۱]
۴- قاضی احمد حسن مانسہوی (پسر)
۵- قاضی غلام نبی مانسہوی (پسر)
۶- قاضی عبدالحق مانسہوی (پسر)
۷- مولوی سید انور شاہ کشمیری دیوبندی[۲]
۸- مولانا احمد گل ہزاروی

۱؎ ایضاً' صفحہ ۶۵۵۔
۲؎ بقول قاضی غلام صابر خان پوتا حضرت مولانا نور عالم مانسہوی قدس سرہ۔

۹۔ مولانا عبدالکریم ہزاروی ساکن لبرکوٹ ضلع ہزارہ؎۱

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے مرشد کامل سے اس قدر محبت اور عشق تھا کہ علائق دنیا سے رخ پھیر کر ساری عمر مرشد کے قدموں میں گزارنے کا ارادہ تھا لیکن مرشد کا حکم تھا کہ تمہارا وظیفہ درس وتدریس ہے۔ لہٰذا الامر فوق الادب کے تحت مجبوراً اس ارادہ کو ترک کرنا پڑا۔

آپ مانسہرہ سے طویل مسافت طے کر کے پاپیادہ سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ مانسہرہ اور گرد و نواح و مضافات سے عوام کی کثیر تعداد بغرض بیعت اپنے مرشد طریقت کی بارگاہ عالی وقار میں لے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی فرماتے: قاضی صاحب! آپ ہی ان کو بیعت کر لیا کریں۔ تو دست بستہ عرض کرتے: حضور! آپ نے میرے ذمہ صرف درس وتدریس کا کام لگایا ہے' مریدوں کے بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا نیز آپ کے ہوتے ہوئے میں کیونکر اجرائے بیعت کا سلسلہ کر سکتا ہوں اور آپ کے فیوض و برکات سے مخلوق خدا کو محروم رکھ سکتا ہوں؟

بغیر اجازت شیخ دوسرے سلسلہ کے کسی فقیر اور درویش سے ملاقات نہ کرتے۔ فرمایا کرتے کہ میں غیر سلسلہ کے فقراء سے ملاقات کر کے اپنے شیخ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ سیال شریف کے در اقدس کے علاوہ نور عالم کا سر کسی دوسرے درویش کے در پر نہیں جھک سکتا۔ سیال شریف کے سفر کے دوران راستے میں جو مزارات مقدسہ آتے باہر ہی کھڑے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کرتے۔

ایک بار حضرت خواجہ سیالوی نے حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی کو فرمایا کہ مانسہرہ کے قبرستان میں ایک کامل درویش کا مزار ہے جس کا اسم گرامی مولانا شہاب الدین ہے اور قوم کے

؎۱ صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں:

نمبر ۲۸۹: قرا بعض الکتب من النحو و العربیہ علی المولوی نور عالم الہزاروی۔

عبد الحئی لکھنوی: نزہۃ الخواطر جلد ۸ مطبوعہ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء اصح المطابع کراچی' صفحہ ۲۸۱۔

مولانا احمد گل ہزاروی نے بقول نزہۃ الخواطر مولانا نور عالم مانسہروی سے پڑھا۔

ایضاً صفحہ ۳۸ نمبر ۴۰۔

نوٹ: حوالہ جات کے علاوہ جملہ معلومات جناب قاضی غلام صابر خان کاتب امروز لاہور کی فراہم کردہ ہیں۔ موصوف نے اپنے والد ماجد سے سماعت فرمائیں۔ (مؤلف)

بھٹی ہیں۔ جہاد بالکفار میں شہید ہوئے۔ یہ میرے دوست ہیں، ان کو میرا سلام کہنا۔ جب دونوں برادر طریقت قبرستان میں داخل ہوئے تو شاہ صاحب نے قاضی نور عالم سے فرمایا کہ مزار شریف کے اندر چلیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ تو مزار شریف کے اندر جا سکتے ہیں کیونکہ آپ نے حضور کا سلام پیش کرنا ہے لیکن نور عالم کا سر بغیر سیال شریف کے در اقدس کے کہیں اور نہیں جھک سکتا۔ الغرض شاہ صاحب نے مزار شریف کے اندر داخل ہوکر سلام پیش کیا اور قاضی نور عالم نے مزار شریف کے باہر کھڑے کھڑے فاتحہ خوانی کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آسمان میں اڑتا ہوا اور نور کے شعلے برساتا ہوا کیوں نہ آجائے جس آنکھ نے حضرت خواجہ سیالوی کا روئے زیبا دیکھا ہے وہ آنکھ کسی دوسرے کی طرف نہیں اٹھ سکتی۔ اگر اٹھے تو اندھی ہو جائے۔

آپ حضرت خواجہ سیالوی کے وصال مبارک پر نہایت افسردہ اور غمگین ہوئے اور دل پر اس قدر غم جدائی کا اثر ہوا کہ دو ماہ عالم فراق میں گزارے۔

وجد و سماع

آپ صاحب وجد و سماع تھے۔ محفل سماع کا انعقاد ہوتا تھا۔ کبھی کبھار تدریس سے فارغ ہوکر اور جمعرات کے دن التزاماً محفل سماع ہوتی تھی۔

مانسہرہ میں ایک شخص جو شہنائی بجاتا تھا اس سے شہنائی سنتے اور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ آپ کو زیادہ تر وجد نماز کی حالت میں ہوتا تھا۔ نماز اور تلاوت قرآن مجید کے دوران اللہ اکبر کا نعرہ مار کر زمین پر بیٹھ جاتے اور پھر یکدم کھڑے ہوکر اپنے آپ پر قابو پا لیتے تھے۔

اخلاق اور عادات

آپ پاکیزہ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ زہد و تقویٰ اور پابندی شریعت میں فرید تھے۔ مہمان نوازی، سخاوت اور فیاضی میں مشہور تھے۔ سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طلباء پر ازحد مہربان اور شفیق تھے۔ علم و مطالعہ کا اعلیٰ ذوق تھا۔ اب بھی آپ کا کتب خانہ موجود اور محفوظ ہے۔ مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی مناظرہ کرنے کا شوق تھا۔ بعد میں اپنے شیخ طریقت کے ارشاد پر مجتنب ہوگئے۔ اپنے شیخ کے شیدائی تھے۔ ہمہ وقت باوضو اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ برادران طریقت سے حد درجہ محبت کرتے۔ ان کی خدمت اور

خاطر مدارات میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ برادران طریقت کئی کئی ماہ ان کے پاس قیام کرتے اور فیض صحبت سے مالا مال ہوتے تھے۔

زیادہ مرید بنانے سے اجتناب فرماتے۔ اسی لئے آپ کے چند ایک مرید تھے۔ بہت بڑے نحوی تھے۔ معاصر علماء آپ کو امام النحو کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ ہر کلمہ کی ۲۷ تراکیب کرتے تھے۔ اور اد و وظائف کے پابند تھے۔

حلیہ

متوسط قامت' دبلا پتلا جسم' نورانی چہرہ' بینی اور چشمان خوبصورت اور آخری عمر میں سفید براق ریش مبارک تھی۔

لباس و خوراک

آپ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے تھے اور سر پر عمامہ باندھتے تھے۔

کوائف وصال

آپ کے وصال شریف سے قبل ایک شخص خواب کی تعبیر کے لئے حضرت مولانا امیر اللہ قلندر مانسہوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنا خواب یوں بیان کیا :

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ (مولانا امیر اللہ قلندر) اس جگہ (جہاں اب قاضی نور عالم اور مولانا امیر اللہ قلندر کے مزارات ہیں) تشریف فرما ہیں۔ آپ کے اردگرد بچوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ ایک سید آپ کی پشت کی جانب تشریف فرما ہے۔ آپ اس کو پیچھے ہٹاتے ہیں کہ سید صاحب پیچھے' یہ جگہ شہر کے مہاراجہ کی ہے۔ آپ میری پشت کی سمت میں بیٹھیں۔ یہ سن کر مولانا امیر اللہ قلندر رو پڑے اور قاضی نور عالم کی جانب اشارہ کرکے فرمانے لگے شہر کا مہاراجہ وہ بیٹھا دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا ہے۔ بچوں سے مراد یہ ہے کہ جو بچہ خسرہ اور چیچک میں مبتلا ہو گا یا علاقہ میں وبا ہوگی تو قاضی نور عالم اور مولانا امیر اللہ کے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس مرض سے شفا دے گا۔

اب بھی لوگ چیچک اور خسرہ کے مریض بچوں کو مزار شریف پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

شفا اور صحت بخشتا ہے۔ مولانا امیر اللہ قلندر کے مزار شریف کے باہر مزار شریف کی پشت کی جانب ایک سید صاحب کا مزار موجود ہے۔

قاضی نور عالم کو وصال سے دو سال قبل سینے کے آگے پیچھے سے ایک درد نکلا جو روز بروز بڑھتا گیا۔ آپ اس مرض سے بہت لاغر اور کمزور ہو گئے۔ بیماری کے دوران قاضی غلام نبی اور قاضی عبدالحق قدس سرھمانے آپ کی چارپائی کے قریب بیٹھ کر ایک ختم قرآن مجید دن کو اور ایک رات کو پڑھنا معمول بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک دن چارپائی پر نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد قاضی غلام نبی کو فرمایا کہ میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تشریف لا رہے ہیں 'بستر بچھاؤ اور مجھے چارپائی سے نیچے اتار کر کھڑا کرو۔ دونوں بھائیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے دونوں کے سہارے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور کافی دیر دست بستہ کھڑے رہے۔ الوداعی سلام کے بعد دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

برخوردارو! میرا آخری وقت قریب آگیا ہے۔ حضرت خواجہ سیالوی میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور جاتی دفعہ میرے سرہانے کھڑے دو اصحاب (کراماً کاتبین) سے فرمایا کہ قاضی صاحب کی حفاظت کریں تو انہوں نے عرض کیا کہ ہماری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے لہٰذا جملہ اعزہ و اقارب کو آخری ملاقات کے لئے طلب کر لو۔

قاضی غلام نبی نے اپنے رشتہ داروں کو مدعو کیا۔ جملہ رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ اچانک رات کو آپ نے اپنے تمام اعزہ و اقارب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ہفتہ کے لئے دنیا میں رہنے کی مہلت دے دی ہے۔ آپ لوگ ہفتہ کے بعد جمعرات کو آجائیں۔ سب کو الوداع کیا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ سب حاضر ہو گئے۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے بھائی قاضی نور احمد جو آپ کے پاس چارپائی پر تشریف فرما تھے سے فرمایا کہ ابلیس علماء پر بہت سوال کرتا ہے لہٰذا آپ لوگ مجھ سے زیادہ گفتگو نہ کریں بلکہ آہستہ آہستہ تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہیں۔ آپ خود بھی زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے۔

فرمایا کہ روح سینے تک پہنچ آئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

وصال شریف

آپ کا وصال مبارک ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۲۱ء بروز پنجشبہ ہوا اور جمعہ کو برادران طریقت' مریدین اور معتقدین کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ تعزیت کے لئے حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی تشریف لے گئے۔

مدفن پاک

مانسہرہ کے قبرستان میں ایک چاردیواری جو احاطہ قبور قاضی نور عالم کے نام سے مشہور ہے میں دفن ہوئے۔ آپ کے مرقد انور پر بے اولاد لوگ حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اولاد عطا فرماتا ہے۔

کرامات

آپ کا ایک مرید جو مانسہرہ سے ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر کاشتکاری کرتا تھا آپ کے وصال کے تقریباً دو سال بعد قاضی غلام نبی مانسہوی کی خدمت میں حاضر ہوا جو اپنے گدھے پر مکئی کی چھلیاں لادے ہوئے تھا۔ چھلیاں نذر گزران کر معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت قاضی غلام نبی نے فرمایا: کون سی غلطی کی معافی مانگ رہے ہو؟ معروض ہوا کہ میری ذاتی ملکیت ۴۰ کنال زمین تھی جس پر دس سال سے مقدمہ چل رہا تھا اور میرے حق میں فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ قاضی نور عالم کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ دعا فرمائیں فیصلہ میرے حق میں ہو جائے۔ آپ نے دعا فرما کر تسلی دی تھی کہ فکر مند نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ چنانچہ فیصلہ میرے حق میں ہو گیا اور یہ زمین عرصہ دو سال سے میری زیر کاشت ہے۔

چھلیاں نذر گزارنے کا واقعہ یوں ہے کہ جس زمین میں مکئی کاشت کی ہے اس کے ساتھ والی زمین میں گندم کی کاشت کے لئے ہل چلا رہا تھا۔ دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان تک نہ تھا کہ ایک گھڑ سوار کو میں نے اپنی طرف آتے دیکھا جو میرے نزدیک آ کر رک گیا۔ گھڑ سوار سفید کپڑوں میں ملبوس سر پر چادر اوڑھے ہوئے اور تھوڑا سا چہرہ چادر سے باہر نکال رکھا ہے۔ بغور دیکھا تو قاضی نور عالم تھے۔ شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ بعد ازاں استفسار فرمایا۔ عصمت اللہ یہ تمہاری زمین ہے؟ عرض کیا آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ فرمایا چھلیوں کا میرا حصہ نہیں کیا؟ تو میں سخت نادم و

شرمسار ہوا اور معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ کل ہی آپ کے صاحبزادے کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

بعد ازاں میں نے عرض کیا حضور! آپ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائے دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ آپ کو اس حالت میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ تو نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو دنیاوی آسائشوں کو ترک کر دیتے ہیں جاہ و جلال کو ٹھکرا دیتے ہیں اور نفس امارہ سے جہاد کرتے ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں۔ وہ صرف موت کا ذائقہ چکھتے ہیں جو چند لمحے یا ساعت ہوتا ہے۔

میں نے مکرر پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا یہاں سے آگے بہت دور ایک مقدمہ ہے اس کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ اتنے میں آپ رخصت ہو گئے۔ تھوڑی دور جاتے میں نے آپ کو دیکھا اور پھر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

شادی اور اولاد

آخری عمر میں آپ کی شادی اپنے ماموں جان حضرت خواجہ محمد گل رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اولاد پیچھے نہ لگتی تھی۔ حضرت خواجہ سیالوی کی دعا سے تین فرزند اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ قاضی احمد حسن: ولادت مانسہرہ میں ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء کو ہوئی۔ عالم و فاضل بزرگ تھے۔ بیعت حضرت ثانی لاثانی سیالوی سے تھی۔ مجذوبی کیفیت کا غلبہ تھا۔ دنیا بھر کا سفر پیدل کیا۔ روس میں قید رہے کیونکہ آپ کی مجذوبانہ حالت تھی اس لئے وہاں کی حکومت نے جاسوسی کے شبہ میں قید کر لیا۔ برطانیہ، فرانس، سنگاپور اور تمام عرب ممالک خصوصاً بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے مزار شریف پر زیادہ عرصہ گزارا۔ کئی زبانیں بول لیتے تھے۔ تجرد کی زندگی بسر کی۔ ساٹھ سال کی عمر میں ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ والدہ ماجدہ کے پہلو میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔

۲۔ حضرت قاضی غلام نبی مانسہروی

۳۔ قاضی عبد الحق: ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد حصول تعلیم کے لئے ابتداً مدرسہ نعمانیہ لاہور میں

رہے۔ پھر سہارنپور' دیوبند اور مدرسہ ڈابھیل سے فراغت حاصل کی۔ ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث دو دفعہ پڑھا۔ پہلے دیوبند میں دوسرے سال مدرسہ ڈابھیل میں۔ فراغت کے بعد گھر پر درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد جامع مسجد چوک والی ہری پور' ہزارہ میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ عرصہ تقریباً پانچ چھ سال بعد تجارت کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ پھر بیمار ہوگئے اور طویل بیماری گزاری۔ بڑے بھائی قاضی غلام نبی واپس مانسہرہ لائے۔ علاج معالجہ کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے شفا عطا کی۔ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد اسحاق مانسہوی جو آپ کے حقیقی ماموں تھے کے حکم پر جامع مسجد مانسہرہ کی امامت و خطابت سنبھالی۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ قائم کیا جو دار العلوم معارف القرآن سے موسوم ہے۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ سے تھی اور زیر تربیت حضرت شیخ اسلام سیالوی قدس سرہ کے رہے۔ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۵۹ء کو انتقال ہوا۔ مانسہرہ قبرستان میں قاضی نور عالم مانسہوی کے احاطہ قبور میں دائمی آرمگاہ بنی۔ طبیعت میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی[۲۱]

سجادہ نشین

قاضی نور عالم مانسہوی قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت قاضی غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ امامت و خطابت' رشد وہدایت اور تبلیغ و ارشاد کا کام بحسن وخوبی سرانجام دیا۔ آپ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے مرید و خلیفہ تھے۔

آج کل آپ کے جانشین قاضی غلام صابر خان بن قاضی غلام نبی مانسہوی ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے مسلک پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

۲۱؎ مکتوب قاضی محمد عبداللہ خالد بنام مولف مرقومہ ۲۰ اپریل ۱۹۸۹ء از مانسہرہ' سرحد۔

حضرت مولانا امیر اللہ قلندر مانسہروی

ولادت

آپ شنکیاری ضلع مانسہرہ (سرحد) میں ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم

ہندوستان کے مختلف مدارس سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور سند فراغت کے حصول کے بعد لاوہ میں مدرس مقرر ہوئے اور اسی مدرسہ میں حضرت قاضی نور عالم مانسہوی سے تعلقات استوار ہوئے۔

سیال شریف کی حاضری

قاضی نور عالم مانسہوی جب پہلی دفعہ سیال شریف حاضر ہوئے تو اپنے دوست مولانا امیر اللہ قلندر کو بتائے بغیر سیال شریف تشریف لے گئے تھے۔ جس کے باعث آپ کی پریشانی لابدی تھی۔ جب قاضی نور عالم واپس ہوئے تو اپنا مدعا اور سفر کے حالات و واقعات نیز حضرت خواجہ سیالوی کے لطف و کرم کی داستان بیان کی۔

مولانا امیر اللہ قلندر کا عقیدہ اولیاء اللہ کی بابت اچھا نہ تھا۔ لہٰذا باہم بحث و تمحیص کا سلسلہ چل نکلا۔ حضرت خواجہ سیالوی سے اجازت و خلافت کے حصول کے بعد جب قاضی نور عالم پہلی مرتبہ عازم سیال شریف ہوئے تو مولانا امیر اللہ قلندر سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں اپنے شیخ طریقت کی قدمبوسی کے لئے سیال شریف جارہا ہوں۔ جب سیال شریف حاضر ہوئے تو خواجہ سیالوی نے مولانا امیر اللہ قلندر کے بارے دریافت فرمایا کہ کیسے آدمی ہیں؟ قاضی نور عالم نے ان کے مزاج' اولیاء اللہ سے بغض و مخالفت اور مناظروں وغیرہ کے بارے میں پوری تفصیل عرض کی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا، مولوی کو میرا سلام کہہ دینا۔

قاضی نور عالم چند یوم سیال شریف قیام کرکے جب لاوہ پہنچے تو مولانا امیر اللہ نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور بڑے ذوق و شوق اور ارادت و محبت کے ساتھ حضرت خواجہ سیالوی کے متعلق پوچھا۔ قاضی نور عالم نے آپ کی مجالس مبارکہ کا ذکر اور آپ کا سلام کہا تو مولوی امیر اللہ

قلندر پر سکتہ اور گریہ طاری ہوگیا اور آپ تمام رات نہ سوئے۔جب دیکھا کہ دوسرے احباب سو گئے ہیں تو چپکے سے بستر باندھا اور سیال شریف روانہ ہوگئے۔

قاضی نور عالم حسب معمول تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو مولانا امیر اللہ قلندر کو غائب پایا۔ کافی تلاش و جستجو کی مگر بے سود۔ ادھر مولانا امیر اللہ قلندر کئی دنوں کا سفر پیدل طے کر کے بوقت اشراق سیال شریف پہنچ گئے۔

بیعت و خلافت

حضرت خواجہ سیالوی صحن مسجد میں جلوہ افروز تھے اور حاجت مند لوگ آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔مولانا امیر اللہ دور سے ہی زیارت کا لطف اٹھانے لگے۔

جب خواجہ سیالوی مولانا امیر اللہ کی طرف نگاہ کرم اٹھاتے تو آپ نظریں نیچی کر لیتے۔ اتفاق سے دربار شریف کا حجام ادھر آنکلا۔حجام سے اپنی ریش' سر اور ابرو کے بال صاف کرائے اور غسل کیا۔قبل از عصر حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم ہی مولوی امیر اللہ ہو۔عرض کیا'مولوی نہیں' غلام بننے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے بیعت کیا اور پشت پر تھپکی دے کر فرمایا مولوی مست ہو جاؤ۔مولوی امیر اللہؒ کی طبیعت الٹ گئی اور فنافی اللہ کا مقام حاصل ہوگیا۔

روحانی مقام

آپ نے اپنی زندگی حضرت خواجہ سیالوی کے قدموں میں بسر کی۔وطن واپس جانے کا ہوش نہ رہا۔جہاں چاہتے پھرتے' نماز' روزہ کی پابندی سے آزاد ہوگئے۔ صرف نسوار رکھتے تھے۔ دربار شریف کے درویش آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کو قلندر کے منصب پر فائز سمجھتے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی فرماتے تھے کہ میرے دو مجذوب قلندر ہیں۔ ان کا مقابلہ مست ہاتھی بھی نہیں کر سکتا۔ ایک مولانا امیر اللہ قلندر مانسہوی اور دوسرے حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفر آبادی۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے مؤلف کے استفسار پر ایک مجلس میں فرمایا:

میں نے مولانا امیر اللہ کو بڑھاپے کے زمانہ میں دیکھا ہے۔ آپ ناننگا بابا کے نام سے

معروف تھے۔ آپ کا قد درمیانہ تھا اور نیلا تہبند باندھتے تھے۔ اس کے علاوہ جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ گالی بہت دیتے تھے۔ کسی درویش نے پوچھا: مولوی صاحب! آپ گالی بہت دیتے ہیں۔ فرمایا: میں کیا کروں؟ جب دلائل الخیرات شریف پڑھتا ہوں تو میرا دل اس قدر صاف ہو جاتا ہے کہ مجھ پر لوگوں کے قلبی احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ جب گالی دیتا ہوں تو دل پر قدرے سیاہی آجاتی ہے۔

بعض اوقات پیشاب کرتے وقت درود شریف ورد زبان رہتا۔ حضرت صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی فرمایا کرتے:

"تو اپنے کم تو نہیں رہندا؟" جواباً فرماتے: "تو اپنا کم کر میں اپنا کم کریساں۔"

بے اولاد لوگ حاضر ہوتے تو ہمیشہ تعویذ پر گالی لکھ دیتے تھے۔

مقبولیت

آپ کے اردگرد مخلوق کا ہجوم رہتا۔ سلانوالی اور جھنگ کے کافی لوگ آپ کے پاس آتے اور دلی مرادیں حاصل کرتے تھے۔ آپ اپنی زبان مبارک سے جو بات نکالتے اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا تھا ع

گفتہ او گفتہ اللہ بود

جھنگ کا ایک رئیس آدمی اپنی جوان بیوی کو ہمراہ لے کر سیال شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نرینہ اولاد کے لئے دعا کا خواستگار ہوا۔ مولانا امیر اللہ قلندر نے ایک سادہ کاغذ پر تعویذ لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ سال کے بعد وہ میاں بیوی حاضر خدمت ہوئے تو ایک حسین لڑکا ان کی گود میں تھا انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا و برکت اور تعویذ سے بارہ سال کے بعد یہ لڑکا عطا کیا ہے۔ آپ نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

مانسہرہ میں قیام

حضرت خواجہ سیالوی کے وصال شریف کے بعد کچھ عرصہ سیال شریف مقیم رہے۔ بعد ازاں حضرت قاضی نور عالم کے پاس مانسہرہ آگئے۔ آپ کے بھتیجے آپ کو اپنے گھر لے جانے کے لئے بڑے جتن کرتے رہے لیکن آپ ان کے ساتھ نہ گئے اور بقیہ ساری عمر اپنے برادر طریقت اور مخلص دوست قاضی نور عالم کے پاس گزاری۔

حضرت مولانا امیر اللہ قلندر' خان بہادر محمد حسین نمبردار کی مسجد کے صحن میں رہتے تھے۔

لباس و خوراک

آپ صرف تہبند باندھتے تھے۔ وہ بھی صرف قاضی نور عالم کے احترام میں باندھتے تھے۔ مسجد کے ایک درخت کے نیچے ڈیرہ تھا۔ آپ چاول بہت پسند فرماتے تھے۔

کوائف وصال

چاول کے کثرت سے استعمال کے باعث گردوں کی تکلیف ہوئی اور دو سال اس موذی مرض میں مبتلا رہے۔ آپ کا وظیفہ ''یاحی یاقیوم'' تھا۔ جب ڈاکٹر شیرباز خان مرحوم نے آپ کے گردے کا آپریشن کیا تو کلوروفارم سونگھانے سے آپ پر بے ہوشی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: یہ دوا مجھے بے ہوش نہیں کر سکتی۔ آپ آپریشن کریں۔ آپ نے ''یاحی یاقیوم'' کا وظیفہ ورد زبان رکھا اور آپریشن کامیاب رہا۔ آخر وقت مقررہ آگیا۔ قاضی غلام نبی کو بلا کر فرمایا: آپ کے والد ماجد قاضی نور عالم نے آپ کو سب کچھ ودیعت فرمایا ہے۔ میں بھی اپنا سب کچھ آپ کو عطا کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں جنت میں نہ جاؤں گا جب تک آپ کو جنت میں نہ لے جاؤں۔ یہ فرمایا اور یاحی یاقیوم کا ورد کرتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۷ شوال المکرم ۱۳۳۷ھ مطابق جون ۱۹۱۹ء کو ہوا۔ نماز جنازہ قاضی نور عالم نے پڑھائی۔ ؎۲

مدفن

آپکی آخری آرامگاہ مانسہرہ کے قبرستان میں بنی جو احاطہ قبور قاضی نور عالم کے نام سے مشہور ہے۔ اس احاطہ میں قاضی نور عالم' قاضی غلام نبی اور قاضی عبدالحق کے مزارات ہیں۔ رحمھم اللہ تعالیٰ۔

؎۱: اکثر موصوف راجہ فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ قاضی نور عالم مانسہروی کے مخلص مرید تھے اور مانسہرہ میں سول سرجن تھے۔ ان کی جائیداد اور مکانات مانسہرہ تحصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ سرائے عالمگیر ضلع جہلم کے باشندہ تھے۔ ان کا ایک فرزند راجہ فضل خالق خان تھا جو اب فوت ہو چکا ہے۔ (مؤلف)

؎۲ حضرت قاضی غلام صابر خان کاتب امروز لاہور نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد قاضی نور عالم مانسہروی سے سماعت فرمائے۔ (مؤلف)

حضرت قاضی عبد الحلیم چکوالی

پیدائش اور آباؤ اجداد

آپ ڈھاب کلاں ضلع چکوال میں ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام قاضی حافظ فتح نور تھا۔ کہوٹ قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت غازی عباس علم دار رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

قاضی فتح نور کا آبائی گاؤں نکہ کہوٹ متصل تلہ گنگ شہر ہے۔ نکہ کہوٹ کی نصف جائید اد کے مالک تھے۔ کسی وجہ سے چکوال میں ہجرت کی۔ قیام گاہ کے متصل ایک مسجد تعمیر کروائی اور سلسلہ درس وتدریس جاری کیا۔ پھر بابا مخدوم کے اصرار پر قاضی فتح نور نے ڈھاب کلاں میں قیام کیا۔ ڈھاب کلاں کی شہرت قاضی عبد الحلیم رحمتہ اللہ علیہ کے دم قدم سے ہوئی اور آپ کو قاضی خاندان کا مورث اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

تعلیم

آپ نے بھکڑی ضلع چکوال میں استاد اخون صاحب سے سراجی، علم میراث کی مشہور درسی کتاب پڑھی۔ آپ کے استاد ہزارہ کے باشندے تھے۔ پکھلی یا دھمتوڑ گاؤں تھا۔ علاوہ ازیں پادشاہان نزد بھیں ضلع چکوال میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔

استاد کا احترام

آپ کو اپنے استاد گرامی کا از حد احترام ملحوظ خاطر تھا۔ ان کی وفات کے بعد جب کبھی ڈھاب کلاں سے چکوال تشریف لے جاتے تو قبر نظر پڑتے ہی گھوڑی سے اتر پڑتے۔ قبر پر حاضری کے بعد پاپیادہ چل پڑتے اور جب تک قبر دکھائی دیتی گھوڑی پر سوار نہ ہوتے تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے: ع

ملک تساڈا چھچھ ہزارہ پکھلی تے دھمتوڑ

اس درے تے آندی آہی خلق خدا دی دوڑ
ہن دھیاں پتر خویش قبیلہ ہر متھے تے موڑ
ٹھوک وجا کے ڈٹھی حافظ دنیا دی گل چھوڑ

سیال شریف سے عطائے خلافت

قاضی مظہر الحق نبیرہ حضرت قاضی حافظ عبد الحلیم کا بیان ہے کہ ڈھاب کلاں کی ایک غریب خاندان کی لڑکی کسی طرح یہاں سے فرار ہو کر سیال شریف پہنچ گئی اور وہاں بطور خادمہ رہنے لگی۔ وہ اس قدر مقبول و منظور ہوئی کہ حضرت خواجہ سیالوی کی اس پر خصوصی نظر کرم ہوگئی اور ولیہ کے درجہ پر پہنچ گئی۔

آپ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں ایک منظوم عریضہ لکھا۔ حضرت خواجہ سیالوی عریضہ ملاحظہ فرما کر بہت محظوظ ہوئے۔ آپ نے قاضی صاحب کو ایک نوازش نامہ تحریر فرمایا اور ساتھ ہی خلافت نامہ بھی عطا فرمایا۔ بقول قاضی مظہر الحق نوازش نامہ اور اجازت نامہ ان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

بقول قاضی نور الحق مرحوم و مغفور نبیرہ قاضی حافظ عبد الحلیم، محمدی شریف ضلع جھنگ کے ایک جلسہ میں حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے دوران تقریر منظوم خط اور خلافت نامہ کی تصدیق فرمائی۔

مؤلف کو قاضی عبد الحلیم کا منظوم خط (قلمی) حضرت مولانا سلطان محمود سدوالی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ سیالوی کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔ منظوم خط ہدیہ قارئین ہے:۔

اول صفت خدا دی کیجے خالق مالک اللہ
وت درود محمد تائیں جس دا نور تجلی
چارے یار محمد والے جیوں اسمانی تارے
دین نبی دا روشن کیتا ظاہر مار نگارے
آل اصحاب نبی دی اتے وسبہ مینہ کرم دا
جنہاں بحر مودت وچو پیتا جام شرم دا
اوہا رس کرامت والی توسے دے وچ آئی

مست الست ہوئی خلق اللہ ودھیا دین عشق خدائی
واہ وا مرشد کامل اکمل عظمت حرمت والا
شمس الدین مبارک بندہ وچ سیال اجالا
کچے چم کرے بلغاری نظر کرے جہاں بھرکے
ڈبی بیڑی غفلت والی بنے لائے پھڑکے
ایڈ ملاح نہیں ڈٹھا کوئی ونج ہلاوے جیہے
غفلت دے گرداباں وچوں کڈھ گھنے جاں پئے
مرشد جیندا خاص حضوری وطن جنباندا تونسہ
نیواں ہو کے جھڑا جاوے لکھ مراداں پاوے

درس وتدریس

آپ نے ڈھاب کلاں میں دینی مدرسہ قائم کیا جس میں دینی تعلیم دی جاتی تھی اور بے شمار لوگ اس دینی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔[1]
آپ کے تلامذہ میں سحبان زمان علامہ محمد حسن فیضی متوفی ۱۳۱۹ھ مدفون بھین ضلع چکوال بہت مشہور ہوئے۔[2]

معمولات

آپ کا سب سے بڑا وظیفہ قرآن مجید کی تلاوت تھا۔ مسجد کے جس ستون کے پاس بیٹھ کر تلاوت فرمایا کرتے تھے اس کے پاس آپ نے زندگی میں ہزار سے بھی زیادہ ختم قرآن کئے۔ دیگر اوراد و وظائف اور درود شریف کی تلاوت کا بھی معمول تھا۔ تہجد زندگی بھر ناغہ نہ ہوا۔ بوقت وصال بھی نماز تہجد ادا کی۔ لوگوں کو مختلف وظائف پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔

---

[1] محمد حسین للہی: ڈاکٹر: حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء مطبوعہ مکتبہ جدید پریس، لاہور ۱۹۷۹ء، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶۔
[2] تذکرہ علمائے اہل سنت پاکستان جلد اول مطبوعہ استقلال پریس، لاہور ۱۳۹۶ھ صفحہ ۳۵۴۔

شعر گوئی

پروفیسر انور بیگ اعوان لکھتے ہیں:

قاضی عبد الحلیم کا تخلص قاضی اور حافظ ہے۔ آپ ایک ہمہ صفت موصوف اور جامع جمیع علوم شخصیت تھے۔ آپ اپنے زمانے کے نہ صرف ولی اللہ، حکیم حاذق اور عالم بے بدل تھے بلکہ آپ پنجابی زبان کے بہترین شاعر بھی تھے۔ فی البدیہ کہنے میں آپ کا ثانی مشکل سے ملے گا۔ آپ عربی میں بھی شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے[1]

شعر گوئی کا ملکہ بہت زیادہ تھا۔ آپ کا کلام قلمی مسودات کی شکل میں آپ کے جانشینان کے پاس محفوظ ہے۔

اپنے چھوٹے صاحبزادے قاضی فضل نور کو مخاطب ہو کر فرمایا:

نصیحت سن جگر گوشہ اساڈی   گیا جوبن اساڈا رت تساڈی
نہیں ونجناں نہیں ونجناں کدائیں   نہ کر بچیا جوانی نوں اضائیں
جان پوسن کم کریسیں یاد بابا   توں پڑھ بچیا جے آکھی لوگ شابا
صرف و نحو و فقہ، منطق معانی   مطالعہ کر رموز آسمانی
نہ گھن ٹھیکری نہ دے در یگانے   ملیسیں ہتھ تے لنگھ ویسن زمانے

آپ کی مسجد کے ایک مؤذن میاں سلطان نامی تھے۔ اسے سویرے جگانے کے لئے فرمایاے

دھمی رات صبح دا ویلا او لگی اسماناں   باہر ککڑاں بانگاں دتیاں جاگ میاں سلطاناں
کی لے جئیوں تے کی لے ویسیں قبر دیا مہماناں   بیٹھا ہتھ ملیندا رہساں ویسن لنگھ زماناں

قاضی عبد الحلیم کا زندگی بھر کا معمول رہا کہ مسجد میں ہی رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں نماز تہجد سے فارغ ہوئے اور سفر آخرت کی تیاری ہونے لگی۔ اس وقت آپ کا سر چودھری امیر خان رئیس اعظم ڈھاب کلاں کی گود میں تھا۔ نماز فجر میں ابھی تاخیر تھی۔ امیر خان نے عرض کیا کہ قاضی صاحب آپ نے زندگی بھر مختلف نصائح سے لوگوں کو مستفید فرمایا۔ جاتی دفعہ بھی کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس کی فرمائش پر فی البدیہ یہ شعر کہے:ے

---

[1] انور بیگ اعوان، پروفیسر: دھنی ادب و ثقافت مطبوعہ تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۹۹۔

الف آ مسافرا سمجھ کدیں تینوں نت بلاندی آ گور میاں
پلے بنھ بھتا تیرا دور بناں پچھوں وت پہنچایا گور میاں
سروں ننگے تے پیراں ی گئے بتیرے جنہاں کول سن لکھ کروڑ میاں
سلطان سکندر تے مہتر سلیمان جیسے اوہ بھی گئے جہان نوں چھوڑ میاں
فجر وقت بلوچ ایہ کوچ کرسن ایتھے آن لیسی کھوڑی ہور میاں
حافظ کئی امام محراب بہسن مڑ آوناں نہیں اڈیاں بھور میاں

کرامات

آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔لاتعداد خوارق میں سے ایک کرامت نقل کی جاتی ہے۔

موضع چکرال کا ایک رئیس گل محمد خان المعروف گلا چکرالیہ آپ کا مخلص ارادت مند تھا۔ سکھا شاہی دور میں قاضی عبدالحلیم کے مخالفین نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ خانقاہ میں چلہ کشی میں مشغول تھے کہ مخالفین نے حملہ کر دیا۔ آپ نے اپنا دفاع کیا اور بال بال بچ گئے۔ مخالفین نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔

گل محمد خان آف چکرال نے سکھ حاکم کو کہا کہ ہمارے اس عالم دین کے بدلے جتنا سونا چاندی چاہے لے لو' یہ ہمارے علاقہ کے بڑے عالم اور بزرگ ہیں' ہم ان کو خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر سارا علاقہ ان پر قربان ہونے کو تیار ہے۔ قاتل تو وہ لوگ ہیں جو ان پر حملہ آور ہوئے۔ اگر یہ اپنا دفاع نہ کرتے تو خود قتل ہو جاتے۔ لہٰذا یہ بے گناہ ہیں۔ حاکم پر اس کا بہت اثر ہوا اور قاضی صاحب کو رہا کر دیا۔ حقیقتاً یہ آپ کی کرامت تھی۔

انگریز عملداری میں گل محمد خان ایک قتل کے کیس میں ماخوذ ہو گیا۔ اصل میں قاتل نہیں تھا۔ حضرت قاضی عبدالحلیم کا عہد پیری تھا۔ رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہ کر گزارتے تھے۔ گل محمد خان کی والدہ ماجدہ برائے دعا حاضر خدمت ہوئی۔ وہ مسجد کے دالان میں بیٹھی تھی۔ قاضی صاحب اندر تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ بوقت سحری قاضی صاحب کے ہاتھ دعا کے لئے بلند ہوئے۔ یا اللہ! قرآن مجید اور رمضان شریف کی برکت سے گل محمد خان کو آزاد کر دے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ تہجد کے بعد تھوڑے وقت کے لئے سو جاتے تھے۔ بعد میں تازہ وضو فرماکر نماز فجر باجماعت ادا فرماتے تھے۔ جونہی آپ لیٹے تو گل محمد خان کی والدہ اندر آگئی اور عرض کرنے لگی کہ جب آپ پکڑے گئے تھے تو میرے بیٹے نے کہا تھا کہ قاضی صاحب کے پیچھے ہم سب دھن کے لوگ مارے جائیں گے تب قاضی صاحب کوئی سزا دے گا۔ ادھر صبح گل محمد خان کی پیشی ہے اور آپ سوگئے ہیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا: مائی میں سویا نہیں اور نہ ہی احسان فراموش ہوں۔ جب گل محمد خان بری ہوا ہے' تب میں سویا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی ہے۔ گل محمد خان صبح انشاء اللہ آزاد ہوجائے گا۔ چنانچہ سیشن جج نے اسے بری کردیا۔

قاضی عبدالحلیم بحیثیت مفتی

قاضی صاحب مفتی کی حیثیت سے بھی بلند مقام کے مالک تھے۔ بڑے عجیب اور انوکھے انداز میں پوری تحقیق سے لاینحل مسائل حل فرمایا کرتے تھے۔

علاقہ جھنگ کا ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میری گندم سینکڑوں من کھلیان میں پڑی ہے۔ رات کو سور آئے' گندم کھاتے رہے اور اوپر پیشاب بھی کرگئے۔ مختلف علمائے کرام کے پاس گیا ہوں اور انہوں نے گندم کو ضائع کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اتنے ذخیرہ کو ضائع کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا' بہت بڑا مالی نقصان ہے۔ آپ کی شہرت سن کر آیا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا: فتویٰ لکھ دیتا ہوں اور یہ فتویٰ علمائے کرام کے پاس لے جانا۔ اگر انہوں نے دستخط کر دیئے تو پھر سمجھ لینا کہ فتویٰ صحیح ہے ورنہ اس پر عمل نہ کرنا۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ علمی مسئلہ تو یہی ہے لیکن علمائے کرام نے عقل سے کام نہیں لیا۔ تم ایسا کرو کہ گندم لوگوں میں تقسیم کردو اور انہیں کہو کہ یہ گندم پلید ہے' کھانے کے قابل نہیں ہے۔ اس کو بطور بیج بوقت کاشت زمین میں ڈال دو۔ پھر جب یہ اگے گی تو صاف اور پاک ہوگی۔ فصل پکنے پر جتنی کسی کو دی تھی ان سے لے لینا اور اسے بے شک استعمال کرنا۔ یہ عقلی بات تھی جو علماء کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔

وصال شریف

آپ نے نماز فجر سے قبل وفات پائی۔ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر علاقہ بھر سے

مخلوق خدا کی آمد کا تانتا لگ گیا۔ بے پناہ مخلوق جمع ہوگئی۔ اس موقع پر اہالیان ڈھاب کلاں نے قاضی صاحب کی دینی خدمات کا حق صحیح طور پر ادا کیا۔ اتنا کھانا پکایا کہ ہر آدمی کھا کر گیا اور کئی دنوں تک لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا اور اسی طرح کھانا پکتا رہا۔

آپ کا سن وصال ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء ہے۔

مرثیہ

کافی شعراء نے مرثیے کہے۔ آپ کے ایک مخلص مرید میاں نواب دین کشمیری مرحوم متوفی ۱۹۰۲ء کا کہا ہوا ایک بند درج ذیل ہے:

ش شمع روشن ڈھابے وچ جبڑی وا موتے والی پھونک مار گئی آ
جبڑی کشتی سی پار نوں کھڑن والی اہ تو لنگھ ارارسی پار گئی آ
جبڑا باغ بہار وچ ڈھاب کھڑیا پئی خزاں تے چمن اجاڑ گئی آ
میاں نواب دینا قاضی صاحب باجھوں اج دھن ساری موہبے بھار پئی آ[1]

مدفن

آپ کا مزار شریف ڈھاب کلاں میں مرجع خلائق ہے۔ لوگ اپنی حاجات کے لئے حاضر ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس مرد خدا کے وسیلہ سے حاجتیں پوری کرتا ہے۔

پروفیسر انور بیگ اعوان کلیان ہے:

لوگوں میں روایت مشہور ہے کہ اگر گاؤں میں خشک سالی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو لوگ قاضی صاحب کے مزار کی لپائی کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔ حضرت قاضی عبدالحلیم کی دعا ہی کا اثر ہے کہ اس گاؤں میں ژالہ باری سے فصلوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔[2]

اولاد

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو پانچ فرزند عطا کئے جو عالم و فاضل اور حکیم حاذق تھے۔

۱۔ ایضاً، صفحہ ۲۰۰۔
۲۔ دھنی ملوکی، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، صفحہ ۲۵۹۔

۱- قاضی احمد نور
۲- قاضی سرور نور
۳- قاضی محمد نور
۴- قاضی سید نور
۵- قاضی فضل نور

جانشین

آپ کے جانشین حضرت قاضی سید نور ہوئے۔ بعد ازاں حضرت قاضی نور الحق مرحوم مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آج کل قاضی انوار الحق صاحب جانشین ہیں۔ گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول میں بی۔ اے' بی۔ ایڈ استاد ہیں۔ آپ کی گفتگو میں بڑی چاشنی' شیرینی اور دل نشینی ہوتی ہے۔ بندہ مؤلف نے تقریباً تین سال (۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۱ء) ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ بڑی بارعب شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسلاف کا امین بنائے۔ آمین ثم آمین!

حضرت خواجہ عبدالعزیز مکان شریفی

ولادت اور خاندان

آپ کفری ضلع خوشاب میں ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے۔والد ماجد کا اسم گرامی میاں محمد یار ہے۔آباؤ اجداد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا خاندان شرافت و نجابت میں مشہور تھا۔آپ کے ایک برادر میاں محمد تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم سبھرال میں حاصل کی اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل بھی کی۔

سیال شریف کی حاضری اور بیعت

تعلیم سے فراغت کے بعد مرشد کی تلاش و جستجو میں سیال شریف حاضر ہوئے۔دوپہر کا وقت تھا۔حضرت خواجہ سیالوی مصلیٰ پر دراز تھے۔بیعت ہوکر آپ کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں سجالیا۔کچھ عرصہ سیال شریف قیام فرمایا۔بعدازاں اپنے وطن مالوف کفری لوٹ آئے۔

شیخ سے محبت

آپ اکثر سیال شریف برہنہ پا حاضری دیتے تھے۔سیال شریف جانے کے دن قریب آتے تو آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ادب و نیاز کا یہ عالم تھا کہ سیال شریف سے جب واپس ہوتے تو اس اہتمام سے چلتے کہ پشت سیال شریف کی طرف نہ ہو۔

عطائے خلافت

آپ شیخ کامل کی خدمت معلیٰ میں حاضری دیتے رہے۔مفوضہ اور اد و وظائف کی بجا آوری بڑی تندہی اور جانفشانی سے کی۔مختلف قسم کے مجاہدات و ریاضات کئے۔حضرت خواجہ سیالوی

نے آپ کے امتحان کے لئے اپنے ایک درویش فقیر عبداللہ سبز پوش (مدفون معظم آباد شریف) کو کفری روانہ فرمایا۔ فقیر عبداللہ سبز پوش آپ کی اپنے شیخ طریقت سے محبت اور انتہائی نیازمندی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت بابرکت میں آپ کی کامیابی کی رپورٹ پیش کی اور جب آپ سیال شریف حاضر ہوئے تو خرقہ خلافت عطا ہوا۔

سلسلہ رشد وہدایت

عطائے خلافت کے بعد بحکم حضرت خواجہ سیالوی کفری میں مسند ارشاد بچھاکر مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ تشنہ لبان حقیقت و معرفت آپ کے در دولت پر حاضری دینے لگے۔ آپ کا فیض عام جاری ہوگیا۔ دور دراز علاقوں کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور کامیاب و کامران ہوکر واپس جاتے۔ آپ کے وسیع مشرب اور بلند اخلاق ہونے کا یہ حال تھا کہ غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں سے بھی حسن اخلاق سے پیش آتے اور یہ لوگ بھی آپ کے اس وصف پر فریفتہ تھے۔ اپنے لڑائی جھگڑوں اور مقدمات کے فیصلے کے لئے آپ کو منصف چنتے تھے۔

اخلاق و اطوار

آپ اخلاق کریمانہ کے مجسمہ تھے۔ اپنے شیخ کامل کے قدم بقدم چلنے والے اور اپنے شیخ کے دیوانے تھے۔ آپ سخاوت، صلہ رحمی، انصاف پسندی اور مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ شریعت مطہرہ کے انتہائی پابند تھے۔

ذوق سماع

آپ سماع کا پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مکان شریفی کی زبانی ایک واقعہ نذر قارئین ہے:

ہمارے محلے کا ایک شخص جو خاکسار تخلص کرتا تھا ایک دن مسجد میں بیٹھا یاد ماضی میں مگن آنسو بہا رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ آپ دیکھنا چاہیں تو میرے پاس ایک تبرک ہے۔ میں نے کہا بصد شوق۔ چنانچہ وہ چاندی کا ایک روپیہ جس پر انسانی ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان نظر آتا تھا لایا۔ بتانے لگا کہ ایک دفعہ آپ کے دادا جی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے قوالی کی فرمائش کی۔ میں نے فارسی کی ایک غزل بڑے دردناک لہجے میں پڑھی تو آپ کو وجد ہوگیا۔ جیب سے یہ روپیہ نکال کر مجھے دیا۔ آتش

شوق کی حرارت نے جو آپ کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی انگوٹھے میں پکڑے ہوئے سکے کو پگھلا دیا اور انگوٹھے کا نشان اس پر جم گیا[۱]

وصال شریف

حضرت خواجہ عبد العزیز مکان شریفی کا وصال شریف ۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء بروز پنجشنبہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ○

مدفن پاک

آپ کا مزار پر انوار مکان شریف (کفری) میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف پر خوبصورت گنبد آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مکان شریفی نے تعمیر کروایا۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے تاریخ آغاز و تعمیر روضہ کہی ہے ؎

دلکشی روضہ میاں صاحب بہر صاحبدلاں چو مقناطیس
خوشنما قبہ بعالی مقام باتو گویم زمانہ تاسیس!
۹۹ ھ ۱۳
برکت گنبد مکان شریف سال تکمیل گفتہ ام چہ نفیس
۹۹ ھ ۱۳
رونق خانقاہ افزوں باد ذکر و تذکیر و لنگر و تدریس
واجب آمد شعائر اللہ را فخر! تعظیم و عزت و تقدیس[۲]

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ۱۵، ۱۶ رجب المرجب کو مکان شریف پر منعقد ہوتا ہے۔

۱۔ ماہنامہ الجامعہ، محمدی شریف (جھنگ) بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ، صفحہ ۵۰۔
۲۔ باب جبریل، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۹۵، ۹۶۔

اولاد

آپ کی شادی آپ کے خاندان میں ہوئی۔ ایک فرزند حضرت خواجہ میاں عبدالحمید مکان شریفی اور ایک صاحبزادی یادگار چھوڑی [1]

سجادہ نشین

آپ کے وصال شریف کے بعد حضرت خواجہ میاں عبدالحمید مکان شریفی رحمتہ اللہ علیہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آج کل آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ میاں عزیز احمد مکان شریفی رشد و ہدایت اور تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ اور منظور نظر ہیں۔ بہت بڑے فاضل اور مدرس ہیں۔ بڑی خوبیوں اور اوصاف کے حامل بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین!

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر: خانقاہ مکان شریف کا روحانی نظام، مطبوعہ ۱۹۸۶ء (ماخوذ)

حضرت قاضی غلام نبی چاولی

ولادت اور خاندان

آپ تخمیناً ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء بمقام چاولی ضلع چکوال پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت قاضی غلام مرتضیٰ تھا جو اپنے دور کے جید عالم اور ولی کامل تھے۔ قوم مغل کسر سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم

دینی تعلیم اپنے والد ماجد اور دہلی میں صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سند فراغت کے حصول کے بعد وطن مالوف چاولی تشریف لائے۔

درس وتدریس

حضرت قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی کے اصرار پر کرسال شریف میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ساری زندگی کرسال شریف میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی کے وصال مبارک کے بعد بھی تاحین حیات کرسال میں قیام پذیر رہے۔

کرسال شریف کی غربی مسجد میں درس وتدریس کے دوران کثیر تعداد میں طلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ فلسفہ و معقول کی منتہی کتب مثلاً حمد اللہ، قاضی مبارک شمس بازغہ، شرح چغمینی، شرح اشارات اور صدرا وغیرہ تک کتب پڑھائی جاتی تھیں۔ اس علاقہ کے بڑے بڑے فضلاء آپ کے درس سے فیض یاب ہوئے۔ علاوہ ازیں یاغستان، ہزارہ اور صوبہ سرحد کے طلباء زیادہ ہوتے تھے جو اپنے وقت کے جید عالم، مفتی اور مدرس ہوگزرے ہیں۔ ایک دو جنات کا بھی آپ سے پڑھنا ثابت ہے۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات بہت مشہور ہوئے۔

۱- حضرت قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی
۲- حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ساکن مرجان تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال
۳- حضرت مولانا محمد ولی اللہ ساکن چک نمبر ۱۰ جنوبی ضلع سرگودھا
۴- حضرت مولانا محمد جعفر چشتی گولڑوی ساکن چاولی مدفون بھکی شریف ضلع گجرات
۵- حضرت مولانا احمد نور چشتی میروی ساکن چاولی ضلع چکوال
۶- حضرت مولانا عبد الرحمن ساکن جانگلہ تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک
۷- حضرت مولانا احمد الدین ساکن جسیال تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال
۸- حضرت مولانا قاضی عبد الرحمن (بھتیجا قاضی غلام نبی چاولی)

بیعت و خلافت

آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے حد درجہ عشق اور محبت تھی۔ پا پیادہ سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی کی بھی آپ پر نظر شفقت تھی۔

حلیہ

حضرت علامہ مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی آپ کا سراپا اس طرح بیان کرتے ہیں:

دراز قد گندم گوں رنگ اور چہرہ نورانی اور بارعب تھا۔

لباس و خوراک

آپ قمیض اور تہبند استعمال کرتے تھے جو معمولی ہلدی مائل رنگ کا ہوتا تھا۔ سر پر سفید ٹوپی

اور اوپر سبز رنگ کی چادر اور پاؤں میں سادہ جوتا پہنتے تھے۔
آپ کی خوراک بہت معمولی اور سادہ ہوتی تھی۔

اخلاق

آپ حسن اخلاق کا مجسمہ تھے۔ غریب پرور اور طلبہ کے از حد خیر خواہ تھے۔ ساری عمر قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اپنے شیخ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ اپنے شیخ کامل کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ بڑے عابد و زاہد اور مرتاض تھے۔

مجرد زندگی بسر کی۔ زمین یا اس کی آمدنی سے قطع تعلق کیا۔ زندگی میں سب منقولہ و غیر منقولہ جائیداد اپنے چھوٹے بھائی غلام حسن کو دے دی۔ جمعتہ المبارک کو کرسال شریف سے چاولی اپنے بھائی اور ان کی اولاد کو ملنے کی خاطر جایا کرتے تھے۔ آپ کا بھتیجا قاضی عبدالرحمن بہت ہی خوش الحان واعظ تھا۔ مگر عنفوان شباب میں لاولد فوت ہوگیا۔ اپنے پیچھے بیوہ چھوڑ گیا۔ قاضی عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد غلام حسن نے قاضی غلام نبی سے التجا کی کہ زمین میں اپنے بھانجوں کو دینا چاہتا ہوں۔ آپ نے سخت تنبیہہ کی کہ میاں! یہ زمین میرے اور تیرے بعد وارثوں کی ہے۔ ان کے حقوق ضائع کرنے کا میں تمہیں مشورہ نہیں دیتا۔ جس پر غلام حسن اس ارادے سے باز آگیا۔

آپ کی ایک بہن کلملہ ولیہ جو کنوارانہ شکل میں اپنے آبائی گھر تازیست رہی۔ دوسری بہن شادی شدہ تھی جن کے دو بچے تھے۔

وصال شریف

مسجد کے جس حجرہ میں ساری عمر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ اسی میں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ھ بروز جمعتہ المبارک وصال شریف ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

جنازہ اور مدفن پاک

کرسال شریف اور چاولی ہر دو گاؤں والوں کا اصرار تھا کہ آپ کا مزار شریف ہمارے پاس ہو۔ اس پر سخت جھگڑا ہوا بلکہ لوگ لڑنے پر تیار ہوگئے۔ آخر کار آبائی گاؤں چاولی والوں کے حق میں فیصلہ ہوگیا۔ جنازہ میں علاقہ کی کثیر تعداد اور خصوصاً چاولی کرسال کا کوئی بالغ مرد نہ رہا جو شامل

جنازہ نہ ہوا ہو۔

عینی شاہد حضرت مولانا محمد عثمان غنی چاولی خطیب جامع مسجد پھاٹک والی چکوال جو آپ کے خاندان کے ایک فرد اور آپ کے بالواسطہ شاگرد ہیں کلییان ہے:

میں جنازہ میں شامل تھا۔جب گھر سے چارپائی اٹھائی گئی' ابھی دو فرلانگ فاصلے پر ہی چارپائی گئی تھی کہ یک لخت بادل اٹھا اور قبرستان جانے سے پہلے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔لوگوں کے کپڑے بھیگ گئے۔بارش کے نزول میں ہی نماز جنازہ پڑھی گئی۔آپ کی ملکیت کا چار بیگھے کا ایک ٹکڑا جو قبرستان کے بالکل متصل تھا وہاں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔

مریدین اور عرس شریف

حضرت مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی کی طالب علمی کے دور میں چاولی اور مضافلت میں رہنے والے آپ کے مرید اور معتقد بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس کرتے تھے۔

حضرت مولانا میاں نور احمد غور غشتوی

ولادت اور خاندان

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ کو غور غشتی علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں ہوئی۔تاریخ پیدائش کا سن عیسوی اس شعر سے نکلتا ہے :

چوں سال غراں بود نے بیش وکم (۱۸۵۱ء)

دراں نور احمد برون زد علم

پہلے مصرع سے ۱۸۵۱ء بر آمد ہوتا ہے۔

جناب سکندر خان مئولف تاریخ وادی چھچھ لکھتے ہیں :

موضع غور غشتی کو علمی و دینی حلقہ میں وہ مقام حاصل ہے جسے قرون اولیٰ و وسطیٰ میں بصرہ' کوفہ' سمرقند اور بخارا کو حاصل تھا۔ انہی بزرگان دین میں ایک نام حضرت مولانا میاں نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ آپ کے بزرگ موضع سہام مضافات راولپنڈی سے غور غشتی علاقہ چھچھ تشریف لائے [1] آپ قریش خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

برادران

حضرت مولانا میاں نور احمد غور غشتوی کے دو بھائی اور بھی تھے جن کے نام یہ ہیں :

۱- مولانا میاں میر احمد غور غشتوی

۲- مولانا سید احمد المعروف فیضی میاں غور غشتوی

دونوں بھائی وقت کے جید عالم ہوگزرے ہیں۔ حضرت مولانا میاں میر احمد مفتی چھچھ حضرت علامہ عبدالحق غور غشتوی کے والد ماجد تھے۔سب سے بڑے حضرت مولانا میاں نور احمد غور غشتوی اور ان سے چھوٹے حضرت مولانا میاں میر احمد اور سب سے چھوٹے حضرت مولانا

---

[1] مکتوب مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۹۰ء بنام مئولف از ویسہ ضلع اٹک۔

سید احمد المعروف فیضی میاں غور غشتوی تھے۔ حضرت فیضی میاں شمس العلماء' مناظر اور حضرت اخوند عبد الغفور سوات والوں کے مرید تھے۔ آپ نے ساری عمر درس و تدریس میں گزاری۔ آپ کا وصال ۱۵ صفر المظفر ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۸۸۳ء بروز چہار شنبہ بوقت عشاء ہوا۔

حضرت مولانا میاں نور احمد غور غشتوی کے شاگرد رشید مولانا عبد الرحمن سلیم خانوی نے مرثیہ لکھا جو ان کی لوح مزار پر کندہ ہے۔ حضرت مفتی مولانا محمد نعمان غور غشتوی فرزند ارجمند حضرت علامہ عبد الحق غور غشتوی نے لوح مزار سے نقل کر کے ارسال فرمایا ہے: ؎

عالم بے عدیل و بے ہمتا — مخزن فضل معدن تقویٰ
شد بفیضی شہیر در عالم — قاف و تاقاف نام او ہرجا
ہر کہ دیدش بعلم از حیرت — گفت سبحان ربی الاعلیٰ
رخت خود از دار فانی بست — کرد عزم سفر بدار بقا
چونکہ ہر نفس ذائقۃ موت است — نیست چارہ بغیر صبر و رضا
انتقالش بسن یغفر ہو — رب اغفرلہ ز لطف و عطا
در نیا ید بفہم جز بصریح — سہ صد ویک بیک ہزار افزا
پانزدہ از حساب ماہ صفر — در شب چہار شنبہ وقت عشاء
قاریا از صمیم قلب برخوان — رب ادخلہ جنت الماویٰ

آپ لاولد فوت ہوئے۔

نسب نامہ

آپ کا شجرۂ نسب حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اور بنابریں قریشی کہلاتے ہیں۔ مختصر شجرۂ نسب یوں ہے:

مولانا میاں نور احمد بن میاں فضل احمد بن مہابت بن محمد خضر بن محمد اعظم بن محمد فتاح بن محمد عظیم بن عبد الباقی بن عبد اللہ بن محمد لقمان[1]

---

[1] مکتوب سکندر خان بنام مؤلف ۴ نومبر ۱۹۹۰ء از ویسہ ضلع اٹک۔

علاقہ چھچھ

چھچھ یا چچ کے بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ ان میں مشہور یہ ہے کہ سکندر اعظم نے دریائے سندھ عبور کرتے ہوئے یہاں کے دلدلی علاقہ کو اس زمانے کی یونانی زبان میں چھچھ پکارا۔ تاجکستان کے ایک قبیلہ کا نام چاچ تھا۔ ترکی میں غلہ کے صاف شدہ ڈھیر کو چھچھ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ[1] علاقہ چھچھ میں چوراسی گاؤں ہیں۔ رقبہ ۱۸۔۱۹ میل طول ہے اور ۱۱۔۱۲ میل عرض ہے۔ مشہور قصبات حضرو، غور غشتی، نرٹوپہ اور شمس آباد ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے بڑے بڑے گاؤں مثلاً جلالیہ، برہ زئی، ملک مالہ، بہبودی، بھنگی، کالو کلاں اور شنکیہ وغیرہ۔[2]

تعلیم اور اساتذہ

آپ نے ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں اور اس کے بعد پڑھنا چھوڑ دیا۔ طب و حکمت کے شغل میں مصروف رہتے تھے۔ فارسی کے بہت بڑے ماہر تھے۔ جب فیضی میاں بیمار ہوئے تو آپ کو بہت فکر لاحق ہوگئی کہ اگر فیضی میاں فوت ہوگئے تو ہمارا علمی گھرانہ تباہ ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فیضی میاں کو صحت عطا کی۔ فیضی میاں بہت بڑے عالم تھے۔ چنانچہ ان کے پاس پڑھنا شروع کیا اور دو تین سالوں میں جملہ کتابوں پر عبور حاصل کرلیا۔[3]

بیعت و خلافت

آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے حد محبت اور ارادت تھی۔ ہر سال سیال شریف جاتے تھے اور یہ سفر پا پیادہ طے کرتے تھے۔

---

[1] مکتوب سکندر خان بنام مؤلف مورخہ ۵ جون ۱۹۹۰ء از ویسہ۔
[2] مکتوب مفتی محمد نعمان غور غشتوی بنام مولف، مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء از واہ کینٹ۔
[3] ایضاً۔

درس وتدریس

آپ نے علوم متداولہ سے فراغت کے بعد غور غشتوی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔

تلامذہ

آپ کے بے شمار شاگردوں میں سے چند نام یہ ہیں جو علمی دنیا میں بہت مشہور ہوئے۔

۱۔ مولانا غلام خان ساکن برہ زئی ضلع اٹک
۲۔ مولانا عبد القدیر ساکن بہبودی ضلع اٹک
۳۔ مولانا سمندر ساکن بہبودی ضلع اٹک
۴۔ مولانا فضل احمد ساکن غازی ضلع اٹک
۵۔ مولانا سید حبیب شاہ قاضی پوری ضلع اٹک
۶۔ مولانا شاہ منصور المعروف مولوی منطقی ضلع مردان
۷۔ مولانا عبد الرحمن سلیم خانوی

علاوہ ازیں فریدہ میں کافی علماء شاگرد تھے۔

معمولات

آپ کے معمولات میں تدریس علم کے علاوہ وظائف چشتیہ شامل تھے۔

اخلاق

آپ مجمع الکمالات بزرگ تھے۔ آپ خلوت پسند تھے۔ غور غشتوی میں محلّہ باطورے میں ایک مسجد میں رہتے تھے جو کہ گھر سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ ہفتہ میں ایک بار گھر آتے تھے۔ نہایت ذہین و فطین تھے۔

آپ بہت بڑے حکیم تھے۔ نہایت ہی با اخلاق انسان تھے اور سخی تھے۔ اپنے شیخ کے عاشق تھے۔ اپنے دو یتیم بھتیجوں کی پرورش باوجود ان کی جائیداد ہونے کے اپنے مال سے کی جن کے نام مولانا عبد الحئی اور علامہ میاں عبد الحق ہیں اور ابتدائی تعلیم بھی خود ہی دی۔ مولانا عبد الحئی

صاحب اکیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ حدیث شریف کے سوا باقی علوم و فنون میں فارغ تھے۔
آپ بہت ذہین اور بڑے عالم تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون○

علمی مقام

حضرت مولانا میاں نور احمد غور غشتوی بہت بڑے عالم و فاضل' استاذ العلماء اور صاحب ولایت تھے۔ منطق و نحو میں گویا بو علی سینا اور سیبویہ تھے۔

مریدین

آپ کو لوگ پیروں کی طرح مانتے تھے۔ غور غشتوی اور تمام علاقہ کے لوگ معتقد تھے۔ بڑے بڑے رؤسا اور امرا آپ کے حلقہ مریدین میں داخل تھے۔ مثلاً

۱- سردار محمد حیات خان والد ماجد سکندر حیات خان وزیر اعظم و گورنر پنجاب رئیس اعظم واہ ضلع راولپنڈی

۲- میرداد خان آف ملک مالہ ضلع اٹک

اولاد

آپ کے ایک فرزند حضرت مولانا میاں عبد الرحمن صاحب ایک زندہ اور چلتے پھرتے ولی تھے۔ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید تھے۔ لاولد فوت ہوئے[۱]

وفات اور مرثیہ

بڑی کوشش اور تلاش کے باوجود آپ کی تاریخ وفات اور مرثیہ جو ان کے ایک شاگرد عالم مولانا عبد الرحمن سلیم خانوی مرحوم نے آپ کی وفات پر لکھا تھا دستیاب نہ ہو سکا۔

---

[۱] مکتوب مفتی محمد نعمان بنام مؤلف از غور غشتی ضلع اٹک۔

مدفن

آپ کا مدفن پاک غور غشتی کے بڑے قبرستان میں ایک چاردیواری میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔

جانشین

آپ کے جانشین مفتی چھچھ حضرت العلامہ مولانا میاں عبدالحق غور غشتی ہیں۔ آپ جید عالم' مناظر اور مدرس ہیں۔ آج کل صاحب فراش ہیں اور اپنے معمولات باقاعدہ ادا فرماتے ہیں۔ بیعت حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

معاصرین

معاصرین میں سے خصوصاً حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے خصوصی مراسم تھے۔ علاقہ چھچھ کے علماء و مشائخ برادران طریقت سے بھی گہرے مراسم تھے۔ جن میں حضرت مولانا سید امیر شاہ گیلانی نور پوری' قاضی فیض احمد چھاچھی' میر احمد شاہ نواحی شمس آباد وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت مولانا سلطان محمود سدوالی

ولادت اور خاندان

آپ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء موضع سدوال ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حافظ اللہ یار قادری تھا جو راجپوت (چھبر موہیال/Chhibber Muhial) قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب شاہ سلیمان قادری بھلوالی سے ہوتا ہوا باوا پراگا بن راجہ گاؤتاما سے جا ملتا ہے۔

واضح رہے کہ آپ کے جد امجد باوا پراگا نے کریالہ (چکوال) کی بنیاد رکھی تھی۔ جبکہ ان کے والد راجہ گاؤتاما جو تھریک (چکوال) کے حکمران تھے۔ اپنی فوجوں کے ہمراہ بہلول لودھی (۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۹ء) کے زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے گئے۔ سکھوں کے دور میں مہتاسوخانند' چھبر موہیال آف کالا (جہلم) گورنر پنجاب رہے ہیں۔[1]

حضرت مولانا سلطان محمود سدوالی کا تعلق ایک بہت بڑے زمیندار گھرانے سے تھا مگر اس ڈر سے کہ کہیں میری اولاد دنیاپرستی میں مبتلا نہ ہو جائے' موضع جنگا (چکوال) کے قریب اپنی ۱۷۵ ایکڑ زمین پر سے رضاکارانہ طور پر قبضہ ختم کر دیا۔ موضع سدوال کے شمال میں برساتی نالہ کے پار کا خطہ زمین آپ کے قبیلہ چھبر کے نام سے ہی مشہور ہے۔

نسب نامہ

---

[1] A glossary of the tribes and castes of the Punjab and north-West frontier Province.
by
Sir Denzil Ibbetson
Sir Edward MacLagon and
H. A. Rose, Vol.III, Page No. 134.

حضرت مولانا سلطان محمود سدوالی رحمتہ اللہ علیہ کانسب نامہ اس طرح ہے :
مولانا سلطان محمود بن حافظ اللہ یار بن شیخ بلند بن مبارک بن حبیب اللہ بن حمزہ بن محمد آفتاب بن تاج محمود بن شیخ سخی محمد سلیمان نوری حضوری قادری بن باوا چرن سنگھ بن گربخش سنگھ بن دیوان صاحب چند بن دیوان لکھی داس بن دوارکا داس بن باوا پراگا بن گاؤتاما[1]

والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت حافظ اللہ یار قادری رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔خدا رسیدہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی کتب اب بھی ان کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔یہ کتابیں حدیث شریف ‘تفسیر‘سیرت ‘فقہ ‘تصوف اور تاریخ پر مشتمل ہیں۔

تعلیم

آپ نے علوم متداولہ اور حدیث شریف کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت حافظ اللہ یار قادری سے حاصل کی۔

بیعت و خلافت

آپ نے غالباً ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت معلیٰ میں حاضری دی اور شرف بیعت حاصل کیا۔زیادہ عرصہ سیال شریف میں مقیم رہے۔ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے ارادت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بہت محبت تھی۔ اکثر سیال شریف حاضر ہوتے تھے اور یہ حاضری پاپیادہ ہوتی تھی۔حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ پر بہت مہربان تھے۔

---

[1] فراہم کردہ مولانا حافظ عماد الدین نبیرہ مولانا سلطان محمود سدوالی قدس سرہ۔ (مؤلف)

درس وتدریس

خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد اپنے شیخ طریقت کے ارشاد کے مطابق درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔مقامی لوگوں کے علاوہ علاقہ چھچھ' پوٹھوار اور راولپنڈی کے کئی لوگ آپ کے علم سے مستفید ہوئے۔آپ جملہ علوم درسیہ کی تعلیم دیتے تھے۔

تلامذہ

جن تلامذہ کا علم ہو سکا ان کے نام یہ ہیں :

۱- حضرت مولانا غلام رسول سدوالی (پسر)

۲- حضرت مولانا محمد نور سدوالی (پسر)

۳- حضرت مولانا سید رسول موضع موہڑہ قاضی ضلع چکوال

۴- حضرت مولانا عبدالعزیز موضع بھون ضلع چکوال

حلیہ اور لباس

آپ کا قد میانہ' چہرۂ مبارک سفید اور نورانی اور پیشانی کشادہ' سر کے بال گنجان' گھنگھریالے اور لمبے تھے۔داڑھی گھنی اور شرع کے مطابق تھی۔سفید لباس زیب تن فرماتے جو چادر' کرتے اور عمامہ مع ٹوپی پر مشتمل ہوتا تھا۔

معمولات و اخلاق

آپ کا درس وتدریس کے علاوہ تلاوت قرآن پاک' نوافل اور اوراد و وظائف چشتیہ میں اکثر وقت گزرتا تھا۔اکثر روزہ رکھتے تھے۔شریعت مطہرہ پر سختی سے پابندی فرماتے تھے۔آپ کم گو' شیریں کلام اور عاجزی و انکساری کا پیکر تھے۔اپنے شیخ کامل کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔شہرت پسندی سے نفرت تھی۔اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

طلبہ' مساکین اور مسافرین سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کی حاجات پوری فرماتے تھے۔ فارغ اوقات میں دینی کتب اپنے دست مبارک سے لکھتے تھے۔بہت خوش نویس تھے۔ قلمی نسخہ جات ہنوز درست حالت میں موجود ہیں۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱- وظائف چشتیہ (قلمی) مکتوبہ ۱۲۹۰ھ
۲- مرقع شریف (قلمی) مکتوبہ ۱۲۹۶ھ
۳- کشکول شریف (قلمی) مکتوبہ ۱۳۰۳ھ
۴- الرسالتہ بنور وحدۃ مصنفہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی للمرید الاعز حضرت سید محمد گیسو دراز (قلمی) مکتوبہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ
۵- علم الوقوف فی القرآن 'نسخہ سجاوندی' قرآن شریف کے وقف اور وصل کے موضوع پر صدر الاسلام امام زمان ابو جعفر بن طیفور السجاوندی (قلمی) مکتوبہ ۱۳۰۷ھ وغیرھم۔

کرامات

موضع سدوال کا ایک شخص مسمی محمد خان ولد جہان خان شہون جہلم جیل میں تھا۔ اپنی رہائی کے لئے ایک بار حضرت مولانا سلطان محمود کو یاد کیا کہ اللہ کے مقبول بندے میرے لئے دعا کرو۔ دن کو یاد کیا اور دوسرے روز بری ہو گیا۔ جب گاؤں کے قریب پہنچا تو حضرت مولانا سلطان محمود اپنی زمین جو رقبہ چھبر کے نام سے موسوم ہے میں بیٹھے درس و تدریس میں مصروف تھے۔ حاضر خدمت ہوا اور کچھ کہنے والا تھا کہ آپ نے اشارے سے منع فرما دیا۔

آپ کی زوجہ محترمہ مسماۃ بہشت بی اکثر رات کو آپ کے کمرہ میں چمکدار روشنی اور گفتگو کی آواز سنا کرتی تھیں۔ روحانی حضرات کی آمد و رفت تمام رات رہتی۔ دریافت کرنے پر آپ اپنی زوجہ کو فرماتے کہ ان باتوں کو چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے سو جاؤ۔

آپ کی زمین سے کوئی شخص رات کے وقت لکڑی اور گھاس وغیرہ نہیں کاٹ سکتا تھا۔ آپ کے گھر چنبیلی کا پودا تھا۔ رات کو جو شخص پھول توڑنے کے لئے آتا تو اندھا ہو جاتا تھا۔

جب آپ کے وصال شریف کا وقت قریب آیا تینوں بڑے بیٹوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ تو ہم سے جدا ہو رہے ہیں ہماری تکلیف اور فریاد کون سنے گا؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ آپ کو کوئی آدمی تکلیف نہیں دے سکے گا بشرطیکہ آپ اپنی زبان سے کچھ نہ بولنا۔ آگے میں جانوں اور دو جانے۔

وصال اور مدفن

وصال شریف سے دو روز قبل بخار میں مبتلا رہ کر ۲۹ ربیع الثانی ۷۱۳۰ مطابق ۶ ستمبر ۱۸۹۹ء

بروز پنجشنبہ بوقت سحر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ نماز جنازہ آپ کے پسر کلاں حضرت مولانا غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ مزار پر انوار موضع سدوال میں مرجع خلائق ہے۔ پختہ مزار بنا ہوا ہے۔ مؤلف آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوا ہے۔ بہت لطف اور سرور حاصل ہوا۔ جنابہ بخت بانو صاحبہ مریدہ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کی آرامگاہ بھی اسی قبرستان میں ہے۔ موصوفہ ولیہ کاملہ تھیں۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند اور دو صاحبزادیاں عطا کیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱- حضرت مولانا غلام رسول سدوالی
۲- حضرت مولانا محمد نور سدوالی
۳- حضرت مولانا سید رسول سدوالی
۴- حضرت مولانا مفتی غلام محمد سدوالی
۵- غلام فاطمہ
۶- جنت خاتون

آپ کے صاحبزادگان والا تبار جید عالم اور ولی اللہ تھے۔ اول الذکر دونوں کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ مولانا سید رسول کی بیعت حضرت ثانی لاثانی سیالوی اور مولانا غلام محمد کی بیعت حضرت اعلیٰ گولڑوی سے تھی۔

عرس مبارک

آپ کے صاحبزادگان اپنی حیات میں سالانہ عرس پاک کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

جانشین

آج کل آپ کے پوتے مولانا حافظ عماد الدین مدظلہ آپ کے جانشین ہیں۔ بڑے نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ حافظ صاحب دراز قد، نورانی چہرہ، متشرع گھنی ریش، مضبوط جسم، کشادہ پیشانی، چادر اور کرتہ میں ملبوس بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ بڑے مہمان نواز اور بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔

حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی

ولادت اور بچپن

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی طبیعت گوشہ نشینی اور ترک دنیا کی طرف مائل تھی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی فارسی کتب حضرت مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی بیربلوی رحمتہ اللہ علیہ ساکن بیربل شریف ضلع سرگودھا سے پڑھیں۔ اس کے بعد ملتان[1] دہلی، لکھنؤ اور رامپور[2] کے مدارس میں علوم متداولہ کی تحصیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

حیات عزیز کا مؤلف لکھتا ہے:

آپ نے ظاہری اور باطنی علوم کے حصول میں محنت شاقہ برداشت کی تھیں۔ بچپن میں اپنے صاحب حال اباجان کے زیر تربیت رہے۔ پھر انہی کے ایماء پر دور دراز کا سفر اور غریب الوطنی اختیار کی اور ہندوستان کی اس وقت کی معروف درسگاہوں دہلی اور لکھنؤ وغیرہ سے منسلک رہ کر اسناد فضیلت حاصل کیں۔[3]

کوائف دور طالب علمی

دوران تعلیم اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے تھے۔ قیام دہلی کا

---

[1] انوار شمسیہ، صفحہ ۱۴۴۔
[2] مرقع قلندر مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۸۵ء، صفحہ ۵۹۔
[3] حیات عزیز، صفحہ ۲۱۔

ایک واقعہ مولوی ممتاز علی ایم اے ساکن چکوال اپنے تایا فقیر غلام محمد مرحوم[1] کی زبانی اس طرح لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ نصیرالدین چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا کہ میں جب دہلی میں علم دین پڑھنے کے لئے کچھ عرصہ مقیم رہا تو ان دنوں وہاں ایک مجذوب صاحب رہتے تھے۔ میں جب سبق پڑھ کر اپنے ڈیرہ پر واپس آیا کرتا تو اکثر ان کے پاس آکر کئی کئی گھنٹے کھڑا رہتا۔ ایک روز وہیں ان کے پاس کھڑے کھڑے کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے فرمایا: "او مولوی میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اور خود وہاں سے اٹھ کر شہر سے باہر جنگل کی طرف چل دیئے' میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا حتیٰ کہ ہم دونوں شہر سے دور باہر ویرانے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد تھی۔ اس کے اندر جاکر فقیر صاحب نے غسل کیا۔ غسل کے بعد مجھے فرمایا کہ "مجھے چادر دے دو"۔ میں نے چادر پیش کردی۔ وہ چادر لپیٹ کر صحن مسجد میں بیٹھ گئے۔ مجھے اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں بیٹھ گئے تو فقیر صاحب نے فرمایا میری طرف دیکھو۔ میں نے جب ادھر نگاہ کی تو انہوں نے "لا الہ" بلند آواز کہا اور غائب ہوگئے حتیٰ کہ صبح کی اذان سے پہلے "الا اللہ" کی آواز آئی اور وہ سامنے موجود نظر آئے۔ میں بھی تمام رات اسی کیفیت میں ذوبا رہا۔ صبح کے وقت وہ مجھے لے کر پھر شہر کی طرف چلے آئے اور اپنی جگہ پر اسی طرح آکر بیٹھ گئے۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے پھر اسی مسجد میں لے گئے۔ غسل کے بعد صحن میں حسب سابق بیٹھ کر "لا الہ" کی ضرب کھینچی تو فقیر اور میں دونوں غائب ہوگئے حتیٰ کہ صبح صادق کے قریب ان کے "الا اللہ" کی ضرب لگانے پر پھر دونوں موجود۔ تیسری دفعہ جب مجھے پھر لے گئے اور "لا الہ" کی ضرب کھینچی تو فقیر صاحب میں خود زمین و آسمان ہر چیز غائب ہوگئی اور "الا اللہ" کی ضرب پر صبح صادق کے وقت پھر سب کچھ موجود۔[2]

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی فرماتے تھے : حضرت[3] اعلیٰ غریب نواز نے کبھی ہمیں

---

[1] جب آپ جماعت ہشتم کے متعلم تھے تو آپ نے گھر والوں کو بتائے بغیر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت کرنے کے لئے پیدل سفر کیا۔ کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد جب سیال شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت کا وصال ہوچکا ہے۔ اسی غم میں آپ کو تپ چڑھ گیا۔ حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے ان سے بیعت لی اور حضرات چاچڑ شریف کے سپرد کر دیا۔ آپ نے بہت مجاہدے اور چلے کاٹے۔ (مکتوب مولوی ممتاز علی بنام مؤلف مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء از چکوال)

[2] بیاض قلمی مرتبہ مولوی ممتاز علی ایم اے صفحہ ۱۰' ۱۱' ۱۲۔

[3] خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی قدس سرہ۔ (مؤلف)

پیار سے نہ بلایا۔نہ اپنے پاس بٹھایا۔بس دور ہی دور رکھا۔فرمایا کرتے اگر میں نے ان سے پیار اور محبت کی تو یہ بگڑ کر صاجزادے بن جائیں گے۔میں انہیں صاجزادے بنانا نہیں چاہتا۔جب ہم دونوں بھائیوں کو آپ پیربل شریف حضرت استاذ مولانا غلام مرتضیٰ صاحب نقشبندی مجددی کی خدمت میں پڑھنے کے واسطے چھوڑنے کے لئے گئے تو ان سے فرمایا کہ مولوی صاحب!

انہیں کچھ فارسی کی کتابیں اور کچھ طہارت کے مسائل پڑھا دیں' باقی میں انہیں خود سنبھال لوں گا۔

حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب نے تمام علوم دین کی تکمیل فرمائی [۱]

بیعت و خلافت

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد شخصیت میں وہ جلا پیدا ہو چکی تھی جو ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کا خاصہ ہے لیکن ابھی باطنی تربیت باقی تھی۔آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔سلوک کی منازل والد ماجد قدوۃ العاشقین حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی اور حضرت خواجہ سیالوی سے طے کیں۔حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو خرقہ خلافت ارزانی فرمایا تھا۔[۲]

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے غایت درجہ محبت تھی۔اپنے شیخ کامل کے وصال شریف کے بعد حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی سے بھی فیض اٹھایا۔آپ کے ساتھ سایہ کی مانند رہے۔سفر و حضر میں آپ سے جدا نہ ہوئے۔حضرت ثانی لاثانی سیالوی بھی آپ پر بہت مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔

مؤلف جذبات سعید کا بیان ہے:

ایک دفعہ حضرت ثانی سیالوی چاچڑ شریف تشریف لے گئے۔حضرات چاچڑوی (مولانا محمد نصیر الدین اور مولانا عبد العزیز قلندر کریم) حضور کی پیشوائی کے لئے آگے سے آ رہے تھے۔ہر دو

---

[۱] ایضاً' صفحہ ۶۵' ۶۶۔
[۲] انوار شمسیہ' صفحہ ۱۷۹' حیات عزیز' صفحہ ۴۲۔

صاحبان دست بستہ آگے آگے نشہ محبت میں جھومتے جھومتے جادۂ پیا تھے اور ان کے پیچھے قوال مرحبائیہ قوالی کرتے آتے تھے۔ دونوں صاحبان حضور کی سواری والے اونٹ کی قدم بوسی کے لئے خاک پر جھکے ہی تھے کہ حضور نے ساربان کو فوراً اونٹ بٹھانے کا حکم دیا جس کی تعمیل کی گئی اور حضور نے کجاوہ سے نکل کر دونوں عاشقوں کو معانقہ کا شرف بخشا۔[۱]

سلسلہ رشد وہدایت

عطائے خلافت کے بعد چاچڑ شریف میں خلق خدا کی رہبری اور ارشاد و تلقین میں مصروف ہوئے۔ سیال شریف کے ماسوا کہیں اور آنا جانا موقوف ہو گیا۔ آپ پر استغراق حق اور رجوع الی اللہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ ماسوئی جس میں رشتہ مناکحت بھی شامل تھا کے لئے مدت العمر کوئی گنجائش نہ نکال سکے۔ چاچڑ شریف کے موجودہ دربار میں جانب جنوب ایک حجرہ تھا جس میں آپ شب و روز مصروف یاد الٰہی رہتے تھے اور بہت کم باہر تشریف لاتے تھے۔ مشتاقان زیارت کو وہیں شرف باریابی بخشا جاتا تھا۔

ذوق سماع اور وجد

آپ کا ذوق سماع نہایت پاکیزہ تھا۔ آپ صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ میراں بخش قوال کو بخار ہوا تو حضرت ثانی لا ثانی سیالوی عیادت کے لئے تشریف لائے۔

"محبوب سیال" میں لکھا ہے:

میرو قوال بخار سے تھا کہ آپ تشریف لے آئے اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگے۔ "یہ کیا ہے؟" عرض کیا "ماتھا"۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر استفسار فرمایا: "یہ کیا چیز ہے؟" اس نے عرض کیا "سینہ" پھر اسی طرح جسم کے دیگر حصوں پر ہاتھ رکھتے گئے اور پوچھتے گئے اور وہ جواب دیتا رہا۔ ازاں بعد مسکرا کر فرمانے لگے کہیں سینہ ہے 'کہیں ماتھا' کہیں کچھ 'کہیں کچھ۔ میرو کہاں ہے؟

حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی کو جو درد گردہ سے سخت بے قرار' اس کے قریب ہی چارپائی پر دراز تھے۔ اس بات سے سخت وجد ہوا۔ روتے اور لوٹتے بسمل ہو کر آپ کے قدموں میں

---

[۱] جذبات سعید' صفحہ ۱۰۷۔

اُگرے اور نہایت مضطرب رہے۔ مولوی صاحب موصوف کو اس درد کی شکایت رہتی تھی لیکن زال بعد بیس پچیس سال کے بعد آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اس وقت سے آج تک پھر کبھی مجھے یہ بیماری لاحق نہیں ہوئی۔[۱]

صحبت کے اثرات

آپ کی تعلیمات کا نقطہ عروج یہ تھا کہ مرید جب تک اپنی ہستی کو مرشد کی رضا میں فنا نہ کر دے جادۂ سلوک میں پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ یہی آپ کا شعار تھا اور اس کی تلقین سب ملنے والوں کو فرمایا کرتے تھے۔ آپ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ خود کو مرشد کے رنگ میں رنگنے کی مؤثر ترین تدبیر یہ ہے کہ اس کی پوری پیروی کی جائے اور اس کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ یہ تعلیم آپ بڑے دلنشین اور اچھوتے انداز میں کیا کرتے تھے۔ آپ کا اسلوب دعوت و تلقین دلوں کو موہ لیا کرتا تھا۔[۱] آپ کی صحبت و مجلس میں جو بھی آیا اسی رنگ میں رنگا جاتا۔ آپ کے خادم خاص فقیر حیات محمد ساکن جیتھل تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم بیس پچیس سال تک آپ کی خدمت کرتے رہے۔ مجلس سماع میں جب انہیں وجد ہوتا تو مرغ بسمل کی طرح لوٹ پوٹ ہوجاتے، زمین سے کئی گز اچھل کر زور سے نیچے پٹختے۔ ان کی یہ حالت تادم آخر رہی حالانکہ ان کی عمر اتنی کافی ہوگئی تھی کہ سر اور داڑھی کے سب بال سفید ہوچکے تھے لیکن وجد میں ذرا بھر فرق نہیں آیا تھا بلکہ زیادہ ہی جوش تھا۔ ایک روز دربار شریف کے مغربی بڑے مکان میں رات کے وقت مولوی ممتاز علی، فقیر غلام حیدر مرحوم ساکن بھون ضلع چکوال اور فقیر حیات محمد مرحوم بیٹھے ہوئے تھے۔ مکان چارپائیوں (بچھی ہوئی) سے پر تھا۔ تینوں چارپائیوں پر بیٹھے تصوف و طریقت کی ہی باتیں کر رہے تھے۔ اسی دوران فقیر غلام حیدر مرحوم نے حافظ شیرازی کی یہ غزل گانا شروع کر دی۔

مزن بر دل زنوک غمزہ کہ پیش چشم بیمارت بمیرم

جب اس نے یہ شعر پڑھا: ع

---

[۱] محبوب سبحانی صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵۔
[۲] حیات زندگی صفحہ ۴۴۔

نصاب حسن در حد کمال است زکواتم دہ کہ مسکینم فقیرم

تو فقیر حیات محمد مرحوم کو وجد ہو گیا۔ وہ چارپائیوں کے اوپر ہی سے ایک طرف سے اچھلتے دوسری طرف چلے جاتے۔ پھر دوسری طرف سے اچھلتے' جہاں سے چلے تھے وہیں آجاتے۔ دیر تک یہ کیفیت طاری رہی حالانکہ کوئی خاص خواندہ آدمی نہیں تھے لیکن حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی کی صحبت کے فیض سے یہ چیز حاصل ہوگئی تھی کہ فارسی کے اشعار پر بھی وجد طاری ہو جاتا تھا۔ اللہ اللہ یہ تو خادم کا حال تھا' مخدوم کی حالت و کیفیت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟[۱]

یہی فقیر حیات محمد مرحوم فرماتے ہیں:

مولوی صاحب کی صحبت میں جو بھی آکر بیٹھتا۔ اس پر ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی۔ وہ اس طرح محسوس کرتا کہ اس کا دل و دماغ کیف و سرور سے پر ہو گیا ہے اور وہ اپنی ہستی سے بے خبر ہوتا چلا جا رہا ہے۔[۲]

جناب مولوی ممتاز علی ایم اے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اپنے پیر بھائی مخدوم نور محمد صاحب سے ایک نشست میں ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ جب حضرت قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ (مولانا محمد عبدالعزیز) کے وصال کے بعد پہلی دفعہ چاچڑ شریف گئے تو وہاں ان کی ملاقات ایک شخص ملک وساوا بندیال مرحوم سے ہوئی۔ انہوں نے اپنی زبانی مجھے مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔

"میری بیعت سیال شریف ہے لیکن مجھے وہاں سے اغوا کر کے چاچڑ شریف لایا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک عرس مبارک کے موقع پر حضرت قلندر صاحب اور ان کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ اکٹھے جا رہے تھے۔ میں نے جب مولانا صاحب کو حضرت قلندر صاحب کے ہمراہ جو نہایت عمدہ و نفیس لباس پہنے ہوئے تھے' موٹے جھوٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو گستاخانہ لہجے میں کہا یہ کیسا صاحبزادہ ہے اس کو ذرا دیکھو تو سہی' کیسا لباس پہن رکھا ہے؟ میری گستاخی حضرت مولانا صاحب نے سن لی اور فرمایا تم نے صاحبزادہ دیکھا ہے۔ اچھا تم نے ایک ایسا صاحبزادہ دیکھا ہے۔ اتنی سی بات ہوئی' میں گھر واپس آیا تو رات کو دیکھا کہ مولانا

۱۔ بیاض قلمی' صفحہ ۱۵' ۱۶۔
۲۔ ایضاً' صفحہ ۱۶۔

صاحب میری چارپائی کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہ بیداری تھی یا نیم بیداری یا نیم خوابی کچھ بھی سمجھ لیں مجھ سے تمام رات یہی ماجرا ہوتا رہا۔

صبح میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے کچھ باسی روٹی اور دودھ' لسی مانگی۔ وہ ناشتہ کر کے میں چاچڑ شریف کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجڑ پہنچ کر کشتی کے ذریعے دریا عبور کر کے جب دوسرے کنارے پر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب دریا کے کنارے پر ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ میں نے ان کی قدمبوسی کی اور ان کے ساتھ چاچڑ شریف کی طرف چل دیا۔ دل میں خیال آیا کہ خدا جانے کیسا لنگر ہے اور کھانے کو کیا ملتا ہے؟ لیکن جب وہاں پہنچے تو آپ نے لانگری کو فرمایا: یہ بہت امیر آدمی ہے۔ اسے اچھی روٹی اور دودھ وغیرہ دینا تاکہ خوش ہو جائے۔ اس دن کے بعد میں ہمیشہ ہر سال عرس مبارک پر چاچڑ شریف حاضری دیتا ہوں۔ کبھی ناغہ نہیں کیا۔''

مولوی ممتاز علی صاحب فرماتے ہیں۔ ملک وساوا صاحب کو میں نے بھی ایک دفعہ دیکھا ہے۔ بڑے وجیہ آدمی تھے اور صاحب وجد تھے۔ ان کا وجد ایک مثالی وجد ہوتا تھا۔ ایک ان کا وجد اور دوسرا حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب کے خادم خاص فقیر حیات محمد مرحوم کا وجد' یہ دو وجد میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ کچھ نہ پوچھئے۔[1]

کشف

حضرت مولانا محمد اکبر گوی بھیروی کا بیان ہے :

ابتدائے حال میں ان (مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی) کو بہت تیز کشف شروع ہو گیا اور حاضرین کے (کتنے بھی کیوں نہ ہوں؟) خیالات فرداً فرداً ہوبہو ان پر واضح ہونے لگے۔ بہت گھبرائے' ترک وظیفہ سے علاج کیا مگر مفید نہ ہوا۔ ترک نوافل سے اصلاح کی مگر الٹا اثر ہوا۔ آخر کار دق ہو کر حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی خدمت میں عرض کیا۔ حکم ہوا چند روز مشرکین کے ہاں کھانا کھاؤ۔ تعمیل ارشاد کی۔ ایک ہفتہ کے علاج کے بعد صحت کلی حاصل ہو گئی اور پھر کشف وغیرہ ان کی توجہ پر غالب نہ ہو سکے۔[2]

---

[1] مکتوب بنام مؤلف مرقومہ یکم نومبر ۱۹۸۸ء از چکوال شہر۔
[2] برکات سیال' صفحہ ۲۸۔

عبادت و ریاضت

آپ کی عبادت و ریاضت کے متعلق آپ کے خادم خاص فقیر حیات محمد مرحوم فرماتے ہیں :

آپ نے کوئی بیس پچیس سال تک ہرروز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ نماز عشاء کے بعد آپ تسبیح لے کر چارپائی کے ساتھ پشت مبارک لگا کر مصلّٰی پر ذکر میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ نماز فجر اسی وضو سے ادا فرماتے۔ قبلہ مولوی صاحب کے ساتھ میں بھی تمام رات آنکھوں میں کاٹ دیتا تھا۔ [1]

اس کے علاوہ آپ نے بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔

اخلاق و اطوار

آپ جید عالم اور صوفی تھے۔ اتباع سنت کا بہت خیال رہتا تھا۔ احکام شریعت اور سنت نبوی ﷺ پر پورا پورا عمل تھا۔ عمدہ اخلاق اور عادات رکھتے تھے۔

صاحب ''برکات سیال'' لکھتے ہیں :

خلق سے بے نیاز اور تفرید و تجرید میں کامل تھے ذوق سخن بھی بہت تھا اور زیادہ تر کلام ناز مرغوب طبع تھا۔ سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہے۔ سیال شریف اپنے کمرے میں بیٹھے رہتے تھے۔ باہر کم نکلتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی بھیروی فرماتے تھے کہ ہمیں ان کے درد کا شمہ تک نصیب نہیں ہوا اور ان کے حالات کی ہوا تک نہیں لگی۔ [2]

حلیہ

آپ بہت خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ آئینہ جلال و جمال تھے۔ [3] بقول مولوی ممتاز علی ایم اے آپ کا قد درمیانہ، رنگت گوری، ریش مبارک مقطع اور گھنی، چہرہ نہایت کشادہ اور نورانی اور اعضاء متوسط، آنکھیں غالباً کرنجی اور نیلی نیلی تھیں۔

---

[1] بیاض قلمی، صفحہ ۱۴، ۱۵۔
[2] برکات سیال، صفحہ ۲۷۔
[3] بیاض قلمی، صفحہ ۲۳۔

لباس و خوراک

آپ کھدر کا کرتا اور تہبند اور سر پر سلیٹی رنگ کی پگڑی استعمال فرماتے تھے۔ نہایت سادہ لباس ہوتا تھا۔ آپ کی خوراک بھی نہایت قلیل اور سادہ تھی [1]

حج بیت اللہ شریف

آپ نے ۱۳۲۹ھ میں حضرت مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کی معیت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول مقبول ﷺ کا شرف حاصل کیا۔

علالت اور وصال

آخری سالوں میں حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو بواسیر خونی کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا جو ۱۹۱۶ء کے آغاز سے شدت اختیار کر گیا۔ بالآخر کیم رجب المرجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۱۶ بروز پنجشنبہ کو آپ کا وصال ہوا اور والد ماجد کے دائیں پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

"شد رحمت معدن صدق و صفا" سے تاریخ وفات نکلتی ہے [2]

۱۳ ھ ۳۴

قطعہ تاریخ وصال

حضرت مولانا محمد سعید بھیروی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف جذبات سعید نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

ے

نصیر الدین سے مستے الستے ‍ ‍ کز و شد ملک حق را بند و بستے
دریں خمخانہ صہبائے وحدت ‍ ‍ عجب بدمے فروشے مے پرستے

---

[1] بیاض قلمی صفحہ ۲۳۔
[2] انوار شمسیہ صفحہ ۲۱۳۔

بہ ہمراہی یاراں سفر کردہ سوئے محبوب خود دستے بدستے
عزیزے را سپردہ مسند خود کہ در چاچڑ بدش از قلب لختے
سعید زار گفتا سال وصلش
"زجام وحدت مشہود مستے" [1]
۱۳۴۴ھ

جانشین

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد عبد العزیز المعروف قلندر کریم چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ زیب سجادہ ہوئے۔

---

[1] جذبات سعید صفحہ ۱۵۸۔

حضرت مولانا محمد عبد العزیز قلندر چاچڑوی

ولادت اور بچپن

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی قدوۃ العاشقین خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ بچپن میں ہی آپ سے ایسی کرامات نمودار ہونا شروع ہوئیں جن کی مثال نہیں ملتی۔

آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک دوسرے کو پکڑنے کا کھیل کھیلا جارہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اس کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ آؤ تمہیں سیر کرائیں۔ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ دیکھو اجمیر شریف' وہ دیکھو بغداد شریف حتیٰ کہ مدینہ منورہ تک کی سیر کرادی۔

عالم طفولیت میں آپ نے چند کبوتر رکھ لئے۔ بچپن میں ہی کمال کا یہ عالم تھا کہ کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر فرماتے کہ جو میرے کبوتروں کو دانہ ڈالے گا اس کو دربار رسالت مآب ﷺ کی زیارت ہوگی۔[1]

تعلیم و تربیت

آپ ابھی کمسن تھے کہ آپ کو چاچڑ شریف سے تین چار میل دور بیربل شریف کی معروف تاریخی دینی درسگاہ میں داخل کرادیا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم کے علاوہ دیگر اسلامی علوم متداولہ میں دستگاہ حاصل کرلی۔ یہ سات آٹھ میل کی مسافت روزانہ آپ کو پاپیادہ طے کرنا پڑتی تھی۔ سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لئے نہیں کہ ہو نہیں سکتا تھا بلکہ محض اس لئے کہ آپ محنت و مشقت کے عادی بنیں اور صاحبزادگان کی عمومی افتاد و طبع کے مطابق سہل انگاری کو شعار

---

[1] مرقع قلندر، صفحہ ۲۰۔

نہ بنالیں۔ آپ بیربل شریف میں پورے شغف و انہماک سے زیر تعلیم رہے اور ظاہری علوم کی صورت میں جو کچھ حاصل کیا وہیں سے کیا اگرچہ آپ کے استاد حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہ جامع شریعت و طریقت تھے مگر آپ نے حسب منشاء والد بزرگوار ان سے صرف عربی اور فارسی کی مہارت کے ذریعے احکام شریعت سے آگاہی حاصل کی۔[1]

کوائف دور طالب علمی

بیربل شریف کے گرد و نواح میں ایک کنواں تھا جہاں سے آپ روزانہ گزرا کرتے تھے۔ ایک روز وہاں پہنچ کر آپ نے پیاس محسوس کی اور ایک عورت سے جو وہاں پانی بھرنے میں مصروف تھی پانی مانگا لیکن اس نے لیت و لعل سے کام لیا۔ اس سے بے اختیار اس کے حق میں آپ کی زبان مبارک پر ایک وعید جاری ہوئی جو فوراً پوری ہوگئی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع آپ کے والد ماجد کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو بلوا کر قبل از وقت اظہار کرامت سے باز رہنے کی تاکید فرمائی۔[2]

جتنا عرصہ آپ بیربل شریف زیر تعلیم رہے آپ نے اپنے استاد گرامی کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

بیعت و خلافت

بچپن میں والد گرامی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بیعت کروا دیا تھا۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ کا بیان ہے:

حضرت مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی نے مجھے بتایا کہ میں بچپن میں حضرت خواجہ سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ سیالوی کو پنکھا کرنے لگا تو آپ نے

---

[1] حیات عزیز صفحہ ۳۵، ۳۶۔

[2] ایضاً صفحہ ۳۶۔

نوٹ۔ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہوکر بیربل شریف میں مسند تدریس بچھائی اور ہزارہا طلباء آپ سے فیض یاب ہوئے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ کو وصال فرمایا۔ مزار پرانوار بیربل شریف میں مرجع خلائق ہے۔ مؤلف زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ (مؤلف)

جھٹ سے میرے ہاتھ سے پنکھا کھینچ لیا اور فرمایا کہ لوگ تجھے پنکھا کرتے ہیں اور تو مجھے پنکھا کرنے لگا ہے؟ جس سے میری ہتھیلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنا ہاتھ ہلاتے تھے تو کٹ کٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔

آپ نے منازل سلوک والد ماجد اور حضرت خواجہ سیالوی کی زیر نگرانی طے کیں۔ والد ماجد کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سیالوی نے دستار خلافت عطا فرمائی۔

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے شیخ کامل سے حد درجہ عقیدت اور محبت تھی۔ اپنے شیخ کامل کے وصال کے بعد بھی سیال شریف کی حاضری ناغہ نہ کی۔ حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے تھے اور آپ کی مجالس سے فیض یاب ہوتے تھے۔

صاحبزادگان والا تبار سے ادب اور تعلق مثالی تھا حتیٰ کہ سگان کوئے یار کی خدمت اور احترام کو واجب گردانتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس پاک پر حاضری کے بعد ۲ ربیع الاول شریف کے عرس پاک تک سیال شریف قیام پذیر رہتے تھے اور چالیس نمازیں ادا کر کے واپس چاچڑ شریف تشریف لاتے تھے۔ سیال شریف عرس مبارک کے موقع پر آپ لنگر شریف کے انچارج ہوتے تھے اور لنگر شریف کا سارا کام آپ کے ذمہ ہوتا تھا اور تادم آخر اس ڈیوٹی کو بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔[1]

شیخ کی نوازشات

حضرت خواجہ سیالوی کی آپ پر از حد نظر کرم تھی۔ حضرت خواجہ مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی اپنے والد ماجد کے وصال شریف کے بعد سخت بخار میں مبتلا ہوگئے۔ طبیبان حاذقین نے متفق ہو کر تپ دق بتایا۔ آخر گھبرائے ہوئے سیال شریف حاضر ہوئے۔ مائی بانو نے آپ کی بیماری اور عارضہ کا حال حضرت خواجہ شمس العارفین کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ نے نہایت شفقت و

---

[1] راوی صاحبزادہ غلام ریاض الدین مخدوم چاچڑوی چاچڑ شریف۔

مہربانی سے آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو کہاں ہے بخار؟ اس کے دل میں تو صرف محبت کا اضطرار ہے جس سے یہ آشفتہ لیل و نہار بے قرار ہے۔[1]

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کو شروع سے ہی حضرات چاچڑوی کے ساتھ خاص تعلق اور روحانی محبت تھی جو حضرت خواجہ سیالوی کے عاشق صادق اور خلفاء برحق تھے۔ حضرت ثانی لاثانی سیالوی اکثر چاچڑ شریف تشریف لے جاتے تھے اور حضرات چاچڑوی شاد کام اور بامراد ہوتے تھے۔

[2]

مؤلف جذبات سعید لکھتے ہیں۔

مولانا عبد العزیز چاچڑوی فرماتے تھے کہ حضرت ثانی لاثانی سیالوی چارپائی پر دراز تھے کہ مجھے نیچے جھکنے کا اشارہ فرمایا اور مجھے کان میں رازدارانہ طور پر فرمایا کہ ''جو کچھ ہے 'پیر ہی پیر ہے۔'' [3]

مؤلف جذبات سعید چاچڑ شریف کی ایک حاضری کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی چاچڑ شریف میں مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے عرس مبارک پر تشریف لے گئے اور اس سفر میں حضرت مولانا مولوی محمد ذاکر بگوی اور ہم غلام بھی شرف ہمرکابی سے مشرف تھے۔ چاچڑ شریف میں ختم شریف کے بعد محفل سماع میں مولانا چاچڑوی کے غلاموں اور دیگر حاضرین میں وہ گرمی وجد و طرب کی تھی کہ معززین صوفیہ سے لے کر عام زمیندار تک مجلس میں چکر کھا کھا کر حضرت غریب نواز کے مبارک قدموں پر گر رہے تھے۔ دو آدمی یعنی مولوی احمد دین خادم روضہ شریف اور اللہ دتہ خواجہ کپڑا پکڑے ہوئے حضرت کریم کے آگے کھڑے تھے تاکہ قدموں میں گرنے والوں کی وجہ سے حضور کو تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ آخر میں یہ حالت ہوگئی کہ کپڑا پکڑنے والوں کے ہاتھ سے کپڑا چھوٹ کر گر گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حاضرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس پر رقت طاری نہ ہوئی ہو۔ نیاز مند بالکل مبتدی اور نو وارد تھا اور سخن کے مضمون سے

میں تو بھوبن باں نہ شہزادی تائیوں خان بس کیتی نہ آزادی
پھر آ ھوج بھرس دی وچ وادی ہوتاں لٹیاں نال مکر جادو

---

[1] انوار شمسیہ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰۔
[2] جذبات سعید صفحہ ۶۸۔
[3] جذبات سعید صفحہ ۳۔

سے بے خبر تھا لیکن بے اختیار میرے آنسو بھی جاری تھے۔[۴۱]

صاحب زادہ محمد بدر الدین سیالوی سے تعلق خاطر

حضرات سیالوی کا حضرت خواجہ مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی کے خاندان سے وہ تعلق ہے جو پیری مریدی سے گزر کر یگانگت و اخوت تک پہنچ گیا ہے۔[۴۲]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی آپ کو چچا جان کہہ کر پکارتے تھے۔

مصنف "حیات عزیز" لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم مولانا عبد العزیز چاچڑوی کو خاندان حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے ایک چشم و چراغ حضرت قلندر مدار صاحبزادہ محمد بدر الدین سیالوی قدس سرہ سے خصوصی تعلق خاطر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے شیدائی تھے۔ جب کبھی ملتے تو یوں ملتے جیسے برسوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں اور گھنٹوں باہم دگر راز و نیاز کی باتوں میں مصروف رہتے۔ آنجناب کی آخری علالت میں جب صاجزادہ صاحب مزاج پرسی کے لئے نصیر آباد (چاچڑ شریف) پہنچے تو آپ کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ آپ نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تو صاجزادہ صاحب نے بے قرار ہو کر فرمایا: آپ کی دائمی جدائی کا تصور ہی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ گھبرائیے نہیں۔ میں آپ سے ملتا رہوں گا۔ خواب کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے اس سے تو بے قراری اور بڑھے گی۔ آپ نے باوصف انتہائی نقاہت قدرے جوش میں آ کر فرمایا۔ میں آپ کے دادا ابا (حضرت خواجہ شمس العارفین) کو ضامن ٹھہرا کر عہد کرتا ہوں کہ آپ سے اسی طرح ملتا رہوں گا جیسے حیات ظاہری میں ملتا ہوں۔ آپ نصیر آباد تشریف لا کر روضے کے اندر تنہا آئیے گا۔ صاجزادہ صاحب کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے بعد میں نے ایک دو بار اس ہدایت پر عمل کیا اور آپ کو انتہائی صادق العہد پایا ہے۔ رہی یہ بات کہ ان ملاقاتوں میں کیا باتیں ہوئیں تو یہ محرمان راز کے مابین راز

---

[۴۱] ایضاً صفحہ ۲۸، ۲۹۔
[۴۲] برکات سیال صفحہ ۳۶۔

ہے جسے سربستہ رکھنا لازمی ہے۔ [1]

معمولات اور ذکر و اذکار

باوجود اس کے کہ آپ ہمہ وقت کیف و وجدان میں رہتے تھے مگر پھر بھی شریعت کا یہ التزام تھا کہ باقاعدگی سے صوم و صلواۃ، تہجد، اشراق، اوابین اور چشتیہ لات وظائف چشتیہ ادا فرماتے۔ [2] ابتدائے سجادگی سے لے کر تادم وصال ہر سال رمضان المبارک میں عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی یعنی ہر نماز تراویح کے بعد آپ ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ نماز فجر ادا کر کے پھر استراحت فرماتے۔ سردیوں کی لمبی تنہائی کی راتیں ذکر الٰہی میں بیٹھے بیٹھے گزاریں اور اس مبارک مہینہ کی مبارک راتوں میں سے ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھا۔ [3]

"لا الہ الا اللہ" کا ذکر اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر سانس کے ساتھ جاری رکھا۔ کچھ دن یہی ذکر حبس دم کے ساتھ بھی کیا تھا لیکن جب جسم کے تمام سوراخوں سے خون جاری ہو گیا تو پھر چھوڑ دیا۔ [4]

مجاہدہ و ریاضت

آپ کا مجاہدہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے عرصہ سینتیس سال تادم آخر گندم یا گندم کی بنی ہوئی کوئی چیز تناول نہیں فرمائی بلکہ آخری دس سال میں تو خوراک بالکل کم ہو گئی تھی اور گھٹتے گھٹتے لقمے سے بھی کم رہ گئی تھی۔ [5]

چنانچہ اپنے مکتوب بنام حافظ عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خداوند کریم تمہاری منزل کو صحیح و سلامت سرانجام فرمائے گا اور شر شیطان سے بچائے گا۔ میں نے ۷ رمضان المبارک کو کچھ کم پورے سینتیس سال کے بعد گندم کی روٹی کھانی شروع کی

۱۔ حیات عزیز، صفحہ ۹۱، ۹۲۔
۲۔ مرقع قلندر، صفحہ ۶۱۔
۳۔ بیاض قلمی، صفحہ ۱۴۔
۴۔ ایضاً، صفحہ ۷، ۸۔
۵۔ مرقع قلندر، صفحہ ۶۱، ۶۲۔

ہے۔ حضور سے حکم ہوا تھا' چنانچہ اب کھا رہا ہوں [1]۔

مولوی ممتاز علی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں :

مخدوم نور محمد چشتی سے ایک مجلس میں ایک دن ذکر قلندر صاحب (مولانا محمد عبد العزیز چاچڑوی) ہو رہا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب آپ چو آسیدن شاہ میں حضرت سیدن شاہ شیرازی کے روضہ مبارک کے بالکل سامنے خیمے لگا کر موسم گرما گزار رہے تھے اور میں اس وقت مڈل سکول چو آسیدن شاہ میں بطور مدرس متعین تھا تو ایک روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مخدوم صاحب کوئی اچھی سی بات سنائیں۔ میں نے حضرت بازید بسطامی قدس سرہ کا ایک واقعہ عرض کیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کوئی "تن ورتی" ارشاد فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا مزاج بدل گیا لیکن پھر مہربانی فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک بات تمہیں بتاتا ہوں۔ ایک شب مجھے حضرت خواجہ شمس العارفین کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا "گندم کھانا چھوڑ دو" چنانچہ میں نے گندم کی روٹی کھانی چھوڑ دی اور باجرہ کی روٹی کھانا شروع کر دی۔ یہ مجاہدہ سینتیس سال جاری رہا۔ ۳۷ سال کے بعد پھر آپ نے مجھے گندم کی روٹی کھانے کی اجازت عطا فرمائی [2]۔

ذوق سماع

آپ سماع کو بطور غذا سنا کرتے تھے لیکن صحت لفظی کا بے حد اہتمام ہوتا تھا۔ اگر قوال سے کوئی زیر زبر کی غلطی ہو جاتی تو آپ کی طبع مبارک پر بے حد گراں گزرتا۔ آپ صرف مجالس میں سماع سننے کے علاوہ عجیب طرح سے سماع سنا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں قوال آپ کے ساتھ رہتے اور جب حکم ہوتا وہ خواہ رات کے دو بجے ہوں یا دن کا کوئی وقت مزامیر لے کر حاضر ہوتے اور آپ تن تنہا بیٹھ کر ہی سماع سنتے۔ سماع کو عام انداز میں سننا بھی کبھی پسند نہ فرمایا بلکہ باوضو ہونا' سر برہنہ نہ بیٹھنا' باادب اور تخلیہ میں خوشبو دار لوبان دھکا کر اور اول و آخر قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ ہمیشہ سماع سنتے تھے [3]۔

آپ اکثر قوالوں کو جھڑک کر فرمایا کرتے کہ کم بختو! مجھے کچھ سنایا کرو یعنی قوالی کیا کرو کیونکہ یہ

---

[1] مکتوب گرامی مولانا محمد عبد العزیز بنام حافظ عبد الرحمن محررہ از چاچڑ شریف۔
[2] مکتوب مولوی ممتاز علی ایم اے بنام مؤلف مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۸ء از چکوال۔
[3] مرقع قلندر' صفحہ ۶۲' ۶۳۔

میری روح کی غذا ہے۔ اگر مجھے غذا نہ ملے تو میں بیمار پڑ جاتا ہوں اور اگر بیمار ہو جاؤں تو یہ غذا ملنے پر تندرست ہو جاتا ہوں۔ سب بیماریاں چھوڑ جاتی ہیں۔ شروع شروع اور عمر کے وسط میں آپ پر سماع سے بہت وجد طاری ہو جاتا تھا لیکن عمر کے آخری ایام میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ جب قوالی شروع ہوتی تو حضور اپنے قلب مبارک کی طرف متوجہ ہو جاتے' قوالی ہوتی رہتی اور آپ اسی طرح مراقب ہو کر سنتے رہتے۔ خوش الحانی سے از حد لگاؤ تھا۔[1]

ایک مرتبہ سیال شریف میں بنگلہ مبارک میں محفل سماع منعقد ہوئی اور قوالوں نے پنجابی کی یہ نعت گائی : ع

دے خبر عرب دی واہے نی شاہ عربی کیوں چر لائے نی

مولوی عبدالعزیز چاچڑوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو سخت وجد ہوا' داڑھی کے بال بالکل آگے کو سیدھے کھڑے ہو گئے اور آنکھیں انگار برسانے لگیں۔[2]

اخلاق و اطوار

بموجب حدیث قدسی تصوف خود کو صفات الٰہی سے متصف کرنے کا نام ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی اس زینے سے مکارم اخلاق کی انتہائی بلندیوں پر پہنچے تھے۔ آپ میں وہ خودی بدرجہ کمال موجود تھی جو تقدیر کی تابع نہیں ہوتی۔ بلکہ تقدیر کو اپنی مرضی کے روپ میں ڈھالنے پر قادر ہوتی ہے لیکن جو خودی تکبر اور تفاخر سے تعبیر کی جاتی ہے اس کا شائبہ بھی آپ میں موجود نہ تھا۔ آپ میں شان بے نیازی تھی مگر صبر و توکل اور تسلیم و رضا کے ساتھ' ایک مرتبہ آپ کی محفل سماع میں کسی قوال نے حضرت بیدم شاہ وارثی کی ایک غزل کا مصرع یوں پڑھا : ع

ہر اک جفائے دوست پہ شکرانہ چاہئے

مصرع اگرچہ درست تھا مگر ادائے تسلیم و رضا کو گوارا نہ ہوا۔ فرمایا : یوں پڑھو اور قوال کو سر تسلیم خم کرنا پڑا : ع

ہر اک ادائے دوست پہ شکرانہ چاہئے

آپ میں خلوص تھا' وہ خلوص جو نمود و نمائش اور ریا کی آلائشوں سے پاک ہو' آپ

---

[1] بیاض قلمی' صفحہ ۵۱۔
[2] محبوب سیال' صفحہ ۸۸' ۸۹۔

صداقت شعار اور صداقت پرست تھے۔

آپ آنے جانے والوں سے عام اس سے کہ وہ کسی مرتبے یا مقام کے ہوں' نو وارد ہوں یا پرانی جان پہچان کے' حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ جو آتا تھا اس سے بڑے تپاک سے ملتے۔ اس تپاک میں بسا اوقات معانقہ بھی شامل ہوتا۔ ہر ایک سے اس کے مسائل کرید کرید کر دریافت فرماتے۔ یہی نہیں بلکہ چٹکی بجانے میں وہ مسائل حل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ مہمانوں کے آرام و آسائش کے متعلق خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اسی طرح جانے والوں کو بھی بڑی شفقت سے رخصت فرماتے۔ کوئی شخص رخصت ہونے لگتا تو بالعموم یہ شعر پڑھتے :ے

مرحبا اے سوار یغمائی دل ما می بری بر عنائی

اور دونوں طرف جدائی کا ایک دیگر سماں بندھ جاتا۔

خوش خلقی اور شگفتہ طبعی کا یہ عالم تھا کہ جس نے آپ کی ایک آدھ جھلک دیکھی وہ آپ کا والہ و شیدا ہو گیا۔ جس کو کچھ دیر آپ کا دیدار میسر آیا آپ کا ہی ہو رہا اور جس کو آپ کی عالم آشوب محفل نصیب ہوئی وہ اس کی رنگینیوں میں کھو گیا[1]

صاحب ''برکات سیال'' لکھتے ہیں :

آپ پر سکر کی حالت زیادہ رہتی ہے۔ ۲۵ سال اناج نہیں کھایا۔ صرف دو پیالہ چائے پر گزارہ تھا اور شاید اب بھی یہی حال ہے۔ دیوانگی کے عالم میں اکثر جنگلوں میں قیس کے ہمنوا رہے لیکن آنکھ کوئے سوئے سیال لگی رہی۔ رند مزاج اور لاابالی طبیعت کے باوجود ملنسار' خوش مذاق اور رنگین طبع ہیں۔ سماع سے رغبت ہے۔ اس قدر شگفتہ مزاج ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید انہیں قبض سے کبھی سابقہ نہیں پڑا[2] بڑے عالی ظرف اور وسیع المشرب بزرگ تھے۔ آپ ہر شخص سے بلا لحاظ مشرب و ملت ازحد رواداری' شفقت اور محبت سے ملتے تھے۔

نفاست پسندی

آپ کے ذوق نفاست پسندی کا معیار بہت بلند تھا۔ دربار شریف میں آپ کی نشست کا کمرہ ملحقہ مہمان خانے' باغ اور صحن ہر وقت آئینہ بنے رہتے تھے۔ کمرہ خاص نفیس قطعوں' طغروں اور

---

[1] حیات عزیز' صفحہ ۵۰۔

[2] برکات سیال' صفحہ ۲۸۔

آیات کریمہ کے دیدہ زیب مرقعوں سے آراستہ و پیراستہ رکھا جاتا تھا۔ باغ کی دیکھ بھال خاص دقت نظر سے کی جاتی تھی۔ اس میں ہر موسم کے پھول اور پھل دار درختوں کے پودے موجود رہتے تھے۔ خاص کر سدا بہار پھول کہ مشام جاں کو تازگی بخشتے تھے اور قلوب و اذہان کو حسن حقیقی کی لازوال رنگینیوں کی آماجگاہ بناتے تھے۔ صفائی کا یہ حسن اہتمام تھا کہ کیا مجال کہیں کوئی تنکا یا گرد و کثافت کا کوئی دھبہ نگاہ نظارہ کو ناگوار گزرے ۔[1]

ذوق مطالعہ:

آپ کا کتب خانہ جس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا تھا' خاصا وسیع تھا۔ اس میں دینی علوم کے ہر شعبہ کی نمائندگی تھی اور اس کی نگہداشت بڑے سلیقے سے کی جاتی تھی۔ ایام شباب میں آپ خود مطالعہ کے لئے وقت نکالتے تھے۔ بعد ازاں کسی موزوں شخص کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہ آپ کو آپ کی پسند کی کتاب مختلف مقامات سے پڑھ کر سنائے ۔[2]

لنگر

اگرچہ آپ کے عہد میں دربار عالیہ چشتیہ نصیر آباد کے ساتھ کوئی منفعت بخش جائیداد شامل نہ تھی اور متوسط یا نچلے طبقے کے معمولی نذرانوں کے سوا آمدنی کے کوئی ظاہری وسائل موجود نہ تھے لیکن خرچ شاہانہ تھا۔ لنگر کا انتظام و انصرام جہاں سے زائرین کو دوران قیام کھانا ملتا تھا' معیاری تھا۔ بزرگان سلسلہ کے اعراس کا انعقاد بھی لنگر ہی کی ذمہ داری تھی۔ مہمانوں کی تواضع پوری توجہ سے کی جاتی تھی۔ قوالوں کے پورے خاندان کے نان نفقہ اور دیگر ضروریات کے کفیل آپ تھے۔ اپنے آئے دن کے سفر اور سیر و سیاحت کے اخراجات تمام و کمال جیب خاص سے پورے فرماتے تھے۔ آپ کی سیر چشمی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی ارادت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور واپسی کا خرچہ اس کے پاس نہ ہوتا تو اس کو خود کرایہ اور زاد راہ عطا کر کے رخصت فرماتے لیکن اس قسم کی رقوم کی واپسی کا مطالبہ نہ فرماتے ۔[3]

---

[1] حیات عزیز' صفحہ ۵۵' ۵۶۔
[2] حیات عزیز' صفحہ ۵۶۔
[3] ایضاً' صفحہ ۵۶۔

امراء سے بے تعلقی

اگرچہ آپ کی محلفوں میں کسی کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی لیکن بڑے لوگوں امراء اور روسا کا زیادہ دیر بیٹھنا آپ کو پسند نہ تھا۔ آپ معمول کے مطابق اس طبقے کے افراد سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ ان کی بات سنتے اور دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھاکر انہیں رخصت کر دیتے۔ بسا اوقات آپ ان سے کہتے: ''آئندہ زحمت نہ کیجئے گا' میرے لائق خدمت ہو تو پرچہ بھجوایئے گا۔''

نصیر آباد کے مضافات میں اس طبقے کی وسیع جاگیریں ہیں مگر آپ کے آباؤ اجداد اور آپ نے ان کی کوئی نذر' زمین یا نقدی کی صورت میں قبول نہیں کی اور ان سے ہمیشہ یہی کہا: ع

رازق ما رزق بے منت دہد

ایک معروف انگریز افسر بندوبست مسٹر مالکم ہیلی نے (جو بعد میں لارڈ ہیلی کہلایا) لنگر کے لئے نہری زمین کی پیش کش کی لیکن آپ نے اس سے استفادہ نہیں فرمایا۔

اسی طرح نواب ملک عمر حیات رئیس اعظم کالرہ اسٹیٹ نے بارہا زمین اور نقدی نذر کرنا چاہی۔ مگر آپ کی غیرت فقر نے اسے شرف قبول نہ بخشا اور تبسم دکھاکر ہمیشہ یہی فرمایا:

''یہ ہمارے لئے کافی ہے۔''

اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا خدا جس کے نام کا ورد ہم شب و روز کرتے ہیں' ہماری ضرورتوں کا کفیل ہے۔[1]

حلیہ اور لباس

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی کی ذات گرامی ہر اعتبار سے خواہ وہ ظاہر ہو یا باطن عارفانہ انوار و تجلیات کا مسکن تھی۔

آپ کا حلیہ مبارک بڑا پرکشش اور دل پذیر تھا۔ چھریرا بدن' متناسب اعضاء' سرخ و سفید رنگت' دراز قد' سرو قامت' کشادہ جبین' آنکھیں جیسے عرفان و آگہی کی دو تیز نورانی قندیلیں' جن کا سامنا دشوار ہو۔ سر اور ریش کے بال لمبے' گھنے اور ملائم' رفتار و گفتار شیریں' دلنشین' دل آویز'

---

[1] حیات عزیز' صفحہ ۵۵۔

لباس سادہ، پر تکلف اور پاکیزہ، نشست و برخاست میں غیر معمولی نفاست کا تہبند، سر مبارک پر بالعموم رومال باندھتے تھے اور کٹ پیس سے تیار کی ہوئی خوش نما رنگوں کی واسکٹ زیب تن فرماتے تھے [۱]

مولوی ممتاز علی کے بقول حضور کا قد سرو صحیح کی طرح دراز تھا۔ رنگ چہرہ گندمی، ریش مبارک گھنی، بہت وجیہ و مرعوب کن شخصیت، تمام اعضاء نہایت قوی اور طویل تھے۔ سر کے بال لمبے یعنی پٹے رکھتے تھے۔

تحاریک خلافت، قادیانیت اور خاکسار

تحریک خلافت میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ خاکسار تحریک کے سخت خلاف تھے۔ قادیانی معرکہ میں حضرت خواجہ سید مہر علی گولڑوی کے ناصرین اور مجاہدین میں شامل ہو کر آپ کے ساتھ لاہور گئے تھے۔

احترام برادر

آپ نے اپنے برادر بزرگ کی حین حیات میں نہ تو کسی کو شرف بیعت بخشا نہ لنگر کے اہتمام اور درس و تدریس کے انصرام میں کسی قسم کی مداخلت کی۔ اگرچہ خود اعلیٰ روحانی مراتب پر فائز ہو چکے تھے اور سیال شریف سے بھی خرقہ خلافت ارزانی ہو چکا تھا مگر کوئی کام اپنے محترم بھائی کی اجازت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ کہیں آنا جانا ہوتا تو بھی ان سے پوچھ کر جاتے تھے۔ اگر کوئی آپ سے بیعت کا اصرار کرتا تو فرماتے کہ اگر مجھ سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو بیعت حضرت مولوی صاحب (مولانا محمد نصیر الدین) سے کرو۔ [۲]

انداز تبلیغ و ارشاد

آپ کا انداز تبلیغ و ارشاد عجیب نوعیت کا تھا اور اس کے تین اہم ستون تھے۔

---

[۱] حیات عزیز، صفحہ ۴۶، ۴۷۔
[۲] ایضاً، صفحہ ۴۴۔

۱- رابطہ
۲- ذوق سماع
۳- نگاہ توجہ

آپ کی نگاہ رسا کی کیمیا اثری کا یہ عالم تھا کہ ادھر آپ متوجہ ہوئے اور پلک جھپکتے مشکل حل ہوگئی۔ اس اک نگاہ نے جو بظاہر نگاہ سے کم تھی ہزاروں بد اعتقادوں کو بے یقینی کے اندھیروں سے نکالا۔ بیماروں کو شفایاب کیا اور بدکرداروں کو صراط مستقیم پر قدم جمانے کی توفیق بخشی ؎۱

آپ اپنے حلقہ ارادت میں نئے لوگوں کو شامل کرنے میں جلدی نہیں کرتے تھے لیکن جب کسی شخص کو شرف بیعت بخشتے تو پھر اس کی روحانی تربیت پوری توجہ سے فرماتے تھے۔ آپ کی جانب سے اوراد و وظائف کی تلقین ہر شخص کو اس کے حسب استعداد ہوتی تھی۔ اگر آپ کے طریق تربیت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کے طالب کو ریاضت مجاہدہ سے کہیں زیادہ صحبت شیخ سے فائدہ پہنچتا تھا اور نگاہ توجہ کی تاثیر ذکر و اذکار سے کہیں زیادہ نفع بخش ثابت ہوتی تھی۔ ؎۲

مزید تفصیل مطلوب ہو تو حیات عزیز اور مرقع قلندر کا مطالعہ کریں۔

احترام نسبت

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی سبز گنبد کی نسبت سے سبز رنگ کی بہت قدر و احترام فرماتے تھے۔ اگر کسی کو سبز چمڑے کی پاپوش پہنے ہوئے دیکھتے تو اسے وہ پاپوش پہننے سے منع فرماتے کیونکہ یہ رنگ حضور پرنور ﷺ کے روضہ اطہر کا ہے۔ اسی طرح سبز رنگ کی کوئی چیز جب مقام ادنیٰ پر ملاحظہ فرماتے تو بہت ناراض ہوتے کہ یہ اس رنگ کی نہایت بے ادبی ہے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کے روضہ مبارک کا ہے اور جب اسی سبز رنگ کی کوئی چیز معزز و محترم مقام پر مشاہدہ فرماتے تو اس کی بہت تعریف و تحسین کرتے۔ ع

سبز گنبد دی چھڑ کے جالی میں پڑھاں درود و سلام لکھاں ؎۳

؎۱ حیات عزیز، صفحہ ۶۴، ۶۵۔
؎۲ ایضاً، صفحہ ۶۷۔
؎۳ بیاض قلمی، صفحہ ۱۰۵۔

حضرت خواجہ گولڑوی سے تعلقات

حافظ مولا بخش قوال مرحوم کی زبانی میں (مولوی ممتاز علی) نے خود سنا کہ ایک دفعہ حضرت قلندر کریم چاچڑوی گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی حالت استغراق میں رات دن آنکھیں بند کئے اپنی چارپائی پر لیٹے رہتے تھے۔ صرف پنجگانہ نماز کے وقت مصاحبین آپ کو کان میں سرگوشی کے ذریعے آگاہ کرتے اور آپ ادائے نماز کے بعد پھر حالت استغراق میں چلے جاتے۔

حضرت قلندر کریم جب اس بالاخانہ میں پہنچے جہاں آپ لیٹے ہوئے تھے تو آپ کو آگاہ کیا گیا کہ چاچڑ شریف والے مولوی صاحب تشریف لائے ہیں تو آپ نے آنکھیں وا کر دیں اور قلندر کریم کو دیکھ کر تبسم فرمایا کیونکہ دونوں پرانے پیر بھائی اور محرم راز تھے۔ قلندر کریم نے آپ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کچھ کہا جس پر آپ نے تبسم فرمایا۔ قلندر کریم نے اجازت حاصل ہونے کے بعد پیر صاحب کے جسد مبارک کو سر سے لے کر پاؤں تک چومنا شروع کر دیا اور اس طرح اپنے دل مہجور کی حسرت نکالتے ہوئے تمام جسم کو چوم چوم کر نہال ہو گئے۔ ع:

ایں قدر مستم کہ از چشمم شراب آید بروں
واز دل پر حسرتم دود کباب آید بروں [۵۱]

فیض یافتگان

آپ کے فیض یافتگان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند حضرات کے نام درج ذیل ہیں:

۱- میاں اللہ بخش ساکن کھوکھر زیر ضلع چکوال
۲- مولانا حافظ عبد الرحمن چشتی ساکن کھوکھر زیر ضلع چکوال
۳- مولانا غلام مہدی ساکن چکوال
۴- نور محمد بسمل ساکن بھون ضلع چکوال
۵- منشی غلام حیدر ساکن بھون ضلع چکوال
۶- غازی مرید حسین شہید ساکن بھلہ ضلع چکوال

---

[۵۱] ایضاً صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶۔

۷۔ ماسٹر غلام محمد ساکن اوڈھروال ضلع چکوال

۸۔ صوفی ظہور احمد بھنہ ساکن کھوکھر زیر ضلع چکوال

۹۔ نور محمد مخدوم ساکن چکوال [1]

۱۰۔ مولوی ممتاز علی ایم اے ڈھوک مومن' چکوال وغیرھم

کرامات

آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کا وجود مسعود سراپا کرامت تھا۔ جو بات زبان سے نکل جاتی وہ پوری ہوتی تھی۔ اگر آپ کی کرامات جمع کی جائیں تو ایک کتاب بن جائے۔ آپ کی ذات والاصفات سے بے شمار اور بے حد و حساب کرامات کا ظہور ہوا۔ ان میں سے ایک حسب ذیل ہے :

حافظ ہدایت اللہ ساکن ٹھٹھی مظلم تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کا بیان ہے کہ زبدۃ العاشقین حضرت مخدوم مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے عرس پاک کی تقریب سعید انعقاد پذیر ہے اور حضرت مولانا محمد عبدالعزیز المعروف قلندر کریم چاچڑوی مجلس میں رونق افروز ہیں۔ معاً فرماتے ہیں کہ میاں بندی مجذوب نلی والے رحمتہ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔ جنازے میں شرکت کرنے کا ارادہ ہے لیکن عدم سواری مانع ہے۔ پھر قوالوں کو حکم فرماتے ہیں کہ میری چارپائی بنگلہ شریف میں لے چلو' تعمیل حکم ہوتی ہے۔ آپ دروازہ بند کر لیتے ہیں' کافی دیر کے بعد بنگلہ شریف سے مجلس میں تشریف لاتے ہیں اور اہل مجلس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میاں بندی مجذوب کے جنازے میں ملائکہ اور کائنات کے جمیع اولیاء اللہ شریک تھے۔ میں آخری صف میں جاکر شامل ہوا۔ شور برپا ہوا کہ مولوی صاحب چاچڑوی تشریف لائے ہیں۔ میرے دائیں بائیں نبی بخش اور مولا بخش قوال کھڑے تھے۔ آپ کا ایک مخلص مرید بھی جنازہ میں شامل تھا۔ بعد از فراغت جنازہ لوگ ملاقات کرتے رہے۔ اس مرید نے خیال کیا کہ جب لوگ آپ کی ملاقات سے فارغ ہوں گے تو میں شرف ملاقات حاصل کروں گا اور اکٹھے چاچڑ شریف روانہ ہوں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد قلندر کریم وہاں سے غائب ہوگئے۔ جب وہ مرید اسی روز چاچڑ شریف پہنچا تو قلندر

---

[1] حیات عزیز' صفحہ ۱۰۶ تا ۱۲۴۔

کریم کو دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اس نے حاضرین عرس کو بتایا کہ قلندر کریم چاچڑوی موضع نلی ضلع خوشاب میں جنازہ میں شامل تھے۔

حافظ ہدایت اللہ صاحب متعجب ہوئے کہ حضرت قلندر کریم تو چاچڑ شریف میں موجود تھے۔

وصال اور عرس مبارک

آپ کا وصال مبارک ۸ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۳۸ء بروز جمعۃ المبارک چاچڑ شریف میں ہوا۔وصال سے ایک دو دن قبل آنجناب نے خواجگان چشت کی پیروی میں تھوڑی دیر کے لئے گیروے رنگ کا لباس بھی زیب تن فرمایا تھا۔طویل سفر سے بحالت بیماری واپس آستانہ عالیہ پر تشریف آوری سے ساتویں روز آنجناب ہزاروں متوسلین دامان عاطفت کو روتا پیٹتا' تڑپتا بلکتا چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔آنجناب کے ختم شریف کی سادہ تقریب آپ کے یوم وصال یعنی ۸ جمادی الثانی کو انعقاد پذیر ہوتی ہے جو آپ کی قلندرانہ بے نیازی کی آئینہ دار ہے۔عرس کی کسی تقریب پر بھی کوئی غیر شرعی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

مدفن پاک

آپ کا مزار پر انوار چاچڑ شریف میں مرجع خلائق ہے۔روضہ شریف کے اندر چار مرقد ہیں' درمیانی مرقد شریف جو بلند ہے حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی کا ہے۔ ان کے بائیں پہلو میں دو صاحبزادگان حضرت مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی اور حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی محو استراحت ہیں اور دائیں پہلو میں ان کے پوتے مخدوم محمد ضیاء الدین چشتی آرام فرما ہیں۔رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

اولاد امجاد

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تھیں۔صاحبزادہ محمد ضیاء الدین چاچڑوی سیرت و صورت کی بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے لیکن ابھی عنفوان شباب کو نہیں پہنچے تھے کہ پیام اجل آگیا۔حضرت مولانا محمد عبدالعزیز قلندر چاچڑوی نے انہیں ظاہری اور باطنی تربیت کے لئے سیال شریف بھیجا ہوا تھا' وہیں بعارضہ چیچک ان کا انتقال ہوگیا۔یہ جوان مرگی اور اکلوتے پن کا بڑا شدید حادثہ تھا لیکن آپ کی شان قلندری کا کمال دیکھئے کہ آپ نے اسے پورے صبر وضبط

سے برداشت کیا اور اُف تک نہ کی۔ آپ نے لڑکی کی شادی کی لیکن وہ آپ کی زندگی میں ایک بچہ چھوڑ کر چل بسیں۔ بچے کا نام محمد یعقوب مدظلہ ہے۔ یہی آپ کے مسند ارشاد کے وارث ہوئے۔

معاصر علماء و مشائخ کی نظر میں

معاصر علماء اور مشائخ آپ کی بہت قدر و منزلت فرماتے تھے۔ للہ شریف کے بزرگان سے آپ کے اچھے مراسم تھے۔

پیر بلوی حضرات آپ کی انتہائی عزت اور قدر کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی، حضرت سید قائم شاہ ترمذی مدفون کلر کہار ضلع چکوال، حضرت مرزا نواب بیگ دہلوی مؤلف تحفۃ الابرار، مولانا محمد کرم الدین دبیر ساکن بھیں ضلع چکوال اور حضرت خواجہ مہر علی شاہ گولڑوی آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔

قطب العارفین حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ اعوان شریف ضلع گجرات آپ کے مقام و مرتبہ سے باخبر تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن چشتی رحمتہ اللہ علیہ قاضی صاحب کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

بھئی بڑے ای کامل نے، بھئی بڑے ای کامل نے۔[1]

حضرت مولانا احمد الدین نقشبندی مجددی متوطن کھوکھر ضلع چکوال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ اپنی محافل میں آپ کی بہت تعریف و توصیف فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] مرقع قلندر، صفحہ ۸۷۔

حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفر آبادی

ولادت اور خاندان

آپ کا تعلق ملتان کے سادات سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد ملتان کی سکونت ترک کر کے گجرات چلے آئے اور آپ کی ولادت اور بچپن گجرات میں ہی گزرا کیونکہ مظفر آباد میں آپ اپنے عقیدت مند مردوں کو "اڑیا" اور خواتین کو "سہیلی" کہتے تھے اور اسی وجہ سے یہاں کے لوگوں نے انہی کے دو فقرے ان پر چسپاں کر کے سائیں اڑیا اور بعض نے سائیں سہیلی کہنا شروع کر دیا۔ مدتوں ان کے دو نام سائیں اڑیا اور سائیں سہیلی مشہور رہے حالانکہ ان کا اصل نام گرامی مصدقہ روایات کے مطابق سید شاہ ذوالفقار ہے۔ بعض راوی ان کا نام سید غلام محمد شاہ بھی بتاتے ہیں مگر روایات کا رجحان شاہ ذوالفقار کی طرف زیادہ ہے جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ کا اسم گرامی سید ذوالفقار ہی تھا۔[1]

مظفر آباد سے حضور امام کاظمی ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

حضرت سید سائیں سہیلی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ہماری خاندانی روایات کے مطابق غلام محمد شاہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے فرزند گرامی حضرت سید اسحاق الاموفق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔[2]

تعلیم اور اساتذہ

آپ نے ۱۵'۱۶ برس کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ اور دینی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھ لیں۔ بعض کتب کی تعلیم سید کسریٰ ضلع راولپنڈی کے مقامی علماء سے حاصل کی۔

جناب سید محمود آزاد لکھتے ہیں:

---

[1] سید محمود آزاد: حیات سید سہیلی سرکار مطبوعہ راولپنڈی، صفحہ ۱۲'۱۳۔

[2] مکتوب حضور امام کاظمی ایڈووکیٹ بنام مؤلف مرقومہ ۹۔ ۱۰ ۱۹۹۰ء از مظفر آباد آزاد کشمیر۔

جب آپ پندرہ سولہ سال کے ہوئے تو آپ نے قرآن کریم ناظرہ اور دینی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھی لیں اور آپ گجرات کی سکونت ترک کرکے سید کسرئی چلے آئے۔ سید کسرئی آکر حضرت والا نے مقامی اساتذہ سے دینی علوم کی تحصیل شروع کی۔[1]

بیعت اور خلافت

مشہور ہے کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے خلیفہ تھے۔ تحقیق حال کے لئے مؤلف نے حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا:

فقیر نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ سائیں سہیلی صاحب پیر سیال غریب نواز رضی اللہ عنہ کے خلیفہ تھے۔ پہلے سالک تھے بعد میں مجذوب ہوگئے۔ ایبٹ آباد پہاڑ پر جب کوئی آبادی نہیں تھی تو سائیں صاحب اس پہاڑی پر رسیاں باندھ کر چوک اور بازار بناتے تھے اور اردو زبان میں کہتے تھے کہ ایک بازار یوں کھینچ دو ایک یوں' اور مانسہرہ میں بھی اسی طرح کرتے چنانچہ ایبٹ آباد اور مانسہرہ میں سائیں صاحب کے نقشے کے مطابق چوک اور بازار بنے ہوئے ہیں۔[2]

مؤلف جب ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ کو سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس مبارک کی تقریب سعید میں حاضری سے مشرف ہوا تو حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے مؤلف کے استفسار پر فرمایا:

مانسہرہ میں پیر سیال کے ایک مخلص مرید حضرت قاضی غلام نبی مانسہوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ ان کی زبان سے اکثر سنا کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار پیر سیال کے خلیفہ تھے۔ مزید فرمایا کہ قیام پاکستان سے قبل اکثر سیر و تفریح کے لئے ایبٹ آباد اور مانسہرہ جایا کرتا تھا۔ ایبٹ آباد کے ایک ہوٹل میں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے۔ قریب ہی چند پٹھان کھانا کھا رہے تھے۔ جب انہوں نے میرے درویش سے سیال شریف کا نام سنا تو اٹھ کر میرے پاس آئے اور میری دست بوسی کرنے لگے۔ میرے استفسار پر کہنے لگے کہ ہم سائیں سہیلی سرکار کے مرید ہیں اور سائیں صاحب سیال

---

[1] حیات حضرت سید سہیلی سرکار، صفحہ ۱۳۔
[2] مکتوب گرامی حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی بنام مؤلف مورخہ ۳ اگست ۱۹۸۸ء از سیال شریف ضلع سرگودھا۔

شریف کے خلیفہ تھے۔

حضرت سائیں سہیلی سرکار کے ایک بالکے سید غلام حسین شاہ بخاری جو فاروقیہ فیکٹری کے نزدیک ایک غار میں محو عبادت ہیں' کا بیان ہے کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار پیر سیال کے خلیفہ تھے۔ [۱]

حضرت قاضی محمد شمس الدین ساکن درویش ہری پور ہزارہ کا بیان ہے: سائیں سہیلی سرکار اعلیٰ حضرت سیالوی کے مرید تھے۔[۲]

حضرت قاضی نور عالم مانسہوی فرماتے تھے کہ حضرت سید سائیں سہیلی سرکار جید عالم تھے۔ خواب میں حضرت خواجہ سیالوی کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دیوانہ وار سیال شریف چل پڑے۔ خواجہ سیالوی نے حاضری کا مقصد دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا کہ غوث زماں کی تلاش ہے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے ارشاد فرمایا: مولوی صاحب! آپ فلاں مقام پر جاکر انتظار کریں' غوث زماں آپ کو وہاں خود آکر ملے گا۔ مولوی صاحب مقررہ مقام پر اکیس یوم تک منتظر رہے۔ بائیسویں یوم طلوع آفتاب کے بعد ایک شخص نے خبر دی کہ ایک فقیر آیا ہوا ہے' دیوانہ وار حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی حاصل کی۔ یہ فقیر حضرت خواجہ سیالوی تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ پر نگاہ لطف و کرم ڈالی جس سے مولوی صاحب مست الست ہوگئے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد کافی عرصہ حالت مستی و مجذوبی میں مختلف مقامات پر چلہ کشی فرماتے رہے اور جابجا آپ کی نشست گاہیں موجود ہیں۔ راولپنڈی' حسن ابدال' ہری پور' ایبٹ آباد حتیٰ کہ مانسہرہ میں ۲۰ برس تک' پھر مظفر آباد برلب دریا چلہ کشی اور مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے۔[۳]

سہیلی سرکار مست الست مجذوب قلندر تھے۔ عمر کے اواخر میں قیود شرعیہ سے بے نیاز اور مے توحید سے سرشار و مدہوش تھے' اس سلسلہ میں ہمارے خاندان میں روایات کا ایک ہجوم برپا

---

[۱] یہ بات الحاج ملک محمد رفیق چشتی سیالوی اوورسیر فاروقیہ فیکٹری سے معلوم ہوئی۔ آپ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں اور ملک صاحب پر خصوصی شفقت فرماتے ہیں۔ (مؤلف)

[۲] مکتوب قاضی شمس الدین مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء از درویش ہری پور' (ہزارہ)

[۳] قاضی غلام نبی مانسہوی نے اپنے والد ماجد قاضی نور عالم مانسہوی سے سماعت فرمایا اور قاضی غلام نبی مانسہوی نے اپنے فرزند ارجمند اور جانشین قاضی غلام صابر خان مانسہوی کاتب امروز لاہور سے بیان فرمایا۔ (مؤلف)

ہے جلی

مجاہدات و ریاضات

آپ سید کسریٰ کے مقام پر مجاہدہ و ریاضت میں ایسے مصروف ہوئے کہ دنیاوی معاملات سے ان کا کوئی تعلق نہ رہا اور یہ مختلف مقامات پر چلہ کشی کرتے رہے۔ راولپنڈی تشریف لے آئے اور کچھ عرصہ پنڈی کے نواحات میں چلہ کشی کرتے رہے۔ راولپنڈی میں تھوڑے دن گزارنے کے بعد ہری پور تشریف لے گئے۔ حسن ابدال' کوٹ نجیب اللہ' حویلیاں وغیرہ میں بھی مجاہدات کئے۔ جب مخلوق کا ہجوم ہونے لگا تو آپ نے پہاڑی علاقے بگڑا میں قیام کیا۔

بعد ازاں ہاڑی والے قبرستان نزد نواں شہر میں چلہ کشی کی۔ خون کی بانڈی' سہلڈاں' قلندر آباد' بانڈی ؛ ھونڈاں میں چلہ کرنے کے بعد مانسہرہ تشریف لائے۔ مانسہرہ میں آپ نے زیادہ عرصہ ریاضت و مجاہدہ میں بسر کیا۔

مانسہرہ سے روانگی کے بعد گڑھی حبیب اللہ' لوہار گلی اور مظفر آباد میں قیام کیا۔

حلیہ اور لباس

آپ کا قد میانہ تھا۔ جسم نہ بھاری اور نہ دبلا پتلا' چہرہ سرخ اور بارعب' سر کے بال الجھے ہوئے' لباس صرف تہبند تھا۔

آپ عموماً خاموش رہتے تھے اور حالت استغراق طاری رہتا تھا۔ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے اور از خود کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو اٹھا کر کسی کے حوالے کر دیتے تھے۔

کشف و کرامات

آپ سے بکثرت کشف و کرامات کا ظہور ہوا۔ صرف ایک کرامت لکھی جاتی ہے۔

آپ کے کشف و کرامات کا چرچا مہاراجہ کشمیر پرتاب سنگھ کے دربار تک ہونے لگا۔ ایک مرتبہ بھیس بدل کر عام آدمی کے روپ میں مہاراجہ پرتاب سنگھ بھی آپ کے دربار میں حاضر ہوا مگر آپ نے فوراً پکار کر کہا: اڑیا پرتاب سنگھا! توں اپنا آپ لوکاں کولوں چھپانا ہیں پر فقیراں کولوں

---

[1] مکتوب حضور امام کاظمی ایڈووکیٹ بنام مؤلف مرقومہ ۹ مارچ ۱۹۹۰ء از مظفر آباد آزاد کشمیر

کتھیں چھپیا رہ سکنا ایں۔

جب مہاراجہ نے یہ فقرے فقیر خدا مست کی زبانی سنے تو بے حد متاثر ہوا۔ اس نے اپنے حق میں دعا کرائی اور آپ کے حضور نذرانہ کے طور پر اشرفیاں پیش کیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمائیں۔

انہی کرامات کے سبب آپ کی شہرت دور دور پھیل گئی تھی اور کئی کئی میل کا سفر کر کے لوگ آپ کے حضور حاضری دیتے تھے اور آپ کسی حاجت مند کا سوال رد نہ فرماتے تھے، جس کی جو حاجت ہوتی تھی اسی کے مطابق اللہ کے حضور دعا فرماتے اور پھر حاجت مند کی وہ حاجت چند لمحوں میں پوری ہو جاتی تھی [۱]

شاعری

حضرت سائیں سہیلی سرکار کے بارہ میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پنجابی ادبیات کے رمز آشنا تھے اور فی البدیہہ شاعری فرماتے تھے اور سہیلی کا لفظ تخلص فرمایا کرتے تھے۔ سہیلی سرکار کے چچازاد سید ولایت شاہ المعروف بیلی سرکار عین سہیلی کے وزن پر بیلی تخلص فرمایا کرتے تھے اور پنجابی زبان کے شاعر تھے۔

حضور امام کاظمی ایڈووکیٹ مزید لکھتے ہیں:

میں نے جو اظہار خاندانی روایات کے حوالے سے کیا ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ میرے دادا کے حقیقی بڑے بھائی سید نوبت شاہ مجذوب قلندر مدفن دامن ٹھنڈا پانی ضلع ایبٹ آباد حضرت بودی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکے تھے۔ سہیلی سرکار اور پیر ولایت شاہ یک جدی ہونے کے علاوہ پیر بھائی بھی تھے۔ ارادت مندی کا یہی سلسلہ ہے جس کے توسط سے ہمارے خاندان میں مستند روایات محفوظ و برقرار ہیں۔ [۲]

مریدین و معتقدین

آپ کے معتقدین پاکستان اور بھارت کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً

---

[۱] ... حیات سید سہیلی سرکار، صفحہ ۵۱، ۵۲۔

[۲] مکتوب مرقومہ ۹ مارچ ۱۹۹۰ء از مظفر آباد

سرحد اور آزاد کشمیر کے علاقوں میں ان کی اکثریت ہے۔

کوائف وصال

آپ رحلت سے قبل بے حد خوش تھے اور اپنے معتقدین سے کہہ دیا تھا کہ بس اب چل چلاؤ ہے۔مگر یہ بات عقیدت مندوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ انہوں نے غسل کر کے خوشبو لگائی اور شام کو معمولی بخار ہوا۔دوسرے دن رحلت فرماگئے[1] انا للہ وانا الیہ راجعون○

وصال شریف

حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال شریف ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۰۰ء بروز شنبہ ہے۔ہندی سال ۸ ماگھ ۱۹۵۷ بکرمی ہے۔

مدفن پاک

آپ کی آخری آرامگاہ مظفرآباد آزاد کشمیر میں بنی۔روضہ شریف بنا ہوا ہے اور مرجع خلائق ہے۔

عرس شریف

آپ کا سالانہ عرس مبارک ۱۳ جنوری تا ۲۰ جنوری بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ مانسہرہ سے بکثرت لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

فیض یافتگان

آپ کے فیض یافتہ حضرات میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ سائیں علی بہادر ساکن جٹی ڈھیری، مانسہرہ

۲۔ سائیں راجہ ساکن مانسہرہ

---

[1] حیات سید سہیلی سرکار، صفحہ ۵۲۔

۳- سائیں امیر ساکن ہاتھی میر، مانسہرہ
۴- سید فیض علی شاہ ساکن شیخ البانڈی، مانسہرہ
۵- سائیں نورا بابا ساکن چھر خیر آباد
۶- سائیں تیغ علی ساکن مظفر آباد، آزاد کشمیر
۷- سائیں خوشیا ساکن گولڑہ شریف[۱]
۸- حضرت سید غلام حسین شاہ بخاری
۹- سائیں کترا وغیرھم

۱؎ ایضاً، صفحہ ۳۱، ۳۲۔

حضرت شیخ محمد عبد اللہ گجراتی

ولادت اور خاندان

استاذ الفاضل ‘فاضل متبحر’ مرجع الفضلاء’ بے مثل تاریخ گو حضرت شیخ محمد عبد اللہ گجراتی رحمتہ اللہ علیہ سکھوں کے عہد میں اپنے ننھیال موضع پنڈ ضلع جہلم میں ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت مولانا صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۲۶۹ھ ہے۔

آپ کے نانا جان حافظ نور جی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ بہت عابد اور زاہد تھے۔ آپ کا مزار آپ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت غوث بہاء الحق ملتانی قدس سرہ کے روضہ مبارک کی شمالی جانب موضع حاصلانوالہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہے۔

تعلیم اور اساتذہ

بچپن کے چند سال آپ نے اپنے نانا جان کے زیر سایہ گزارے۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں حافظ نور دین چک عمر کی خدمت میں حاضر کئے گئے اور حافظ صاحب کی توجہ سے جلد ہی قرآن پاک یاد کر لیا۔ بعد ازاں علوم متداولہ کی تحصیل والد ماجد سے کی جو اپنے دور کے نامور اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ میکی ڈھوک میں حضرت مولانا محمد احسن چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے عم محترم مولانا میاں مخدوم عالم سے بھی استفادہ کیا۔[1]

بیعت و خلافت

محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری قدس سرہ نے آپ کو حضرت خواجہ

---

[1] تذکرہ اکابر علمائے اہل سنت پاکستان جلد اول مطبوعہ استقلال پریس لاہور ۱۳۹۶ھ صفحہ ۲۶۳۔

نوٹ: مولانا غلام یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ بن مولانا محمد احسن چشتی کی ولادت یکم جنوری ۱۸۵۰ء ہے۔ بیعت حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈوی قدس سرہ سے ہے اور وفات ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء ہے۔ مزار میکی ڈھوک میں مرجع خلائق ہے۔ (مؤلف)

سیالوی قدس سرہ سے بیعت کرایا جیسا کہ خود قطعہ تاریخ وصال حضرت محبوب سبحانی جلالپوری میں ارشاد فرماتے ہیں: ع

لطف کردے بحال شیخ ضعیف برد ہمراہ تا سیال شریف
بلکہ آں صاحب جلال و جمال داد دستم بدست پیر سیال [1]

مجاہدہ و ریاضت اور منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مراۃ السالکین نے آپ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا خلیفہ لکھا ہے۔[2]
قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلاسل میں بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔

درس وتدریس

علوم متداولہ کی تحصیل وتکمیل اور خرقہ خلافت ارزانی ہونے کے بعد آپ نے چک عمر میں درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ بے شمار علماء آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ چک عمر اگرچہ آپ کے پردادا مولانا حافظ شیخ محمد شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد فخرالدین دہلوی قدس سرہ کے زمانہ سے ہی منبع فیض چلا آرہا تھا لیکن شیخ محمد عبد اللہ گجراتی کی شبانہ روز مساعی کی بدولت علم وفضل کا گہوارہ بن گیا۔

علامہ اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا:
"میں نے لاہور کی مساجد اور علماء کی فہرست تیار کی تو نصف سے زیادہ حضرت مولانا شیخ محمد عبد اللہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔"

تلامذہ

آپ کے مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد عبد المالک ساکن کھوڑی مشیرمال ریاست بہاولپور
۲۔ قاضی عطا محمد گجراتی تحصیلدار پنشنر

---

[1] نفحات المحبوب، صفحہ ۲۶۳۔
[2] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۵۔

۳۔ مولانا نیاز احمد ساکن نبھوڑہ

۴۔ مولانا حکیم محی الدین قریشی ساکن دیالی

۵۔ مولانا محمد عالم قریشی ساکن سرگدھن ضلع جہلم

۶۔ مولانا حافظ نور دین مفتی اہل سنت جلالپور جٹاں ضلع گجرات

۷۔ مولانا نور احمد ساکن باگڑیانوالہ ضلع گجرات

۸۔ سید بقا شاہ ساکن کیرانوالہ شہانہ ضلع گجرات

۹۔ سید محمد انور شاہ ساکن گولیکی

۱۰۔ سید فضل شاہ چک عبد الخالق سیداں ضلع جہلم[۱]

۱۱۔ قطب القلندر مولانا نعمت اللہ صابری' خانقاہ صابریہ' لالہ موسیٰ[۲]

۱۲۔ حضرت مولانا سردار شاہ ساکن کوٹلہ سارنگ خان' ضلع گجرات[۳]

۱۳۔ منشی فضل حسین اجمل[۴]

شاعری

آپ نغز گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ گوئی میں آپ کو قدرت کاملہ حاصل تھی۔ برجستہ تاریخ کہنے میں آپ اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ آپ نے سینکڑوں کی تعداد میں تاریخیں رقم فرمائیں۔ ۱۸۹۶ء میں پیسہ اخبار نے انعامی مقابلہ کرایا۔ آپ نے عربی' فارسی اور اردو میں قطعات تاریخ لکھ کر ارسال کئے اور اول نمبر آنے پر آپ کی خدمت میں تین انعام پیش کئے گئے۔

آپ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی میں طبع آزمائی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا فارسی کلام حافظ شیرازی' جان جاناں اور ناصر علی سرہندی کی زمینوں اور انہی کے رنگ میں ہے۔

---

[۱] تذکرۂ اکابر علمائے اہل سنت پاکستان' صفحہ ۲۶۴' ۲۶۵۔

[۲] بقول حافظ غلام حسین چشتی سیالوی خطیب لالہ موسیٰ ضلع گجرات۔

[۳] بقول حضرت صاحبزادہ علامہ سید شبیر احمد شاہ خوارزمی سیالوی مدظلہ خطیب اعظم جامع مسجد اعواناں کھیوڑہ' ضلع جہلم۔

[۴] بقول حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق رحمتہ اللہ علیہ ساکن چک عمر بحوالہ سراج الاخبار جہلم مجریہ ۸ فروری ۱۹۰۳ء' جلد ۲۰' شمارہ ۶۔ (مؤلف)

اولاد

آپ کے دو صاحبزادے مولانا محمد بقا (مولوی فاضل) اور حافظ محمد رضا آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

وصال

آپ کا وصال ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ میں ہوا۔ مزار مبارک چک عمر میں مرجع خلائق ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

آپ کے وصال شریف پر حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ وفات کہی: ؎

چو مولائے ما قبلہ اہل دیں　　چراغ ہدایت بروئے زمیں
چراغے نہ گویم کہ مہر جہاں　　زبنیند گاں گشت ناگہ نہاں
ز فقدش سیہ گشت عالم تمام　　شدہ خواب در چشم شائق حرام
خدائش بجنات بخشد مقام　　بحق محمد علیہ السلام
بسال مسیحی چو داری خیال　　بگو "کوچ شیخ المشائخ" بسال[1]
۲۱　　۱۹ھ

تصانیف

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ تاریخ الدیوان: حالات حاجی عبد اللہ دیوان قادری رحمتہ اللہ علیہ جو بشندور ضلع جہلم علاقہ پھوار کے رہنے والے تھے۔ آپ کا انتقال ۲۰ شوال ۱۰۷۲ھ کو ہوا۔ غیر مطبوعہ ہے۔

۲۔ نشان شیخ: ۱۳۱۱ھ میں مرتب ہوا۔ یہ مجموعہ کلام ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

---

[1] تذکرۂ اکابر علمائے اہل سنت پاکستان، صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷۔

خصائص

مولانا شیخ محمد عبد اللہ گجراتی بے نظیر فاضل اور مناظرہ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ امیر حبیب اللہ خان والی کابل اور مہاراجہ بنیر سنگھ حاکم ریاست جموں و کشمیر آپ کے مداحوں میں سے تھے۔ تحصیل کھاریاں کے قاضی تھے۔

آج سے تقریباً پون صدی قبل موضع جانی چک متصل ڈنگہ ضلع گجرات میں نبی کریم ﷺ کا موئے مبارک تھا۔ مزاور عید قربانی کے موقع پر اس کی زیارت کرایا کرتے تھے۔ اس کی زیارت کے لئے بے انداز خلق خدا حاضر ہوا کرتی تھی۔ مزاور اسے اپنے رہائشی مکان پر رکھتے تھے جہاں اس کی بے ادبی کا احتمال ہوتا تھا۔ اس لئے مولانا شیخ محمد عبد اللہ نے اپنی گرہ اور اپنے احباب کے چندہ سے ایک مسجد اور ایک زیارت گاہ تعمیر کرا دی جہاں بصد ادب و احترام موئے مبارک رکھوا دیا۔[1]

حضرت صاحبزادہ سید شبیر احمد شاہ خوارزمی سیالوی جو حضرت مولانا سید سردار شاہ رحمتہ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ سارنگ خان کے نواسے اور شاگرد ہیں نے بیان فرمایا کہ میرے حقیقی نانا جان نے جملہ علوم متداولہ شیخ محمد عبد اللہ گجراتی سے حاصل کئے۔ آپ شیخ صاحب کے بڑے چہیتے اور پیارے شاگرد تھے۔

شیخ محمد عبد اللہ گجراتی قدس سرہ سادات کا بے حد احترام فرمایا کرتے تھے جب کبھی قبرستان سے گزرنے کا اتفاق ہوتا تو گھوڑی سے اتر جاتے تھے اور اپنے جوتے بھی پاؤں سے اتار دیتے تھے۔ برجستہ تاریخ کہنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ شریعت مطہرہ کے بہت پابند تھے۔

جانشین

آپ کے وصال کے بعد آپ کے حقیقی بھتیجے حضرت مولانا محمد سلام اللہ شائق رحمتہ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے۔ بعد ازاں حضرت مولانا مظفر علی رحمتہ اللہ علیہ اور آج کل حضرت مولانا محمد نعیم اللہ سیالوی ساکن چک عمر ضلع گجرات آپ کے جانشین ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ سے بیعت ہیں۔ مؤلف کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر اور علم میں برکت دے۔ آمین!

---

[1] ایضاً، صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶۔

حضرت قاضی محمد فضل الدین راقم گجراتی

خاندان

آپ گجرات شہر کے ایک کشمیری الاصل گھرانے کے فرد تھے۔ آپ کی ولادت گجرات محلہ پنڈتاں میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم گجرات شہر کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی سے دینی علوم کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کا شمار مفتی صاحب کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا۔

آپ کے پوتے زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی ایم اے مالک قرشی دواخانہ لاہور کا بیان ہے:

حضرت قاضی محمد فضل الدین اپنے دور کے بلند ترین عالم اور مفتی صدر الدین آزردہ کے تلمیذ رشید تھے[1]

ملازمت

حصول تعلیم کے بعد آپ ریاست جموں و کشمیر اور تحصیل کھاریاں میں "قاضی" کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور یہاں تک کہ قاضی آپ کے نام کا مستقل حصہ بن گیا۔

بیعت اور خلافت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین

---

[1] محمد صادق قصوری: انوار امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ صفحہ ۷۲۔

سیالوی نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:
حضرت قاضی محمد فضل الدین گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حکیم محمد حسن قریشی مرحوم سیال شریف حاضر ہوئے تھے۔ سیال شریف سے اپنے والد ماجد کی ارادت اور خلافت کا ذکر کیا تھا نیز دربار شریف کے درویشوں اور طلبہ کا طبی معائنہ کیا تھا۔

آپ کی تصنیف "اجوبۃ السائلین بکتاب المبین" کے سرورق پر آپ کا پورا نام اس طرح درج ہے:

"قاضی محمد فضل الدین راقم گجراتی چشتی نظامی سلیمانی سیالوی عم فیضہ۔"

صاحب مراۃ السالکین نے آپ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا خلیفہ لکھا ہے۔[1]

شیخ سے محبت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ ارادت اور محبت تھی۔ ہر سال سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی آپ پر بہت لطف و کرم فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شیخ طریقت کی شان اقدس میں ایک طویل منقبت لکھی جو "اجوبۃ السائلین" کے صفحات ۴۷ تا ۵۰ پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ منقبت ۷۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں ؎

عشق دانی چیست اے مرد کیا — انہ کان فناء فی الفناء
آفتاب عشق ناید در حجاب — شعلہ سوزاں نمی پوشد نقاب
یک نفس چوں عشق جان طور شد — ذرہ . ذرہ اش سراپا نور شد
آفتاب از عشق آتش بار شد — ماہتاب از عشق او سیار شد
صد گل و لالہ ز جوش خود د مید — سبزہ از باطن زمیں آمد پدید
عشق مولا بندہ را مولا کند — اسفلے را اعلیٰ و اولیٰ کند
زانکہ اورا نسبتے با حق بود — از نگاہش سنگ و آہن شق بود

---

[1] مراۃ السالکین، صفحہ ۱۶۵۔

گر ندیدی ایں چنیں مردان حق　　شمس من بنگر کہ بینی شان حق
تاب وصف او ندارم بر ملا　　ان لی کلا فلا احصی ثناء
من چگونہ وصف آں شاہے کنم　　ان لی قلب رھینا فی السقم
ایں سخن پایاں ندارد اے فقیر　　دامن شمسم بگیر اے راہ گیر
نور شمس الدین ز نور کبریاست　　ہر کہ گوید غیر ازیں گفتش خطاست
بس کن اے راقم نیابی انتہا
ان صرف العمر فیہ دائما

معاصرین

حضرت قاضی محمد فضل الدین صاحب نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہوئی تھی۔ اس دور کے جلیل القدر علماء و مشائخ سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ پیر جماعت علی شاہ بھی ان کے دوستوں میں سے تھے وہ جب بھی گجرات تشریف لاتے دادا مرحوم سے ضرور ملاقات ہوتی' راز و نیاز کی باتیں چھڑتیں [1]۔

معاصرین میں سے قاضی محمد فضل الدین چشتی کے حضرت قطب العارفین قاضی سلطان محمود قادری اعوان شریف سے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت قاضی سلطان محمود کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ حضرت قاضی محمد فضل الدین چشتی گجراتی کا ذکر بڑی محبت اور احترام سے کرتے تھے [2]۔

حضرت شیخ محمد عبداللہ گجراتی' حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی' حضرت مولانا محمد امام الدین گجراتی مؤلف مراۃ السالکین' مولانا محمد سلام اللہ شائق' مولانا محمد ابراہیم گجراتی مدفون سوہیہ شریف' حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی' حضرت محبوب سبحانی جلالپوری رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین سے بھی اچھے مراسم تھے۔

---

[1] انوار امیر ملت' صفحہ ۷۲' ۷۳۔
[2] سید نور محمد قادری: حضرت قاضی فضل الدین گجراتی (مضمون) مطبوعہ در ہفتہ روزہ استقلال لاہور جلد ۱۴' شمارہ ۳' ۲۳ ستمبر تا ۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۲۸۔

اخلاق

آپ کے اقوال و افعال سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھے۔ آپ بہت بڑے عالم، صوفی، مصنف، مناظر اور نغز گو شاعر تھے۔ خصوصاً فارسی زبان کے قادر الکلام سخن گو تھے۔ اپنے شیخ طریقت کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے۔

شاعری اور نمونہ کلام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوز و گداز سے لبریز طبیعت عطا فرمائی تھی۔ زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ راقم تخلص تھا۔

کتاب اجوبۃ السائلین کے آخر میں آپ کی ایک طویل فارسی مثنوی درج ہے جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ مثنوی حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ فضائل اہل بیت، مدح صحابہ کرام اور منقبت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی کے مضامین پر مشتمل ہے۔ مثنوی کی زبان بڑی سادہ، سلیس، شگفتہ اور رواں ہے۔ اس نادر و نایاب مثنوی کے چند اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں تاکہ صاحب ذوق حضرات گجرات کے ایک اچھے لیکن غیر معروف شاعر سے متعارف ہوسکیں:

ے

الٰہی سوز عشقم عطا کن   زبند نفس و پندارم رہا کن
دلے در رہ عشقت تپیدہ   بصحرائے جنوں خود را کشیدہ
دلے چوں برق در خرمن افتادہ   پئے وحشی غزالاں سر نہادہ
دلے چوں لیلیٰ و مجنوں تپیدہ   بصحرائے جنوں ہا وا رسیدہ
دلے کز خارہای دشت پرخوں   بود ہم دوش و ہم آغوش مجنون
دلے کز سوز و ساز عشق خالیست   نہ دل باشد کہ تصویر مثالیست
دلے وہ در رہ سنت رسیدہ   بہ دامان پیغمبر آرمیدہ

محمدؐ کآبروی و فخر عالم   زجود او وجودے داشت آدم علیہ السلام
فلک با ہمرہاں ہمرہ رکابش   جبیں سجدہ دارد در جنابش

محمدؐ عین اسلام است و ایماں　　محمدؐ رحمت للانس والجاں
محمدؐ باعث ایجاد عالم　　محمدؐ تاجدار و فخر آدم
محمدؐ قبلہ دل کعبہ جاں　　محمدؐ روح عالم نور ایماں
پناہ امتاں۔ عالم نوازا　　شفیع روز محشر چارہ سازا
دلم قرباں جامی باد و جانم　　چہ خوش گفتہ دو بیتے حسب عالم
زمہجوری برآمد جان عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　زمہجوراں چرا فارغ نشینی

شہ صدق و صفا صدیق اکبر　　نثار ناز و جاں باز پیمبر
بغیر از راستی کارے نمیداشت　　بجز صدق و صفایا، رے نمیداشت
• نثارش کرد جان و مال خود را　　فدائے خاک پا او سرما
دماغے را کہ بویش تا رسیدہ　　بود طفلے و ناداں نا رسیدہ

چو وصفش از بیاں ما فزوں است　　ازاں کلکم زند حش سرنگوں است
اگر صد سال مدح او سرایم　　کجا از عدہٗ وصفش برآیم
کہ پیغمبر بشان او بفرمود　　ولو کان النبی بعدی عمر بود

صفیر بلبل کلکم نداند　　کہ شرح ناز و وصف گل تواند
اگر بلبل بوصف گل　　از و حرفے ازیں دفتر کہ آید
مگر سوز جگر اظہار خواہد　　کہ ناسور جگر تیمار خواہد
بگلزار جہاں سر ویست عثماں　　بہار گلشن اسلام و ایماں
رفیع و رفعت شانش از انست　　کہ ذی النورین پیغمبر ہما نست
بپے قرآں ہموں شیرازہ بند است　　نمیداند کسے کو خود پسند است
تعالیٰ اللہ عجب زیبا لقائے　　کزو روحانیاں را بد حیائے
بمدحش کے تواند خامہ سر داد　　کہ فی الجنۃ رفیقی آیدش باد

بیا ساقی بیا اے جان عرفاں   بدہ جامی کہ نام اوست عرفاں
دوبالا کن ازاں مستی جلالم   کہ مدح مرتضیٰ آمد خیالم

چورویٔ تیغ او گرد نمودار   اگر شیر فلک آید بہ پیکار
تعالی اللہ زوصف ما بروں است   سزاوار شہنشاہی ہمونست
قضایش چوں خیال مطلب آرد   اجابت پیش رویش سرگزارد
قضائے حق اگرچہ شد قضایش   ولے محکوم عنوان رضایش
حدیث انت منی ہر کہ خواند   چگونہ ساقی کوثر نداند
چگونہ کلک من مستی نیارد   کہ ذوق مدحت حسنین دارد
روا نبود کہ نام شان بگویم   زکوثر گردہاں صد بار شویم
قلم چوں نام پاک شاں رقم زد   قضا صد بار بوسہ بر قلم زد
بہ بستان قضا سروند آزاد   جہاں در سایہ اش معمور و آباد[1]

تصانیف

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

۱- اجوبۃ السائلین بکتاب المبین مطبوعہ مطبع فیض عام لاہور ۱۹۰۷ء۔

۲- انوار النعمانیہ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۸۹۰ء/۱۳۰۷ھ۔ یہ کتاب قرات فاتحہ خلف الامام سے تعلق رکھتی ہے۔

حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم لکھتے ہیں :

بحیثیت مصنف ان کی تصانیف انوار النعمانیہ اور اجوبۃ السائلین ان کے خامہ بہار آفریں کا بہترین شاہکار ہیں۔[2]

---

[1] منقول از کتاب "اجوبۃ السائلین" صفحہ ۳۹ تا ۵۰۔ حمد باری تعالیٰ کے اشعار ۵۵، نعت رسول مقبول ﷺ کے ۳۹، اوصاف گرامی خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم کے ۵، وصف صدیق اکبر کے ۷، وصف حضرت عمر فاروق اعظم کے ۱۹، وصف عثمان کے ۱۳، مدح حضرت مرتضیٰ کے ۱۹، مدح حسنین کے ۵ اور دعائیہ اشعار ۷ ہیں۔ یہ اشعار مشہور محقق اور قلمکار جناب سید نور محمد قادری سے دستیاب ہوئے۔ (مؤلف)

[2] انوار امیر ملت، صفحہ ۷۲۔

نمونہ نثر

آپ بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ انوار النعمانیہ کی وجہ تصنیف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

عبدالضعیف الراجی برحمت ربہ المعین محمد فضل الدین متوطن گجرات وفقہ اللہ باعمال الخیر والحسنات خدمت میں صاحبان اہل اسلام خصوصاً حنفیہ کرام کی گزارش کرتا ہے کہ ان دنوں قدردان احباب مکرمت مآب شیخ غلام محمد صاحب نے اس گم نام سے مسئلہ قرات فاتحہ خلف الامام کا استفسار کیا۔ خاکسار نے حسب تحقیق حنفیہ کے جس کا استنباط ازروئے آثار و اخبار بدرجہ غایت اکمل و اقویٰ ہے جواب دیا انہوں نے وہ جواب بجنسہ مولوی حکیم نور الدین صاحب کو دکھلایا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس فتویٰ کی تردید میں ایک رسالہ مسمی بہ فصل الخطاب مرتب و مدون فرما کر چھپوایا اور اکناف عالم و اطراف ہند و پنجاب میں ذائع و شائع کر دیا۔ فقیر کو ہر چند قلت فرصت و کثرت اشغال و عدم موجودگی اسباب و فراغت اور بہم نہ ہونا کسب دینیہ وفقہ وغیرہ کا سدراہ تحریر جواب تھا مگر الحمدللہ کہ توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی جو صورت مراد کی آئینہ تمنا میں نظر آئی کہ بطور جواب الجواب یہ رسالہ ہدایت مقالہ المقلب بکشف النقاب عن مسئلہ فاتحہ الکتاب والمسی بہ انوار النعمانیہ حیزہ تالیف و احاطہ تحریر میں آیا۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جو مصنف کے خاص انداز نگارش کا نمونہ ہے۔ فرقہ اہل حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا ہے کہ ان میں سے اپنے آپ کو محمدی کہلاتا ہے۔ غیر متعلقہ کہنے سے گھبراتا ہے اور کوئی نام اپنا عامل بالحدیث بتاتا ہے۔ لا مذہب کہنے سے تھرتھراتا ہے اور کوئی التقلید شرک فی النبوۃ کا دعویدار ہے اور کسی کا اشتہار مطاعن ابوحنیفہ ہی شعار ہے اور کسی کو غیر مقلد کہنا خوش آتا ہے۔ وہابی کہنے سے جوش میں آتا ہے اور کوئی مقلدین کو مصداق آیتہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا کا جو شان کفار میں ہے ٹھہراتا ہے اور کوئی محمل ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ○ کا جس کے مصداق مشرکین ہیں، مقلدین کو بناتا ہے اور کوئی امام صاحب کو قلیل البضاعۃ فی الروایۃ کا دھبہ لگاتا ہے اور کوئی قلۃ عربیت وانہ امام اہل الرای کا نقارہ بجاتا ہے اور کوئی مرجیت کی نسبت کرتا ہے اور کوئی انہ کان کثیر التعبد حتی انہ کان یحیی اللیل کلۃ وھو

ضلالۃ کا فتویٰ دے رہا ہے۔[1]

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ مزار شریف گجرات میں واقع ہے۔

اولاد

آپ کے صاحبزادے حکیم محمد حسن قرشی مرحوم اس دور کے جید طبیب اور حضرت علامہ اقبال کے قریبی دوست تھے۔ پوتے حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ جب اس خاندان کے زریں کارناموں پر نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ یہ مصرع زبان پر آجاتا ہے:

ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔[2]

قومی اور ملی امور میں حصہ

آپ ملی اور قومی امور میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں جب گجرات میں ''انجمن خیر خواہ اقوام کشمیریاں'' قائم ہوئی تو آپ اس کے رکن بنے اور حتی الامکان اس انجمن کی امداد کرتے رہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ لاہور کی ''انجمن کشمیری'' اس انجمن کے دو سال بعد ۱۸۹۶ء میں قائم ہوئی۔ اس طرح اس سلسلہ میں گجرات کو اولیت حاصل ہے۔ گجرات والی انجمن کے صدر حاجی پیر بخش مرحوم تھے جو بڑے مخیر اور نیک دل مسلمان تھے۔ ان کی بنائی ہوئی مسجد اس وقت بھی گجرات میں ''مسجد پیر بخش'' کے نام سے موجود ہے۔

''انجمن خیر خواہ کشمیریاں'' کا پہلا اجلاس برائے وصولی چندہ فروری ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ چندہ دہندگان کی قلمی فہرست میں مولانا محمد فضل الدین کا نام نمبر شمار ۴۷ میں اس طرح درج ہے:

''مولوی فضل الدین صاحب محلہ پنڈتاں چندہ دو روپیہ''

---

[1] انوار النعمانیہ من تصنیف فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد فضل الدین صاحب گجراتی سلمہ ربہ ۱۳۰۷ ہجری المقدس مطابق ۱۸۹۰ء مطبع اسلامیہ واقع لاہور، صفحہ ۵۔
[2] ہفت روزہ استقلال لاہور، مجریہ ۲۳ ستمبر تا ۴ اکتوبر ۱۹۸۴ء، صفحہ ۲۸۔

نمبر ٦ فہرست میں جو کم از کم چندہ درج ہے وہ دو روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دس روپے ہے جو انجمن کے صدر حاجی پیر بخش مرحوم کا ہے۔[۱]

حضرت قاضی محمد فضل الدین راقم گجراتی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا۔[۲]

---

[۱] ایضاً، صفحہ ۲۷، ۲۸۔
[۲] انوار امیر ملت، صفحہ ۷۲۔

حضرت قاضی احمد الدین چکوالی

ولادت اور خاندان

آپ ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ مطابق ۸ جولائی ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "چراغ دین" تجویز ہوا لیکن شہرت اپنے دوسرے نام احمد الدین ہی سے حاصل ہوئی۔

آپ کا آبائی وطن بولہ شریف نزد بوچھال کلاں ضلع چکوال ہے۔ بولہ شریف سے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام حسین چکوالی رحمتہ اللہ علیہ نقل مکانی کر کے چکوال میں آگئے۔ خاندان کے بعض افراد مثلاً حضرت قاضی نور الدین بولوی خلیفہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی، قاضی سید رسول بولوی خلیفہ حضرت ثانی لاثانی سیالوی اور قاضی احمد سعید بولوی (برادر خورد قاضی احمد الدین چکوالی) وغیرھم کی اولاد بولہ شریف میں آباد ہے۔ ان کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ آپ کا خاندان قطب شاہی اعوان ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

قاضی احمد الدین بن مولانا غلام حسین بن قاضی محمد احسن بن محمد حنیف بن محمد بن نور محمد۔

قاضی سید رسول بولوی حضرت مولانا غلام حسین چکوالی کے چچازاد بھائی ہیں اور قاضی سید رسول بولوی حضرت قاضی نور الدین بولوی کے حقیقی بھانجے ہیں۔

والد ماجد

حضرت مولانا غلام حسین چکوالی کی پیدائش ۱۸ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۲۱ء کو بھون ضلع چکوال میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے ایک اور برادر مولانا غلام حیدر ہیں جن کی تاریخ ولادت ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۰ھ ہے۔ جائے ولادت بلکسر ضلع چکوال ہے۔

حضرت مولانا غلام حسین چکوالی نے علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل حضرت مولانا رحمت اللہ عثمانی کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کی۔ علاوہ ازیں شیخ احمد سعید مجددی دہلوی، شیخ عبدالغنی مجددی

دہلوی اور مفتی محمد صدر الدین دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔[1]

آپ کی بیعت حضرت خواجہ سیالوی سے تھی۔ ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو اپنے شیخ سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔

نفحات المحبوب میں ہے:

میاں محمد اشرف معروض داشت کہ مہر نور محمد ساکن گوہڑہ متصل جہلم تسلیمات ادا نمودہ معروضداشت کہ ایں غریب آنچہ آسیا سودن فرمودہ بودند۔ روز و شب می سایم امام آرد زیر آسیا ہیچ بنظر نمی آید۔ ہمدریں محل بیان فرمودند کہ مولوی غلام حسین چکوالی ہمیں طور بحضور حضرت صاحب قدس سرہ معروض داشتہ بود کہ آسیا بسیار میگر دانم و لیکن نشان آرد جمع شدہ نمی بینم۔ حضرت خواجہ شمس العارفین فرمودند کہ آرد زیر افتادہ را موشی می خورد جمع چگونہ شود یعنی ہر قدر کہ زیر افتد پسیدہ شود۔[2]

ترجمہ: میاں محمد اشرف نے عرض کیا کہ مہر نور محمد ساکن گوہڑہ متصل جہلم بعد ادائے تسلیمات عرض کرتا تھا کہ آپ نے چکی پیسنے کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا بندہ روز و شب لگا رہتا ہے لیکن چکی کے نیچے آٹا نظر نہیں آتا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی غلام حسین چکوالی نے بھی اسی طرح حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ چکی بہت چلاتا ہوں مگر آٹے کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ نیچے پڑے ہوئے آٹے کو ایک چوہا کھا جاتا ہے جمع کیسے ہو؟ یعنی جتنا نیچے آتا ہے، چاٹا جاتا ہے۔[3]

آپ نے چکوال میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ آپ کے درس کا شہرہ دور دراز تک پہنچا اور مختلف امصار و دیار سے تشنگان علم حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے درج ذیل علماء کا علم ہو سکا:

---

[1] سند اجازت مولوی احمد الدین چکوالی بنام مولوی محمد عبداللہ، کھذہ مجریہ ۱۳۰۴ھ فی مدرسہ مظہر العلوم کھذہ کراچی۔

[2] نفحات المحبوب، صفحہ ۱۱۱۔

[3] ملفوظات حیدری، ۲۲۱۔

۱- حضرت مولانا احمد الدین چکوالی (فرزند ارجمند)

۲- حضرت مولانا سید لعل شاہ چشتی میروی ساکن دوالمیال ضلع چکوال' خلیفہ مجاز حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ[۱]

حضرت مولانا غلام حسین چکوالی رحمتہ اللہ علیہ جید عالم' کامل درویش اور صوفی باصفا تھے۔ فقہ و تصوف کے مسائل پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔ معاصر علماء کی کتب اور فتاویٰ آپ کے تصدیقی دستخطوں اور مواہیر سے مزین ہیں۔ حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر متوطن بھیں ضلع چکوال کے رسالہ تنشیط الافدہ فی تجویز الصلواۃ بالقلنوۃ مطبوعہ سراج المطابع جہلم پر آپ کے دستخط اور مہر ثبت ہے۔

حضرت مولانا غلام قادر بھیری رحمتہ اللہ علیہ مدفون بیگم شاہی مسجد لاہور کی کتاب سیوف الابرار علیٰ منکر جرالاذکار مطبوعہ مطبع مفید عام' لاہور کی تائید میں ایک تحریری فتویٰ دیا۔[۲]

آپ کے ایک معاصر کاتب نے آپ کی فرمائش پر ایک کتاب کی کتابت کی جس کے آخر میں آپ کا اسم گرامی اس طرح درج کیا ہے:

زبدۃ الفضلاء عمدۃ الاصفیاء علامہ عصر حیات مولوی صاحب مولوی غلام حسین صاحب' ۱۲۸۳ھ' ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ء' ۱۹۲۳ بکرمی۔

یہ کتاب صاحبزادہ عابد حسین شاہ ساکن چھمبی' جو آسیدن شاہ نے حضرت مولانا احمد الدین چکوالی کے پڑپوتے قاضی ضیاء الاسلام چکوالی کے ہاں دیکھی تھی۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۶۶ء آپ کے علمی کمالات کے عین عروج کا زمانہ تھا۔

آپ کا وصال شریف ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ[۳] مطابق ۱۱ مارچ ۱۸۸۸ء کو چکوال میں ہوا۔ جنازہ حضرت مولانا احمد الدین چکوالی نے پڑھایا۔ مزار شریف چکوال میں موجود ہے۔

سراج الاخبار جہلم نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۹ مارچ ۱۸۸۸ء میں لکھا:

"ضلع جہلم کی تحصیل چکوال میں پچھلے ہفتے دو ایسے عالم اجل فاضل اکمل رحلت گرائے عالم جاودانی ہوئے جن کا صفحہ ہستی سے چلا جانا اہل ملک کی کم نصیبی کا باعث خیال کیا جاتا ہے۔

---

[۱] میاں لعل و غوثی: گوہر لعل کا لعل مطبوعہ منوہر پریس سرگودھا ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء' صفحہ ۵۔
[۲] سیوف الابرار علیٰ منکر جرالاذکار مطبوعہ مطبع مفید عام' لاہور ۱۳۰۱ھ' صفحہ ۲۲۔
[۳] قاضی ضیاء الاسلام چکوالی کے پاس موجود خاندانی ڈائری سے نوٹ کی۔ (مؤلف)

ایک چیف قاضی احمد نور صاحب ساکن ڈھاب جو ۹ مارچ یوم جمعہ کو فوت ہوئے جن کی تاریخ وفات ۱۳۰۵ھ قبہ شرع مفتی للہ (۱۳۰۵ھ) ہے۔ دوسرے مولوی غلام حسین صاحب ساکن چکوال جنھوں نے ۱۱ مارچ کو انتقال فرمایا۔[1]

آپ کے چار فرزند اور ایک دختر تھی، جن کے نام یہ ہیں:

۱- مولانا احمد الدین چکوالی مدفون چکوال
۲- مولانا احمد بخش چکوالی
۳- مولانا احمد حسین چکوالی
۴- قاضی احمد سعید بولوی مدفون بولہ شریف، ضلع چکوال

آپ کی دختر نیک اختر کا عقد موضع ڈھوک سیال ضلع چکوال میں ہوا۔ آپ کی اولاد عالم و فاضل تھی۔ ان کی اولاد چکوال، بولہ شریف اور لاہور میں مقیم ہے۔[2]

حصول تعلیم اور اساتذہ

۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ تمام علوم متداولہ میں اپنے والد ماجد مولانا غلام حسین چکوالی سے ہی سند تکمیل حاصل کی۔

۱۲۹۸ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پر اپنے والد ماجد کے استاد حضرت مولانا رحمتہ اللہ عثمانی کیرانوی (متوفی ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ) کے سایہ عاطفت میں رہے۔ انہی سے علم میقات وغیرہ کی تکمیل کی۔ علاوہ ازیں درج ذیل علمائے کرام سے بھی تلمذ حاصل تھا۔

۱- حضرت شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سراج حنفی مکی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۱ھ)
۲- حضرت شیخ احمد بن زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ (متوفی ۱۲۹۹ھ)[3]

مکہ معظمہ کے قیام کے دوران میں آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے کہ ایک عربی

---

[1] مجلہ تحقیق پنجاب یونیورسٹی لاہور جلد ۲، شمارہ ۳، صفحہ ۵۲۔
[2] یہ تفصیل احمد سعید بولوی کی صاحبزادی سے چکوال قاضی ضیاء الاسلام کے مکان پر معلوم ہوئی۔ (مؤلف)
[3] سندات اجازت شیخ احمد بن زینی دحلان اور شیخ عبد الرحمٰن مکی مندرجہ بالا سندات کی نقول صاحبزادہ عابد حسین شاہ کی وساطت سے مولوی محمود حسن مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی (سندھ) نے فراہم کیں۔ (مؤلف)

خاتون نے فرمایا کہ یہ پنجابی شخص قرآن پاک کتنا غلط لہجے میں پڑھ رہا ہے؟ عربی خاتون کے انتباہ پر آپ نے قرات و تجوید کی تعلیم حضرت قاری عبداللہ مکی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۳۷ھ) سے حاصل کی۔

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا درس حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے لیا۔[۱]

مولانا احمد الدین چکوالی نے ہندوستان کے بڑے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حرمین شریفین اور جامعہ ازہر کے بڑے علماء سے بھی حدیث کی سند حاصل کی تھی۔[۲]

تذکرہ اکابر اہل سنت کے مؤلف لکھتے ہیں: ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں انگریز حکومت نے علماء کا انٹرویو کیا جس میں اول آنے پر آپ کو ۵۰ روپے نقد اور ۱۵ روپے ماہانہ کا وظیفہ مقرر ہوا تاکہ اورنٹیل کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں لیکن آپ کالج پہنچ کر واپس آگئے کیونکہ وہاں کا معیار تعلیم بہت پست تھا۔ ۱۲۹۸ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا' وہاں مشہور فاتح عیسائیت فاضل نبیل مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ (جو کہ آپ کے والد ماجد کے بھی استاد تھے) کے پاس ایک سال رہ کر حدیث' قرات' ہیئت' ربع مجیب اور ربع مقنطرہ وغیرہ علوم وہاں کے جید اساتذہ سے حاصل کر کے تعلیم و تدریس کی اعلیٰ سندیں حاصل کیں۔[۳]

بیعت و خلافت

آپ نے ۱۲۸۰ھ میں اپنے والد ماجد مولانا غلام حسین چکوالی کے ہمراہ سیال شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف نے بھی حضرت مولانا احمد الدین چکوالی قدس سرہ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا خلیفہ مجاز لکھا ہے۔[۴]

۱۳۱۰ھ میں دوبارہ سفر حجاز کے ارادہ سے نکلے اور مختلف مقامات مقدسہ کی زیارت کر کے

---

[۱] ملفوظات مہریہ' صفحہ ۱۸۔

[۲] ماہنامہ الصادق کراچی (صد سالہ یادگار نمبر) بابت ماہ شعبان' رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ مطابق جون' جولائی ۱۹۸۲ء' صفحہ ۲۹۔

[۳] تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان مطبوعہ استقلال پریس لاہور ۱۳۹۶ھ' صفحہ ۴۴۔

[۴] مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف مطبوعہ کاروان پریس لاہور ۱۴۰۵ھ' صفحہ ۱۳ (مقدمہ)۔

بغداد شریف میں وقت کے ولی اللہ حضرت نقیب سلمان سے سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت کی اور صاحب اجازت ہوئے [۱]

شیخ سے عقیدت

آپ کو اپنے مرشد طریقت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ہر سال سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔

۱۲۹۱ھ میں حضرت ثانی لاثانی سیالوی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی اجازت و ایماء سے سالکان راہ حقیقت و طالبان گوہر معرفت کی رہنمائی اور آسانی کے لئے مجموعہ وظائف ترتیب دیا جسے حضرت علامہ مولانا احمد الدین چکوالی نے کمال صحت کے ساتھ طبع کرایا۔ حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی آپ کی دعوت پر چکوال تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا احمد الدین چکوالی ایک روز بوقت اشراق صحن مسجد میں وظائف میں مشغول تھے کہ کسی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حسن و جمال اور کمالات کے متعلق دریافت کیا۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ میرے شمس اس آسمانی شمس سے زیادہ نورانی اور منور ہیں اور دیر تک آپ پر کیف و مستی کی حالت طاری رہی [۲]۔

درس وتدریس اور مدارس کا اجراء

حضرت مولانا احمد الدین چکوالی نے کراچی کے محلہ کھڈہ میں مولانا عبداللہ کے تعاون سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ مولوی محمد صادق لکھتے ہیں :

حضرت مولانا احمد الدین صاحب چکوالی رحمتہ اللہ علیہ مدرسہ مظہر العلوم کے بانیوں میں سے ہیں اور آپ حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سرگرم رفیق کار تھے۔ مدرسہ مظہر العلوم کا سنہ تاسیس ۱۳۰۲ھ ہے۔ اس موقع پر مولانا مرحوم کے تاثرات قلبی کا ذیل کی نظم سے اندازہ لگایئے جس کے ایک ایک لفظ سے خلوص وللہیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ع

---

[۱] نور بیگ اعوان، پروفیسر: وحنی ادب و ثقافت مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۶۸ء بار اول، صفحہ ۱۳۱۔
[۲] راوی صاحبزادہ غلام مرتضیٰ شاہ ہمدانی، علاؤل شریف (پوتا سید محمد حیات شاہ ہمدانی)۔

بعد از تحمید صلوٰۃ و سلام — باد لائح بر ضمیر خاص و عام
کاندریں حیں از عنایات کریم — قد جری ینبوع فیض مستدام
از پئے احیاء دین مصطفیٰؐ — کس نماندہ غیر نام اندر انام
در کراچی بندر از جہد اتم — مدرسہ جاری شدہ با انتظام
ہست لائق گر برائے اشتہار — آمد از ارباب معنی ایں کلام
ہذہ ہی رحمۃ من ربکم — ایہا الطلاب فوز و ابا لمرام
سکۃ الاسلام مرقاۃ العلوم — فادخلوا بالسلم یا اہل السلام
ہر چہ قال اللہ ویا قال الرسول — یا بایں ہر دو است وی را انضمام
اندریں تعلیم خواہد شد ازاں — محض اسلامی است نے از بہر نام
یعنی صرف و نحو و تفسیر و حدیث — فقہ بل منقول و معقول تمام
ہم مجیب پس مقنطر نیز طب — علم تجوید و مواریث و کلام
ہیئت و اقلیدس و علم حساب — اندر و باشد کلمح فی الادام
بر طریق سلف و منہاج قدیم — الا ہم فالا ہم بالاعتصام
با مسمی اسم او وارد و فاق — نے بنام اسلام وفی الواقع حرام
گر کشائی چشم عبرت بنگری — ایں بلائے عام در چندیں مقام
مدعا تعلیم ممنوعات حق — نام اسلام از پئے دام عوام
باید استغفار از علم چنیں — بلکہ صد لاحول در ہر صبح و شام
چند گویم شکوۂ ابنائے دہر — صاننا الرحمن عن خدع الاام
مولوی صاحب کہ عبداللہ اوست — اندریں بنمود حسن اہتمام
رکن او ثانی سلیمان مولوی است — در ہمیں جہد است ہر دم شاد کام
واز حسین میمن میموں لقا — ہمت علیا است و احسان تمام
اندر اخراجات ایں فیض نبیل — او است تنہا مستقل اہل ذمام
حاجی مہران است ہم در وے سہیم — مہر قلبی را نمودہ التزام
ہمچو ارکان شریعت چار یار — یا چوار باب طریقت ذی احترام
بل ازیں اربع عناصر معتبر — گشت ایں جسم معین را قوام

از خدامی خواہد احمد بہر شمال
واز کمال فضل خود کردہ قبول
در ترقی دار وش حینا فحین
ماندہ محفوظ ازشرور مفسدین!
سہ معلم بہر تدریس اند خاص
واز پئے طلاب ما یحتاج لہ
سندھی و ہندی و یا صنف دگر
لیک مشروط است بر متعلمین
تا کہ در تہذیب اخلاق و عمل
با ادب با شند مرتاض علوم
نیست ایں جاز خرافات دنیوی
بلکہ ہست ایں انتظام اضعفاء
شاد باد آں مومن فرخندہ بخت
از برای طالبان نقدی دہد
یا بتالیف قلوب المومنین
تا بیابد در جزائے ایں عمل
بیگماں و الباقیات الصالحات
یا عباد اللہ و یا حزب النبی
فرض عین دانید صرف جہد خویش
از ہمہ خیرات ایں را برتری است
ایں حیات چند روزہ را کہ ہست
شاید از امداد ارباب ہمم
جائے ایں درس است در غربی شہر
ایں محلہ چونکہ نو آباد گشت
چونکہ ہست ایں مظہر جود و علوم

ایں یجازیھم بھا یوم القیام
ساز وش مقبول مرغوب عظام
حسبة اللہ فی کل النظام
بر ہمیں منوال بادا بر دوام
اندریں شغل است بر اشیا قیام
حسب امکاں وادہ خواہد شد مدام
ہر یکے راہست دروے اذن عام
اتباع شرعؒ بعد از اتمام
خشیة اللہ باشد ایشاں را امام
در طلب باشند ہر دم مستہام
از کرای و قنادیل و قرام
و از مساکین است دروے ازدحام
کاندر و امداد داد از صدق تام
یا کتاب و یا لباس و یا طعام
نحو بذل المال فی ھذا المرام
جنت الفردوس و یا دار السلام
با ہمیں خیرات وارد التیام
اندریں حین است دیں در اہتمام
جانب تعلیم با شوق و عزام
زینت دنیا است و عقبیٰ را عصام
بہر ایں حسنات گیرد اغتنام
باز ایں اسلام یا بد ابتسام
نزد مچھلی مارکیت اے ذی احتشام
با ہمیں اسم است مشہور ایں مقام
اسم و تاریخش ہمیں گیر اے ہمام

محض بہر اطلاع اہل دیں — ایں سطور چند کردم ارتسام
گرچہ خاطر گوئدم ھل من مزید — لیک اکنوں بہ کہ سازم اختتام
صد صلوات و صد تحیات و سلام — بر رسول و آل و اصحاب کرام [1]

مولانا عبداللہ مرحوم اور مولانا محمد سلیمان مرحوم نے ان کو مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں پڑھانے اور مدرسہ کو ترقی دلانے کے لئے رکھا۔ انہوں نے مدرسہ کی بہت زیادہ خدمت انجام دی اور نہایت خلوص اور جذبے سے مدرسے کو ترقی دلانے کی کوشش میں لگے رہے۔

مولانا محمد صادق مرحوم نے ان سے تعلیم حاصل کی تھی اور اس وقت کے دوسرے بہت سے جید علماء نے بھی ان کے پاس تعلیم حاصل کی تھی۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کے قائم ہونے پر انہوں نے ایک قصیدہ کہا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد گاؤں روانہ ہوگئے لیکن مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ سے تاحیات تعلق قائم رکھا۔ مولانا محمد صادق مرحوم کے نام ان کے خطوط آتے رہتے تھے اور وہ سب خطوط عربی اور فارسی میں منظوم ہیں۔[2]

حضرت مولانا عبداللہ مرحوم بھی حضرت مولانا احمد الدین چکوالی کے شاگرد ہیں۔[3]

حضرت مولانا احمد الدین چکوالی نے مدرسہ صولیہ مکہ معظمہ کی تعمیر و ترقی میں بہت نمایاں حصہ لیا۔[4]

حضرت مولانا حافظ احمد الدین دھریالوی[5] رحمتہ اللہ علیہ نے ایک انجمن ''انجمن اسلامیہ علاقہ جالپ''، ضلع جہلم قائم کی اور مدرسہ اسلامیہ جاری کیا تو اس مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا احمد الدین چکوالی کی کوششوں اور مشوروں کو خصوصی دخل تھا۔ مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد ۱۳۳۰ھ

---

[1] روئیداد مدرسہ عربیہ مظہر العلوم محلہ اسلام آباد کھڈہ کراچی بابت سال ۷۱ ۔ ۱۳۷۰ھ مطابق ۵۲-۱۹۵۱ء مرتبہ مولوی محمد صادق صدر مہتمم مدرسہ مظہر العلوم مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی صفحہ ۷۴، ۷۵، ۷۶۔

[2] ماہنامہ الصادق کھڈہ کراچی (صد سالہ یادگار نمبر) بابت جون جولائی ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۸، ۲۹۔

[3] سند اجازت بنام مولانا عبداللہ مرحوم مجریہ ۱۳۰۳ھ۔

[4] راوی قاضی عبدالوحید بھوئی بن قاضی عبدالحمید بن قاضی احمد سعید بلاوئی۔

[5] حضرت مولانا حافظ احمد الدین دھریالوی بن حافظ خدا بخش حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے مخلص مرید تھے اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ خدا بخش دھریالوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ سیالوی کے خلیفہ تھے۔ قطب شاہی اعوان تھے شجرہ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ راوی مولانا محمد دھریالوی مرید خواجہ اللہ بخش تونسوی مولانا عبدالکریم کی تحقیق پر ضلع جہلم مرید خواجہ فقیر عبداللہ ... مولانا عبدالکریم بقید حیات ہیں۔ (مؤلف)

مطابق ۱۹۱۲ء میں رکھی گئی اور اس کا سنگ بنیاد ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء کو حضرت امیر حزب اللہ خواجہ سید محمد فضل شاہ جلالپوری قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔

حضرت مولانا احمد الدین چکوالی اس مدرسہ کے سالانہ اجلاسوں میں شریک ہوتے اور مالی معاونت بھی کرتے تھے۔

جب آپ نے چکوال میں مسند تدریس بچھائی تو آپ کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ کشمیر، سرحد اور کابل و قندھار تک کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔

صاحب "تذکرۂ علمائے اہل سنت پاکستان" لکھتے ہیں:

خاص طور پر مثنوی شریف، ربع مجیب اور ربع مقنطرہ وغیرہ علوم پڑھنے کے لئے دور دراز سے علماء حاضر ہوتے اور شرف تلمذ حاصل کرتے۔ قدوۃ المحققین حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی (محشی تکملہ و مصنف نجم الرحمٰن) آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔[۱]

حضرت مفتی دین محمد رتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ، اصول فقہ اور طب یونانی کی تعلیم حضرت مولانا احمد الدین چکوالی سے حاصل کی۔[۲]

جنات بھی آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

تلامذہ

آپ کے جن تلامذہ کا علم ہو سکا ان کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا عبد اللہ بانی و صدر مدرسہ اسلامیہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی

۲۔ مولانا محمد صادق کھڈہ کراچی

۳۔ مولانا قاضی احمد سعید بولوی (برادر)

۴۔ مولانا قاضی محمد ضیاء الدین چکوالی (فرزند ارجمند)

۵۔ مولانا حافظ علاء الدین چکوالی (فرزند کلاں)

۱۔ تذکرۂ علمائے اہل سنت پاکستان، صفحہ ۴۴، ۴۵۔

۲۔ فیض جاوداں مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۵۹۔

۶- قاضی انوار الحق (نواسہ)

۷- مفتی دین محمد رتوی' رتہ شریف' ضلع چکوال

۸- مولانا غلام محمود پپلانوی' پپلاں ضلع میانوالی

۹- مولانا حکیم محمد عبد الرحیم چکوالی[1]

۱۰- مولانا محمد سلیمان چشتی ساکن ڈومیلی ضلع جہلم[2]

حلیہ

آپ دراز قامت' جسامت درمیانی' گندمی رنگ اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔[3]

آپ دراز قامت' اکہرا بدن' سرخ و سفید رنگت اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ صورت و سیرت میں بے حد حسین جمیل تھے۔ چہرہ بہت نورانی تھا۔[4]

لباس و خوراک

حضرت قاضی احمد الدین چکوالی کا لباس کرتا' شلوار' کندھے پر چادر' سر پر پگڑی' پاؤں میں چمڑے کا سادہ جوتا ہوتا تھا۔ لباس سفید رنگ کا ہوتا تھا۔ آپ قلیل غذا استعمال کرتے تھے۔[5]

معمولات

آپ کے روز مرہ کے معمولات میں درس و تدریس' امامت' فتویٰ نویسی' وعظ و تبلیغ اور اوراد و وظائف چشتیہ کی تلاوت وغیرہ شامل تھے۔ خطبہ جمعہ بھی دیتے تھے۔

---

[1] مولانا حکیم محمد عبد الرحیم چکوالی نے علوم دینیہ کے علاوہ طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ (مؤلف)

[2] مولوی محمد سلیمان چشتی نے دس سال چکوال میں رہ کر آپ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ محمد سلیمان چشتی تفسیر سورۂ یوسف مطبوعہ ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۰' ۱۲۵۔

[3] راوی دختر مولوی احمد سعید بلاوی۔

[4] صوفی غلام محمد قریشی خادم مسجد جانی والی' چکوال۔

[5] راوی دختر مولوی احمد سعید بلاوی۔

اخلاق و اطوار

آپ بڑے پارسا، پابند شریعت اور اپنے شیخ طریقت کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور مرتاض تھے۔جید عالم، مفتی اور حکیم تھے۔وعظ آپ کا بہت شیریں اور مؤثر ہوتا تھا۔ مریضوں کا علاج مفت کرتے تھے۔ بڑے خود دار، رحمدل اور صابر و شاکر تھے۔ بہت بڑے شاعر اور تاریخ گو تھے۔ بڑی بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ بڑے ذہین و فطین تھے۔ آپ پہلے حافظ قرآن نہ تھے بعد میں شوق پیدا ہوا تو قرآن کریم حفظ کرکے تراویح میں سنایا کرتے تھے[۱]

صاحب فیض جاوداں لکھتے ہیں :

قاضی احمد الدین چکوالی تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔چکوال میں رہتے ہوئے اپنی پوری زندگی میں نہ بازار گئے اور نہ ہی بازار کو دیکھا[۲]

آپ بڑے حق گو اور بے باک عالم دین تھے۔فقہ تصوف اور علوم اسلامی سے ان کا سینہ منور تھا۔ اکابرین شہر اور حکام آپ کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ فرق باطلہ کے سخت خلاف تھے۔ساری عمر درس وتدریس، وعظ و تبلیغ اور یاد الٰہی میں بسر کی۔

شعروشاعری

آپ نے قدرت سے طبیعت شاعرانہ پائی تھی۔عربی، فارسی اور اردو زبان میں شعر کہتے تھے لیکن زیادہ توجہ شاعری کی طرف نہ تھی۔کبھی کبھار کہا کرتے۔تاریخی مادے بحساب ابجد نکالنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔بے شمار لوگ آپ سے تاریخی مادوں کے لئے استدعا کرتے اور آپ لکھ کر بھیج دیتے۔فارسی اور اردو شعراء کے اشعار پر اکثر تضمین کی ہے۔ الداعی تخلص تھا۔زیادہ کلام فارسی میں ہے۔

انگریزوں نے افغانستان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی اور بری طرح شکست کھائی۔اس واقعہ کو فارسی اشعار میں حافظ شیرازی کی پہلی غزل پر تضمین کرتے ہوئے بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا۔

---

۱ تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۵۔
۲ فیض جاوداں مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۰۔

پہلا شعر یہ ہے :؎

نصاریٰ پر خسارہ اہل کابل را مقابل شد
الا یا ایہا الساقی اور کاسأ و ناولہا

مولوی صاحب کے حین حیات تونسہ شریف کے صاحبزادگان کے مابین سجادہ نشینی اور املاک کی تقسیم کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوگیا اور نوبت عدالت تک جاپہنچی اور پھر اپیل در اپیل کی صورت میں عدالت عالیہ اور پریوی کونسل میں مقدمات دائر ہوئے۔ اس واقعہ سے آپ کو بہت دکھ ہوا اور اپنے اس دکھ کا اظہار انہوں نے ایک نظم کی صورت میں کیا اور اسے تونسہ شریف کے سجادہ نشین کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ نظم حافظ شیرازی کی اس غزل پر گویا تضمین تھی جس کا مطلع ہے :؎

ما مریداں روی بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
روئے بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اس طویل نظم کا ایک بند یہ ہے :؎

مسند تونسہ شریف اندر افادات طریق بود ممتاز زمانہ از پئے تنویر ما
اندریں اقلیم پنجاب از مساند منتخب ہر اوصاف کمالش برتر از تعبیر ما
اندریں حال آیتے از سورۂ مریم براں منطبق آمد ازاں گشتہ عیاں تحذیر ما
خبر شکیب باقی دریں تشویش مارا چارہ نیست کاین چنیں رفت است در روز ازل تقدیر ما
ربنا اغفر ما کنا عمداً و ناسیا" عفو کن تقصیر در تقدیم و یا تاخیر ما
باش اے عاجز خموش از صدق درباری بکوش شاید آید در قبول نالہ شب گیر ما؎

آپ نے اپنے استاد گرامی مولانا رحمتہ اللہ مہاجر مکی کی وفات پر قطعہ تاریخ کہا۔ جس کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں :؎

آہ ازیں حین مصائب اقتراں مجمع اندوہ و رنج بیکراں
گشت صبر از خاطر غمدیدہ گم ہست قول مثنوی شاہد براں
بشنو از نے چوں حکایت میکند کاین نے خامہ است دل را ترجمان
و ز جدائی با شکایت میکند با زبان تیز و چشم خوں فشاں

؎ جنتی ادب، ثقافت صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق — گر کنم رنج نہانی را عیاں
تا بگویم ذکر دردِ اشتیاق — ز انتقال قبلہ اہل دلاں
حضرت مخدومنا علم الہدیٰ — فیض بخش ناکساں و ناقصاں
فخر اہل الہند فی ملک العرب — بلکہ در اسلامبول[1] ازوے نشاں
در عراق و ہند و مصر و شام و روم — در فضائل گشتہ ممتاز زماں
موت عالم موت عالم گفتہ اند — سیما آنا نکہ ناید مثل شاں
بود در دنیا چراغ دین و دل — تاکہ شیخ ملک حرمین گشت آں
روز جمعہ بست و دوم از ماہ صوم — رفت سوئے باغ شہ یعنی جناں
لا جرم چوں نیست درماں غیر صبر — می نمایم بر دعا ختم بیاں

گو غریب الوطن تاریخ وصال

رحمۃ اللہ لدیٰ خیر الجناں[2]

۰۸ ھ ۱۳

آپ پنجابی زبان میں بھی شعر کہتے تھے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:[3]

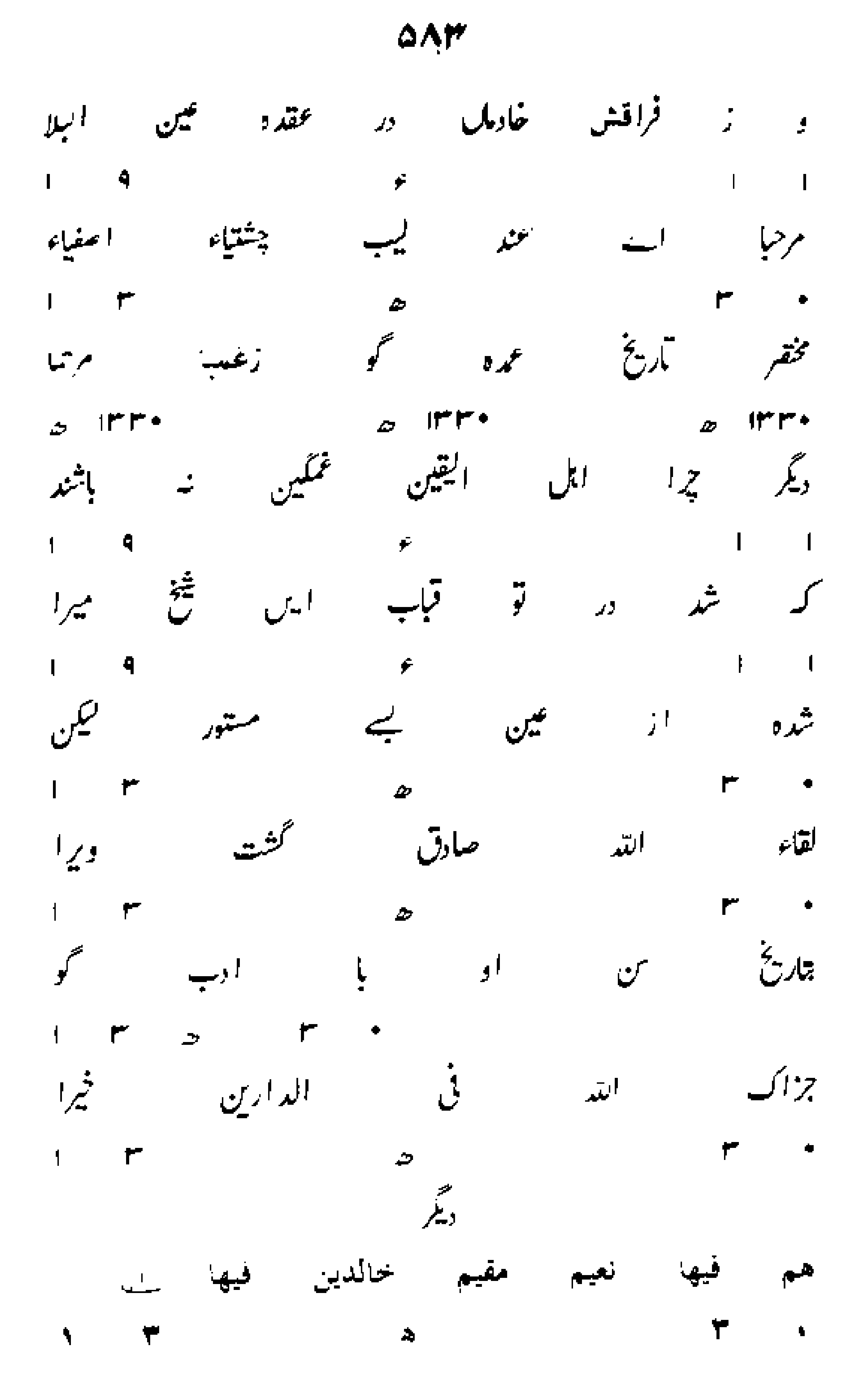
حمد خدا دی آکھ سناواں — رحمت وچوں حصہ پاواں
قربان محمد مصطفیٰ تو جاواں — لکھ ہزار درود پہنچاواں[3]

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ کی وفات کا قطعہ تاریخ ملاحظہ ہو:[3]

صد ہزار افسوس از فوت رئیس الاتقیاء
آنکہ میرا را شرف وا داز میان قربہا
اندریں قحط الرجال ایں بود یک فرد الوجود
فقر را مصداق صادق شائقاں را رہنما
چوں فرید الوقت بود ایں شاہ وصالش چوں فرید
پنجمیں شہر محرم حین صبح اربعا
۰ ۳ ھ ۳ ۱
صاحبان دین را ایں صدمہ عظمیٰ رسید
۱ ۱ ء ۹ ۱

---

[1] قسطنطنیہ۔
[2] تذکرۂ اکابر اہل سنت، صفحہ ۵۰۳۔
[3] حکیم عبدالرحیم چکواں کی لائبریری سے دستیاب ہوئے۔ (مؤلف)


و ز فراقش خادمان در عقدہ عین ابتلا
۱ ۱ ۶ ۹ ۱
مرحبا اے عندلیب چشتیاء اصفیاء
۰ ۳ ھ ۳ ۱
مختصر تاریخ عمدہ گو زعجب مرتضا
۱۳۳۰ھ ۱۳۳۰ھ ۱۳۳۰ھ
دیگر چرا اہل الیقین غمگین نہ باشند
۱ ۱ ۶ ۹ ۱
کہ شد در تو قباب ایں شیخ میرا
۱ ۱ ۶ ۹ ۱
شدہ از عین بے مستور لیکن
۰ ۳ ھ ۳ ۱
لقاء اللہ صادق گشت ویرا
۰ ۳ ھ ۳ ۱
بتاریخ سن او با ادب گو
۰ ۳ ھ ۳ ۱
جزاک اللہ فی الدارین خیرا
۰ ۳ ھ ۳ ۱
دیگر
ھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا لہ
۰ ۳ ھ ۳ ۱

مولوی محمد سلیمان چشتی متوطن ، ویلی ضلع جہلم کی تصنیف تفسیر سورۂ یوسف کا قطعہ تاریخ یہ ہے:

بحمد للہ کہ گشت از حسن توفیق ہے تصنیف نو در حال صدیق
سلیمان کرد او تفسیر یوسف بداں تاریخ سن او بتحقیق سلہ
۱۳۲۸ھ ۱۳۲۸ھ

سلہ تذکرہ ون مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور، صفحہ ۹۱، ۹۲۔
سلہ تفسیر سورۂ یوسف (پنجابی) مطبوعہ ۱۹۱۰ء، صفحہ ۱۵۸۔

حضرت مولانا منشی محمد بشیر کراچوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر قطعہ تاریخ اس طرح لکھا:

ے

عجب ہے حال دنیا کا سراسر دار فانی ہے
ہر اک موجود پر غالب فضا آسمانی ہے
کہاں تک شکوۂ دور زماں جور فلک لکھوں
کہ اس سے یہ مصیبت اور بھی دل پر بڑھانی ہے
ہمیں اندوہ حسرت ہے انہیں سب عیش و عشرت ہے
کہ ان پر دونوں عالم میں خدا کی مہربانی ہے
محمد ہو نصیر ان کا محمد ہو بشیر ان کا
ہوا اللہ کا گھر جن سے رشک گلستانی ہے
کہوں صدر کبیر ان کو دبیر ان کو کبیر ان کو
کراچی کی جماعت کا وہی بانی مبانی ہے
ہوئی ذیقعدہ کی جب تیس پنجشنبہ سے آدھی رات
چلا فردوس کو شاداں کہ ملک جاودانی ہے
ہے تاریخ ان کی خیرات مبیں' احمد سے پر تاثیر
۱۳۱۳ھ ۱۳۱۳ھ
غرائب میں وہی کلمہ ہے جو لفظ قرآنی ہے
انہیں ہو مغفرت لائح ہوئے منظور خالق جب
۱۸۹۶ء ۱۹۵۳ بکرمی
یہاں تک سال ہجری عیسوی ہندوستانی ہے
ہو جنت میں مقام ان کا ملے دارالسلام ان کو
عطا ہو وہ جزا ان کو جو قرآن میں عیانی ہے
یہ مسجد اور مکتب' علم دینی سے رہے آباد
خدا حامی ہو ان کا جن کی اس میں جانفشانی ہے

ایضاً ولہ سلمہ ربہ

ہے افسوس میں ہر صغیر و کبیر کہ صدر کراچی کے بدر منیر
تھی ذی قعدہ کی تیس لیل الخمیس ہوئے دار فانی سے رحلت پذیر
لکھی ان کی تاریخ احمد نے یوں ہے مرحوم منشی محمد بشیر ؎[۱]

تبرکات

مؤلف نے بوساطت محبوب الٰہی کھوکھر جو قاضی احمد الدین چکوالی کے محلہ کے رہائشی ہیں آپ کی مسجد کی زیارت کی جس کا نام جالی والی مسجد ہے۔ کھوکھر صاحب نے بیان کیا کہ مسجد کے صحن میں ایک جال (پیلو) کا درخت تھا جس کی مناسبت سے مسجد کا نام جالیوالی مسجد پڑ گیا۔

حضرت کی نشست گاہ دیکھی جہاں آپ طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔ دیا اور ونڈ دیکھا جو حضرت استعمال میں لایا کرتے تھے۔ کڑوے تیل والا برتن بھی دیکھا۔ طلب میں جناب بھی شامل تھے۔ وہ مقام جہاں جنات کو درس دیتے تھے دیکھا۔ آپ کا تعمیر کردہ رہائشی مکان دیکھا' پرانی وضع کا بہت عمدہ مکان ہے۔ ایک مخصوص کمرہ جہاں آپ مطالعہ میں مصروف رہا کرتے تھے اور یہی کمرہ کتب خانہ تھا کی زیارت کی۔ آپ کا عصا' گھوڑے کا سامان' تلوار اور چند قلمی کتب کی زیارت کی۔ گھوڑے کا اصطبل دیکھا۔ ایک پرانی ڈائری جس میں خاندانی ریکارڈ محفوظ تھا سے تاریخیں نوٹ کیں۔

مسجد اور رہائشی مکانات کی تعمیر

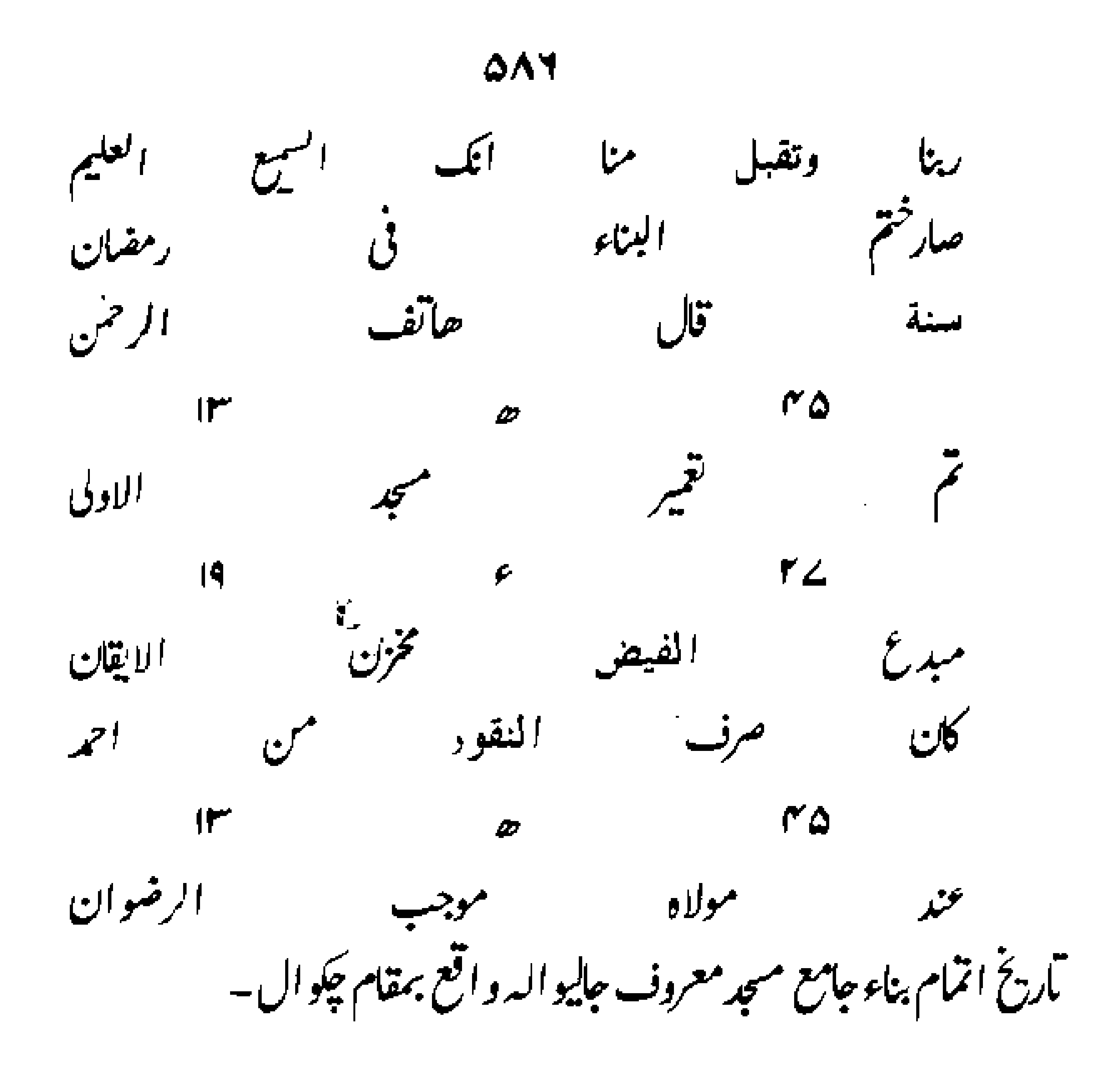
آپ نے تقریباً تین بیگھہ زمین خرید کر اس میں مسجد اور اپنے رہائشی مکان تعمیر کیے۔ مسجد جالی والی میں جمعہ کا عظیم اجتماع ہوتا تھا۔

مسجد کی پیشانی پر درج ذیل اشعار سنگ مرمر پر تحریر شدہ ہیں۔ کاشی کاری نور احمد ولد خدا بخش کاشی گر ملتان کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کاتب کا نام پڑھا نہ گیا: ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم التواب الحلیم

۴۵ ھ ۱۳

؎[۱] رسالہ فیض علمی الموسوم بتاریخی تجلی فیض (۱۳۳۳ھ) مرتبہ مولانا محمد غلام رسول قادری مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی' صفحہ ۵۶۔



ربنا وتقبل منا انک السمیع العلیم
صار ختم البناء فی رمضان
سنة قال ھاتف الرحمن
۴۵ ھ ۱۳
تم تعمیر مسجد الاولی
۲۷ ۶ ۱۹
مبدع الفیض مخزن الایقان
کان صرف النقود من احمد
۴۵ ھ ۱۳
عند مولاہ موجب الرضوان

تاریخ اتمام بناء جامع مسجد معروف جالیوالہ واقع بمقام چکوال۔

قاضی احمد الدین چکوالی کے مکان کے صدر دروازہ کے مغربی سمت دیوار میں نصب شدہ سنگ مرمر پر یہ اشعار کندہ ہیں: ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چو شد تمام ظفر منزل و مقام ضیا — بگفت ہاتف گو ایں چنیں سنین بنا
من ضعیف کجا و ایں بنا لطیف کجا — شدہ بر آنچہ کہ شد بیشک از عطائے خدا
۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء
بود ظفر بسعادات مصاحب الانوار — ز نور علم و عمل باد با غنا و سخا

اللھم بارک فی مکاننا ومکیننا
وفی حجب رزقنا و بیننا
۴۶ ھ ۱۳

القاب

معاصر اور بعد کے علماء و مشائخ نے آپ کو درج ذیل القاب سے نوازا ہے:

ہے:

الشیخ الاجل الفاضل العالم الکامل نصیر الاسلام ابی العلاء احمد الدین[1]

حضرت علامہ مولانا احمد الدین چکوالی[2]

فاضل اجل حضرت مولانا مولوی احمد الدین چکوالی[3]

استاذ عصر احمد دین فاضل متین

جو ایک بحر علم ہیں اور پیشوائے دیں[4]

عالم اجل اور فاضل بے بدل[5]

استاذ العلماء مولانا احمد الدین چکوالی

استاذ الاساتذہ مولانا احمد الدین[6]

عالم اجل و فاضل بے بدل مولانا استاذنا حضرت مولوی احمد الدین چکوالی[7]

معاصرین

معاصر علماء و مشائخ میں آپ کی حیثیت امتیازی تھی۔ حضرات ثانی لاثانی سیالوی اور خواجہ احمد میروی سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ دونوں بزرگ چکوال میں آپ کے پاس تشریف لائے تھے۔

قاضی احمد الدین پادشاہانی، قاضی غلام محمد چکوالی، خواجہ سید محمد حیات شاہ خواجہ آبادی، قاضی عبدالباقی کرسالوی، قاضی سید رسول بولوی، قاضی محمد حسن کالسی، قاضی محمد ثناء اللہ آف پنجائن، خواجہ سید فضل شاہ دریا مالی اور قاضی احمد الدین دھرابی وغیرھم سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔

---

[1] سندات شیخ احمد بن زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ، شیخ عبدالرحمن بن عبد اللہ سراج کی قدس سرہما۔
[2] مثنوی پیر [illegible] شاہ الازہری: مجموعہ وظائف، صفحہ ۱۳۔
[3] تجلی فیض مطبوعہ ہلال اسٹیم پریس ساڈھورہ ۱۳۱۳ھ۔
[4] ایضاً، صفحہ ۵۴، مولانا غلام رسول قادری مرحوم۔
[5] پنجابی ادب و ثقافت، صفحہ ۱۳۱۔
[6] مولانا عبدالحکیم شرف قادری (تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۴)۔
[7] تفسیر سورۂ یوسف (پنجابی)، صفحہ ۱۵۸۔

حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے آپ نے تصوف کی کتب کا درس لیا تھا۔ آپ حضرت گولڑوی کا انتہائی احترام کرتے تھے اور حضرت گولڑوی بھی آپ پر بہت شفقت کی نظر رکھتے تھے۔

کتب خانہ

آپ کا عظیم کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں تھیں۔ قلمی کتب کا ذخیرہ بھی تھا۔ آپ کے کتب خانہ کا تھوڑا حصہ اب بھی محفوظ ہے۔ قاضی ظفر الاسلام چکوالی (پوتا قاضی احمد الدین چکوالی) نے یہ نادر ذخیرہ سیال شریف، بھیرہ شریف اور دیگر مختلف مقامات پر منتقل کر دیا تھا۔

بقول حضرت مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی مدظلہ آپ کا ایک بڑا عظیم کتب خانہ جس میں نایاب کتب تھیں۔ ایک دفعہ چکوال کے سفر کے دوران شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ اسے دیکھنے گئے۔ اغلباً" مستورات نے وہ کتب خانہ آپ کے حوالے کر دیا۔[1]

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں ہے:

محترم قاضی ظفر الاسلام صاحب چکوال نے اپنے گرامی قدر جد امجد حضرت علامہ مولانا احمد الدین صاحب قدس سرہ کے کتب خانہ کی چند بہترین کتب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے لئے ہدیۃً عطا فرمائی ہیں جس کے لئے دارالعلوم کی مجلس انتظامیہ، دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ تہہ دل سے ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس ایثار کو قبول فرمائے اور دوسرے حضرات کو بھی ان کے اسوۂ کریمہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین![2]

مطب

آپ نے علم طب بھی پڑھا اور اس میں کمال حاصل کیا۔ کئی لاعلاج مریض آپ کے علاج سے شفایاب ہوئے۔[3]

---

[1] مکتوب بنام مؤلف مرقومہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء از چکوال۔
[2] ایک قابل تقلید مثال از محمد کرم شاہ عبد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ (ضلع سرگودھا) مطبوعہ در ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۷۶ء، صفحہ ۹۲۔
[3] تذکرہ علمائے اہل سنت، صفحہ ۴۴۔

آپ نے وہاں (کراچی) بھی خدمت خلق کے لئے ایک مطب کا اجراء فرمایا اور سستے علاج کے لئے آپ نے شہرت دوام حاصل کی[1] علم طب پڑھ کر آپ کے تلامذہ نے مطب جاری کئے اور مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہے۔

حضرت حکیم مولانا عبدالرحیم چکوالی رحمتہ اللہ علیہ کی قلمی بیاض میں آپ کے بعض طبی نسخے درج ہیں۔صرف ایک نسخہ درج کیا جاتا ہے:

نسخہ برائے بواسیر

گودہ خشک حنظل ۳ ماشہ' مصبر ۳ ماشہ' پوست ہلیلہ سبز ۳ ماشہ' رگڑ کر تازہ پودینہ میں گولیاں چنے برابر تیار کریں۔ہمراہ پانی تازہ روزانہ رات کو ایک ایک استعمال کریں۔

اولاد امجاد

آپ کے دو صاحبزادے آپ کی زندگی میں فوت ہوگئے۔مولانا حافظ علاء الدین ۲۱ سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔دوسرے صاحبزادے مولانا حافظ قاضی ضیاء الدین ایم اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز صحیح العقیدہ سنی تھے۔ملازمت کے دوران ایک حادثہ کا شکار ہوگئے۔تاریخی مادۂ قاضی صاحب مرحوم الابد اور مولوی ضیاء الدین علامہ زمان ۱۳۴۴ھ) ہے۔ان کی وفات پر مولانا احمد الدین نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اس نے دیکھنے والوں کو محو حیرات بنا دیا۔[2] قاضی احمد الدین چکوالی نے ان کی وفات حسرت آیات پر ایک طویل نظم لکھی جس کی فوٹو سٹیٹ مؤلف کے پاس محفوظ ہے۔

مریدین

آپ کے مریدین چکوال اور مضافات شہر میں پائے جاتے ہیں۔

---

[1] دھنی ادب و ثقافت' صفحہ ۱۳۲۔
[2] تذکرۂ علمائے اہل سنت' صفحہ ۴۶۔

وصال

آپ کا وصال شریف ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۲۹ء کو ہوا۔ صرف ایک دن بیمار رہے اور صبح صادق سے کچھ پہلے اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ [1]

مدفن

چکوالی سٹی پولیس کی مشرقی دیوار سے چند قدم ہٹ کر حضرت مولانا غلام حسین چکوالی کا مزار ہے اس کے متصل مشرقی سمت قاضی ضیاء الدین چکوالی کی قبر ہے اور ساتھ ہی قاضی احمد الدین چکوالی کا مرقد ہے۔ قاضی احمد الدین چکوالی اور قاضی ضیاء الدین چکوالی کی قبور پختہ ہیں۔ البتہ مولانا غلام حسین چکوالی کی قبر کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ صاحب تذکرہ اکابر اہل سنت نے درست فرمایا:

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس علامہ جلیل کی قبر کسمپرسی کے عالم میں ہے۔" [2] اصل بات یہ ہے کہ ان کے اخلاف ان کے مسلک سے منحرف ہو چکے ہیں۔ یعنی دیوبندی مسلک اختیار کر لیا ہے۔

بقول علامہ مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی، حضرت مولانا احمد الدین چکوالی کے عالم باعمل اور تقویٰ کے پیش نظر ان کا ایک معتقد قبرستان میں ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ اتفاق سے ملک حبیب احمد ریٹائرڈ تحصیلدار کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس فاتحہ پڑھنے والے کو بازو سے پکڑ کر کہنے لگے کہ اس کے پاس کیا لینے آیا ہے۔ [3]

فتاویٰ

آپ مسائل شرعیہ پر گہری نظر رکھتے تھے اور بہت بڑے مفتی تھے۔ دور دراز علاقہ جات

---

[1] خاندانی ڈائری قاضی احمد الدین چکوالی
[2] تذکرۂ اکابر اہل سنت، صفحہ ۳۶۔
[3] مکتوب بنام مؤلف مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء از چکوال۔
نوٹ: ملک حبیب احمد ریٹائرڈ تحصیلدار بن قاضی غلام حیدر عم زادہ قاضی احمد الدین چکوالی قدس سرہ۔ (مؤلف)

سے لوگ استفتاء ارسال فرماتے اور آپ ان کا قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیتے تھے۔ فتاویٰ پر کوئی فیس وغیرہ نہ لیتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ عابد حسین شاہ ساکن چھمبی نواحی چوآسیدن شاہ ضلع چکوال نے مرید ضلع چکوال کے سفر کے دوران میں مولانا سید گوہر حسین شاہ صاحب سے ملاقات کی۔ مولانا سید گوہر حسین شاہ کا تعلق مرید کے ایک قدیم علمی و روحانی خاندان سے ہے۔ ان کے کتب خانہ میں ایک قلمی فتویٰ نظر آیا جو قاضی احمد الدین چکوالی کا جاری کردہ ہے۔ یہ فتویٰ ازراہ شفقت آپ نے روزانہ فرمایا۔ اصل مخطوطہ من و عن عبارت یہاں درج کر رہا ہوں:

۷۸۶

باسمہ سبحانہ جل شانہ

جملہ اہل اسلام کو واضح ہو کہ اگر چاہ یعنی کنوئیں میں نجاست غلیظہ پڑی 'خواہ کتا گرے یا مرے یا کوئی جانور اس میں مر کر گل جاوے۔ اس وقت اس کنوئیں کا پانی تمام نکالنا ضروری ہے۔ جب تمام پانی اس کنوئیں کا نکل جاوے' اس وقت اس کو پاک ہونے کا حکم ہو جاتا ہے۔ اس کی دیواریں اور بوکا اور رسی سب بموجب حکم شریف کے پاک ہو جاتے ہیں لیکن اگر شک ہو کہ کیچڑ میں کوئی پلیدی رہ گئی ہے تب کیچڑ بھی نکال کر کنوئیں کو صاف کرنا چاہئے مگر دیواروں کا دھونا کوئی ضروری نہیں بلکہ منع ہے۔ شرع شریف کی سب کتابوں میں یہ مسئلہ بتفصیل موجود ہے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

کتبہ الداعی احمد الدین عفی عنہ' ساکن چکوال[1]

---

[1] فتویٰ کی فوٹو سٹیٹ مولف کے پاس محفوظ ہے۔ (مولف)

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی

ولادت اور خاندان

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی بن مولانا عبدالحکیم بن مولانا جان محمد بن مولانا محمد صدیق قدس اسراھم ضلع سرگودھا کے مردم خیز قصبہ بھیرہ میں تقریباً ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوئے۔[۱] بوقت ولادت آپ کا ناصیتہ ایک خاص قسم کے نور سے منور تھا۔

آپ قریش خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ سندھ کے باشندے تھے۔ ان کے جد بزرگوار تسخیر سندھ کے بعد سندھ میں آباد ہوئے۔ بعد ازاں بعض سیاسی انقلابات سے مجبور ہوکر سندھ سے منتقل ہوکر بھیرہ میں مقیم ہوگئے۔

آپ کے دو حقیقی برادر مولانا غلام حیدر قریشی اور مولانا غلام حسن قریشی تھے۔ آپ کے خاندان کا علمی شہرہ اکناف و اطراف علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔

تعلیم و تربیت اور اساتذہ

قرآن مجید اور ابتدائی کتب کی تعلیم والد ماجد مولانا عبدالحکیم قریشی سے حاصل کی۔ جب

---

[۱] حضرت مولانا محمد عارف اشرفی سلامت پوری فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد یعقوب سلامت پوری رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت علامہ بھیروی قدس سرہ کا بیان ہے: راحۃ الخاطر کا قلمی مسودہ تقریباً ۶۲ ۶۷ سال پرانا ہے۔ کتاب چھپے ہوئے قریباً ۱۲ ۱۷ برس ہوچکے ہیں۔ جب کتاب لکھی گئی تھی اور قلمی مسودہ بھی مجلد کرکے محفوظ رکھا گیا تھا اس وقت حضرت علامہ بھیروی کے متوسلین' مریدین اور شاگردوں کی ایک جماعت موجود تھی یعنی بقید حیات تھی۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ آپ کی عمر ۸۶ برس ہی ہو کیونکہ اس سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا نیز بزرگوں سے بھی یہی سنا ہے کہ آپ کی عمر کافی ہوگئی تھی تاہم مجموعی صحت بہت اچھی تھی۔ عاجز کی رائے ہے کہ مذکورہ کتاب کے مندرجات صحت و تحقیق کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مولانا غلام مہر علی صاحب نے سن ولادت شریف کہاں سے دریافت فرمایا یا ماخذ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب کہ ولادت ۱۲۶۵ھ ہے مولانا موصوف ہی بہتر دے سکتے ہیں۔ مؤلف نے الیواقیت المہریہ کے مصنف حضرت مولانا غلام مہر علی گولڑوی مدظلہ سے رابطہ کیا تو جواب ندارد۔ مصنف الیواقیت المہریہ نے حضرت مولانا بھیروی کے حالات میں سنہ ولادت ۱۲۶۵ھ لکھا ہے۔ (مؤلف)

آپ دس برس کے ہوئے تو ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا جس نے آپ کے توسن ذوق علم کے لئے تازیانہ کا کام کیا۔ آپ حسب ارشاد والد ماجد ایک طالب علم کے ہمراہ گائے بھیرہ کے نواحی گاؤں چک قاضی چھوڑنے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک بزرگ نورانی صورت سے ملاقات ہوئی۔ بزرگ نے نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا:

بیٹا! تیری پیشانی سے تو انوار علم درخشاں ہیں تو مویشی کیوں ہانک رہا ہے؟ جا اس کام کو چھوڑ کر علم دین حاصل کر اور مخلوق خدا کو فیض پہنچا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی طبیعت کا میلان علم دین حاصل کرنے میں اس قدر ہوا کہ باصرار والدین سے اجازت لے کر ایک تاجر کے ہمراہ دہلی روانہ ہوئے اور حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی کی خدمت میں چودہ برس رہ کر جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کی اور سند فضیلت حاصل کر کے بھیرہ واپس ہوئے۔

زمانہ طالب علمی میں آپ ہی کے ذہن رسا اور علمی قابلیت و استعداد کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے شہرہ آفاق عالم آپ کے پاس علمی مذاکرات کے لئے آتے اور آپ کی باریک بینی نکتہ سنجی اور تفقہ فی الدین میں کمال کی تعریف کرتے۔ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ہر علم کے ایک ایک رسالہ کا متن ازبر کر لیا۔ دہلی کے مشہور و معروف غیر مقلد مولوی صاحب نے آپ سے نماز جمعہ کے متعلق گفتگو کی۔ آپ نے چند سوالوں میں ہی انہیں لاجواب کر دیا اور وہ آپ کے مسلک کے قائل ہو گئے۔

بیعت و خلافت

دہلی سے بھیرہ میں قیام فرما ہوئے۔ تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ آپ بغرض بیعت سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو پہلی نظر میں ہی کشف قلبی سے جانچ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک ایسی استعداد ودیعت فرمائی ہے کہ اگر اس کی صحیح طور پر نشو و نما کی گئی تو یہ جوان مہر تاباں کی طرح ایک جہان کو منور کرے گا۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو بیعت فرما کر ظاہری اور باطنی کمالات سے مالا مال کر دیا۔

حضرت مولانا بھیروی نے سیال شریف کچھ عرصہ قیام فرمایا اور اپنے شیخ کامل کی ہدایت و

ارشادات کے مطابق خوب مجاہدے اور ریاضات کیے۔ علاوہ ازیں تواضع، مستعدی اور خلوص سے حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت کی۔ روحانی مقامات اور منازل سلوک طے کرانے کے بعد واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی اور کمال شفقت و مہربانی سے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا:

مولوی صاحب! آپ کا نکاح دریائے جہلم کے کنارے ایک گاؤں میں ہو گا۔

چنانچہ آپ کی شادی راجڑ (ضلع جہلم) کے ایک عارف کامل اور عابد و زاہد بزرگ حضرت مولانا شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی جو آپ کے والد ماجد کے قریبی رشتہ دار تھے۔

شیخ سے ارادت

حضرت مولانا بھیروی کو حضرت خواجہ سیالوی سے والہانہ محبت اور عشق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر دوسرے یا تیسرے ماہ سیال شریف حاضری دیا کرتے تھے۔ دوران قیام لاہور جب عازم سیال شریف ہوتے تو آپ بھیرہ بھی جاتے اور بھیرہ صرف ایک رات قیام فرما کر سیال شریف تشریف لے جاتے اور وہاں جی بھر کر رہتے۔ حضرت خواجہ سیالوی کا کمال ادب فرماتے اور آپ کی خدمت کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی اور خواجہ محمد فضل الدین سیالوی کی علمی خدمت فرماتے اور اسے اپنے لئے باعث سعادت دارین سمجھتے۔ قیام لاہور کے دوران آپ اپنے مرشد کامل کا ذکر خیر اکثر فرماتے تھے اور وفور محبت سے آپ پر ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی۔ یہی محبت اور عشق تھا جس کے باعث آپ نے اپنے شیخ طریقت سے گہرا تعلق پیدا کر لیا اور بالآخر آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی سے آپ کو بہت محبت اور عقیدت تھی۔ دونوں بزرگوں کی باہم مراسلت تھی۔ جب ثانی لاثانی سیالوی لاہور تشریف لے جاتے تو مولانا بھیروی حاضر خدمت ہو کر فیض یاب ہوتے۔

درس وتدریس

حصول علم سے فراغت کے بعد آپ ایک مخلص کے پیہم اصرار [illegible] تشریف لے گئے اور وہاں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور آپ کی شہرت دور دور تک ہوئی اور طالبان علم

آپ کی خدمت میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ یہاں ایک ہندو راجہ نے بھی آپ سے اکتساب علم کیا[۱]
بعد ازاں آپ اپنے چچا جان کی وفات اور والد ماجد کی پریشانی کے باعث وطن تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کے اصرار پر بھیرہ شریف میں ہی درس و تدریس کا کام جاری رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ گورداسپور کے مدرسہ کا انتظام اپنے ایک منتہی شاگرد کے حوالے کر دیا۔
بھیرہ میں آپ حضرت مولانا احمد الدین بگوی کے مدرسہ میں درس و تدریس کی مسند پر فائز ہوئے[۲]

لاہور آمد

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم بھیروی کے پاس ایک مجذوب خادم خاص خدا بخش عرف جھلی والے سائیں رہتے تھے۔ وہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ایک دن آپ کے والد ماجد سے فرمانے لگے:
مولانا صاحب! قحط پڑنے والا ہے' اس کے لئے کسی طرح کچھ غلہ فراہم کر لیں۔" آپ نے جواباً فرمایا: "سائیں جی! ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے' اپنی مخلوق کو رزق پہنچانے کا ذمہ اس رزاق مطلق نے رکھا ہے۔ اس لئے وہ خود ہی کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دے گا۔"
اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا بھیروی کو بھیرہ کا ایک سوداگر اپنے ہمراہ لاہور لے گیا۔ اس عرصہ میں آپ نے لاہور کی مختلف مساجد اور مجالس میں تقاریر فرمائیں۔ لوگ آپ کے والہ و شیدا ہو گئے اور آپ کی شہرت ہو گئی۔ آپ نے اونچی مسجد اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری کیا۔[۳]

اورینٹل کالج لاہور میں ملازمت

صاحب الیواقیت المہریہ کا بیان ہے:
تعین نائب الاستاذ العربی فی الکلیۃ الاسلامیۃ بلاہور سنۃ المیلادیۃ تسع و سبعین

---

[۱] راحت [illegible] صفحہ [illegible] (ملخصاً)
[۲] [illegible] صفحہ ۵ ماہنامہ [illegible] الاسلام بھیرہ [illegible] مارچ [illegible] ۱۹۸۱ء صفحہ ۹۵
[۳] راحت [illegible] صفحہ ۸

بعد الالف و ثمانمائة فافاض العلوم فیھا سنتین[1]

۱۸۷۹ء میں اورنٹل کالج لاہور میں عربی کے نائب استاد مقرر ہوئے اور دو سال تک طلباء کو علم و فضل سے فیضیاب کرتے رہے۔

مشہور محقق و سوانح نگار حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

"صنم خانہ فرنگ" میں بیٹھ کر مولانا غلام قادر بھیروی نے ایک عرصہ تک جو جہاد کیا وہ علمائے اہل سنت کی تاریخ میں ایک یادگار ہے۔[2]

کالج سے استعفیٰ

اورنٹیل کالج کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں عربی کے دوم مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ ۱۸۸۱ء میں انگریزوں کو ایک فتویٰ کی ضرورت پیش آئی جس پر ملک کے علمائے حقانی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ان علمائے کرام سے مایوس ہو کر گورنمنٹ کو اپنے ملازمین اور ان کاسہ لیس علماء کی طرف رجوع کرنا پڑا جو ہر دور میں اقتدار کی غلط باتوں پر اپنی مہریں لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مولانا غلام قادر کے پاس جب یہ فتویٰ پہنچا تو آپ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ حکومت نے کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لائنز سے رجوع کیا تاکہ وہ اپنے کالج کے مولویوں سے دستخط لیں۔ ڈاکٹر ان دنوں شملہ میں گرما کی چھٹیاں گزار رہے تھے۔ انہوں نے سارے سٹاف کو ہدایت کی کہ وہ حکومت کے منشاء کے مطابق فتویٰ دیں کیونکہ یہ استاد سرکاری ملازم ہیں۔ مولانا نے اس چٹھی کے پڑھتے ہی سب سے پہلے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور پھر یہ کہا میں غلط فتویٰ نہیں دوں گا۔ پرنسپل کو اتنے فاضل کا کالج چھوڑ جانا بڑا ناگوار تھا۔ انہوں نے پھر لکھا کہ آپ فتویٰ نہ دیں مگر کالج کو نہ چھوڑیں۔ مگر آپ نے لکھا کہ میں غلط فتوے لکھنے کے لئے ملازمت نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر نے لاہور واپس آکر حضرت مولانا کو بلایا تو آپ نے فرمایا: مجھے خواب میں میرے آقائے مدنی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اب میں صرف قرآن و حدیث پڑھایا کروں۔ میری تنخواہ اللہ کے خزانے سے ہر ماہ آیا کرے گی۔ اندریں حالات میں

---

[1] الیواقیت المہریہ، صفحہ ۱۳۸۔
[2] تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور، صفحہ ۲۲۸۔

اورنٹیل کالج کی پروفیسری سے معذور ہوں۔[1]

مدرسہ نعمانیہ میں تدریس

انجمن نعمانیہ لاہور کی بنیاد ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں رکھی گئی۔ ۲۳ جولائی ۱۹۸۹ء کو اراکین انجمن نعمانیہ کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں اراکین مجلس انتظامیہ اور عہدہ داران کا انتخاب عمل میں لایا گیا تو حضرت مولانا بھیروی صدر ثالث مقرر ہوئے۔[2] آپ کا مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اولین شیخ الحدیث کا تعین ہوا۔ علاوہ ازیں اونچی مسجد میں بھی درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری رہا۔

صاحب نزھۃ الخواطر لکھتے ہیں:

لم یکن لہ نظیر فی کثرۃ الدرس والافادۃ[3]

درس و افادہ کی کثرت میں کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔

بیگم شاہی مسجد لاہور میں قیام

بیگم شاہی مسجد کی تولیت ایک معمر بیوہ مسماۃ مائی جیواں کے قبضہ میں تھی۔ مائی جیواں کی خواہش تھی کہ مسجد کی تولیت کسی جید عالم کے سپرد کی جائے۔ چنانچہ اپنے ایک نیک دل رشتہ دار میاں فضل الدین مرحوم ساکن چوہٹہ مفتی باقر سے اس کے متعلق رائے طلب کی۔ میاں فضل الدین نے مائی جیواں کو حضرت مولانا غلام قادر بھیروی سے درخواست کرنے کا مشورہ دیا جو مائی جیواں نے قبول کر لیا۔

خدا کی شان اسی رات مائی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیر مسجد میں بیٹھا ہے۔ اس خواب نے ان کے دل کی پوری تسلی کر دی اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت مولانا بھیروی ہی فی الواقع شریعت و طریقت کے بیشہ کے شیر ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن چند شرفاء کی معیت میں حاضر خدمت ہو کر آپ سے مسجد کی ذمہ داری کا اقرار لے لیا اور ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں فقیر سید

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۹۹۔

[2] رپورٹ انجمن نعمانیہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۱، ۳۲۔

[3] نزھۃ الخواطر جلد ہشتم صفحہ ۳۴۹۔

جمال الدین مرحوم رجسٹرار لاہور کے روبرو پیش ہوکر مسجد کی تولیت کا انتقال باضابطہ حضرت مولانا بھیروی کے نام رجسٹری کروا دیا گیا اور آپ کو خود مختار متولی مسجد قرار دے دیا گیا۔

انجمن حنفیہ کا قیام اور درس وتدریس

آپ کے تصرف اور کشش باطنی سے جب لوگوں کا رجوع مسجد کی طرف ہوگیا تو آپ نے سب سے پہلے وہاں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی جس کا نام انجمن حنفیہ رکھا گیا۔ آپ کے اثر باطنی اور انجمن کے اراکین کی سرگرمی سے تھوڑے ہی عرصہ میں سینکڑوں اشخاص اس انجمن میں شامل ہوگئے۔ انجمن کا مقصد اولین مسجد کی مرمت اور دینی مدرسہ کا قیام تھا۔ چنانچہ اس کے ممبران نے روپیہ کی فراہمی کا کام بڑی محنت اور کوشش سے شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کافی روپیہ جمع ہوگیا۔ آپ نے مسجد کی مرمت کا کام شروع کروا دیا۔ آپ نے یہ کام انجمن کے چند ایسے اراکین کے سپرد کیا جو فن تعمیر سے واقفیت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے مسجد میں فرش لگوایا گیا۔ پھر صحن کے درمیان تالاب بنوایا گیا۔ مسجد کا ایک کنواں جو جنوب کی طرف کچھ اچھی حالت میں تھا اسے صاف کروا کر مرمت کروایا گیا اور اس کے ملحق وضو کی جگہ اور غسل خانے وغیرہ بنوائے گئے منبر اور مسجد کی عمارت کو پوری طرح مرمت کروایا گیا۔ شکستہ اور خراب شدہ بیل بوٹوں کو از سرنو بنوانا مشکل تھا لیکن باقی ماندہ کو آئندہ شکست وریخت سے محفوظ کرلیا گیا تاکہ ان سے مسجد کی شان رفتہ کا کچھ اندازہ ہوسکے۔ مسجد میں داخل ہونے کے لئے دو دروازے مشرق اور شمال کی طرف ہیں۔ ان دونوں دروازوں پر پرانے کتبے آج تک موجود ہیں۔ چنانچہ دروازہ شرقی پر یہ لکھا ہے:

شاہ عالمگیر نور الدین محمد بادشاہ
باد یا رب بر جہاں روشن چو نور مہ و ماہ

شمالی دروازہ پر یہ کتبہ نصب ہے:

اللہ اکبر

منت ایزد کہ آخر گشت کا راز ابتدا ۔ ہم بتوفیق خدا و ہمت صاحب مسندی
حضرت مریم زمانی بانی ہذا المکان ۔ تنز عنایات الٰہی ساخت جائے بندگی

از پئے تاریخ ختم ایں بنائے چون بہشت   فکری کردم کہ آخر یا فتم خوش مسجدے
۱۰۲۳ھ

مسجد کے جنوبی جانب کے تینوں حجروں کو درست کروا کر آپ نے انہیں طلباء اور اپنی رہائش کے لئے مخصوص فرمایا۔ حجرۂ مغربی میں آپ خود مقیم ہوئے اور باقی دونوں کمرے مسجد کے خدام اور طلباء کے لئے مقرر فرمائے [۱]

آپ کی کتاب انوار حقیقت احمدیہ کے آخر میں ایک اشتہار چھپا ہوا ہے جو درج ذیل ہے:

مژدہ

اہل اسلام کو ہے۔ مسجد بیگم شاہی واقع لاہور متصل مستی دروازہ جو ایک مدت سے غیر آباد تھی اب اس میں ایک مدرسہ عربی فارسی جاری ہوا ہے لیکن مسجد مرمت طلب ہے اور مسجد کا بنانا جنت میں گھر بنانا ہے۔ بموجب حدیث شریف کہ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ بیتا فی الجنۃ محبان خدا و رسول (ﷺ) اس کار خیر میں امداد فرمائیں اور سرمایہ امدادی بنام مولوی فضل الدین مالک مطبع صحافی لاہور و مہتمم مدرسہ و مسجد ارسال فرمائیں۔

المشتہر

مولوی غلام قادر بھیرہ والا [۲]

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ حنفی مسلک کے بزرگ تھے اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے والہ و شیدا تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آپ کی فقہ کے مقلد اور حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم اور جانثار تھے۔ آپ غیر مقلدین اور دیگر باطل اور گمراہ فرقوں پر حسب فرمان نبوی ﷺ الحب للہ والبغض للہ شدت فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی بد عقیدہ شخص آپ سے ملاقات کرتا آپ اسے پہلے فرمان خداوندی ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ کے تحت نرمی ملاطفت محبت اور دلائل شرعیہ کے ساتھ سمجھانے کی پوری کوشش کرتے مگر جب کوئی شخص فرامین باری عز اسمہ اور احادیث آقائے نامدار سن کر بھی اپنی ضد پر قائم رہتا تو

۱۔ زاد الخاطر مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۳، ۱۴ (ملخصاً)
۲۔ انوار حقیقت احمدیہ مطبوعہ مطبع صحافی لاہور ۱۳۰۴ھ صفحہ ۳۱۔

پھر آپ کو جوش آجاتا اور شدت فرما کر اسے مجلس سے نکال دیتے بلکہ مسجد سے بھی باہر نکل جانے کا حکم دے دیتے۔

بالآخر جب آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں سے مکالمہ کرنا اور انہیں سمجھانا محض تضیع اوقات ہے۔وہ لوگ کج بحثی کرتے اور کسی طرح راہ راست کی طرف نہیں آتے اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق کہ ایسے لوگ کمان کے تیر کی طرح ہیں جو کمان سے نکل کر واپس نہیں آسکتا۔علاوہ ازیں ملائی جیوان مرحومہ نے بھی ایک جمعہ کے دن نماز کے بعد عام لوگوں کے سامنے آپ سے مسجد کو بد عقیدہ لوگوں کی آمد و رفت سے پاک رکھنے کی درخواست کی۔بنابریں آپ نے ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں حسب فیصلہ چیف کورٹ انجمن حنفیہ کے ایک اجلاس کے موقع پر مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر پاس کروالی اور ایک بورڈ لکھوا کر مسجد میں آویزاں کر دی جسے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں حاجی مستری الٰہی بخش مرحوم ساکن اندرون موری دروازہ لاہور نے سنگ مرمر پر کندہ کرا کر مسجد کی دیوار میں نصب کروا دیا جو بفضلہ تعالیٰ آج تک موجود ہے تاکہ مسجد میں نہ بد عقیدہ لوگ داخل ہوں اور نہ اختلاف عقیدہ کے باعث خانہ خدا میں جھگڑے اور نزاع کی صورت پیدا ہو اور مسجد جو ذکر اللہ اور مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی' محبت اور موانست پیدا کرنے کا مقام ہے۔منافقت اور منافرت کی جگہ اور دنگے فساد کا اکھاڑہ نہ بن جائے [1]

قرارداد کے الفاظ یہ ہیں:

باتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی' رافضی' نیچری' مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے۔

فقیر غلام قادر عفی عنہ' متولی بیگم شاہی مسجد ۱۳۱۳ھ

کتبہ: عبد الحمید خوشنویس

عصر حاضر کے عظیم محقق اور سکالر حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے کیا خوب لکھا ہے:

آج کل کے بعض ''دانشور'' یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سنی وہابی اختلاف محض فروعی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا آپس میں رواداری کا ثبوت دینا چاہئے۔سوال یہ ہے کہ جو لوگ اہل

---

[1] راحۃ الخاطر' صفحہ ۱۷' ۱۸' ۱۹ (ملخصاً)

سنت کو کافر و مشرک کہتے ہوئے نہیں تھکتے، بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب کو پس پشت ڈال کر گستاخانہ روش اختیار کرتے ہیں وہ کس رواداری کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ کی مسجد میں کوئی بدمذہب بغرض فساد داخل ہو جاتا تو اسے دھکے دے کر باہر نکلوا دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر علماء اہل سنت اس تصلب کا مظاہرہ نہ کرتے تو آج دین کا حلیہ بگڑ چکا ہوتا۔[1]

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک ہے جو پاک و ہند کی دینی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری
۲۔ حضرت مولانا غلام حیدر قریشی پونچھوی
۳۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی
۴۔ حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری
۵۔ حضرت صوفی غلام قادر چشتی سیالوی
۶۔ حضرت مولانا صدر الدین ساکن کھوکھر، ضلع چکوال، پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور۔
۷۔ حضرت مولانا حکیم محمد یعقوب سلامت پوری سلامت پورہ، لاہور
۸۔ حضرت مولانا قمر الدین سابق امام و خطیب مسجد خراسیاں، لاہور
۹۔ حضرت مولانا عبد الحئی چشتی سیالوی
۱۰۔ حکیم امام بخش خصوصی معالج راجہ ریاست گوالیار
۱۱۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، مدینہ منورہ
۱۲۔ میاں افتخار الدین باغبانپوری، باغبانپورہ، لاہور
۱۳۔ حکیم احمد شجاع، لاہور (بازار حکیماں)

---

[1] تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۳۲۷، ۳۲۸۔

۱۴- حضرت مولانا محمد حمید الدین صدیقی قادری چشتی

۱۵- حضرت مولانا سید لعل شاہ دو المیالوی' دوالمیال 'ضلع چکوال

۱۶- حضرت مولانا مفتی غلام احمد حافظ آبادی

۱۷- حضرت مولانا قاضی ظفر الدین لاہوری 'کوٹ قاضی لاہور

۱۸- مسٹر ڈین گورنر پنجاب

۱۹- حکیم نور الدین بھیروی

۲۰- حضرت مولانا محمد مظہر القرشی الہاشمی وغیرھم[۵]

علمی و روحانی مقام

آپ بہت بڑے عالم' فقیہ اور مفتی تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کی خدمت میں علمی الجھنوں کی عقدہ کشائی کے لئے تشریف لاتے تھے۔ حکیم احمد شجاع نے اپنے فاضلانہ مضمون ''لاہور میں چیلسی'' میں جو ''نقوش'' لاہور میں شائع ہوا تھا مولانا غلام قادر بھیروی کی رفعت علمی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

عربی اور فارسی علوم میں آپ کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ بڑے بڑے عالم و فاضل ان کے سامنے زانوائے ادب تہہ کرتے تھے۔ میرے والد حکیم شجاع الدین احمد مرحوم جو اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں دہلی میں قاضی القضاۃ ہند صدر الصدور مفتی صدر الدین سے اکتساب علم کر چکے تھے عربی زبان کے فاضل اجل ہونے کے باوجود اپنی عربی اور فارسی زبان کی تصانیف مولانا غلام قادر ہی کو دکھاتے اور ان سے اصلاح لیتے تھے۔ مجھے اپنے بچپن میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے اکثر دیکھا کہ وہ درس قرآن دیتے وقت بھنے ہوئے چنے اور منقیٰ چباتے رہتے تھے' بعد میں معلوم ہوا کہ اسی پر ان کی خوراک کا دارومدار ہے۔ ہاں میں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کے درس و تدریس کا سلسلہ انہی لوگوں تک محدود ہے جو علم و فضل میں منتہائے کمال کو پہنچ چکے ہیں۔ بچوں کو درس قرآن دینے کے لئے ان کے ایک شاگرد اور مرید تھے جو قاضی جی کہلاتے تھے۔ اس فقیر گوشہ نشین کو میں نے اس زمانے میں دیکھا جب مجھ میں ان کے علم و فضل کو پرکھنے کی

---

[۵] راحۃ الخاطر نزہۃ الخواطر ' جلد ہشتم' تذکرہ اکابر اہل سنت' تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور اور گوڑی کالعل سے ماخوذ۔ (مؤلف)

استعداد نہ تھی۔ پھر بھی مجھے فخر ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے مجھے آغاز کلام اللہ کے وقت بسم اللہ پڑھائی ۔ ۱؎

مشہور تاریخ گو اور تذکرہ نویس بزرگ حضرت مولانا غلام دستگیر نامی لکھتے ہیں :

آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا۔ ۲؎

سلسلہ بیعت و ارشاد

حضرت خواجہ سیالوی سے حصول خرقہ خلافت کے بعد آپ کا فیض بہت زیادہ پھیلا اور روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔

بیعت کے معاملہ میں آپ بے حد محتاط تھے۔ جب تک کسی کی وارفتگی اعتقاد اور ذوق و شوق کا پورا امتحان نہ لے لیتے اسے اپنے سلسلہ میں داخل نہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد بہت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اس معاملہ میں احتیاط نہ برتتے تو آج آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوتی۔

آپ کا فرمان ہے کہ مرید اسے کرنا چاہئے جو پیر کا پورا عاشق اور اس کے ہر قول و فعل کا بدل و جان اتباع کرنے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین خوش عقیدہ اور سرفروش ہیں۔ آپ کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور آپ کے ہمہ وقت گن گاتے رہتے ہیں۔ کسی بدعقیدہ کی بات پر کان نہیں دھرتے اور مسلک اہل سنت و جماعت پر سختی سے کاربند ہیں۔ ۳؎

القاب

آپ کے بعض القاب اس جگہ درج کئے جاتے ہیں :

حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی قدس سرہ نے آپ کو ان القاب سے نوازا ہے :

۱؎ نقوش صفحہ ۳۲ بحوالہ تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت ... صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷۔
۲؎ تذکرہ بزرگان ... ۱۹۸۱ء ... صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰۔
۳؎ راحۃ المحاطر صفحہ ۲۸، ۲۹۔

ہے:

فضائل وکمالات[1]

پناہ مخلصی مولوی صاحب مولوی غلام قادر جیو سلمہ اللہ تعالی مولانا غلام مہر علی گولڑوی صاحب الیواقیت المھریہ،

ومن اعاظم علمائنا العارفین المحققین الاستاذ الشہیر فی الافاق رافع الاعلام علی جبال الکمال العلامۃ العارف مولانا غلام قادر البھیروی ثم لاھوری رحمہ اللہ والد العالم الربانی و العارف الصمدانی العلامۃ قادر القریشی الھاشمی القادری الجشتی النظامی السیالوی البھیر و ی[2]

مولوی عبد الحیٔ لکھنوی

الشیخ العالم الفقیہ غلام قادر الحنفی البھیروی، احد العلماء المشہورین[3]

شمس الفضلاء و فخر العلماء حامی سنت ماحی بدعت[4]

فاضل اجل و عالم بے بدل[5]

عارف باللہ مولانا غلام بھیرو ی[6]

استاذ الاساتذہ، مقتدائے اہل سنت حضرت مولانا عبد القادر المعروف بہ غلام قادر ہاشمی[7]

استاذ العلماء، شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج

---

[1] مکتوب ثانی لاثانی سیالوی بنام مولانا غلام قادر بھیروی مرقومہ ۱۶ ذی القعدہ ۱۲۹۳ ھ از سیال شریف (یہ مکتوب گرامی بھیرہ کے پتے پر لکھا گیا ہے)۔ یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا میاں محمد عارف سلامت پوری کی عنایت سے ملا۔ (مؤلف)

[2] الیواقیت المہریہ' صفحہ ۱۳۸۔

[3] نزہۃ الخواطر جلد ہشتم' صفحہ ۳۴۹۔

[4] مولانا سید لعل شاہ دو السیالوی: تیغ الٰہی بر فرقہ سبائی مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس لاہور صفحہ ۲۴۔

[5] اسلام کی گیارہ کتابیں مطبوعہ خورشید عالم پرنٹنگ پریس لاہور۔

[6] بزرگان لاہور' صفحہ ۲۰۹۔

[7] تذکرہ اکابر اہل سنت' صفحہ ۳۲۶۔

السالکین، حامی سنن، ماحی بدعت و السنن[1]

مولوی عبدالرحیم بن شیخ حافظ عبدالحکیم ذاکری پشاوری

الفاضل الجلیل و الکامل النبیل[2]

مولانا عبدالمجید مدرس اسلامیہ سکول بھیرہ ضلع سرگودھا

شمس العلماء، سید الفضلاء[3]

معاصرین

آپ اپنے ہم عصر علماء میں نیر تاباں اور خورشید درخشاں کی طرح چمکتے تھے' یہاں تک کہ جس فتوے پر آپ کی مہر تصدیق ثبت نہ ہوتی اسے عوام ہرگز ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔

حضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے آپ کے بہت اچھے مراسم تھے۔چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان (وہابیہ) کے سرکوب مولوی احمد رضا خان بریلوی غفر اللہ لہ کافی ہیں۔ انہوں نے ایک سو اسی (۱۸۰) رسائل لکھے۔ ایک رسالہ کا نام "دو سو تازیانہ بر فرق جہول زمانہ" ہے۔ اسماعیل اور رشید احمد گنگوہی پر دو سو اعتراض کئے ہیں۔یہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔فتاویٰ حرمین جو ندوہ کی تخریب کے واسطے بہ مواہیر علماء حرمین لکھا گیا؟ اس میں سارا کفر اور زندقہ ان کا ظاہر کر دیا اور رسالہ فضل الموہبی صحت حدیث کا معیار بنایا۔حیات المموات میں سماع موتی و استمداد از اہل قبور ثابت کر دیا۔ اہل دین کو چاہئے کہ ان رسائل کی اشاعت کریں اور ایسے علماء کی امداد کریں کہ عام لوگ ان خوارج کے شر سے محفوظ رہیں۔ اپنے ایمانوں کو شر شیاطین سے بچاویں۔یہی لوگ دجالوں' کذابوں سے ہیں۔[4]

مولانا غلام قادر بھیروی اور ان کے ہم عصر سنی علماء کرام نے عوام کے اعتقاد کو بچانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔وہ پیغام مصطفیٰ ﷺ کو لاہور کے گلی گلی کوچہ کوچہ لئے پھرے۔ ہر مسجد' ہر مکتب' ہر باغ اور مدرسہ قرآنی تعلیمات سے معمور ہو گیا۔ ان وارثان علم رسول ﷺ نے

---

[1] کتبہ مزار مولانا غلام قادر بھیروی' پیش کردہ خلیفہ محمد یار ابن خلیفہ اول۔
[2] راحۃ الخاطر، صفحہ ۱۱۳ (قصیدہ مدحیہ بزبان عربی)
[3] ایضاً صفحہ ۱۱۷ (قصیدہ مدحیہ بزبان اردو)
[4] اسلام کی دسویں کتاب مطبوعہ خورشید عالم پریس لاہور صفحہ ۱۷۰' ۱۷۱۔

علم دین کی بہت بڑی خدمت کی اور مذاہب باطلہ کے طوفانوں کے سامنے ڈٹے رہے[1] لاہور کے معاصر سنی علماء و مشائخ کے علاوہ حضرت خواجہ سیالوی کے خلفاء کرام سے آپ کے دوستانہ اور قریب تعلقات تھے۔

معمولات

آپ کا معمول تھا کہ صبح صادق سے قبل بیدار ہوکر اور نوافل تہجد ادا کرکے یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ یہ وقت آپ کے لئے خاص ذوق و شوق اور عجیب و غریب کیفیات کا ہوتا۔ پو پھٹنے سے کچھ پہلے خدام مسجد اور طلباء کو بیدار فرماتے۔ سب کو بیدار کرنے کے بعد آپ اپنی جائے نماز پر تشریف فرما ہوجاتے اور فجر کی جماعت تک شغل و ذکر میں محو ہو جاتے۔ جماعت سے چند منٹ پہلے ایک شخص مسجد سے بلند آواز کے ساتھ الصلوٰۃ جامعۃ کہتا، جس سے آپ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور جماعت میں شامل ہو جاتے۔ طلبہ اور خدام مسجد بھی اس آواز پر جماعت میں شمولیت کے لئے کمروں سے نکل آتے۔

نماز فجر سے پہلے کا وقت آپ کے خاص الخاص فیضان کا ہوتا تھا۔ اس لئے خدام مسجد، طلباء اور شہر کے باذوق حضرت اس موقع پر آ پہنچتے اور آپ کے حلقہ ذکر میں شمولیت کرکے انوار و فیضان اور تجلیات الٰہیہ سے بہرہ مند ہوتے۔

نماز فجر سے فراغت کے بعد آپ اسی جگہ طلوع شمس تک مراقبہ فرماتے۔ پھر وہیں نوافل اشراق ادا فرماکر حجرے میں تشریف لے جاتے اور کافی دن چڑھے تک تلاوت قرآن مجید اور اوراد و وظائف میں لگے رہتے۔ اس عرصہ میں آپ کسی شخص سے کلام نہ فرماتے۔ اس لئے خدام مسجد اس وقت کسی شخص کو آپ کے پاس جانے نہ دیتے اور اگر کوئی اصرار کرتا تو اسے پشت کی جانب سے خاموشی سے بیٹھ جانے کی اجازت دیتے اور انوار و فیضان الٰہی سے محظوظ ہونے کا موقع دیتے۔

اس سے فارغ ہوکر آپ ظہر تک درس و تدریس میں مصروف رہتے۔ اس دوران میں کچھ وقت کھانا کھانے میں اور کچھ وقت آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق قیلولہ میں صرف فرماتے۔

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور، صفحہ ۳۲۶۔

ظہر سے عصر تک آپ فتاویٰ نویسی فرماتے : اس وقت اکثر لوگ زبانی مسائل پوچھنے کے لئے بھی آجاتے۔ عصر کی نماز کے بعد ختم خواجگان پڑھنا آپ کا مسلک تھا۔ اس ختم شریف میں ایسے لوگوں کو شامل فرماتے جو حقہ نوش نہ ہوتے۔ مذہبی پابندیوں کا لحاظ کرتے اور ختم شریف کے کلمات اور ترتیب سے واقف ہوتے کیونکہ ختم شریف کے دوران میں کسی کو کلام کرنے کی اجازت نہ تھی۔

ختم شریف سے فارغ ہو کر چہل قدمی کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔ اس وقت چند خدام اور طلباء بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔ اس دوران میں بھی آپ کی گفتگو مسائل دینی کے متعلق ہی ہوتی تھی۔ واپس آکر نماز مغرب ادا فرماتے اور نوافل اوابین ادا فرماکر تناول ماحضر فرماتے۔ پھر نماز عشاء تک طلباء کے اسباق سنتے اور اس کے بعد آپ بالعموم بزرگان دین کے حالات بیان فرماتے' اس موقع پر آپ فتوح شام وغیرہ مستند کتب' تواریخ اور سیر کا مطالعہ فرماتے۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے کہ ایسی کتب کا مطالعہ بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے مطالعہ سے دل مضبوط اور قوی ہوتا ہے اور اس میں جلا اور نور پیدا ہو جاتا ہے۔

۰ اخلاق

آپ اعلیٰ اخلاق اور کردار کے مالک تھے۔ آپ کے تمام افعال و اعمال سنت نبوی ﷺ کے موافق تھے۔ اپنے شیخ طریقت کے عاشق اور نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

آپ کو حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی۔ ہر چاند کی گیارہویں شب کو پابندی سے ختم غوثیہ قادریہ پڑھا کرتے تھے۔

مولانا غلام دستگیر نامی لکھتے ہیں :

عارف باللہ مولانا غلام قادر بھیروی کی نامی نے زیارت کی ہے۔ آپ بہت بڑے عالم ربانی تھے۔ طبیعت میں بے حد جلال تھا۔[1] مسجد نبی بازار حکیماں کو آپ نے سرکار انگریزی سے درخواست کرکے واگزار کرایا تھا۔[2]

آپ ایک صوفی منش فقیر اور آپ کی سیرت و صورت میں کوئی تضاد نہ تھا۔ فکر و نظر میں

---

[1] بزرگان لاہور' صفحہ ۲۰۹۔
[2] محمد الدین کلیم: لاہور کے اولیائے چشت مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۲۳۔

یکسانیت تھی۔ علم و فضل کے سراپا پیکر تھے۔ عمر بھر ذکر مصطفیٰ ہی کرتے رہے ۔[1]

حلیہ

آپ کا قد متوسط مائل بہ لمبائی تھا۔ جسم بھرا ہوا تھا۔ رنگ گندمی اور خوب سرخ، چہرہ مبارک وجیہہ اور گول تھا اور اس پر ایک خاص قسم کی نورانی جھلک تھی جس سے چہرۂ انور نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا۔ اس دلکشی کے علاوہ ایک نورانی رعب و جلال بھی آپ پر نمایاں تھا۔ دیکھنے والوں کے دل جس سے مرعوب ہو جاتے تھے۔ ریش مبارک بھری ہوئی تھی۔ آخر عمر میں اس پر مہندی لگایا کرتے تھے۔ جس کی رنگت سے آپ کے چہرے کی سرخی اور چمک جاتی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے نورانی شعاعیں نکل رہی ہیں اور بے ساختہ چہرے کو دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔

آپ نہایت دلکش اور نرم لہجے میں گفتگو فرماتے اور الفاظ عجیب اثر انگیز لہجے میں ادا فرماتے تھے جو سامعین کے دل و دماغ میں گھر کرتے جاتے۔ مگر جب کسی بد عقیدہ اور گستاخ و بے ادب کارد فرماتے تو آپ کو اس قدر جلال اور جوش آجاتا کہ چہرۂ انور دمکنے لگ جاتا۔ آواز بلند اور رعب دار ہو جاتی۔ آخر عمر میں کثرت مطالعہ اور کتب بینی سے آنکھوں کی بینائی میں کمی آگئی تھی اور آپ اپنی مرضی اور شوق کے مطابق مطالعہ نہ کر سکتے تھے مگر آپ کے حافظے اور وسعت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ استفتاء کا جواب لکھواتے وقت کتب احادیث اور فقہ کے حوالہ جات بقید صفحہ و سطر درست لکھوا دیا کرتے تھے اور صفحہ کھولنے پر جہاں انگلی رکھتے وہیں سے اس مسئلہ کے متعلق حوالہ مل جاتا۔

لباس و خوراک

آپ ہمیشہ سادہ اور صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ نمازوں کے وقت بالعموم اور امامت کے وقت بالخصوص دستار یا عمامہ استعمال فرماتے۔ اس کے بغیر جماعت کو مکروہ خیال فرماتے۔ عام طور پر تہبند استعمال کرتے لیکن جمعۃ المبارک کو نماز کے وقت شلوار پہن لیتے۔ آپ کا کرتا کھلی آستینوں والا ہوتا، کالروں سے آپ کو بہت نفرت تھی۔ آپ کبھی کبھی ترکی ٹوپی بھی پہن

---

[1] گلزار صوفیاء مطبوعہ ۱۹۸۴ء، صفحہ ۴۷۱۔
نوٹ: مزید معلومات کے لئے راحۃ الخاطر کا مطالعہ کریں۔ (مؤلف)

لیتے تھے مگر رومال کے اوقات میں اس پر رومال لپیٹ لیتے تھے۔

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑوں سے کمال ورع اور ارتقاء کے باعث اجتناب فرماتے کیونکہ ان کی پاکیزگی مشکوک ہوتی تھی۔ جوتا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے پکڑنے کی تلقین فرماتے اور اگر کوئی شخص دائیں ہاتھ سے پکڑتا تو اس کے ساتھ مصافحہ نہ فرماتے۔ جب تک وہ ہاتھ دھو نہ لیتا۔

آپ کھانا بہت کم تناول فرماتے۔ کھانا ہمیشہ خود تیار کرواتے اور بہت کم کسی کے ہاں کھانے کے لئے تشریف لے جاتے اور اس بات کا اطمینان کر لیتے کہ کھانے میں کسی قسم کا اشتباہ تک بھی نہ ہو۔ آپ بالعموم سادہ خوراک رغبت سے کھاتے اور کبھی کسی چیز سے نفرت کا اظہار نہ فرماتے۔ کدو بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے۔[۱]

کرامات

آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا جو آج تک لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ باطنی صفائی اور مکاشفہ قلبی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ یہ بات مشہور تھی کہ آپ کا اکثر کلام حاضرین مجلس کے قلبی خطرات کے جواب میں ہوا کرتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوتا کہ ایک شخص گھر سے کوئی مسئلہ پوچھنے یا کسی مشکل کا حل دریافت کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کو وہی مسئلہ بیان کرتے پاتا۔ دیگر مسائل کے دوران میں آپ خود بخود اس کے سوال کا جواب ارشاد فرما دیتے۔

آپ کے نواسہ اور سجادہ نشین حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قریشی رحمتہ اللہ علیہ صاحب راحۃ الخاطر نے ۴۲ کرامات لکھی ہیں جن میں سے صرف ایک درج کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک عیسائی مبلغ ماہر علوم عربیہ اسلامی لباس پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس طرح بھیس بدل کر اور اپنے علم و فضل کی سندات دکھا کر کسی خاص مقصد کے لئے متعدد علماء سے سندات حاصل کر چکا تھا۔ آپ کی خدمت میں بھی وہ اسی غرض سے آیا تھا۔ شاید علماء کی ان سندات کے ذریعے وہ اسلامی ممالک میں اثر پیدا کر کے اپنے لئے تبلیغ کا راستہ ہموار کرنا چاہتا ہو گا لیکن آپ نے اپنی باطنی آنکھوں اور چشم بصیرت سے اس کی اصلی حالت کو معلوم

---

[۱] راحۃ الخاطر، صفحہ ۳۸، ۴۰، ۴۳، ۴۴۔

کرلیا اور فرمایا:

جب تک ایک شخص ایماندار نہ ہو' اس کا علم و فضل کسی کام کا نہیں۔میں ایسے شخص کو کس طرح سند دے سکتا ہوں جو مسلمان نہیں' یہی نہیں بلکہ آپ نے اس سے دوسرے علماء کی سندات بھی حاصل کرلیں اور اسے واپس دینے سے انکار کردیا۔وہ شخص اپنی پردہ دری سے اس قدر شرمندہ ہوا کہ کچھ نہ کرسکا اور خائب و خاسر واپس ہوا[1]

تصانیف

آپ کی متعدد کتابیں اور رسائل یادگار ہیں جو کہ مختلف موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔چند کتب کے نام یہ ہیں:

۱- اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا بہترین نصاب)[2]
۲- نماز حضوری نوری
۳- نماز حضوری ضروری
۴- ختمات خواجگان
۵- حقیقت انوار محمدیہ
۶- شمس الحنفیہ بجواب نور الحنفیہ (مسئلہ وحدۃ الوجود)
۷- جوہر ایمانی سر قرآنی
۸- نور ربانی فی مدح المحبوب السبحانی
۹- عکازہ در صلوٰۃ جنازہ
۱۰- شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ فی رجیم الشیاطین النجدیہ

---

[1] ایضاً' صفحہ ۵۴۔
[2] حضرت میاں شیر محمد شرق پوری آپ کے بہت زیادہ معتقد تھے اور ان کی کتب کو بہت مفید سمجھتے تھے۔ حضرت صاجزادہ محمد عمر بیربلوی انقلاب الحقیقت کے صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں۔
"انگریزی دان اصحاب کو اکثر مولانا غلام قادر صاحب مرحوم بھیروی کے سلسلہ اسلام کی کتب کے مطالعہ کے لئے فرماتے کیونکہ ان لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں۔"
نوٹ: نمبر ۱۵' ۱۶ اور ۱۷ کتب صاجزادہ عابد حسین شاہ ساکن چھمبی نزد چو آسیدن شاہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

۱۱- شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ

۱۲- فاتحہ خوانی

۱۳- مصباح الظلام

۱۴- احسن العقائد حصہ اول، دوم

۱۵- سیوف الابرار علی منکر جہر الاذکار مطبوعہ مطبع مفید عام لاہور ۱۳۰۱ھ

۱۶- عقائد الاخیار فی فضائل الائمتہ الاطہار در مطبع دار الخلافہ لاہور ۱۳۰۲ھ

۱۷- رسالہ حق المبین مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ

۱۸- رسالہ مسماۃ الجواب الصواب فی انصات المقتدی عن فاتحہ الکتاب در جواب رسالہ فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحتہ الکتاب

۱۹- ارشاد الحق المبین لہدایتہ الجاہل الغبین

۲۰- ناصح العباد مع نافع العباد در جواب دافع الفساد

۲۱- شعب الایمان

۲۲- رسالہ علم غیب

۲۳- رسالہ تراویح[1]

۲۴- اسلام کا اردو قاعدہ[2]

خلفاء

آپ کے خلفاء میں سے جن کا علم ہو سکا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

۱- حضرت حاجی الٰہی بخش

---

[1] اشتہار تصانیف فخر العلماء شمس الفضلاء شیخ المشائخ حضرت مولانا مولوی غلام قادر بھیروی قدس سرہ۔ یہ اشتہار اظہار حق مصنفہ حضرت مولانا سید لعل شاہ چشتی دوالمیالوی اور تیغ الٰہی برفرق سبائی کے آخری ٹائیٹل کے صفحہ پر موجود ہے۔ حضرت سید لعل شاہ چشتی میروی دوالمیالوی کی مذکورہ بالا دونوں کتابیں صاحبزادہ عابد حسین شاہ کی لائبریری میں موجود ہیں۔ (مؤلف)

[2] اس میں چھوٹے چھوٹے نصیحت آمیز فقرے چھوٹے بچوں کے لئے درج ہیں۔ (مرزا محبوب بیگ : فاروق اعظم مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور، صفحہ ۳۷۔)

۲۔ حضرت خلیفہ محمد اکرم
۳۔ حضرت مولانا شہاب الدین
۴۔ حضرت حکیم مولانا محمد یعقوب سلامت پوری' لاہور

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں:

۱۔ حضرت مولانا عبد العلی قریشی
۲۔ حضرت مولانا رفیع الدین قریشی
۳۔ حضرت مولانا زین العابدین قریشی
۴۔ حضرت مولانا قربان محمد قریشی

اول الذکر تین سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے صاحبزادے جوان ہوئے۔ آپ نے ان کی شادی خانہ آبادی بھیرہ کے قریب ایک گاؤں احمد آباد' تحصیل پنڈدادنخان کے ذی عزت اور اہل علم گھرانے میں کی۔ ان کے ہاں ایک فرزند ارجمند مولانا محمد مظہر قریشی اور ایک دختر بلند اختر تولد ہوئے۔ حضرت مولانا رفیع الدین قریشی ذی علم و عمل اور صاحب کمال تھے۔ الولد سر الابیہ کے پورے مصداق تھے۔ آپ بغرض حج بیت اللہ و زیارت روضہ مطہرہ حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر قل سیروا فی الارض پر عمل کرنے کی نیت سے ممالک اسلامی کی سیاحت فرماتے ہوئے ترکی جا پہنچے۔

آپ اپنی علمی قابلیت اور خداداد عقل و ذہانت کی وجہ سے بہت جلد اس علاقے میں مشہور ہو گئے اور بے شمار لوگ آپ کے معتقد اور گرویدہ ہو گئے۔ سلطان عبد الحمید خان سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔ چند ماہ بعد آپ دیار مقدسہ میں واپس تشریف لائے اور جب مکہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو چند دن بیمار رہ کر اسی سرزمین پاک میں ابدی نیند سو گئے۔

تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا زین العابدین قریشی بے حد خوبصورت و خوب سیرت اور بڑے ذکی' ذہین اور فہیم تھے۔ علم دین کے حصول میں پورے شغف اور ذوق و شوق سے مشغول تھے لیکن پندرہ برس کی عمر میں اچانک آپ کو بھی داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

چوتھے صاحبزادے اپنی ولادت سے صرف پندرہ دن بعد ہی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ

کو اپنے اقبال مند اور ہونہار صاجزادگان کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا مگر آپ نے اس کڑی آزمائش و ابتلا کو صحیح اسلامی شان سے برداشت کیا[۱]

شعر گوئی

آپ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ کبھی کبھار شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کا کلام حمد' نعت' منقبت اور مدح کی صورت میں آپ کی تصانیف میں پھیلا ہوا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

ہر دم میں حمد کرتا ہوں رب جلیل کا — جس نے کیا تھا نار کو گلشن خلیل کا
بعد از خدا بزرگ محمدؐ حبیب ہیں — قطرہ ہے حوض کوثر جن کی سبیل کا
پس آل پاک ان کی ہے ساقی سلسبیل — جاتا ہے جس کے ذوق سے سقم ہر علیل کا
پس صاحبان نور جو اصحاب ان کے ہیں — رگ رگ میں ان کی عشق بسا اس جمیل کا[۲]

ملک شیر محمد خان ٹوانہ رئیس مٹھہ ٹوانہ مرید خاص حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی شان میں ایک نظم کہی جس کے بعض اشعار درج ہیں:۔

امیرے کبیرے سخی با وقار — کہ ہے مدح خیر الوریٰ اس کا کار
خدا ہے رسول نبی پاکؐ پر — انہیں کی ثنا کا رکھے ہے شعار
فضائل صحابہ ہے ورد زبان — خصوصاً کرامات ہر چار یار
کرے اہل بیت اور اماموں پہ نیز — ہمہ روح و تن با محبت نثار
وہ ہے غوث اعظم پہ ہر دم نثار — کہ امداد کرتے ہیں لیل و نہار
مطیع و سلامی ہے نعمان کا — جو ہیں شرع میں عالم نامدار
ہر اک اہل دیں سے رکھے اتحاد — بتکریم و تعظیم و با انکسار
نظیر اس کی اس ملک پنجاب میں — نہیں آدمی کوئی عالی تبار

---

[۱] راحۃ الخاطر، صفحہ ۱۰۲' ۱۰۳' ۲۰۳۔
[۲] رسالہ حق المبین مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ صفحہ ۱۔

وہ حامی ہے دین متین کا بدل　　وہ خادم شریعت کا ہے پائیدار
عبادت میں مشغول رہتا مدام　　تلاوت میں مصروف با کرد کار
مخالف نبی کو رکھے دور دور　　ہمیشہ کرے اس سے بس کار زار
روافض خوارج سے بے زار ہے　　وہابی کا سر پھوڑے ہے مار مار
رہے ہرزہ گویوں سے از بس نفور　　کلام اس کا ہے گوہر شاہوار
وہ شیر محمد بہادر شہیر　　ہے میدان ہمت کا وہ شہسوار
رہیں اس کے احباب آرام میں　　عدو اس کا ہو وے ہمیشہ خوار [1]

ایک کتاب کی تاریخ طباعت اس طرح نکالی ہے:

شر الدہر نائم　　جہر الذکر قائم

۱۳۰۱ھ

رسالہ حق المبین کی تاریخ عربی میں نکالی ہے:

عالم السر والمخفی ھو ذات الالہ حی
واقف السر من ذا غیر ذات النبی حی
قلت تاریخ ھذا مظہر الحق حی

۱۳۰۲ ھ [2]

نور ربانی فی مدح المحبوب السبحانی کے صفحہ ۴۳ پر حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ۱۲۱ اشعار ہیں۔ فارسی شاعری کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ہست ایں نسخہ عجیب و غریب　　منبع فیض و مطلع الانوار
خیر دنیا و دین اگر خواہے　　کن مطالعہ عقائد الاخیار [3]

اس قطعہ کو اردو جامہ اس طرح پہنایا ہے: ع

---

[1] عقائد الاخیار فی فضائل الائمتہ الاطہار، صفحہ ۲۔
[2] رسالہ حق المبین، صفحہ ۲۴۔
[3] عقائد الاخیار فی فضائل الائمتہ الاطہار، ٹائٹل صفحہ ۱۔

ہے یہی نسخہ عجیب و غریب منبع فیض و مطلع الانوار
خیر چاہے اگر زمانہ میں کر مطالعہ عقائد الاخیار ؎۱

کوائف وصال

ایک دفعہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ بروز یکشنبہ آپ لاہور کے مشہور و معروف صوفی بزرگ حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر بعد از نماز مغرب تشریف لے گئے۔ مزار مبارک پر فاتحہ پڑھ کر مراقبہ فرمایا۔ فارغ ہو کر سجادہ نشین صاحب کے پاس قدر بیٹھے اور صاحب مزار کے فیوض و برکات اور تجلیات و انوار الٰہیہ کا جو اس سعید وقت میں نازل ہو رہے تھے' ذکر فرما کر واپس تشریف لائے۔ مسجد میں پہنچ کر کچھ تناول فرمایا۔ تھوڑا عرصہ بعد آپ کی طبیعت یک لخت ناساز ہو گئی۔ نماز عشاء پڑھنے کے بعد آپ آرام کرنے کے لئے اپنے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ تمام رات اسی طرح بے چینی اور بے آرامی میں گزری۔ مگر آپ نے اپنے معمولات و اوراد میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔ دوسرے دن علالت نے زور پکڑا۔ لاہور کے مشہور و معروف طبیب شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی مرحوم کو طبی معائنہ کے لئے بلایا گیا اور ان کی تجویز کے مطابق علاج معالجہ شروع کیا گیا لیکن بیماری ہر آن بڑھتی گئی۔

علالت سے چند دن قبل ایک رات آپ اپنے حجرہ مقدسہ میں بیٹھے ہوئے لیمپ کی روشنی میں کتب تاریخ کا مطالعہ کر رہے تھے کہ لیمپ خود بخود بجھ گیا۔ خادم خاص میاں غلام حسین نے جھٹ اسے دوبارہ روشن کر دیا۔ آپ نے اس وقت بے ساختی سے چند بار سرہلا کر فرمایا "چراغ گل ہو گیا"۔

سامعین نے آپ کے اس ارشاد گرامی کو اس وقت تو معمولی سمجھا اور اسے اس لیمپ کے بجھ جانے پر ہی محمول کیا لیکن جب اس علالت کے دوران باوجود علاج معالجہ بیماری کو زور پکڑتے اور آپ کو آن بآن نڈھال ہوتے دیکھا تو انہیں آپ کا وہ فقرہ بھی "چراغ گل ہو گیا" یاد آیا تو سمجھ گئے کہ آپ نے اپنے وصال کا اشارہ فرمایا تھا۔

؎۱ ایضاً صفحہ ۱۔

وصال شریف

آپ کا وصال مبارک ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء بروز دوشنبہ تقریباً دو بجے بعد دوپہر ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

جنازہ اور تدفین

آپ کو مریدان خاص میاں رحیم بخش مرحوم' میاں محمد عارف مرحوم اور میاں محمد اکرم مرحوم نے حجرۂ شمالی میں غسل دیا اور کفن پہنایا کیونکہ اس عرصہ میں شام ہو چکی تھی اور لاہور کے گردونواح کے قصبات اور شہروں سے لوگوں کے آنے کی توقع تھی لہٰذا یہ رائے ہوئی کہ نماز جنازہ دوسرے روز پڑھی جائے۔

خان بہادر مولوی محرم علی چشتی مرحوم اور میاں تاج الدین وکیل مرحوم کوٹھی دار مع چند معززین شہر کے سرکاری افسران متعلقہ سے مسجد کے ملحقہ احاطہ میں ہی آپ کو دفن کرنے کی اجازت لینے کی کوشش کرنے میں مصروف ہو گئے جس میں انہیں کامیابی ہوئی اور آپ کی ہمہ گیر شہرت کی بنا پر کسی افسر نے اعتراض یا انکار نہ کیا بلکہ بخوشی اجازت دے دی۔ جب مولوی محرم علی چشتی ایڈووکیٹ اور ان کے ہمراہی گورنر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا پیش کیا تو انہوں نے کہا میں پنجاب کا سیاسی گورنر ہوں وہ پنجاب کے روحانی حاکم' اس لئے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ تم جہاں چاہو انہیں دفن کر سکتے ہو۔

آپ کے لئے احاطہ مذکور میں وہ جگہ منتخب کی گئی جہاں ان دنوں ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا اور آپ وہاں گاہے گاہے چارپائی بچھوا کر کتب بینی فرمایا کرتے تھے تمام رات قبر کھودتے اور اس کی تیاری کا سلسلہ جاری رہا۔ مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی' جو مصروف تلاوت قرآن پاک رہے۔

اگلے روز تقریباً ۸ بجے صبح آپ کے جنازے کو مسجد سے باہر لایا گیا اور بازار میں رکھ کر دو طرفہ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ مشتاق لوگوں کو کندھا دینے میں آسانی رہے۔ مگر خلق خدا کا ہجوم اتنا بے پناہ تھا کہ وہ بانس باوجود کافی لمبے ہونے کے ناکافی ثابت ہوئے۔ چوک سرجن سنگھ میں پہنچ کر ان سے زیادہ لمبے بانس باندھے گئے لیکن پھر بھی کندھا دینا ہمت کا کام تھا۔ بعض لوگ صرف بانس کو ہاتھ لگانا ہی غنیمت سمجھ لیتے تھے۔

جنازہ میں شامل ہونے والے احباب جب باہم مل کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے۔

آپ کے جنازہ کو لے چلے تو عجیب سماں پیدا ہو گیا۔ ہر شخص موافق و مخالف، مسلم اور غیر مسلم کے دلوں پر ہیبت اور رعب طاری ہو گیا اور جہاں سے جنازہ گزرتا لوگ سروقد برائے تعظیم کھڑے ہو جاتے اور بڑی حسرت و رنج سے کہتے: "افسوس! آج ہم میں سے ایک فیض رساں ہستی اٹھ گئی اور لاہور بے نور ہو گیا۔"

آپ کا جنازہ موتی بازار سے ہوتا ہوا سرجن سنگھ چوک سے مڑکر ڈبی بازار، کشمیری بازار سے گزرا اور چوک پرانی کوتوالی سے مڑکر براستہ چونا منڈی مستی دروازہ سے باہر نکل کر اقبال پارک کے وسیع میدان میں پہنچا۔ اس دن مسلمانوں نے کاروبار بند رکھے۔ موافق و مخالف، مسلم اور غیر مسلم سب آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

گرمی کا موسم تھا۔ لوگوں نے جابجا ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں، میدان میں کم و بیش ساٹھ ستر ہزار مسلمانوں نے حضرت مولانا محمد مظہر مرحوم کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ گو آپ کی طبیعت میں اہل سنت و جماعت کے علاوہ دوسرے فرقوں کے متعلق سخت شدت تھی لیکن آپ کی حق گوئی، بے نفسی، خلوص اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر وہ لوگ بھی جنازہ میں شامل ہوئے اور آپ کی توصیف و تعریف میں رطب اللسان رہے۔ نماز جنازہ میں متعدد احباب پشاور، کراچی اور دہلی وغیرہ دور افتادہ شہروں کے پائے گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے وصال سے چند دن پہلے انہیں عالم رؤیا میں لاہور آنے کا حکم دیا تھا۔

نماز کے بعد آپ کا جنازہ براستہ حضوری باغ، چوک نوگزہ، بازار بارودخانہ، موتی بازار اسی شان و وقار سے مسجد میں لایا گیا اور ظہر کے بعد تقریباً چار بجے آپ کے جسد اطہر کو چوبی صندوق میں لٹا کر ابدی آرامگاہ میں دفن کر دیا گیا۔ آج بھی آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔[1]

مدفن

آپ کا مزار پر انوار بیگم شاہی مسجد کے جوار میں ہے اور یہ کتبہ آویزاں ہے:

"استاذ العلماء شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج السالکین، حامی سنن، ماحی بدعت والسنن حضرت مولانا مولوی عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولانا

---

[1] راحۃ الخاطر صفحہ ۹۳ تا ۱۰۰ (ملخص)

غلام قادر رحمتہ اللہ علیہ قریشی' ہاشمی' چشتی' قادری' سیالوی' بھیروی ثم لاہور قدس سرہ العزیز۔"
وصال مبارک ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۸ء۔
پیش کردہ خلیفہ محمد ابن خلیفہ اول

قطعہ تاریخ وفات

آپ کی وفات پر متعدد شعراء نے تاریخیں کہیں۔مولوی عبد الرحیم بن شیخ علامہ حافظ الحاج عبد الحکیم ذاکری پشاوری نے ۲۸ اشعار کا قصیدہ عربی لکھا۔

حضرت مولانا مولوی عبد المجید مدرس اسلامیہ سکول بھیرہ ضلع سرگودھا نے ۲۴ اشعار پر مشتمل قصیدہ مدحیہ (اردو) لکھا۔[1]

آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد عالم امرتسری نے "منبع فیض رب جلیل" ۱۳۲۷ھ سے تاریخ وفات نکالی۔

مولانا فتح محمد فاروقی حقیر نے بھی قطعہ تاریخ وفات کہا۔

سجادہ نشین

آپ کے چالیسویں کا اہتمام بڑے وسیع پیمانے پر ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو کیا گیا۔ بڑے بڑے علماء کرام' مشائخ عظام اور معززین شہر شامل ہوئے۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد مظہر قریشی رحمتہ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی۔

بعد ازاں مولانا غلام مصطفیٰ قریشی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے بعد فضل الحق قریشی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے اور موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ محمد اختر سلیمان قریشی ہیں۔ ان کی بیعت حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ سے ہے۔

مؤلف کتاب ھذا ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

---

[1] راحۃ الخاطر، صفحہ ۱۱۳' ۱۱۷۔
راحۃ الخاطر، حضرت مولانا محمد عارف اشرفی سلامت پوری' لاہور نے عنایت فرمائی جس سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (مؤلف)

عرس شریف

آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

دستخط

"عینی شرح الہدایہ" کتاب جو مولانا محمد عارف صاحب اشرفی کے پاس محفوظ ہے اس پر حضرت مولانا بھیروی کے دستخط اس طرح ثبت ہیں :

"الفقیر عبد القادر القرشی البھیروی ۱۳۰۰ھ"

حضرت قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی

ولادت اور خاندان

آپ کی ولادت تخمیناً ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء بمقام کرسال ضلع چکوال ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں بھابڑہ سے ترک سکونت کر کے موضع کرسال میں اقامت گزیں ہوئے۔ آپ کا تعلق جٹ رانجھا قوم سے تھا۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی قدس سرہ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ حضرت مفتی صدر الدین دہلوی کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ کرسال میں درس وتدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ بے شمار علماء نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا۔ آپ کا مزار شریف کرسال شریف کے بڑے قبرستان میں سرخ اینٹوں سے اور بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مؤلف آپ کے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ آپ نے دہلی میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔[۱]

مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے آپ سے پڑھا۔ علاوہ ازیں مولوی محمد یعقوب دہلوی اور شاہ محمد اسحاق دہلوی بھی آپ کے شاگرد تھے۔[۲]

حصول علم اور اساتذہ

آپ نے کتب مروجہ منقول و معقول اور حدیث شریف حضرات قاضی غلام نبی چاولی، قاضی غلام محمد موہڑ کدلتھی اور اپنے والد ماجد قاضی احمد الدین کرسالوی سے پڑھیں۔ حضرت

---

[۱] سوانح قاسمی اور تذکرۃ الرشید دیکھئے۔ صفحات ۲۵۱، ۲۵۶ اور ۲۲۸، ۲۲۹، اصلاح الاخوان، صفحہ ۱۳۶۔
[۲] سیرت امیر حزب اللہ مطبوعہ نقوش پریس لاہور ۱۳۸۵ھ، صفحہ ۶ (حاشیہ)۔

خواجہ شمس العارفین سیالوی سے کتب تصوف کا درس لیا۔

بیعت و خلافت

آپ نے حضرت خواجہ سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مدارج سلوک طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو اپنے شیخ طریقت سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ پاپیادہ سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔

درس و تدریس

علوم دینیہ سے فراغت اور حصول خلافت کے بعد کرسال میں درس و تدریس اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔ لاتعداد طلباء نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ جنات بھی آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قاضی ثناء اللہ آف پنجائن نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک طالب علم نے عرض کیا کہ قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی السلام علیکم کہتے تھے۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا اور پوچھا کہ کرسال شریف سے کب چلا؟ عرض کرنے لگا کہ نماز عصر ادا کر کے روانہ ہوا ہوں، اس پر آپ نے اظہار تعجب فرمایا۔

طالب علم نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ واقعی میں عصر کے وقت وہاں سے چلا ہوں اور میں جن ہوں۔ بعد ازاں آپ نے قاضی صاحب کی خیر و عافیت دریافت فرمائی [1]

آپ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے عہد ہمایوں میں سیال شریف کے مدرسہ میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ کچھ عرصہ چک نمبر ۶۷ جنوبی میں اپنی زمینوں میں قیام فرمایا اور یہاں حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی اور مولانا محمد حنیف آف کوٹ مومن نے آپ سے استفادہ کیا۔ [2]

---

[1] راوی قاضی محمد رفیق موہز کدلٹھی۔

[2] راوی مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی مدظلہ۔

تلامذہ

آپ کے بعض تلامذہ کے نام یہ ہیں :

۱- حضرت مولانا شمس الدین دھرابی ساکن دھرابی ضلع چکوال
۲- حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی، معظم آباد شریف ضلع سرگودھا
۳- مولانا محمد حنیف ساکن کوٹ مومن، ضلع سرگودھا
۴- شیخ محمد امان اللہ ساکن چک عمر، ضلع گجرات
۵- مولانا احمد الدین جسیالوی

حضرت خواجہ گولڑوی سے تعلق خاطر

آپ علوم اسلامی کے بحر ذخار تھے۔ بہت بڑے مفتی اور فقیہ تھے۔ مسائل شرعیہ پر بے تکلف گفتگو فرماتے۔ ذہانت میں منفرد مقام کے مالک تھے۔ سیال شریف عرس مبارک کے موقع پر حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے مخصوص مسائل میں گفتگو اور تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی مدظلہ کا بیان ہے :

موضع کرسال کے صوفی شاہ نواز صاحب مرحوم جن کو قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی نے حضرت ثانی لاثانی سیالوی سے بیعت کرایا تھا اور ان کی زندگی میں سیال شریف عرسوں اور دیگر مواقع پر حاضری دیتے رہے کا بیان ہے :

سیال شریف قیام کے دوران میں قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی اور خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی کے درمیان علمی گفتگو اور تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ میں اس محفل میں موجود ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ حضرت خواجہ گولڑوی کے سوالات کا فی البدیہہ جواب دیا کرتے تھے۔

ہر دو برادران طریقت کی محبت کا یہ عالم تھا کہ موضع کرسال کے منشی نواب خان مرحوم جنھوں نے ساٹھ سال کرسال میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے ان کو قاضی صاحب نے گولڑہ شریف مرید کرایا تھا۔ منشی صاحب مرحوم نے مولانا محمد عثمان غنی کو بتایا کہ میں جب گولڑا شریف حاضری دیتا تھا تو آپ فوراً پوچھتے۔ چھوٹے منشی' قاضی محمد عبدالباقی صاحب کا کیا حال ہے؟

حلیہ

آپ کے جسمانی اعضاء بہت ملائم اور نازک تھے۔ چہرۂ انور سے رعب اور نورانیت ٹپکتی تھی۔ آپ کا قد درمیانہ اور رنگ گندمی تھا۔

لباس اور خوراک

آپ بہت نفیس اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے جو سفید ہوتا تھا۔ خوراک سادہ اور بہت تھوڑی استعمال کرتے تھے۔ آپ بہت متمول اور مالدار تھے۔

اخلاق و اطوار

آپ زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔

نہایت شفیق اور خوش مزاج تھے۔ عابد و زاہد' شب زندہ دار اور صوفی باصفا تھے۔ شریعت محمدیہ پر بدل و جان عمل پیرا اور تعلیمات اسلامیہ کی زندہ تصویر تھے۔ طبیعت میں استغناء تھا۔ بے حد و ضعدار اور ملنسار تھے۔ خوش اخلاق' حمیدہ خصال اور بہت سی خوبیوں اور صفات کے مالک تھے اوراد و وظائف کے پابند اور صاحب وجد و سماع بزرگ تھے۔ آپ مستجاب الدعوات اور مقبول الٰہی تھے۔

مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی راوی ہیں :

حضرت قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی کو اپنے آبائی گاؤں کرسال سے مغرب کی طرف تین کوس کے فاصلے پر موضع روپوال کے لوگ برائے درس و تدریس لے گئے اور بیس بیگھہ زمین بطور ہدیہ پیش کی جو تاحال آپ کے ورثاء کے نام چلی آ رہی ہے۔

ایک دن کسی گستاخ غیر شرع آدمی نے مسجد میں قاضی صاحب کے پاپوش مبارک چرا لئے۔ یہ حرکت تو کسی ایک نے یا کسی کے مشورے سے کی لیکن آپ برداشت نہ کر سکے اور وہاں کی تدریس چھوڑ کر کرسال آ گئے۔ فرمایا: یہاں کوئی عالم دین قیامت تک پیدا نہ ہو گا: ع

گفتہ او گفتہ اللہ بود

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آج تک وہاں دینی تعلیم حاصل کرنے والا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

علمی تبحر اور شہرت

آپ بہت بڑے منطقی اور متبحر عالم تھے۔بے نظیر مناظر، مفتی اور فقیہ تھے۔معاصر علماء کی بعض کتب پر آپ کے تصدیقی دستخط ملتے ہیں۔مثلاً حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر متوطن بھیں ضلع چکوال کی کتاب هدية النجباء فی ابطال نکاح غیر الکفو بغیر رضی الاولیاء مطبوعہ سراج المطابع جہلم ۱۳۱۸ھ کے صفحہ ۲۴ پر آپ کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔

بقول مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی، آپ بہت بڑے فاضل اور علامۃ الدھر ہوئے ہیں۔قاضی صاحب حضور خواجہ شمس العارفین کے غلام اور خلیفہ ہونے کے علاوہ کچھ مدت سیال شریف میں مدرس بھی رہے۔حضرت ثالث غریب نواز سیالوی کے استاد تھے۔اس وقت طلبہ دیگر علوم کے علاوہ دورۂ حدیث کرسال میں پڑھا کرتے تھے۔

آپ کی علمی شہرت پنجاب اور ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔آپ اپنے دور کے شیخ الاسلام تھے۔

وصال اور مدفن

آپ کا وصال مبارک ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۹ء کو کرسال میں ہوا[۱]۔نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی غلام نبی چاولی نے پڑھائی اور آبائی قبرستان میں آخری آرامگاہ بنی۔خوبصورت اور عالیشان پختہ قبر بنی ہوئی ہے۔مؤلف نے آپ کے مزار شریف پر حاضری دی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

حضرت مولانا محمد سعید بھیروی نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

ہر کاملے کہ بینی عکسے است از کمالش　　آئینہ جمالش ہم مظہر جلالش
بارے بباغ ہستی سروے کہ سر بر آرد　　آخر بخاک پستی افتاد نو نہالش

---

[۱] بقول مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی مدظلہ۔

آں قطرۂ کہ گردد در بحر عشق فانی — باقی است تا بحد ابد عہد لا یزالش
مولانا عبد باقی کہ بعلم و زہد و تقویٰ — جز ذات خوش صفاتش دیگر نبد مثالش
ظاہر بدرس معروف باطن بعشق۔ مشغوف — آخر بیاد جاناں جاں داد و شد وصالش
بود اوستاد صاحب سجادۂ مرولہ! — کہ خلافت است مخصوص از خواجہ سیالش

حسب اقتضاء ایشاں مسکین سعید گفتا
"استاد عبد باقی عالی صفات" سالش ؁۱
۳۷ ۱۳ ھ

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاجزادی مسماۃ بخت بانو عطا فرمائی جو آپ کے برادر خورد قاضی عبدالرحمٰن کرسالوی کے فرزند ارجمند قاضی سلطان علی کے عقد میں تھیں۔

کتب خانہ

آپ کا ایک عظیم کتب خانہ اب بھی محفوظ ہے۔ جس میں انواع و اقسام کی کتب شامل ہیں۔ کتب خانہ کے واحد مالک آپ کے نواسے قاضی مظہر حسین کرسالوی صاحب ہیں۔

؁۱ جذبات سعید' صفحہ ۱۶۴۔

حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ وریامالی

ولادت اور خاندان

آپ کی پیدائش تخمیناً ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء ہے۔ والد ماجد کا نام سید جندے شاہ تھا۔ سادات خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم و تربیت

ایک روایت ہے کہ آپ نے موہڑہ کدلتھی میں حضرت شیخ غلام محمد چشتی قدس سرہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

بیعت و خلافت

آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ سے ارادت

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ لگاؤ اور محبت تھی۔ سیال شریف حاضر ہوتے تھے تو پاپیادہ جاتے تھے۔ لنگر شریف کے کاموں کو بجالا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ پر انتہائی کرم فرماتے تھے۔

ذریعہ معاش

آپ نے کاشتکاری کے علاوہ حلوائی کا پیشہ بھی اختیار فرمایا۔

درس وتدریس

وریامال نواحی چکوال کی مسجد میں تمام عمر امامت اور درس وتدریس میں گزاری۔ بچوں کو درس قرآن دیا۔

حلیہ

آپ کے جسمانی اعضاء نہایت نرم ونازک اور ملائم تھے۔چہرۂ اقدس اس قدر نورانی اور تابانی تھا کہ آدمی کی نظر آپ کے چہرہ پر جم کر رہ جاتی تھی۔خوش کلام ایسے کہ گویا زبان مبارک سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

اخلاق و اطوار

آپ اعلیٰ اخلاق اور صفات کے مالک تھے۔قرآن و سنت کے مطابق ساری زندگی بسر کی۔ نرم مزاج اور خوش اخلاق تھے۔صابر اور شاکر تھے۔

امامت وخطابت

آپ حافظ قرآن تھے۔وریامال کی مسجد میں امامت اور خطابت کرتے تھے۔ بڑے خوش الحان تھے۔نماز تراویح میں خود قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔

سلسلہ رشد وہدایت

حصول خرقہ خلافت کے بعد آپ نے وریامال میں رشد وہدایت اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کے کلام میں بہت تاثیر تھی۔وریامال اور گردو نواح کے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

وصال شریف

آپ کا وصال شریف ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۱۳ء بروز دوشنبہ وریامال میں ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ○

آپ کے جنازہ میں بے پناہ مخلوق شامل ہوئی حالانکہ کوئی اطلاع نہیں کی گئی تھی۔ مسجد اور اس کے اردگرد تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جب نماز جنازہ ہو چکی تو مخلوق آناً فاناً غائب ہوگئی ——— گویا کوئی غیبی مخلوق تھی جو جنازہ میں شامل ہوئی۔

مدفن پاک

آپ کا مزار شریف وریامال کی مسجد کے شمالی گوشہ میں واقع ہے۔ خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ یہ گنبد آپ کے تلامذہ فتح محمد' غلام حسین نمبردار کھوٹ قریش چودھری اللہ داد خان اور محمد ابراہیم وغیرھم نے تعمیر کروایا۔

اولاد

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ چنن بی بی رحمتہ اللہ علیہا کے صاحبزادے سید نیاز علی شاہ کی تعلیم و تربیت آپ نے کی۔ آپ کو اپنے نواسے سے بہت پیار تھا۔ ان کو قرآن مجید حفظ کروایا۔ سید نیاز علی شاہ نانا جان کی تصویر تھے۔ سید نیاز علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بعد عرس پاک سیدہ چنن بی بی کے زیر نگرانی ہوتا رہا۔ آپ بہت پاکباز اور ولیہ کاملہ تھیں۔ سیال شریف ہی بیعت تھیں۔

آپ کا عرس مبارک ۲۲ رمضان المبارک کو منعقد ہوتا ہے۔

کرامات

حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ وریامالی رحمتہ اللہ علیہ کے مخالفین نے آپ کو قتل کرنے کا بارہا منصوبہ بنایا لیکن جب وہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے لگتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی اور مخالفین کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے تھے۔ وہ آگے نہیں جاسکتے تھے اور اس طرح صبح ہو جاتی اور وہ اپنے ناپاک ارادے میں ناکام ہو جاتے تھے۔

آپ توشہ پکواتے تھے اور ایک پرات میں توشہ ڈال کر ایک طرف سے تقسیم کرواتے تھے۔ آپ کا حکم ہوتا تھا کہ ایک چمچ سے زیادہ توشہ نہیں کھانا۔ اگر کوئی آدمی لالچ کرتا اور چمچ سے زیادہ کھا لیتا تو اسے قے آجاتی تھی۔

آپ کی خدمت میں جو حاجت مند آتا اس کی حاجت پوری ہو جاتی تھی ——— آپ کے

در سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔

جب آپ کے نواسے سید نیاز علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور ان کا جنازہ اٹھایا گیا' جونہی جنازہ آپ کے روضہ شریف کے پاس سے گزرا تو جنازہ وہاں رک گیا۔ جنازہ اٹھانے والوں کے قدم آگے نہیں بڑھتے تھے' جب یہ منظر سیدہ چنن بی بی نے دیکھا تو آپ نے چارپائی نیچے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ پہلے ان کے نانا جان جنازہ ادا کریں گے' جب اتنا وقت گزر گیا جتنے وقت میں جنازہ پڑھایا جاتا ہے تو سیدہ چنن بی بی صاحبہ نے جنازہ اٹھانے کا حکم دیا۔ بعد ازاں جنازہ قبرستان میں لے جاکر نماز جنازہ ادا کر کے دفن کیا گیا۔

حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ کے شاگرد فتح محمد جنہوں نے آپ کا روضہ شریف بھی تعمیر کروایا تھا کی بیوی کو جوڑوں کا درد اٹھا' وہ کسی بزرگ کے مزار پر سلام کرنے کے لئے گئی تو وہاں اس کو ایک عورت ملی' عورت نے پوچھا کیا آپ کے گھر کے پاس کسی بزرگ کا روضہ مبارک ہے؟ وہاں جاکر سلام کرو۔

فتح محمد صاحب کی بیوی نے آپ کے روضہ شریف میں حاضری دی تو جوڑوں کا درد جاتا رہا اور پھر اس کے بعد زندگی بھر درد نہ ہوا۔

ایک بار فتح محمد صاحب کی زوجہ کو آپ خواب میں ملے۔ آپ کلمہ طیبہ کا ورد فرما رہے تھے اور آپ نے دو لعل ان کو دیئے اور فرمایا کہ اپنی امانت لے لو۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فتح محمد صاحب کو دو خوبصورت فرزند عطا کئے جن کے نام یہ ہیں:

۱- محمد مصری
۲- راجہ محمد گل

سیدہ چنن بی بی نے کئی بار روضہ شریف سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز سنی۔

جانشین

آج کل حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ دریامالی قدس سرہ کے روضہ شریف کی دیکھ بھال اور عرس کا انتظام وغیرہ حضرت راجہ محمد گل صاحب کے ذمہ ہے۔ راجہ صاحب کی بیعت حضرت خواجہ شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ سے ہے۔ راجہ صاحب ہر جمعتہ المبارک اور عرس پاک پر سیال شریف حاضر ہوتے ہیں۔ ورد و وظائف کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو آباد و شاد رکھے۔ آمین!

مئولف حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ وریامالی کے روضہ شریف کی دو مرتبہ زیارت کرچکا ہے۔

حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ وریامالی کے کوائف راجہ محمد گل صاحب کے فراہم کردہ ہیں۔جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی

ولادت اور خاندان

آپ کی ولادت باسعادت محمد پور گھوٹہ میں تخمیناً ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء کو ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد علاقہ لیہ کے رہنے والے تھے۔ سب سے پہلے آپ کے جد بزرگوار جو عالم دین تھے لیہ سے گھوٹہ شریف نزد قاسم بیلہ نواح ملتان چھاؤنی میں تشریف لائے اور ایک دینی مدرسہ کا آغاز کیا۔

تعلیم اور اساتذہ

مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی نے اپنے والد ماجد کے مدرسہ میں ابتدائی حاصل کی۔ اس کے بعد ملک کے مختلف مدارس سے علوم میں سند فراغت و فضیلت حاصل کی۔[1]

بیعت و خلافت

آپ کی بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے تھی۔ ریاضت و مجاہدہ اور منازل سلوک طے کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

شیخ سے ارادت

آپ کو اپنے مرشد کامل سے والہانہ عقیدت اور عشق تھا۔ اکثر سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ حضرات مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی اور قاضی محمد عبد الباقی کرسالوی کا اپنے زمانہ میں بڑا شہرہ تھا۔ علمی حلقوں میں ان کا تعارف محتاج بیان نہیں۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے مؤلف کی درخواست پر ایک واقعہ یوں بیان کیا:

---

[1] عمر کمال خان ایڈووکیٹ: "فقہاء ملتان" مطبوعہ ملتان ۱۹۸۴ء، صفحہ ۴۲۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قوالی کی محفل آراستہ کیے ہوئے تھے اور یہ دونوں فاضل بھی اس محفل سماع میں موجود تھے کہ مجوکہ کا ایک وہابی عالم جس کا نام غالباً مولوی غلام محی الدین تھا' حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھ کر بڑا متعجب ہوا' پیشانی پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔

قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے دائیں پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی کیفیت کو تاڑ گئے اور مولوی کو مخاطب کرکے بولے' مولوی! وہ کونسی حدیث شریف ہے جس کی رو سے قوالی حرام اور ناجائز ہے؟ پڑھ حدیث شریف تاکہ میں تجھ سے سند پوچھوں؟ یہ فقیر محمد عبدالباقی کرسالوی ہے۔ مولوی صاحب ٹھٹکے اور اپنی نشست سے ذرا پیچھے ہٹے۔ اتنے میں مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی بولے :مولوی! پڑھ حدیث شریف تاکہ میں تجھ سے ترکیب نحوی پوچھوں' یہ فقیر محمد جمال الدین گھوٹوی بیٹھا ہے۔ مولوی ذرا اور پیچھے ہٹا اور خیال کیا کہ اتنے بڑے بڑے عالم حضرت خواجہ سیالوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں؟ ایسا مبہوت ہوا گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔

درس وتدریس

آپ نے پہلے اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تقریباً نصف صدی تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے درس میں سینکڑوں طلبہ اور علماء شریک ہوکر آپ کے علم سے فیضیاب ہوئے۔[1]

آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ بہترین مدرس تھے۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے دور ہمایوں میں آپ مسند درس کی زینت تھے۔

ڈاکٹر تسخیر احمد ایم اے پی ایچ ڈی کا بیان ہے :

اس دور ثانی میں حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ہر حصہ ملک سے اور دور دراز علاقوں سے قابل ترین اساتذہ اور علماء و فضلاء فراہم اور اپنے گرد جمع کیے۔ چنانچہ اس دور ثانی ہمایونی میں دور دراز ملکوں سے اور من کل فج عمیق بمصداق یدخلون فی دین اللہ افواجا طالبین علم فوج

---

[1] ایضاً' صفحہ ۳۲۔

در فوج اور موج در موج آ آکر اور اس سرچشمہ علوم و فنون سے سیراب ہو ہو کر درس و افتاء اور احکام اسلامی کی تبلیغ و ترویج میں مصروف اور اس کے لئے وقف ہوتے چلے گئے۔

مولانا غلام محمد للہ شریف (ضلع جہلم) اور مولانا قاضی عبدالباقی کرسالوی اور گاہے گاہے مولانا حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی جیسے فضلاء دہر و علماء عصر اس دارالعلوم کے مسند درس کی زینت تھے [1]

ڈاکٹر محمد حسین للہی لکھتے ہیں :

حضرت ثانی لاثانی کے دور میں مدرسہ میں بھی قابل و فاضل علماء درس و تدریس کے لئے مقرر کئے گئے۔ مولانا معظم الدین مرولوی کے علاوہ مولانا غلام محمد للہی، قاضی عبدالباقی کرسالوی اور مولانا حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی وغیرہ دن رات طلباء کو علوم دینیہ کی تعلیم دینے میں مصروف رہتے [2]

تلامذہ

آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے درج ذیل کا علم ہوسکا :

۱- مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ
۲- حضرت مفتی دین محمد رتوی ساکن رتہ شریف ضلع چکوال
۳- حضرت مولانا مفتی عطا محمد بندیالوی ساکن رتہ شریف ضلع چکوال
۴- حضرت مولانا حکیم محمد قطب الدین جھنگوی
۵- حضرت مولانا سید امیر علوی اجمیری، چھپڑ شریف ضلع خوشاب
۶- حضرت مولانا عبداللہ غازی پوری نزد جلال پور پیروالا، ملتان
۷- حضرت مولانا حمید الدین گھوٹوی (پسر)
۸- مولانا محمود گھوٹوی وغیرھم

---

[1] دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی سوا سو سالہ خدمات، صفحہ ۶۔
[2] فیض المشائخ مطبوعہ ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۳۰۔

اخلاق و اطوار

آپ خلق محمدی کا عکس جمیل تھے۔ آپ کسی شخص کو رنجیدہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہر ایک کی دلجوئی فرماتے تھے۔ بہت شفیق اور رحمدل تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور حلیم الطبع آدمی تھے۔ بڑے مرتاض بزرگ تھے۔ ہر آدمی کو اتباع شریعت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ خود پابند شریعت تھے۔

تصانیف

مؤلف فقہائے ملتان لکھتے ہیں: آپ کے فتاویٰ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ شیخ العلماء نے علم صرف پڑھانے کا قدیم طریقہ ترک کر کے آسان اور نافع طریقہ ایجاد فرمایا اور اپنے تدریسی تجربہ کی بناپر قوانین صرف کے مجموعہ کو طبع کرایا اور اس کا نام صرف گھوٹوی رکھا۔ ان کا یہ علمی کارنامہ علمائے اسلام پر احسان عظیم ہے۔ صرف گھوٹوی دینی مدارس کے طلباء میں آج تک بے حد مقبول ہے۔

صرف گھوٹوی کے علاوہ آپ نے حاشیہ اور شرح متن متین تصنیف کیں۔ ان قابل ذکر تصانیف کے علاوہ انہوں نے مندرجہ ذیل اہم کتب تصنیف کیں:

ترکیب مائۃ عامل (نحو)، فوائد رفیعہ، رسالہ نوق العقد اور تحقیق علم غیب وغیرھم۔[1]

وصال شریف اور مدفن

شیخ العلماء مولانا حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی نے ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں بستی گھوٹہ شریف میں انتقال فرمایا اور اپنے مدرسہ سے ملحقہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ مرقد کا نشان موجود ہے۔[2]

اولاد

آپ کے ایک فرزند مولانا محمد حمید الدین گھوٹوی تھے جو جید عالم اور کامیاب مدرس تھے۔

---

[1] فقہاء ملتان، صفحہ ۴۲۔
[2] ایضاً، صفحہ ۴۳۔

ھ میں انتقال فرمایا اور والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی بیعت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی سے تھی۔

علمی مقام

فقیہ، محدث، محقق، شیخ العلماء حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی قدس سرہ چودھویں صدی کی ابتداء میں وادی سندھ میں آفتاب شریعت بن کر طلوع ہوئے اور ان کے علمی اور فقہی کارناموں کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔[1]

آپ بہت بڑے نحوی تھے۔

جانشین

آج کل آپ کے پوتے مولوی محمد رفیع الدین گھوٹوی مسند نشین ہیں۔

---

[1] ایضاً، صفحہ ۴۲۔

ماخذو مراجع

۱- سید محمد سعید زنجانی، مراۃ العاشقین، مطبع مصطفائی لاہور، ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء

۲- محمد امام الدین چشتی، مراۃ السالکین، میکی پریس گوجرانوالہ، ۱۳۱۳ھ

۳- مولانا امیر بخش منشی، انوار شمسیہ، مفید عام پریس لاہور، ۱۳۲۵ھ

۴- غلام دستگیر خان نیخود جالندھری، محبوب سیال، مطبع مفید عام پریس لاہور، ۱۳۴۳ھ

۵- غلام دستگیر خان نیخود جالندھری، برکات سیال، نگینہ پریس جالندھر، ۱۳۴۴ھ

۶- صوفی نور عالم شمس پوری، نفحات المحبوب، کارخانہ بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ، ۱۳۲۷ھ

۷- ملک محمد الدین، ذکر حبیب، اسلامیہ سٹیم پریس لاہور، ۱۳۴۲ھ

۸- مرزا نواب بیگ دہلوی، تحفۃ الابرار جلد دوم، مطبع رضوی دہلی، ۱۳۲۴ھ

۹- مولانا محمد سعید بھیروی، جذبات سعید، تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی

۱۰- بلال زبیری، تذکرہ اولیائے جھنگ، ساجد پرنٹنگ پریس جھنگ، ۱۹۷۴ء

۱۱- قاضی عالم الدین، کنزالقدیم فی آثار الکریم، حمایت اسلام پریس لاہور، ۱۳۵۵ھ

۱۲- مولانا غلام مہر علی گولڑوی، الیواقیت المہریہ، کلیم آرٹ پریس ملتان، ۱۳۸۴ھ

۱۳- پروفیسر خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، لاہور

۱۴- ڈاکٹر عبد الغنی، ملفوظات حیدری، ندرت پرنٹرز لاہور

۱۵- مولانا فیض احمد، مہر منیر، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۳ء

۱۶- حکیم عطا محمد کاظمی، تذکرہ سادات دوست محمد خیل، امروز پرنٹنگ پریس ملتان، ۱۳۹۶ھ

۱۷- حکیم عطا محمد کاظمی، یاد ایام، ثنائی پریس سرگودھا

۱۸- ڈاکٹر عبد الغنی، سیرت امیر حزب اللہ، نقوش پریس لاہور، ۱۹۶۵ء

۱۹- ڈاکٹر عبد الغنی، مجمع البحرین

۲۰- پروفیسر غلام نظام الدین مرولوی، مراۃ العاشقین (اردو)، معارف پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۳۹۷ھ

۲۱- پروفیسر نظام الدین مرلوی، ھوالمعظم، مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۳۹۹ھ

۲۲- قاضی غلام ربانی چکوالی، مجموعہ وظائف (مترجم)، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، ۱۳۴۳ھ

۲۳- ڈاکٹر غلام جیلانی برق 'میری داستان حیات 'علمی پرنٹنگ پریس لاہور ' ۱۹۸۲ء
۲۴- ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی 'تاریخ ہزارہ 'لاہور ' ۱۹۶۹ء
۲۵- ملک پرویز احمد اعوان 'تاریخ اعواناں 'ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی ' ۱۹۹۲ء
۲۶- مولانا محمد ابراہیم قصوری 'خزینہ معرفت 'مقبول عام پریس لاہور
۲۷- ریاض چشتی 'حیات عزیز 'ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی ' ۱۹۷۶ء
۲۸- پروفیسر غلام نصیر الدین 'مرقع قلندر 'عزیز پبلشرز فیصل آباد ' ۱۹۸۵ء
۲۹- خواجہ غلام فخر الدین سیالوی 'باب جبریل 'رہبر پرنٹرز لاہور
۳۰- خواجہ غلام فخر الدین سیالوی 'الفقر فخری 'اردو آرٹ پریس لاہور
۳۱- مولانا غلام مصطفیٰ قریشی 'راحۃ الخاطر ' لاہور
۳۲- علامہ اقبال احمد فاروقی 'تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور 'مکتبہ جدید پریس لاہور '
۱۹۷۵ء
۳۳- علامہ عبد الحکیم شرف قادری 'تذکرہ اکابر اہل سنت 'استقلال پریس لاہور ' ۱۳۹۶ھ
۳۴- محمد امیر شاہ گیلانی 'تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول 'اتحاد پریس لاہور ' ۱۳۸۳ھ
۳۵- محمد امیر شاہ گیلانی 'تذکرہ علماء و مشائخ سرحد 'جلد دوم 'نثار آرٹ پریس لاہور ' ۱۹۷۲ء
۳۶- محمد امیر شاہ گیلانی 'تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ 'حاجی سنز پرنٹرز پشاور
۳۷- عالم فقری گلزار صوفیاء 'حامد اینڈ کمپنی پریس لاہور ' ۱۹۸۴ء
۳۸- محمد الدین کلیم قادری 'لاہور کے اولیاء چشت 'پنجاب پریس لاہور ' ۱۹۶۸ء
۳۹- محمد الدین کلیم قادری 'حضرت پیر سیال لاہور میں 'لاہور ' ۱۴۰۲ھ
۴۰- محمد الدین کلیم قادری 'مدینتہ الاولیاء لاہور 'لاہور
۴۱- محمد صادق قصوری 'انوار امیر ملت 'لاہور ' ۱۳۹۹ھ
۴۲- سید نور محمد قادری 'قطب العارفین 'کرامت پرنٹنگ پریس لاہور ' ۱۹۸۵ء
۴۳- خواجہ مہر علی شاہ گولڑوی 'مکتوبات طیبات 'چٹان پرنٹنگ پریس لاہور
۴۴- خواجہ مہر علی شاہ گولڑوی 'ملفوظات مہریہ 'نور آرٹ پریس راولپنڈی ' ۱۳۸۵ھ
۴۵- خواجہ مہر علی شاہ گولڑوی 'تحقیق الحق فی کلمۃ الحق 'سول اینڈ ملٹری پریس راولپنڈی ' ۱۳۸۱
ھ

۴۶- غلام دستگیر نامی 'بزرگان لاہور' لاہور' ۱۹۸۱ء
۴۷- سید محمود آزاد 'حیات سہیلی سرکار' ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی
۴۸- سید محمود آزاد 'تاریخ سادات گردیزیہ پونچھ' ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی' ۱۹۸۵ء
۴۹- سید محمود آزاد 'حضرت پیر سید جنید شاہ' راولپنڈی' ۱۹۸۱ء
۵۰- سید احمد شاہ گردیزی 'تاریخ سادات گردیزیہ' امرتسر' ۱۹۴۲ء
۵۱- عمر کمال خان ایڈووکیٹ 'فقہاء ملتان' ملتان' ۱۹۸۴ء
۵۲- ڈاکٹر محمد حسین للہی 'فیض المشائخ' لاہور' ۱۹۸۵ء
۵۳- سید ملک علی شاہ بخاری 'سوہان ایمان' ۱۹۸۴ء
۵۴- پروفیسر محمد مسعود احمد 'خانقاہ مکان شریف کا روحانی نظام' ۱۹۸۶ء
۵۵- مولانا عبد القدوس ہاشمی 'تقویم تاریخی' ۱۴۰۷ھ
۵۶- صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی' انقلاب الحقیقت' لاہور
۵۷- مولانا کرم الدین دبیر 'تازیانہ عبرت' مسلم پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۹۳۲ء
۵۸- مولانا کرم الدین دبیر' ہدیتہ الاصفیاء فی مسئلہ سماع الصلحاء' مسلم پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۹۳۲ء
۵۹- مولانا کرم الدین دبیر 'تنشیط الافدہ فی تجویز الصلوٰۃ بالقلنوۃ' سراج المطابع جہلم
۶۰- قاضی احمد دین 'گلدستہ حیدری 'نور آرٹ پریس راولپنڈی' ۱۹۷۳ء
۶۱- میاں لعل دعولوی 'گوڑی کا لعل' منوہر پریس سرگودھا' ۱۳۶۶ھ
۶۲- پیر محمد کرم شاہ 'مجموعہ وظائف' کاروان پریس لاہور' ۱۴۰۵ھ
۶۳- پروفیسر انور بیگ اعوان' دھنی ادب و ثقافت' تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی' ۱۹۶۸ء
۶۴- پروفیسر انور بیگ اعوان' دھن ملوکی' ۱۹۸۱ء
۶۵- ڈاکٹر محمد حسین للہی' خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء' مکتبہ جدید پریس لاہور' ۱۹۷۹ء
۶۶- ظفر علی شاہ' الامین' حجازی پریس لاہور' ۱۳۵۷ھ
۶۷- مرزا محبوب بیگ 'فاروق اعظم' اسلامیہ سٹیم پریس لاہور' ۱۸۹۹ء
۶۸- مولانا سید لعل شاہ 'تیغ الٰہی بر فرقہ سبائی' لاہور پرنٹنگ پریس لاہور

۶۹- مولانا سید لعل شاہ' اظہار حق

۷۰- محمد خواص خان اعوان' تذکرۂ علمائے ہزارہ' ۱۹۸۹ء

۷۱- فیوض الرحمن جدون' مشاہیر علمائے دیوبند' لاہور' ۱۹۷۶ء

۷۲- مولانا سلطان احمد فاروقی' تذکرۂ اولیاء چشت' تجارت پریس لاہور

۷۳- مولانا محمد عثمان غنی' بدر منیر' گلستان پریس سرگودھا' ۱۹۸۶ء

۷۴- قاضی غلام محمود ہزاروی' فیوضات غوثیہ' کیمرج پرنٹنگ پریس لاہور

۷۵- مولانا غلام قادر بھیروی' اسلام کی گیارہ کتابیں' خورشید عالم پریس لاہور

۷۶- مولانا غلام قادر بھیروی' انوار حقیقت احمدیہ' مطبع صحافی لاہور' ۱۳۰۴ھ

۷۷- مولانا غلام قادر بھیروی' رسالہ حق المبین' مرتضائی پریس لاہور' ۱۳۰۲ھ

۷۸- مولانا غلام قادر بھیروی' سیوف الابرار علی منکر جر الاذکار' مطبع مفید عام لاہور' ۱۳۰۱ھ

۷۹- مولانا غلام قادر بھیروی' عقائد الاخیار فی فضائل الائمتہ الاطہار' مطبع دار الخلافہ لاہور' ۱۳۰۲ھ

۸۰- مولوی عبد الحئ لکھنوی' نزہتہ الخواطر جلد ہشتم' اصح المطابع کراچی' ۱۳۹۶ھ

۸۱- مولوی محمد سلیمان چشتی' تفسیر سورۂ یوسف (پنجابی)' ۱۳۲۸ھ

۸۲- مرزا عظیم بیگ' تاریخ جہلم' ۱۸۸۰ء

۸۳- مولانا سید شرافت نوشاہی' کلمات قدسیہ معروف بہ فیض نقشبندیہ' لاہور' ۱۳۹۲ھ

۸۴- ڈاکٹر غلام جیلانی برق' بھائی بھائی' لاہور' ۱۹۵۸ء

۸۵- مولوی غلام رسول مہر' جنرل سر عمر حیات خان ٹوانہ کے سوانح حیات اور ان کی خاندانی تاریخ کا پس منظر' پاکستان ٹائمز پریس لاہور' ۱۹۶۵ء

۸۶- مولانا محمد فضل الدین گجراتی' انوار النعمانیہ' مطبع اسلامیہ لاہور' ۱۸۹۰ء

۸۷- مولانا محمد فضل الدین گجراتی' اجوبتہ السائلین بکتاب المبین' مطبع فیض عام لاہور' ۱۹۰۷ء

۸۸- مولانا محمد عثمان غنی' فیض جاوداں' کراچی' ۱۹۸۹ء

۸۹- سید کرم حسین شاہ' نگروی' رفیق عام پریس لاہور

۹۰- مولانا محمد غلام رسول قادری' تجلی فیض' بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ' ۱۳۱۳ھ

۹۱- مفتی غلام احمد سیالوی' انوار قمریہ' غیر مطبوعہ

۹۲- مولانا محمد شفیق فاروقی 'فیض الامین' غیر مطبوعہ

۹۳- محمد الدین فوق 'مشاہیر اسلام' لاہور

۹۴- محمد الدین فوق 'تاریخ اقوام پونچھ

۹۵- مولانا فیروز الدین 'فیروز اللغات' فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

۹۶- خلیل احمد رانا' انوار قطب مدینہ' ریاض محمود پرنٹرز لاہور' ۱۴۰۸ھ

۹۷- محمد مرید احمد چشتی' خیابان رضا' تاج الدین پرنٹرز لاہور' ۱۴۰۲ھ

۹۸- محمد مرید احمد چشتی' جہان رضا' لاہور' ۱۹۷۷ء

۹۹- محمد مرید احمد چشتی' انوار قمر' غیر مطبوعہ' ۱۴۰۳ھ

۱۰۰- مولانا احمد الدین گانگوی' اسلامی بیت المال' ہمدرد پریس دہلی

۱۰۱- خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی' معیار المسیح' رفاہ عام سٹیم پریس لاہور' ۱۳۲۹ھ

۱۰۲- مفتی محمد ریاض الدین' خزینہ حق' پشاور

۱۰۳- حاجی نجم الدین' مناقب المحبوبین' معارف پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۳۹۷ھ

۱۰۴- مولوی ممتاز علی' بیاض قلمی' غیر مطبوعہ' مرتبہ ۱۳۷۸ھ

۱۰۵- امام احمد رضا بریلوی' فتاویٰ رضویہ جلد چہارم' لاہور

۱۰۶- سید غلام فرید شاہ' یادداشتیں (قلمی)' غیر مطبوعہ

۱۰۷- شاہ زمان قریشی گلز ار پیر سیال

۱۰۸- مولانا محمد اسماعیل سلیانوی' بیاض خاص' ۱۳۱۷ھ

۱۰۹- علامہ عنایت اللہ چشتی' قلمی یادداشتیں' ۱۹۹۰ء

۱۱۰- قاری نور حسین للہی' قلمی یادداشتیں

۱۱۱- حافظ غلام فرید بیاض

۱۱۲- خواجہ رضی حیدر' تذکرہ محدث سورتی' نوید پرنٹنگ پریس کراچی' ۱۹۸۱ء

۱۱۳- ڈاکٹر محمد مسعود احمد' حیات مولانا احمد رضا خان' زاہد بشیر پرنٹرز لاہور' ۱۴۰۲ھ

۱۱۴- مولانا محمد کرم الدین دبیر' زاد المتقین و ہدیتہ المتنفلین' مطبع سراج المطابع جہلم' ۱۳۲۲

۱۱۵- محمد مرید احمد چشتی' مناقب رضا' غیر مطبوعہ' ۱۹۷۸ء

۱۱۶- نظیر لدھیانوی 'شعر حسن' لاہور '۱۹۷۸ء

۱۱۷- مولانا رکن الدین 'اشارات فریدی' لاہور

۱۱۸- حکیم عبدالرسول بھکروی 'انوار مرتضوی' دین محمدی پریس 'لاہور

۱۱۹- مولوی امام دین کھوتکوی 'تذکرۂ اعلیٰ حضرت للّٰہی' فالکن پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۹۸۶ء

۱۲۰- سید احمد سعید ہمدانی 'ترجمہ مقامات طیبین' فالکن پرنٹنگ پریس لاہور' ۱۴۰۷ھ

۱۲۰- عبدالقدوس ہاشمی 'تقویم تاریخی' ادارۂ تحقیقات اسلامی پریس اسلام آباد' ۱۴۰۷ھ

رسائل / اخبارات

۱- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (شمس العارفین نمبر) صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

۲- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (شیخ الاسلام نمبر) اکتوبر ۱۹۸۱ء

۳- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور' ستمبر ۱۹۷۶ء

۴- ماہنامہ صوفی پنڈی بہاء الدین 'مارچ ۱۹۱۲ء

۵- ماہنامہ صوفی پنڈی بہاء الدین' اگست ۱۹۱۰ء

۶- ماہنامہ تصوف 'لاہور' جولائی ۱۹۳۲ء

۷- ماہنامہ شمس الاسلام 'بھیرہ' رجب ۱۴۰۲ھ

۸- ماہنامہ الحبیب 'لاہور' اکتوبر ۱۹۷۰ء

۹- ماہنامہ الحبیب 'لاہور' اگست ۱۹۷۱ء

۱۰- ماہنامہ سلسبیل 'لاہور' جنوری ۱۹۶۸ء

۱۱- ماہنامہ سلسبیل 'لاہور' فروری ۱۹۷۳ء

۱۲- ماہنامہ سلسبیل 'لاہور' مئی ۱۹۷۳ء

۱۳- ماہنامہ الجامعہ 'محمدی شریف' صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

۱۴- ماہنامہ ضیائے حرم 'لاہور' اکتوبر ۱۹۸۲ء

۱۵- ماہنامہ ترجمان اہل سنت 'کراچی' مارچ ۱۹۷۸ء

۱۶- ماہنامہ عرفان منزل 'کراچی' جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ

۱۷- ماہنامہ تبیان 'کراچی' نومبر ۱۹۸۶ء

۱۸۔ ہفت روزہ الہام' بہاولپور' دسمبر ۱۹۸۵ء
۱۹۔ ہفت روزہ استقلال' لاہور' اکتوبر ۱۹۸۴ء
۲۰۔ سراج الاخبار' جہلم' فروری ۱۹۰۴ء
۲۱۔ مجلّہ تحقیق' لاہور' جلد ۲' شمارہ ۳
۲۲۔ ماہنامہ الصادق' کراچی' جولائی ۱۹۸۲ء

خوشخبری

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی' مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی اور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی قدس اسرارھم اور ان کے خلفاء کبار کے حالات زیر تدوین ہیں۔ بہت جلد منظر عام پر آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

